بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُصنّفہ

حضرت قبلہ مفتی محمدؐ صادق صاحب

جسے

منیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور نے

شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۶ء

بار اول

تعداد طبع ۱۰۰۰

پیشکش

بحضور حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ
زاد اللہ شرفہا و مجدہا و سلمہا اللہ تعالیٰ۔ جنکو سب سے
زیادہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
حالات کو سفر و حضر میں ملاحظہ کرنے اور ہر حال میں
حضورؑ کی رفاقت، نصرت اور تائید کا حق ادا کرنے کا
موقعہ حاصل ہوتا رہا۔

آپکا غلام
محمد صادق عفاہ اللہ عنہ

اللّٰھم رب السموات ورب الارض ورب کل شئ فالق الحب والنوی۔ منزل التورات
والانجیل وصحف الانبیاء والقرآن۔ یا علیم۔ یا خبیر۔ یا قدیر۔ یا رحمٰن۔ یا رحیم۔ یا کریم۔ یا قدیم۔
یا غفور۔ یا ستّار۔ اے میرے پاک پروردگار تُو مجھے ایسے کلام اور ایسی تحریر کی توفیق اور
قوت عطاء فرما جس میں ریب نہ ہو۔ جو حق ہو، اور اس میں کچھہ باطل نہ ہو۔ اور جو مخلوق کے
واسطے موجب ہدایت ہو۔ اور سب زبانوں اور قوموں میں اس کی صحیح اشاعت اور اسپر
پاک عملدرآمد ہو۔ جو میرے لئے اور پڑھنے والوں کیلئے اور سُننے والوں کیلئے اور چھاپنے اور
چھپوانے والوں کیلئے اور شائع کرنیوالوں۔ اور خریدنے والوں کیلئے تیری پاک رضامندیوں کے
حصول اور دین و دنیا میں حسنات کے پانے کا ذریعہ ہو۔ جو تیری مخلوق کیواسطے راہنمائی کا باعث
اور تیرے ساتھ اتحاد کا موجب ہو۔ ہاں اے میرے بخشنہار۔ میرے پاک پروردگار۔ میری
مجیب۔ میرے نجیب[۱]۔ تو میرے گناہوں کو بخش اور میری پردہ پوشی فرما۔ یاربّی۔ یاربّی۔ یاربّی
تو میرے خیال میں۔ میری زبان میں۔ اور میرے قلم میں رحمت۔ برکت۔ قوت۔ راحت
عطاء فرما۔ اور وہ سب جن کیساتھ میری محبت کا تعلق ہوا اُنکی بخشش کر۔ اور اُنہیں ایمان
صحت۔ تقوٰی اور اقبال مرحمت فرما۔ اے میرے رب۔ اے میرے ہادی۔ اے میرے
مالک۔ اے میرے آقا۔ تُو اپنے پاک الہام سے میرے کلام کو مستحکم فرما۔ اور ایسے الفاظ
مجھے عطاء فرما جو تیری مخلوق کی ترقی۔ بہبودی۔ بھلائی حقیقی راحت اور خوشحالی کا ذریعہ
ہوں۔ اللّٰھم ایّدنا بروح القدس۔ اللھم ایدنا بروح القدس۔ اللھم ایدنا بروح القدس۔
سُبحان ربّی الاعلیٰ۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ واٰخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین

محمد صادق

نوٹ: [۱] اللہ تعالیٰ کی یہ صفت مجھے الہاماً بتلائی گئی تھی: صادق

فہرست ابواب کتاب احمدؐ صادق

صادق اپنے مرشد کے قدموں میں۔ غالباً سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک گروپ فوٹو بڑی مسجد میں لیا گیا تھا۔ جس میں راقم مولف نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں جگہ پائی۔ اُس گروپ فوٹو میں کچھ احباب کرسیوں پر تھے۔ کچھ فرش پر اور کچھ پیچھے کھڑے تھے۔ فوٹو لینے والے ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری تھے۔ میں نے فوٹوگرافر کو کہکر بعد میں اتنا حصہ اُس فوٹو سے الگ کروا لیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم
و آلہ الطیبین

ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

احمد صادق

باب اوّل ابتدائی حالات

میرے والدین رحمہما اللہ

اللہ تعالیٰ رحم کرے میری ماں پر اور اُسے جنّت میں بلند مقامات عطاء کرے۔ کہ اُسے ہمیشہ ایسے بزرگوں کی خدمت کا شوق رہتا۔ جو اپنی عبادت، ریاضت اور خدا رسیدہ ہونے کے سبب مشہور ہوں۔ اور مرحومہ سے یہ بات مجھے بھی وراثتاً حاصل ہوئی ؛

خواہشِ ملاقات نبی

میری عمر دس[10] بارہ[12] سال کی ہوگی۔ جبکہ ایک دن مینے اپنے ساتھی لڑکوں کو کہا۔ کہ ہم عجیب زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ کہ نہ کوئی اس زمانہ میں نبی ہے، نہ کوئی بادشاہ ہے۔ سب کچھ قصّوں میں پڑھتے ہیں۔ دیکھنے میں کچھ نہیں آتا، میرا خیال ہے، چونکہ مینے اور میرے زمانہ پیدائش کے بچّوں نے اپنی آئندہ زندگی میں ایک نبی اور بادشاہ کو پانا تھا۔ اس واسطے اُس کی تڑپ پہلے سے ہماری فطرت میں موجود تھی ؛

پہلا ذکر

شہر بھیرہ جو پنجاب کا ایک بہت ہی قدیمی شہر دریائے جہلم پر واقعہ ہے! اور قادیان سے بذریعہ ریل براستہ لاہور لالہ موسیٰ ملکوال ۲۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور میری جائے پیدائیش اور بچپن کا وطن ہے۔ حضرت والد مرحوم مغفور نے وہیں عمر گذاری اس شہر بھیرہ میں ایک نیک شخص حکیم احمدؐ دین نام تھے۔ (اللہ تعالیٰ اُنکی مغفرت کرے) جن سے مینے بچپن میں سب سے اوّل حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام کا نام سُنا۔ میری عمر اُس وقت قریباً تیرہ ۱۳ سال ہوگی۔ جب مَیں اپنے چند ہمجولیوں کے ساتھ حکیم صاحب مرحوم سے ملا۔ اور انہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ کہ قادیان میں ایک مرزا صاحب ؑ ہیں جنکو الہام ہوتے ہیں اُنکی شکل بالکل سادہ گنواروں کیطرح ہے۔ مینے تعجّب سے کہا۔ کہ کیا اس زمانہ میں بھی کسی کو الہام ہوتا ہے۔ غرض پہلا شخص جس کی زبانی مینے حضرت احمدؑ کا نام سُنا اس کا نام بھی احمدؐ دین تھا؛

صُحبتِ نورُ الدّین رضؓ

اُس کے بعد جب حضرت والد مرحوم (مفتی عنایت اللہ قریشی عثمانی) مجھے حضرت مولینا مولوی حکیم نور الدین صاحب (خلیفة المسیح الاول رضی اللہ عنہ) کے پاس قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے کیواسطے جمّوں چھوڑ آئے۔ اور مَیں قریب چھ ۶ ماہ حضرت مولینا صاحب کی خدمت بابرکت میں جمّوں اور کشمیر میں رہا۔ تو ان کی مجلس میں گاہے حضرت مرزا صاحب ؑ کا کچھ ذکر سُنتا رہا۔ مگر چونکہ اُس وقت حضرت اقدس ... نہ بیعت لیتے تھے، اور نہ ہنوز آپؑ نے طُوفانِ زمانہ سے لوگوں کو بچانے کیواسطے اپنی کشتیِ نوحؑ طیار کی تھی۔ نہ آپؑ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کو پبلک میں واضح کیا تھا۔ اِسواسطے کچھ آپؑ کا زیادہ چرچا نہ تھا۔ لیکن حضرت مولینا صاحب مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہونے کے سبب میرے دل میں حضرت صاحب ؑ کے

متعلق ایک حسن ظن پیدا ہوگیا تھا ؛

پہلا رؤیاء

غالباً ۱۸۸۹ء تھا۔ جبکہ مَیں ہائی اسکول بھیرہ میں تعلیم پاتا تھا۔ موسم گرما تھا۔ اور مَیں اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ پچھلی رات کا وقت تھا۔ کہ مجھے ایک رویاء ہوا جس نے میرے قلب پر ایک گہرا اثر کیا۔ مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک ستارہ مشرق سے نکلا۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ اُوپر کو چلا۔ جتنا وہ آگے بڑھتا ہے۔ اُس کا قد اور روشنی بڑھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ٹھیک آسمان کی چوٹی پر پہنچا۔ اُس وقت وُہ چاند کے برابر بڑا اور بہت روشن ہوگیا۔ وہاں پر پہنچکر اُس نے چکّر لگانا شروع کیا۔ اُس کے چکّر کا ہر ایک دائرہ پہلے سے بڑا اور زیادہ تیز رفتار تھا۔ یہانتک کہ اُس کا چکّر اُفق تک پہنچا جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں اُس کے چکّر ایسے روشن اور تیزی کیساتھ ہوئے کہ اُس کی ہیبت نے مجھے بیدار کر دیا۔ اور مَیں معاً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ صبح مَیں نے یہ رؤیاء حضرت استاذی المعظم جناب مولینا مولوی نورالدین صاحب رضؓ کو جموںؔ اور حضرت صاحب ؑ کو قادیان لکھا۔ اور ہر دو بزرگوں سے اِس کی تعبیر طلب کی۔ حضرت مولینا صاحب رضؓ نے جواب میں لکھا۔ کہ ایسا رؤیاء اُسوقت دکھایا جاتا ہے، جب کوئی عظیم الشّان مصلح ظاہر ہونیوالا ہو۔ حضرت صاحب ؑ نے جواب دیا۔ کہ آپکا خط ملا جس میں آپنے ایک رؤیاء کی تعبیر دریافت کی ہے۔ میری طبیعت ان دنوں علیل ہے۔ اسواسطے مَیں توجہ نہیں کرسکتا۔ بشرط یاد دہانی مَیں پھر آپکو مفصّل جواب لکھوں گا ؛

مَینے سوچا کہ جیسا کہ حضرت مولینا صاحب رضؓ نے کہا ہے۔ تعبیر تو صاف تھی۔ اور مرزا صاحب ؑ چاہتے تو اپنے پر چسپان کر لیتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اِس سے مجھے حضرت کے متعلق اور بھی حُسنِ ظن پیدا ہُوا۔ اِسوقت حضرت

مسیح موعودؑ بیعت کا اشتہار دے چکے تھے۔اور سلسلہ بیعت جاری ہوچکا تھا؂

پہلا سفر قادیان

سنہ ۱۸۹۰ء میں یہ عاجز امتحان انٹرنس پاس کر کے جموں گیا۔ اور وہاں مدرسہ میں ملازم ہوگیا۔ ایک اور مدرس جو میرے ہم نام تھے (مولوی فاضل محمدؐ صادق صاحب مرحوم) میرے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔ اُسوقت حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب فتح اسلام جموں میں پہنچی (غالباً وُہ پروف کے اوراق تھے جو قبل اشاعت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھیجدیئے گئے تھے) اِس کتاب میں حضرت صاحبؑ نے پہلی دفعہ بالوضاحت عیسیٰ ناصری کی وفات اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا ذکر کیا۔ وہ کتاب مینے اور مولوی محمدؐ صادق صاحب نے مِل کر پڑھی۔ اور مینے اُسپر چند سوالات لِکھکر حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجے۔ جن کے جواب کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے جو اُن دِنوں جموں تھے مجھے زبانی فرمایا۔ کہ عنقریب ایک کتاب شائع ہوگی۔ اس میں ان سب سوالوں کے جواب آجائیں گے۔

اس کے بعد اسکول میں کسی رخصت کی تقریب پر مَیں قادیان چلا آیا۔ غالباً دسمبر سنہ ۱۸۹۰ء تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ بٹالہ سے میں اکیلا ہی یکہ میں سوار ہو کر آیا۔ اور بارہ آنہ کرایہ دیا۔ حضرت مولٰینا صاحب مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام کے نام ایک سفارشی خط دیا تھا۔ حضرت کے مکان پر پہنچکر وُہ خط مینے اُسی وقت اندر بھیجا۔ حضرت صاحبؑ فوراً باہر تشریف لائے۔ فرمایا۔ مولوی صاحب نے اپنے خط میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ مجھ سے پُوچھا کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ اُسوقت مجھ سے پہلے صرف ایک اور مہمان تھا۔ (سیّد فضل شاہ صاحب مرحوم) اور حافظ شیخ حامد علی صاحب مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ اور گول کمرہ مہمان خانہ

تھا۔ اس کے آگے جو تین دیواری بنی ہوئی ہے، اُسوقت نہ تھی۔ رات کیوقت اُس گول کمرہ میں عاجز راقم اور سیّد فضل شاہ صاحب سوئے۔ نمازوں کیوقت حضرت صاحبؑ مسجد مبارک میں جسکو عموماً چھوٹی مسجد کہا جاتا ہے تشریف لائے۔ آپؑ کی ریش مبارک مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ چہرہ بھی سُرخ اور چمکیلا۔ سر پر سفید بھاری عمامہ۔ ہاتھ میں عصاء تھا۔ دُوسری صبح حضرت صاحبؑ زنانہ سے باہر آئے۔

پہلی سیر

باہر آکر فرمایا کہ سیر کو چلیں۔ سیّد فضل شاہ صاحب (مرحوم) حافظ حامد علی صاحب (مرحوم) اور عاجز راقم ہمراہ ہوئے۔ کھیتوں میں سے اور بیرونی راستوں میں سے سیر کرتے ہوئے گاؤں کے شرقی جانب چلے گئے۔ اس پہلی سیر میں مینے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ گناہوں میں گرفتاری سے بچنے کا کیا علاج ہے۔

گناہوں سے بچنے کا علاج

فرمایا۔ موت کو یاد رکھنا۔ جب آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے۔ کہ اُس نے آخر ایک دن مر جانا ہے۔ تو اس میں طول امل پیدا ہوتا ہے۔ لمبی لمبی امیدیں کرتا ہے۔ کہ میں یہ کرلوں گا اور وہ کرلوں گا۔ اور گناہوں میں دلیری اور غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ سیّد فضل شاہ صاحب مرحوم نے سوال کیا کہ یہ جو لکھا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ

مغرب سے طلوع آفتاب

اُس وقت آئے گا جبکہ سُورج[1] مغرب سے نکلے گا۔ اِس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ یہ تو ایک طبعی طریق ہے، کہ سُورج مشرق سے نکلتا ہے۔ مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

[1] جب عاجز راقم نے امریکہ میں اشاعت اسلام کیواسطے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا تھا۔ تو اسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رسالہ کا نام مسلم سن رائیز یعنی طلوع شمس الاسلام رکھا تھا۔ اور اسکے سرورق پر امریکہ کا نقشہ بناکر اسپر سورج چڑھتا ہوا دکھایا تھا۔ صادق

اِس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مراد اس سے یہ ہے۔ کہ مغربی ممالک کے لوگ اس زمانہ میں دینِ اِسلام کو قبول کرنے لگ جائیں گے۔ چنانچہ سُنا گیا ہے۔ کہ لورپول میں چند ایک انگریز مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو کچھ باتیں اُس سفر میں ہوئیں، اُن میں سے یہی دو باتیں مجھے یاد ہیں۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے حضرت صاحبؑ کی صداقت کو قبول کرنے اور آپؑ کی بیعت کر لینے کی طرف کشش کی۔ سوائے اس کے کہ آپؑ کا چہرہ مبارک ایسا تھا۔ جسپر یہ گمان نہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ جھوٹا ہو۔

بیعت

دُوسرے یا تیسرے دن مَیں نے حافظ حامد علی صاحب[1] سے کہا کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحبؑ مجھے ایک علیحدہ مکان میں لے گئے۔ جس حصہ زمین پر نواب محمدؐ علی خاں صاحب کا شہر والا مکان ہے اور جس کے نیچے کے حصہ میں مرکزی لائبریری رہ چکی ہے جس کے بالاخانہ میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رہ چکے ہیں (آجکل اگست ۱۹۳۵ء میں وہ بطور مہمان خانہ استعمال ہوتا ہے) اس زمین پر اُن دنوں حضرت صاحبؑ کا مویشی خانہ تھا۔ گائے، بیل اُس میں باندھے جاتے تھے۔ اس کا راستہ کوچہ بندی میں سے تھا۔ حضرت صاحبؑ کے اندرونی دروازے کے سامنے مویشی خانہ کی ڈیوڑھی کا دروازہ تھا۔ یہ ڈیوڑھی اُس جگہ تھی، جہاں آجکل لائبریری کے دفتر کا بڑا کمرہ ہے۔ اس ڈیوڑھی میں حضرت صاحبؑ مجھے لے گئے۔ اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ اُن ایام میں ہر شخص کی بیعت علیحدہ علیحدہ لیجاتی تھی۔ ایک چارپائی بچھی تھی اُسپر مجھے بیٹھنے کو فرمایا۔ حضرت صاحبؑ بھی اُسپر بیٹھے میں بھی بیٹھ گیا۔ میرا دایاں ہاتھ حضرت صاحبؑ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور دس شرائط کی پابندی کی مجھ سے بیعت[2] لی۔ دس شرائط ایک ایک کر کے نہیں دُہرائیں۔ بلکہ صرف لفظ دس شرائط کہہ دیا۔

[1] میرے ایک نہایت ہی عزیز دوست مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم (برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہوری) کلانوری تھے۔ جن کی ایک ہمشیرہ مکرمی ناصر شاہ صاحب ناظم عمارت ہائے صدر

واپسی قادیان

قادیان سے بیعت کر کے مَیں اپنی ملازمت پر جموّں واپس گیا۔ جہاں میں ہائی اسکول میں انگلش ٹیچر تھا۔ راستہ میں ایک دن لاہور رہا۔ اور مولوی محمدؐ صادق صاحب (مرحُوم)، کے دوستوں (مولوی اصغر علی روحی صاحب وغیرہ) سے اور شیخ عبداللہ صاحب سے ملا جو اُس وقت لاہور انٹرنس کلاس میں تعلیم پاتے تھے۔ (اور آج کل علیگڑھ میں وکیل اور مسلم یونیورسٹی کے ایک رُکن ہیں) شیخ صاحب موصوف کو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے ہی مسلمان کیا۔ اور اپنے خرچ سے لاہور و علیگڑھ میں تعلیم دلائی۔ اس واسطے ان کے ساتھ رُوحانی برادری کا تعلّق تھا۔

اِس کے بعد عاجز جب تک جموں میں رہا۔ ہر سال موسم گرما کی رخصتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دفعہ ان رخصتوں کے علاوہ بھی آیا۔ جب کہ مولوی فاضل محمدؐ صادق صاحب (مرحوم) اور خان بہادر غلام محمدؐ آف گلگت اینڈ لداخ میرے ساتھ تھے۔ اور ان ہر دو اصحاب نے بیعت کی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۸۹۲ء کا ہے۔ اور ہم قادیان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ہمراہ لاہور گئے تھے۔ اور لاہور سے پھر قادیان چلے گئے۔

بقیہ حاشیہ انجمن احمدیہ قادیان کے گھر میں ہے۔ یہ مرزا ایوب بیگ صاحب ایک ہی ایسے خوش نصیب آدمی ہیں جنکی وفات مقبرہ بہشتی کے قیام سے کئی سال پہلے ہوچکی تھی مگر حضرت صاحب نے اجازت دی۔ کہ انکی ہڈیاں فاضلکا ضلع فیروزپور سے صندوق میں لاکر مقبرہ بہشتی میں دفن کیجائیں۔ اللہ تعالےٰ اُنھیں جنّت میں بلند درجات نصیب کرے۔ اُنھوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت لاہور میں غالباً ۱۸۹۲ء میں کی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں حضرت صاحبؑ کی بیعت کرنے کیواسطے علیحدہ کمرہ میں داخل ہوا تو حضرت نے بیعت لینے کیوقت فرمایا۔ کہ کہو مَیں دس شرائط پر عمل کرونگا۔ مَیں نے عرض کی کہ مجھے معلوم نہیں کہ وُہ دس شرائط کیا ہیں۔ تب آپؑ نے ایک ایک شرط مجھ سے کہلوائی۔ صادق

دعوی مسیحیت

اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ میں اس امر کے الہامی اشارات صاف پائے جاتے تھے۔ کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے مسیح اور مہدی بنایا ہے۔ لیکن وضاحت کیساتھ حضورؑ نے اپنا دعویٰ مسیح ہونے کا سب سے پہلے کتاب فتح اسلام میں شائع کیا۔ جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی؛

مَیں قادیان میں کہاں ٹھہرتا تھا

جب مَیں پہلی دفعہ قادیان آیا۔ جو کہ غالباً دسمبر ۱۸۹۰ء کے آخر میں تھا۔ اُسوقت مَیں اُس کمرے میں ٹھیرایا گیا، جسے گول کمرہ کہتے ہیں۔ اس کے آگے وہ تین دیواری نہ تھی جو اب ہے۔ اُسوقت یہی مہمان خانہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ یہیں بیٹھکر مہمانو سے ملتے تھے۔ یا اس کے دروازے پر میدان میں چارپائیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی دو تین سال تک وہی مہمان خانہ رہا۔ اس کے بعد شہر کی فصیل جب فروخت ہوئی۔ تو اُس کو صاف کر کے اسپر مکانات بننے کا سلسلہ جاری ہؤا۔ اور وہ جگہ بنائی گئی جہاں حضرت خلیفہ اوّلؓ کا مطب اور موٹر خانہ ہے اور اسکے بعد وہ مکان بنایا گیا جہاں اب مہمان خانہ ہے۔ پہلے اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے دُوسری طرف مکان بنالئے تو یہ مکان مہمانوں کے استعمال میں آنے لگا۔ اِس مہمان خانہ میں بھی میں مقیم ہوتا رہا۔ پھر جب مولوی محمدؐ علی صاحب کے واسطے مسجد مبارک کے متصل اپنے مکان کی تیسری منزل پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمرہ بنوایا۔ تو جب تک کہ مولوی محمدؐ علی صاحب کی شادی نہیں ہوئی مجھے بھی اُسی کمرے میں حضرت صاحبؑ ٹھیرایا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اُس کمرے میں ٹھیرایا جو مسجد مبارک اور حضورؑ کے قیام گاہ کے درمیان شمالی جانب ہے۔ اور

نمبر ۲ پہلا فوٹو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پہلا فوٹو۔ لاھور سے ایک فوٹو گرافر بلایا گیا تھا۔ اور یہ فوٹو اس غرض کے واسطے لیا گیا تھا۔ کہ کسی انگریزی کتاب میں درج کرکے یوروپ۔ امریکہ بھیجا جائے۔ کیونکہ اُن ممالک کے لوگ ایک شخص کی تصویر دیکھکر از روئے قیافہ اُسکے اخلاق کا قیاس لگاتے ہیں اور اس میں خاص علمی مہارت رکھتے ہیں۔

جس میں سے مسجد مبارک کی طرف ایک کھڑکی کھلتی ہے۔ یہی بیت الفکر ہے۔ اُس وقت میں بی۔اے کے امتحان کی طیاری کیواسطے چند روز کی رُخصت لیکر قادیان آیا ہُوا تھا۔

بیعت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم

۱۸۸۹ء۔ لدھیانہ میں جب پہلی بیعت ہُوئی اور حضرت مولینا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے سب سے اوّل بیعت کی، تو اُس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے خیالات نیچریوں کے سے تھے۔ اور وہ بیعت کی قدر نہ جانتے تھے مگر حضرت مولینا حکیم نورالدین صاحبؓ کی نصیحت پر عمل کرکے جو اُن کے اُستاد تھے۔ بیعت کے واسطے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ تو حضرت صاحبؑ نے مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور اُن کے ہاتھ میں مولوی عبدالکریم صاحب کا ہاتھ رکھا اور ان ہر دو کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور تب اُن سے (مولوی عبدالکریم صاحب سے) بیعت کے الفاظ کہلوائے۔ (یہ واقعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ خود سُنایا کرتے تھے) جو بیعت پہلے دن ہُوئی اور اُس میں چالیس افراد کی بیعت لی گئی تھی۔ اُس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ شامل نہ تھے مگر انہی ایام میں اُنہوں نے بھی بیعت کر لی تھی:۔

ابتداء میں جب مہمان کم ہوتے تھے۔ اور گول کمرے میں یا مسجد میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اُس وقت عموماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی باہر مہمانوں میں بیٹھکر کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپؑ ایک روٹی ہاتھ میں لیتے اور اُس کے دو ٹکڑے کرتے، ایک ٹکڑا دستر خوان پر رکھ دیتے۔ دوسرے کے پھر دو ٹکڑے کرتے۔ پھر ایک ٹکڑا دستر خوان پر رکھتے۔ جو ہاتھ میں رہ جاتا۔ اُس میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاٹتے جو لمبائی چوڑائی میں ایک انچ سے کم ہوتا۔ اور اُسے سالن کے کٹورے میں ڈالتے۔ اسی طرح بہت تھوڑا سالن اُس ٹکڑے کو ایک کنارے پر لگتا۔ پھر اُسے مُنہ میں ڈالتے اور دیر تک اُسی کو چباتے رہتے اور مہمانوں کے ساتھ باتیں کرتے رہتے۔ اور کبھی کبھی اپنے آگے سے کوئی کھانے کی چیز اُٹھاکر کسی مہمان کو دیتے یا آچار یا مُربّہ یا کوئی اور خاص چیز دستر خوان پر

ہوتی اُس میں سے کچھ ایک روٹی پر رکھکر کسی مہمان کو دیتے۔ میری عادت تھی۔ کہ مَیں بسبب محبّت دستر خوان پر حضرتؑ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ مَیں دیکھتا تھا۔ کہ حضورؑ کے کھانے کی مقدار بہت کم ہوتی۔ اور چند نوالوں سے زیادہ نہ ہوتی ؛

ایک دفعہ ایک نومسلم (خاکی شاہ نام) جو پہلے اِسلام سے عیسائی ہُوا تھا۔ اور عیسائیوں میں مدّت رہا۔ اُس نے قادیان سے واپسی پر کہیں شکایت کی۔ کہ مجھے کھانا اچھا نہیں ملتا رہا۔ جب یہ بات حضرت کی خدمت میں عرض ہوئی۔ تو فرمایا کہ مَیں تو اُسے اپنے آگے سے بھی اُٹھا کر دیدیا کرتا تھا ؛

مسجد چینیاں میں نماز جمعہ

غالباً ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے۔ کہ مَیں لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ہمرکاب تھا۔ نماز جمعہ کے لئے آپ مسجد چینیاں میں تشریف لے گئے۔ اور نماز پڑھنے کے بعد فوراً تشریف لے آئے۔ مَیں بھی حضورؑ کے ساتھ تھا ؛

رجسٹر بیعت

اُن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے پاس بیعت کرنیوالوں کا ایک رجسٹر رہا کرتا تھا۔ جس میں کہ بیعت کرنیوالوں کے نام، ولدیت، سکونت وغیرہ اپنے ہاتھ سے درج کیا کرتے تھے۔ بعد میں وہ رجسٹر پیر سراج الحق صاحب کے سپرد ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ پیر صاحب سے وہ رجسٹر گم ہوگیا ؛

پہلی رات کے چاند کی مثال

ابتدائی دنوں میں ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔ کہ لوگ دریافت کرتے ہیں۔ کہ مہدی موعود اور مسیح کی آمد پر اسلام کی فتح کی پیشگوئیاں جو درج ہیں، وہ مرزا صاحب کے وقت پُوری ہوتی ہوئی

نظر نہیں آتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ بہتیرے لوگ آنکھیں ملتے رہتے ہیں۔ مگر انہیں پہلی تاریخ کا چاند دکھائی نہیں دیتا۔

مولوی محمد حسین کا تکبّر

میں اس وقت جموں میں حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں موجود تھا جب مولوی محمد حسین بٹالوی کا خط حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں پہنچا۔ جس میں بٹالوی صاحب نے حضرت مولوی صاحبؓ کو لکھا تھا۔ کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑا بنایا تھا۔ اب میں ہی ان کو گرا دوں گا۔

اللہ ہی لکھواتا ہے

پنڈ دادنخان میں ایک پادری صاحب ہوا کرتے تھے۔ بنام ٹامس ہاول۔ انہی کے سوالات کے جواب میں کتاب "فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب" حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمائی تھی۔ بعد میں وہ لاہور تبدیل ہو گئے تھے۔ پادری عبداللہ آتھم کے ساتھ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مباحثہ ۱۸۹۳ء میں ہوا۔ اور آتھم کے متعلق پیشگوئی کی گئی۔ تو اُن ایام میں میں نے پادری ٹامس ہاول کو ایک خط اس پیشگوئی کے متعلق لکھا۔ جس میں یہ ذکر تھا۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مباحثات تو بہت ہوئے۔ مگر یہ مباحثہ ایک خاص فضیلت اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہ اِس میں آتھم کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے۔ اِس خط کے لکھنے کے وقت میں بھیرہ میں تھا۔ میں نے اُس خط کی نقل حضرت اُستاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ) کو بھیجی جو اُس وقت قادیان میں تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے میرا خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اُس خط کے مضمون کی بہت تعریف کی اور فرمایا۔ کہ :-

"اللہ ہی لکھواتا ہے"۔

اظہارِ اخلاص

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مباحثہ عبداللہ آتھم پادری کے ساتھ امرتسر میں ہُوا۔ اور پیشگوئی کی گئی۔ کہ جو فریق حق کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ پندرہ ۱۵ ماہ میں ہاویہ میں گرے گا۔ مگر عبداللہ آتھم خوفزدہ ہونے اور اندر ہی اندر توبہ کرنے کے سبب مہلت دیا گیا۔ اور بعد میں پھر بیباک ہونے کے سبب ہلاک ہُوا۔ تو جب ہنوز پندرہ ۱۵ ماہ گذرے نہ تھے۔ اور عام طور پر خیال تھا۔ کہ وہ اس میعاد کے اندر ضرور مر جائے گا۔ اور یہی پیشگوئی کا مطلب ہے۔ تو اُن پندرہ ۱۵ ماہ کے گذرنے سے قبل عاجز نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ پیشگوئی ظاہر الفاظ میں پُوری ہو یا نہ ہو میرے ایمان میں اِس سے کوئی کمی نہیں آسکتی۔ مَیں تو ایسے نشانات کے دیکھنے سے قبل ہی ایمان لاچکا ہوں۔ اتفاقاً ایک پُرانی کاپی میں اس خط کی نقل مِلگئی ہے۔ جو درج ذیل کیجاتی ہے:-

"خط بخدمت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔ ۲۱- اگست ۱۸۹۳ء

ایسے وقت میں حضورؑ کو کسی مجھ جیسے نالائق اور نابکار کے خط پڑھنے کی فرصت کہاں ہوگی۔ مگر میری طبیعت نے مجھے مجبور کیا ہے۔ لہذا نہایت ادب کے ساتھ معافی مانگتا ہُوا چند ایک سطریں لکھتا ہوں۔

مَیں قریباً چار سال سے آپؑ کے قدم پکڑے ہُوئے ہُوں۔ اور آپؑ کی صداقت پر دل سے ایمان لایا ہُوں۔ پیشتر اس کے کہ کوئی پیشگوئی پُوری ہوتی ہُوئی یا کوئی نشان ظاہر ہوتا ہُوا دیکھوں۔ اب ایک بے نظیر نشان کے ظاہر ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ مَیں اپنی تمام دُعاؤں اور خواہشوں کو ترک کرکے رات دن خداوند کے حضور میں یہی دُعا کر رہا ہوں۔ کہ اے رحمٰن ربّ تیرے بندے ضعیف اور کوتاہ اندیش ہیں۔ ایسے وعدے کو تُو کھُلے کھُلے طور سے پُورا کر تاکہ لوگ اپنی نادانی سے تیرے فرستادہ کا انکار کرکے اپنے گلوں میں لعنت کا طوق نہ ڈال لیں:

مگر ظاہر ہے کہ ایسے موقعوں پر کئی ایک طرح کے ابتلاء پیش آجایا کرتے ہیں۔ اِسواسطے

مَیں نہایت عاجزی سے عرض کرنا چاہتا ہُوں۔ کہ میرا ایمان حضورؑ کی صداقت پر پختہ ہے، اَور اسے ہرگز کوئی جنبش بفضلہ تعالیٰ نہیں۔ پیشگوئی کے پُورا ہونے کی خبر سُننے کی خواہش مجھے محض اِسی لئے ہے، کہ دُوسروں کو سُنایا جائے، اور اُن پر حُجّت قائم کی جائے۔ ورنہ مَیں تو اُسی وقت سے اُسے پُورا ہو گیا ہُوا سمجھتا ہوں۔ جس وقت کہ آپؑ نے سُنائی تھی۔ الغرض کچھ ہی ہو۔ حضورؑ مجھے اپنا غلام اور اپنی جوتیوں کا خادم سمجھیں اَور دُعا سے یاد رکھیں ؛

(محمد صادق مفتی مدرس انگریزی جموں کالج)

سفرِ لُدھیانہ

غالباً ۱۸۹۱ء کا ذکر ہے۔ مَیں اُس وقت ریاست جمّوں کے ہائی سکول میں مدرس تھا۔ مدرسہ میں موسم گرما کی رخصتیں ہُوئیں۔ تو مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مُلاقات کیواسطے جمّوں سے چلا۔ راستہ میں مجھے معلوم ہُوا۔ کہ حضرت اقدسؑ قادیان میں نہیں ہیں، لُدھیانہ میں ہیں۔ پس مَیں بھی لُدھیانہ پہنچا۔ اُس وقت حضرت صاحبؑ کے ساتھ دو خادم تھے ایک حافظ حامد علی صاحب مرحوم اور ایک گنوار سا شخص پیرا نداتا نام تھا۔ یہ ہر دو آپؑ کے گھر کے خادم تھے۔ جنکو حضورؑ تنخواہ اور کھانا دیتے تھے۔ لُدھیانہ میں اُسوقت حضورؑ کے خلاف بہت شور تھا۔ جس کی وجہ زیادہ تر مولوی محمد حسین بٹالوی کی مخالفت تھی۔ عُلماء کیطرف سے کُفر کے فتوے تازہ بتازہ لگ رہے تھے۔ باوجُود اِس مخالفت کے کئی لوگ آتے تھے، اور بیعت کرتے تھے۔ پیر سراج الحق صاحب بھی لُدھیانہ میں موجُود تھے۔ اور حضرت صاحبؑ کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے۔ پیر افتخار احمد صاحب اور اُن کے خاندان کے سب لوگ بھی وہیں پر تھے۔ اور حضرت صاحبؑ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ شیخ اللہ دیا صاحب جلد ساز جو عیسائیوں کیساتھ مباحثات کرنے میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ اور میر عباس علی صاحب جو بعد میں مُرتد ہو گئے تھے۔ وُہ بھی اُن دنوں حضرت صاحبؑ کی خدمت میں جوش سے مصروف تھے۔ اُن دنوں حضرت صاحبؑ کی ایک لڑکی عصمت نام چار یا پانچ سال کی عمر کی ہوگی، زندہ تھی۔ حضرت صاحبؑ عموماً

باہر دیوان خانہ میں آکر بیٹھتے تھے۔ اور اپنے عقائد کے متعلق یا عام اسلامی مسائل پر لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے تھے، اور وعظ فرماتے تھے ؛

گنوار کا ارادہ قتل

یہ بھی لدھیانہ کا واقعہ ہے۔ جو انہی ایام میں ہوا۔ کہ ایک مولوی صاحب بازار میں کھڑے ہو کر بڑے جوش کے ساتھ وعظ کر رہے تھے۔ کہ مرزا (مسیح موعودؑ) کافر ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ پس جو کوئی اس کو قتل کر ڈالیگا، وہ بہت بڑا ثواب حاصل کرے گا۔ اور سیدھا بہشت کو جائے گا۔ بہت جوش کیساتھ اُس نے اس وعظ کو بار بار دُہرایا۔ ایک گنوار ایک لٹھ ہاتھ میں لیئے ہوئے کھڑا اُس کی تقریر سُن رہا تھا۔ اس گنوار پر مولوی صاحب کے اس وعظ کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ چُپکے سے وہاں سے چلکر حضرت صاحبؑ کا مکان پُوچھتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ ہر ایک شخص جس کا جی چاہتا اندر چلا آتا کسی قسم کی کوئی رکاوٹ اور بندش نہ تھی۔ اتفاق سے اُسوقت حضرت صاحبؑ دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے کچھ تقریر کر رہے تھے۔ اور چند آدمی جن میں کچھ مریدین تھے، اور کچھ غیر مُریدین اِردگرد بیٹھے ہوئے حضورؑ کی باتیں سُن رہے تھے۔ وہ گنوار بھی اپنا لٹھ کاندھے پر رکھے ہوئے کمرہ کے اندر داخل ہوا۔ اور دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر اپنے عمل کا موقعہ تاڑنے لگا۔ حضرت صاحبؑ نے اُس کی طرف کچھ توجہ نہیں کی۔ اور اپنی تقریر کو جاری رکھا۔ وہ بھی سُننے لگا۔ چند منٹ کے بعد اُس تقریر کا کچھ اثر اُس کے دِل پر ہوا۔ اور وہ لٹھ اُس کے کندھے سے اُتر کر اُسکے ہاتھ میں زمین پر آگیا۔ اور مزید تقریر کو سُننے کے لیئے وہ بیٹھ گیا۔ اور سُنتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت صاحبؑ نے اُس سلسلۂ گفتگو کو جو جاری تھا بند کیا۔ اور مجلس میں سے کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ حضورؑ مجھے آپؑ کے دعوے کی سمجھ آگئی ہے اور مَیں حضورؑ کو سچا سمجھتا ہوں۔ اور آپؑ کے مُریدین میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ اِس پر وہ گنوار آگے بڑھکر بولا۔ کہ مَیں ایک مولوی صاحب کے وعظ سے اثر پاکر اس اِرادہ سے

یہاں اِس وقت آیا تھا۔ کہ اس لٹھ کیساتھ آپؑ کو قتل کر ڈالوں۔ اور جیسا کہ مولوی صاحب نے وعدہ فرمایا ہے۔ سیدھا بہشت کو پہنچ جاؤں۔ مگر آپؑ کی تقریر کے فقرات مجھکو پسند آئے۔ اور مَیں زیادہ سُننے کیواسطے ٹھہر گیا۔ اور آپؑ کی ان تمام باتوں کے سُننے کے بعد مجھے یہ یقین ہوگیا ہے۔ کہ مولوی صاحب کا وعظ بالکل بیجا دُشمنی سے بھرا ہُوا تھا۔ آپؑ بیشک سچے ہیں۔ اور آپؑ کی باتیں سب سچی ہیں۔ مَیں بھی آپؑ کے مُریدوں میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدسؑ نے اُس کی بیعت کو قبول فرمایا۔ اُسوقت بیعت ایک علیحدہ کمرہ میں ہر ایک کی الگ الگ ہوتی تھی ؛

طلب ضمانت کا خطرہ

ابھی مَیں لُدھیانہ میں ہی تھا۔ کہ کسی خیر خواہ نے آنکر حضرت صاحبؑ کو اِطلاع کی۔ کہ مولوی محمد حسین نے مقامی حُکّام کو ڈرایا ہے۔ کہ مرزا صاحبؑ کے یہاں رہنے سے شہر کے اندر مخالفت کا بہت جوش پھیل گیا ہے۔ اور نقضِ امن کا سخت اندیشہ ہے۔ ایسے شخص سے حفظِ امن کی ضمانت لینی چاہیئے۔ ہنوز سِلسلۂ عالیہ کی ابتداء تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی عادت نہ تھی۔ کہ حُکّام سے ملنے جایا کریں۔ اور جماعت کے اندر کچھ ایسے ذی اثر لوگ بھی نہ تھے۔ جو حُکّام سے ملتے رہیں۔ اور اُنہیں سب حالات سے آگاہ کرتے رہیں۔ اِس واسطے دُشمنوں کو ایسی شرارتیں کرنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ حضرت صاحبؑ کا وہاں قیام مستقل تو تھا ہی نہیں۔ آپؑ نے سوچا۔ کہ اندفاع پیش کرنے کی تجویزیں کرنے، اور حُکّام تک رسائی حاصل کرنے کے جھگڑے سے یہی بہتر ہے، کہ ہم واپس چلے جاویں۔ عصر کے قریب جب مَیں کہیں باہر سے مکان پر آیا۔ تو حضرت صاحبؑ چند خُدّام کیساتھ جن میں غالباً قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم بھی تھے۔ ایک چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اُس چارپائی پر حضورؑ کے لئے کوئی خاص کپڑا یا بچھونا نہیں بچھایا گیا تھا۔ دو تین چارپائیاں اور بھی تھیں۔ مَیں بھی ایک چارپائی پر جاکر بیٹھ گیا۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ مفتی صاحب امرتسر جانے کا اچانک ارادہ ہوگیا ہے۔ آپ بھی تیار ہو جائیں آپکو

یہ دوست بتلادیں گے۔ کہ ایسی جلدی میں ارادہ کیوں ہُوا ہے۔ یہ ریل کا پہلا سفر تھا جسمیں مجھے حضرت صاحبؑ کی رفاقت کا موقعہ ملا +

پہلا سفر ریل

ٹکٹ ڈیوڑھے درجہ کے لئے گئے۔ لیکن ڈیوڑھے میں کچھ جگہ نہ تھی۔ اور بیٹھنے کیوقت تھرڈ کے کمرہ میں سب بیٹھے۔ زنانہ ساتھ تھا۔ اور عورتیں بھی تھرڈ کے کمرہ میں تھیں۔ راستہ میں جہاں گاڑی ٹھیرتی۔ میں اپنے کمرہ سے اُتر کر زنانہ ڈبہ ہو جاکر خبر دریافت کرتا۔ اور پھر دوڑ کر حضرت صاحبؑ کے پاس آجاتا۔ اِس سے حضرت صاحبؑ بہت خوش ہُوئے۔ اور فرمایا۔ آپ سفر میں بہت ہوشیار ہیں۔ گو ہوشیار تو میں نے کیا ہونا تھا اور اُس وقت ابھی بہت سفر بھی میںنے نہیں کئے تھے۔ مگر کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت ادا کرنے کا شوق دِل میں تھا۔ اور اس محبّت کا بیج حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے میرے قلب میں ڈالا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا اُس وقت کا فرمانا دُعائیہ رنگ میں میری بعد کی زندگی کے سفروں کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ کیونکہ اس سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد بالخصوص حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے زمانہ کے بعد تبلیغی ضرورتوں کیواسطے مجھے ہندوستان کے بہت سے سفر کرنے پڑے۔ اور پھر یورپ اور امریکہ جانا پڑا۔ اور امریکہ سے واپسی پر بھی میرے سپرد ایسی خدمات ہوتی رہیں۔ جن کیوجہ سے مجھے سال میں قریباً ۹ نو ماہ قادیان سے باہر رہنا پڑا۔ اور کئی بار بمبئی۔ کلکتہ۔ سیلون۔ کشمیر۔ پشاور تک جانا پڑا +

ریل میں الہام

گاڑی میں بیٹھے ہُوئے ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مجھے ابھی یہ الہام ہُوا ہے۔ یاد نہیں رہا کہ وہ کیا الفاظ تھے۔ اس کی ظاہری کیفیت جو ہمارے دیکھنے میں آئی۔ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی۔ کہ حضرت صاحبؑ کی آنکھیں بند تھیں۔ اور ہم سمجھتے تھے کہ

آپ غنودگی میں ہیں۔ صبح کے وقت گاڑی امرتسر کے اسٹیشن پر پہنچی۔ شیخ نور احمدؐ صاحب مرحوم مالک مطبع ریاض ہند اسٹیشن پر موجود تھے۔ اُنہوں نے فوراً ایک مکان کا انتظام کیا۔ جو ہال بازار کے قریب غربی جانب کے راستوں میں سے ایک راستہ پر تھا۔ اور کنہیا لعل کے تھیئٹر کے قریب ایک گلی میں تھا۔ چھوٹا سا مکان تھا۔ اُوپر کے کمرہ میں حضرت صاحبؑ بمعہ اہل بیت رہتے تھے۔ اور نیچے ہم تین چار آدمی جو حضرت صاحبؑ کے ساتھ تھے رہتے تھے۔ شہر میں ایک شور پڑ گیا۔ اور کثرت سے لوگ حضرت اقدسؑ سے ملنے اور موافقت یا مخالفت میں باتیں کرنے کے واسطے آتے تھے۔

مولوی احمد اللہ

اُن دنوں فرقہ اہلحدیث کے ایک مولوی بنام غالباً احمد اللہ صاحب جو غزنویوں کی مسجد کے جمعہ کے دن کے امام تھے۔ غزنویوں کیساتھ بعض معاملات میں کچھ اختلاف رکھتے تھے۔ اور آپس میں اُن کا جھگڑا چلا ہُوا تھا۔ اُن کے پہلے جھگڑوں پر ایک مزید جھگڑا یہ پیدا ہُوا۔ کہ غزنوی صاحبان یہ چاہتے تھے۔ کہ مولوی صاحب اپنے خطبہ اور وعظ میں حضرت صاحبؑ پر کفر کا فتویٰ پیش کریں۔ مگر وہ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ جمعہ کے دن حضرت صاحبؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ نماز جمعہ غزنویوں کی مسجد میں جا کر پڑھیں۔ اور وہاں سے خبر لائیں۔ کہ ان لوگوں کی آپس میں کیا گزرتی ہے۔ اُس وقت ابھی تک سلسلہ کی تبلیغ اور ترقی اس منزل تک نہیں پہنچی تھی۔ کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا حکم ہوتا۔ بلکہ ابھی تک احمدیت کا امتیازی نام بھی ہمارے لئے تجویز نہیں ہُوا تھا۔ امرتسر کے کسی معزز نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خدّام کی دعوت کی۔ اور اُس میں مولوی احمد اللہ کی بھی دعوت کی۔

دعویٰ نبوّت و محدّثیت

دعوت کے موقعہ پر سلسلۂ گفتگو میں مولوی صاحب نے حضرت صاحبؑ کے سامنے

یہی مسئلہ پیش کیا۔ کہ آپ کی بعض تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نبوّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اِس لئے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ حضرت صاحب نے اسکی تشریح فرمائی۔ کہ میری مُراد اس سے کیا ہے۔ جسپر اُن مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اچھا آپ تحریر کردیں۔ کہ آپ کی تحریرات میں جہاں کہیں نبوّت کا لفظ ہے، وہ ایسا نہیں۔ کہ جو ختم نبوّت کے منافی ہو۔ اوراس سے مراد محدثیّت ہے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ بیشک میں لِکھدیتا ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت حضورؑ نے ایک تحریر لکھکر مولوی صاحب کو دیدی۔ جو کہ اُنہوں نے اپنے پاس رکھ لی۔ تاکہ اُن لوگوں کو دکھائیں۔ جو اس وجہ سے حضرت صاحبؑ پر کُفر کا فتویٰ لگاتے تھے۔ انہی دنوں میں ایک دن بعض شریر لوگ مخالف مولویوں کے بھکانے سے اُس مکان پر حملہ کرکے آگئے۔ جہاں پر ہم ٹھیرے ہُوئے تھے۔ اور مکان کے اُوپر زنانہ میں گھسنا چاہتے تھے۔ مگر چند احمدیوں نے جو ساتھ تھے۔ بڑی ہمت سے سیڑھیوں میں کھڑے ہوکر اُن لوگوں کو روکا۔ اور بعد میں پولیس کے پہنچ جانے سے وہ لوگ منتشر ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے امرتسر جانے کی خبر سے بعض اور احباب بھی مختلف شہروں سے وہاں آگئے۔ چُنانچہ کپورتھلہ سے محمدؓ خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمدؓ صاحب بہت دنوں وہاں ٹھیرے رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور منشی صاحب اور مَیں ہر دو نحیف البدن اور چھوٹے قد کے آدمی ہونے کے سبب ایک ہی چارپائی پر دونوں لیٹ جاتے تھے۔ ایک شب دس۱۰ بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا۔ جو مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشہ ختم ہونے پر دو۲ بجے رات کو واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمدؓ صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحبؑ کے پاس میری شکایت کی۔ کہ مفتی صاحب رات تھیئٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اِس کے سوا اَور کچھ نہیں فرمایا۔ منشی ظفر احمدؓ صاحب نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا۔ کہ مَیں تو حضرت صاحبؑ کے پاس آپکی شکایت لیکر گیا تھا۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ حضرت صاحبؑ آپکو بلاکر تنبیہ کریں گے۔ مگر حضورؑ نے تو صرف یہی فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ اور اس سے معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ

حضرت صاحبؑ کا کچھ نہ فرمانا یہ بھی ایک تنبیہ ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ آپ مجھ سے ذکر کریں گے۔

چند دن اور امرتسر میں رہ کر میں تو چلا آیا۔ مگر حضرت صاحبؑ کچھ دن اور وہاں ٹھہرے اور پھر لدھیانہ سے صاحب ڈپٹی کمشنر کی چٹھی آنے پر کہ آپؑ بھی دوسری رعیت کی طرح لدھیانہ میں رہ سکتے ہیں۔ اور آپؑ پر کوئی الزام نہیں۔ حضرت صاحبؑ پھر لدھیانہ چلے گئے۔ کیونکہ امرتسر پہنچکر ڈپٹی کمشنر لدھیانہ سے خط و کتابت کیگئی تھی۔ اِس واسطے یہ جواب وہاں سے آیا۔ اور معلوم ہُوا۔ کہ مولوی محمدؐ حسین صاحب بٹالوی اور دیگر مخالفین کو اُن کے منصوبوں میں کچھ کامیابی نہیں ہُوئی۔

غالباً ۱۸۹۱ء کے دسمبر کا مہینہ تھا۔ کہ میں اپنے ایک عزیز ہمنام دوست مولوی محمدؐ صادق صاحب مرحوم اور خان بہادر غلام محمدؐ صاحب جو اُس وقت جموّں کے ہائی سکول میں طالبعلم تھے۔ ہر دو کے ہمراہ قادیان گیا۔ کیونکہ یہ ہر دو اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنا چاہتے تھے۔ ہر دو اصحاب نے قادیان میں بیعت کی۔ اور ہم حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ ہی قادیان سے لاہور آئے۔ یہ سفر بھی انٹر کلاس میں ہُوا۔ اور لاہور کے اسٹیشن سے مکان تک یکوّں میں سوار ہو کر آئے۔ اُن دنوں لاہور میں یکوّں کا بہت رواج تھا۔ اور پہلے میراں بخش صاحب کی کوٹھی پر حضرت صاحبؑ اُترے۔ اور اُس کے بعد ایک اور مکان کرایہ پر لیا گیا۔ حضرت صاحبؑ کی تشریف آوری پر شہر میں ایک بڑا شور مچا۔ ایک بڑی جماعت ہر وقت مکان پر موجود رہتی۔ زنانہ بھی حضرت صاحبؑ کیساتھ تھا۔ جب حضرت صاحبؑ باہر مجلس میں آکر بیٹھتے۔ تو کچھ تقریر فرماتے۔ اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے۔

اُنہی دنوں میں لاہور میں ایک شخص مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ مگر لوگ اُنکو دیوانہ سمجھتے تھے۔ وُہ صاحب عالم آدمی نہ تھے۔ وُہ بازار میں حضرت صاحبؑ کو اچانک آکر لپٹ گئے۔ اور شور مچانے لگے۔ کہ مہدی تو مَیں ہوں۔ تم نے کیوں دعویٰ کیا ہے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اُن کو پکڑ کر پیچھے ہٹایا۔ حضرت مسیح موعودؑ

نے شیخ صاحب کو کہا۔ کہ اِن کو چھوڑ دو۔ اور اِن پر کوئی سختی نہ کرو۔ چونکہ مجھے اور مولوی محمدؐ صادق صاحب کو اپنی ملازمت پر جلد واپس جانا تھا۔ اِسواسطے ہم صرف ایک یا ۲ دو دِن وہاں رہکر چلے گئے۔ اور حضرت صاحبؑ بہت دن لاہور ٹھیرے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ میاں خیر الدین صاحب ساکن سیکھواں بھی اس سفر میں حضرت صاحبؑ کے ہمرکاب تھے ؛

جب مَیں پہلی دفعہ ۱۸۹۰ء کے آخر میں قادیان آیا۔ تو اوسوقت دُودھ دہی بیچنے والے کی صرف ایک دُکان ہندو کی تھی۔ جو صبح ایک کڑاہی دُودھ کی لیکر بیٹھتا تھا۔ اور اُس میں سے شام تک جو بچ جاتا۔ اوس کی دہی بنایا کرتا تھا ؛

جِس رمضان میں کسُوف اور خسُوف کی پیشگوئی پُوری ہُوئی۔ مَیں اُسوقت ہنوز ریاست جموّں میں مُدرس تھا۔ اور کسی رُخصت کی تقریب پر قادیان آیا ہُوا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اِس بارے میں ایک مضمون لکھا تھا جو چھپ کر قادیان آگیا تھا۔ مگر حضورؑ نے اُسے اشاعت سے روک رکھا۔ فرمایا۔ سُورج کو گہن لگ لے بعد میں شائع کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی ایسا آسمانی تغیّر واقعہ ہو۔ کہ سُورج کو گہن ہی نہ لگے ؛

جِس سال سُورج کو پُورا گہن لگا۔ اور سارا سُورج چھپ گیا۔ اور اذا الشمس کوّرت کی پیشگوئی پُوری ہُوئی۔ اُس دن مسجد اقصیٰ میں سُورج گہن کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔ مولوی محمدؐ احسن صاحب امروہی مرحُوم پیش امام نماز تھے۔ نمازیوں کی رقت اور رونے اور دُعا کرنے کی آوازوں سے مسجد کے گنبد میں گونج سی پیدا ہوگئی تھی ؛

جبکہ مَیں ہنوز جموّں میں ملازم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک خط میرے نام قادیان سے آیا۔ کہ مرزا افضل احمدؐ جموّں میں محکمہ پولیس میں ملازم ہے۔ بہت دِنوں سے گھر میں اُس کا کوئی خط نہیں آیا۔ اور اُس کی والدہ بہت گھبرا رہی ہے۔ آپ اُس کا حال اور خیر خیریّت دریافت کر کے بواپسی ڈاک ہمیں اِطلاع دیں۔ پھر دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ایک خط آیا تھا۔ اور ہر دو دفعہ حال دریافت کر کے لکھا گیا۔ یہ غالباً

سنہ ۹۴-۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے:

مرزا فضل احمدؐ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلی بیوی سے دُوسرا بیٹا تھا۔ وُہ شکل و شباہت میں حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمدؐ صاحب سے بہت ملتا تھا۔ اَور بے اَولاد فوت ہوگیا تھا:

جب مرزا فضل احمدؐ صاحب فوت ہُوئے۔ اور اُن کے فوت ہونے کی خبر قادیان میں پہنچی تو دیکھنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر اُداسی تھی۔ گھر میں بچّے پٹاخے چھوڑ رہے تھے۔ اَور حضرت اُمّ المومنین نے اُنہیں منع کیا۔ کہ تمہارے بھائی کی فوتیدگی کی خبر آئی ہے۔ پٹاخے نہ چھوڑو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیوی صاحب کو فرمایا۔ یہ بچّے ہیں انکو کیا خبر۔ انہیں اپنی کھیلیں کھیلنے دو۔ اور پٹاخوں سے نہ روکو:

ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ موسم گرما کی رخصتوں میں مَیں جموّں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان آیا ہُوا تھا۔ یہ وہ ایام تھے جبکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کرکے قادیان آچکے تھے۔ اور وہ مکان بن چُکا تھا۔ جہاں آپؓ مطب کرتے تھے۔ اور قریباً سارا دن وہیں پر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اُس مطب میں ایک دفعہ میں حضرت خلیفہ اوّل کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ اچانک حضرت مسیح موعودؑ بھی وہاں اکیلے ہی تشریف لائے۔ چند ایک کتابیں آپؑ کے ہاتھ میں تھیں۔ اور بے تکلفی سے اُسی چٹائی پر بیٹھ گئے، جہاں ہم دونوں بیٹھے تھے۔ اور حضرت مولوی صاحبؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ یہ چند نسخے سُرمہ چشم آریہ کے میرے پاس پڑے ہُوئے تھے مَیں لایا ہُوں۔ کہ حسب ضرورت آپ تقسیم کردیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ حضورؑ ایک مجھے چاہیئے۔ حضورؑ نے فوراً ایک نسخہ مجھے عطا فرمایا۔ یہ وہی نسخہ ہے۔ جو اب تک صادق لائبریری میں محفوظ ہے:

ایک دن صبح کیوقت اچانک ایک انگریز پولیس سپرنٹنڈنٹ کی وردی پہنے ہُوئے قادیان پہنچا۔ اور کہا۔ کہ مَیں گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس ہُوں۔ اور مرزا صاحبؑ

سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ اُسوقت مطب اور پریس کی عمارت بن چکی تھی۔ اور جہاں اب مہمان خانہ ہے۔ یہاں بھی عمارت بنی ہُوئی تھی۔ لیکن ان دونوں مکانوں کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی۔ صرف ایک چبوترہ سا شہر کی پُرانی فصیل کی جگہ پر درست کردیا گیا ہُوا تھا۔ اسی چبوترہ پر اُسے کُرسی پر بٹھایا گیا۔ اور ایک دُوسری کُرسی حضرت صاحب کے واسطے رکھّی گئی۔ اِطلاع ہونے پر حضورؑ باہر تشریف لائے۔ جیساکہ حضورؑ کی ہمیشہ عادت تھی۔ عصا حضورؑ کے ہاتھ میں تھا۔ اور اُس کرسی پر آکر بیٹھے۔ اُس انگریز نے کہا۔ کہ مَیں آپؑ سے کچھ پُوچھنا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا۔ پُوچھئے۔ تب اُس نے ایک پاکٹ بُک اپنی جیب سے نکالی۔ اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ نہایت اِحتیاط کیساتھ اُس کا ایک ایک ورق وُہ اُلٹتا تھا۔ گویا وہ اُن سوالات کو تلاش کرتا تھا۔ جو اُس نے پُوچھنے تھے۔ اور اُس پاکٹ بُک میں لکھّے ہُوئے تھے۔ وُہ ساری نوٹ بُک اُسنے دیکھی اور پھر دُوسری طرف سے شروع کرکے اوّل تک دیکھی۔ پھر اُس کو بند کرکے بغیر کسی سوال کرنے کے جیب میں ڈال لیا۔ اور کھڑا ہوگیا۔ اور کہا۔ کہ اِسوقت تو وہ سوال نہیں ملتے۔ اچھّا سلام۔ مَیں پھر کبھی آؤں گا۔ اور واپس چلا گیا۔ اور پھر کبھی نہیں آیا۔

جب ابتداء میں مَیں قادیان گیا۔ اور مسجد مبارک میں صرف تین چار نمازی ہُوا کرتے تھے۔ اور حافظ معین الدین صاحب مرحوم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت مولوی نورالدین صاحب (رضی اللہ عنہ) ہجرت کرکے غالباً ۱۹۰۲ء میں قادیان آگئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام نے اُنہیں اپنی مساجد میں پیش امام بنایا۔ اور وہی نمازیں پڑھاتے رہے۔ لیکن اُس کے بعد جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کرکے قادیان آگئے۔ تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے انہیں نماز کیواسطے آگے کردیا۔ اور پھر جب تک وُہ زندہ رہے وُہی پیش امام رہے۔ لیکن گاہے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام طبیعت کی کمزوری کے سبب مسجد مبارک میں ہی جمعہ بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور چونکہ مسجد مبارک میں سب لوگ سما نہ سکتے تھے۔ اِسواسطے جمعہ مسجد اقصیٰ میں بھی بدستور ہوتا۔ اور مسجد اقصیٰ میں حضرت مولوی نُورالدین صاحب رضی اللہ عنہ

جمعہ پڑھاتے تھے۔ اور مسجد مبارک میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ جمعہ پڑھاتے تھے۔ اور گاہے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ باہر گئے ہوئے ہوتے۔ اور حضرت مولوی محمدؐ احسن صاحب قادیان میں موجود ہوتے تو مسجد مبارک میں وہ جمعہ پڑھاتے۔ جب حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ مرحوم ہجرت کر کے قادیان چلے آئے۔ تو وُہی پیش امام نماز کے ہوتے رہے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ مرحوم اپنی قرائت میں ہمیشہ بسم اللہ سُورۃ فاتحہ سے پہلے بالجہر پڑھتے تھے۔ اور فجر اور مغرب اور عشاء کی آخری رکعت میں بعد رکوع عموماً بلند آواز سے بعض دُعائیں مثلاً رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝ اور رَبَّنَا هَبْ لَنَا من ازواجنا الخ۔ اور اللّٰھم انصر من نصر دین محمد الخ۔ اور اللّٰھم اید الاسلام والمسلمین بالامام الحکم العادل وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت مولوی صاحب کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ سفر پر ہوں یا نماز میں کسی وجہ سے نہ آسکیں۔ مولوی حکیم فضل الدین صاحبؓ مرحوم اور گاہے عاجز راقم کو یا کسی اور صاحب کو امامت کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام حکم فرماتے تھے۔ حضورؑ خود کبھی پیش امام نہ بنتے تھے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی وفات کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ہمیشہ پیش امام رہے؛

حکیم فضل الدین صاحبؓ مرحوم جو میرے ہموطن اور محسن تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہشت میں بلند درجات عطا فرماوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اصحاب سابقین میں سے تھے۔ آپ قرآن شریف کے حافظ اور علوم دینیہ کے عالم تھے گاہے وہ بھی نماز میں پیش امام ہُوا کرتے تھے۔ حکیم صاحب موصوف کو آخری عمر میں بواسیر کے سبب ریح کا مرض ہوگیا تھا۔ اور وُضو قائم نہیں رہتا تھا۔ اِس لئے وہ ایک دفعہ وُضو کر کے نماز میں کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ اور پھر درمیان میں باوجود ریح کے بار بار خارج ہونے کے نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اور ہر نماز کے لئے تازہ وُضو کرلیتے تھے۔ اُن کی اس بیماری کے ایام میں ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اُن کو

فرمایا۔ کہ حکیم صاحب آپؓ ہی نماز پڑھا دیں۔ اُنہوں نے عرض کی۔ کہ حضورؑ کو معلوم ہے، کہ میرا تو وضو نہیں ٹھیرتا۔ حضورؑ نے تبسّم کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ آپکی نماز تو ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ کہ نماز تو ہو جاتی ہے۔ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ فرمایا۔ آپکی نماز ہو جاتی ہے، تو ہماری بھی ہو جائے گی۔ آپ پڑھا دیں؛

شروع میں جب قادیان میں نماز کیوقت تین چار آدمی سے زیادہ نہ ہُوا کرتے تھے مسجد مبارک میں حافظ معین الدین صاحب مرحوم۔ اور مسجد اقصیٰ میں میاں جان محمد صاحب کشمیری نماز کے پیش امام ہُوا کرتے تھے۔ سُنا گیا ہے۔ کہ کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بھی نماز میں پیش امام ہوتے تھے۔ مگر یہ میرے یہاں آجانے سے قبل ہُوا۔ زِندگی کے آخری سالوں میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام عمُوماً باہر تشریف نہ لا سکتے تھے۔ اُسوقت اندر عورتوں میں نماز مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھایا کرتے تھے۔ حضورؑ امامت کیوقت بسم اللہ بالجہر نہ پڑھا کرتے تھے۔ اور رفع یدین بھی نہ کرتے تھے۔ مگر ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔ اور تشہد میں سبابہ کی انگلی اُٹھاتے تھے۔ باقی نماز ظاہری طریق میں حنفیوں کے طرز پر ہوتی تھی؛

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ مرحوم ہمیشہ نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے۔ اور آخری رکعت میں بعد رکوع کھڑے ہو کر باآواز بلند دُعائیں (قنوت) کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگانِ دین نے سالہا سال حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحُوم کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسوقت کے بعض اصحاب جیسا کہ صُوفی غلام محمد صاحب واعظ ماریشیس ابتک یہی رویہ رکھتے ہیں؛

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ بہت جوشیلے آدمی تھے۔ اور عموماً لوگوں کو بُرے کاموں سے سختی کیساتھ روکتے۔ اور نیکیوں کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن مطب میں بیٹھے ہُوئے آپنے میاں الہ دین فلاسفر کو کسی بات سے روکا۔ مگر فلاسفر صاحب نے مقابلہ کیا۔ جسپر ایک حاضر الوقت پہلوان نے اسے پکڑا اور مارا۔ مولوی صاحب مرحوم نے بھی اسے مارا۔ وہ بلند آواز سے شور مچاتا ہُوا چیختا پکارتا

باہر صحن میں سے گزرتا ہُوا اُس گلی میں سے گزرا جہاں سے حضرت صاحب ؑ کو اُس کی آواز جا سکتی تھی۔ اس کی چیخ و پکار سُنکر حضرت صاحب ؑ نے آدمی بھیجا۔ اور دریافت کیا۔ اور اُسے کچھ نقدی اور کھانے کے واسطے بھیجا۔ اور تشفّی دی۔ کہ اسکو اذیّت دینے والوں سے باز پُرس کیجاویگی۔ مولوی صاحب کیطرف بھی پیغام آیا۔ اور کیفیّت طلب کیگئی۔ نماز مغرب کیواسطے جب حضرت صاحب تشریف لائے۔ تو چونکہ گرمی کا موسم تھا۔ مسجد مبارک کی دُوسری چھت پر جو اسوقت ہنُوز وسیع نہیں ہُوئی تھی۔ حضرت صاحب ؑ ٹہل رہے تھے۔ اور آپؑ کا چہرہ مبارک سُرخ تھا۔ آپؑ مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ پر خفا ہُوئے۔ فرمایا۔ خُدا کا رسُول جب تمہارے درمیان ہے۔ تو تمہارے لئے کس طرح مناسب تھا۔ کہ ایسی جُراٗت کرتے۔ مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ مرحوم بہت شرمندہ ہُوئے، اور رو پڑے۔ اور معافی مانگی تب حضرت صاحب ؑ شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔ اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور ساری جماعت نے دُعا کی۔ اور کئی ایک سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ سب پر رقّت طاری ہُوئی۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ نے فلاسفر صاحب کو بُلاکر اُنسے مُعافی مانگی۔ اور انہیں کچھ دیکر خوش کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ جسم کے بھاری چھوٹا قد۔ اور ایک پاؤں سے معذور تھے۔ اِس لئے عصاء کے سہارے چلتے تھے۔ اور ایک آنکھ سے بھی معذور تھے۔ ہمیشہ چشمہ لگاتے تھے۔ آپ رضؓ کے منہ پر ماتا کے داغ تھے۔ مگر ہیئت وجیہ تھی۔ آپ رضؓ جہیر الصورت آدمی تھے۔ آواز بہت اُونچی اور خوش الحان تھی۔ جب آپ رضؓ فجر کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے تھے۔ تو سارے قادیان میں سُنائی دیتی تھی۔ سب سُننے والے لُطف اُٹھاتے تھے۔

سنہ ۱۸۹۰ء کے آخر میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی بیعت میں داخل ہُوا تھا۔ اور اِس کے بعد جب تک مَیں جموّں میں ملازم رہا۔ قریباً ہر سال موسم گرما میں اور بعض دفعہ سال میں دو دفعہ حضرت صاحب ؑ کی خدمت میں قادیان میں حاضر ہوتا رہا۔ ۱۸۹۵ء میں ایف۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد جو کہ مَیں

پرائیویٹ طور پر جموں سے پاس کیا تھا۔ ماہ اگست ستمبر میں مَیں جموں ریاست کی ملازمت کو ترک کر کے لاہور اسلامیہ سکول میں ملازم ہو گیا۔ جہاں چھ ماہ ملازم رہنے کے بعد مَیں اکونٹنٹ جنرل پنجاب لاہور کے دفتر میں کلرک ہو گیا۔ اور ہجرت تک جو جنوری ۱۹۰۱ء میں ہوئی، مَیں وہیں رہا۔ لاہور آنے پر قادیان جانے کا موقعہ زیادہ ملنے لگا۔

جب مَیں نے جموں کی ملازمت چھوڑنے اور لاہور میں ملازمت اختیار کرنیکا ارادہ کیا۔ اور اس امر کے متعلق بزرگوں سے مشورہ کیا۔ تو سب نے اس امر کو پسند فرمایا۔ اور پسندیدگی کی زیادہ تر وجہ یہ فرمائی۔ کہ لاہور میں تعلیمی ترقی اور دیگر ترقیوں کا موقعہ اچھا ہے۔ مگر جب مَیں نے یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ تو حضورؑ نے اِسکو پسند کرتے ہوئے پسندیدگی کی وجہ صرف یہ فرمائی۔ کہ جموں کی نسبت لاہور قادیان سے زیادہ قریب ہے۔ جب کبھی مَیں قادیان میں آتا۔ خواہ ایک دن کے لئے خواہ تین چار دن کے لئے، کوئی نہ کوئی موقعہ کسی دینی خدمت کا حاصل ہوتا۔ اور عبادات اور دُعاؤں میں خاص لطف پیدا ہوتا۔ جس کیوجہ سے آہستہ آہستہ میری طبیعت دُنیا داری کے کاموں اور سرکاری ملازمت کے مشاغل سے اُکھڑ گئی۔ اور مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ مَیں ملازمت کو ترک کر کے قادیان میں ہی آرہوں۔ اور کسی دینی خدمت کو سرانجام دیا کروں۔ غالباً ۱۸۹۸ء میں جبکہ مَیں لاہور کے محلہ مزنگ نام میں رہتا تھا۔ کیونکہ وہ جگہ دفتر اکونٹنٹ جنرل کے قریب تھی۔ مَیں نے سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ درخواست تحریری بھیجی، کہ مجھے اجازت دی جاوے۔ کہ مَیں اپنی موجودہ ملازمت کو ترک کر کے اور ہجرت کر کے قادیان آجاؤں۔ اِس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے لکھا۔ کہ مومن کیواسطے قیام فیما اقام اللہ ضروری ہے۔ یعنی جہاں اللہ تعالےٰ نے اسکو کھڑا کیا ہے۔ اور اس کیلئے روزی کا سبب بنایا ہے، وہیں صبر کے ساتھ کھڑا رہے۔ یہانتک کہ کوئی سبب آپ کیلئے

ایسا ہے۔ کہ آپکو کسی کام کیواسطے قادیان بُلالیا جائے۔ لیکن چونکہ آپنے ہجرت کا ارادہ کرلیا ہے۔ اِس واسطے آپکو اِس کا ثواب ہر حال ملتا رہیگا۔

اس کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں جبکہ قادیان کا مڈل سکول ہائی سکول بن گیا۔ اور ایک سیکنڈ ماسٹر کی ضرورت ہُوئی۔ تو چونکہ یہ عاجز مدرسی کے کام میں تجربہ رکھتا تھا اس واسطے سکول کے ناظموں کو میری طرف توجّہ ہُوئی۔ کہ مجھے قادیان بلالیا جاوے۔ اور مولوی محمدؐ علی صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کر کے میرے قادیان آجانے کے متعلق اجازت حاصِل کی۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ فی الحال دفتر سے تین ماہ کی رخصت لیکر آجائیں۔ چُنانچہ میں نے واپس لاہور آکر تین ماہ کی رخصت کے لئے درخواست دی۔ مگر اس میں یہ الفاظ بھی لکھدئے۔ کہ اگر مجھے رخصت نہیں ملسکتی۔ تو میرا استعفا منظور کیا جاوے۔ اس کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب کو جب یہ معلوم ہوُا۔ تو انہوں نے قادیان میں اس امر کی مخالفت کی، اور حضرت صاحبؑ سے عرض کیا۔ کہ جس دفتر میں مفتی صاحب اسوقت ملازم ہیں۔ وہاں آئندہ ترقیوں کی بہت سی امیدیں اور موقعہ ہیں۔ اس دفتر میں ملازمت کرنیوالے بعض کلرک ای۔ اے۔ سی بنجاتے ہیں۔ اور بعض اور معزز عہدوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ مفتی صاحب کو وہاں سے ہٹانا ٹھیک نہیں۔ اُن کے وہاں رہنے میں نہ صرف اُن کو ذاتی فوائد ہوں گے، بلکہ بہت سے قومی فوائد بھی اُن سے حاصل ہوں گے۔ اِسپر حضرت صاحبؑ نے مجھے ایک حکم بھیجا۔ کہ آپ استعفٰے نہ دیں۔ ہاں آسانی سے رخصت ملجائے، تو رخصت لے کر یہاں چلے آئیں۔ یہ رقعہ لیکر شیخ عبدالعزیز صاحب مرحوم جو قادیان سے اس غرض کے واسطے لاہور بھیجے گئے تھے۔ سحری کیوقت میرے پاس پہنچے۔ اُسوقت مَیں اور ڈاکٹر میر محمدؐ اسمٰعیل صاحب جو میڈیکل کالج کے پہلے سال میں تعلیم حاصِل کرتے تھے۔ ہم دونوں اکٹھے ہی ایک مکان میں رہتے تھے۔ اُسوقت میری درخواست نیچے سے سفارش ہو کر ڈپٹی اکوٹنٹ جنرل کی میز پر پہنچ چکی تھی۔ مَیں نے وہاں

پہنچکر اس میں سے استعفےٰ کا لفظ کاٹ دیا۔ مگر چونکہ نیچے سفارش ہو چکی تھی اسواسطے وُہ رخصت منظور ہوگئی۔ اور مَیں قادیان آگیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم سے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور سیکنڈ ماسٹر کام کرنے لگ گیا۔ جب تین ۳ ماہ گُذر گئے۔ تو حضرت صاحبؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ چھ ماہ کے لئے اور رُخصت کی دَرخواست دیں۔ چنانچہ مَیں نے چھ ماہ کے لئے رخصت کی درخواست لاہور بھیجدی۔ جس میں سے تین ماہ کی رخصت منظور ہُوئی۔ جب وہ تین ماہ بھی گذر گئے۔ تو حضورؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ استخارہ کریں۔ جب مَیں نے سات دفعہ استخارہ کیا۔ اور سات استخاروں کے بعد مَیں نے دیکھا۔ کہ مجھے اس امر کیواسطے پُورا انشراح تھا۔ کہ مَیں اس ملازمت کو ترک کر کے قادیان میں مستقل سکونت اختیار کروں۔ مَیں نے اِس قلبی کیفیّت کا اِظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے کیا۔ تب حضورؑ نے مجھے فرمایا۔ آپ استعفیٰ بھیجدیں۔ اِس خبر کے لاہور پہنچنے پر میرے دفتر کے مسلمان کلرکوں کیطرف سے ایک ڈیپوٹیشن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خِدمت میں پہنچا۔ اور منشی نظام الدین صاحب جو اس غرض کیواسطے ڈیپوٹ (Depute) کئے گئے تھے۔ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور اُنہوں نے مُسلمانوں کی اِس خواہش کو حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ مفتی صاحب کو لاہور اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ہی رہنے دیا جاوے۔ جس میں ان کو ذاتی مفاد حاصل ہونے کے علاوہ دُوسرے مُسلمانوں کو بھی ان سے بہت فائدہ پہنچیگا۔ کیونکہ یہ وہاں مسلمان کلرکوں کو دفتری کاروبار اور تحریر کے کاموں میں امداد دینے کے علاوہ ان کو دینی فوائد بھی پہنچاتا تھا۔ اُنہیں نمازیں پڑھاتا تھا۔ جمعہ کا خطبہ پڑھتا تھا۔ اور دینی اُمور میں بھی اُن کی رہنمائی کرتا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس ڈیپوٹیشن کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اور میرا قادیان رہنا زیادہ ضروری اور مفید سمجھا۔ اور مجھے استعفےٰ بھیج دینے کیواسطے فرمایا۔ چنانچہ مَیں نے استعفےٰ بھیجدیا، اور وہ منظور ہوگیا:

اِس جگہ اِس اَمر کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اِس دفتر میں میری ملازمت

کے وقت بھی منشی نظام الدین صاحب اور چودھری سردار خان صاحب کی خاص کوشش تھی۔ یہ ہر دو اصحاب اسوقت انجمن حمایت اسلام کے رکن تھے۔ جس سکول میں مَیں ملازم تھا۔ اور دفتر اکونٹنٹ جنرل میں ملازم تھے۔ چودھری صاحب تو ای۔ اے۔ سی ہوکر چلے گئے۔ لیکن منشی نظام الدین صاحب نے اسی دفتر سے پنشن لی۔ اور بعد میں کئی ایک ریاستوں میں اکونٹنٹ جنرل کے عہدے پر ممتاز رہ چکے ہیں۔ میرے ایام ملازمت دفتر اکونٹنٹ جنرل میں ہر دو اصحاب میرے ساتھ بہت ہمدردی اور خیر خواہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب کو بہت سخت درد گردہ ہؤا۔ جو کئی دن تک رہا۔ اس کیوجہ سے آپؑ کو بہت تکلیف رہتی۔ اور رات دن خدّام باہر کے کمرہ میں جمع رہتے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا علاج تھا۔ ایک دوائی جو مجھے یاد ہے۔ اس مرض کیواسطے حضرت مولوی صاحبؓ نے دی، وُہ یہ تھی۔ کہ خالص شہد تھوڑے سے پانی میں گھول کر حضرت صاحبؑ کو پلایا۔

ابھی مجھے ہجرت کئے ہُوئے تھوڑے ہی دِن ہُوئے تھے۔ کہ ایک صبح ایک رُوسی سیّاح جو جسیم اور قد آور آدمی تھا۔ اور تاجر پیشہ تھا۔ قادیان آیا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے مطب میں آن کر بیٹھا۔ بہت سے لوگ اس کے اِرد گرد جمع ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جب اِطلاع ہُوئی۔ تو حضورؑ بھی وہیں تشریف لائے۔ جَب مَیں وہاں پہنچا۔ تو حضورؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ یہ صاحب رُوس سے آئے ہیں۔ اور اُردو زبان بالکل نہیں جانتے۔ پس انگریزی میں اُس کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ جو کچھ وہ کہتا۔ ترجمہ کرکے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا جاتا۔ اور جو کچھ حضرت صاحبؑ فرماتے ترجمہ کرکے اُسے سُنایا جاتا۔ بہت دیر تک حضرت صاحبؑ اُس کو تبلیغ کرتے رہے۔ پھر اُس نے درخواست کی۔ کہ مَیں حضورؑ کا فوٹو لینا چاہتا ہوں۔ اُس کا اپنا کیمرہ اُس کے پاس تھا۔ حضرت صاحبؑ نے اجازت دی۔ اور مسجد اقصیٰ میں ایسی صورت میں جبکہ حضرت صاحبؑ کھڑے ہُوئے تھے۔ اُس نے فوٹو لیا۔ وہ چاہتا تھا۔ اُسی دن

واپس چلا جائے۔ مگر باصرار اُسے ایک شب ٹھیرا یا گیا۔ دُوسری صبح جبکہ وُہ رخصت ہونے لگا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس کی مشایعت کے واسطے گاؤں سے باہر اُس کے ساتھ ساتھ نکلے۔ اور اُس کو تبلیغ کرتے رہے۔ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے۔ مولوی محمدؐ علی صاحب ترجمہ کر کے اُس کو سُناتے۔ چلتے چلتے یہ تبلیغ ہوتی رہی۔ جماعت کا ایک بڑا گروہ ساتھ ہوگیا۔ یکّہ جسپر اُس نے سوار ہوکر بٹالہ جانا تھا۔ آہستہ آہستہ پیچھے آرہا تھا۔ یہانتک کہ ہم سب موڑ سے گزر کر نہر تک پہنچ گئے۔ گویا قادیان سے قریباً ۴ میل کا فاصلہ چلے گئے۔ تب حضرت صاحبؑ نے اُس کو رخصت کیا۔ اور وُہ اکے پر سوار ہوکر بٹالہ گیا۔ اور ہم سب واپس قادیان آئے ؛

جب کتاب ازالۂ اوہام شائع ہوئی۔ اُس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ریاست جموں میں ملازم تھے۔ اور عاجز راقم بھی وہیں پر ملازم تھا۔ ازالۂ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے مُریدین کے نام بھی لکھے تھے۔ اور اس میں میرا نام بھی نمبر ۶۶ پر تھا۔ تب حضرت مولوی صاحبؓ نے جو ہمیں ہر رنگ میں ترقی کرنے کی تحریص دلایا کرتے تھے۔ مجھے مخاطب کر کے یہ فرمایا۔ کہ مفتی صاحب آپکا نام تو اتنے نمبر ۶۶ پر ہے۔ کیا اتنے نمبر پر بھی کوئی پاس ہو سکتا ہے۔ تب میرے عزیز دوست مولوی فاضل محمدؐ صادق صاحب مرحوم نے عرض کی فیل ہونیوالوں کے تو نام نہیں شائع ہوتے۔ صرف پاس ہونیوالوں کے نام شائع ہُوا کرتے ہیں۔ جسپر حضرت مولوی صاحبؓ تبسم کر کے خاموش ہو رہے ؛

باب ۲ دوم

بعض عام حالات و افکار و عادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حلیہ مبارک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قد درمیانہ سے ذرا اُونچا، بدن کسی قدر بھاری، پیشانی اُونچی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر ہمیشہ غضِّ بصر کی صُورت میں رہنے کے سبب باریک سی معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ چمکدار۔ چھاتی کشادہ۔ کمر سیدھی جسم کا گوشت مضبوط تھا۔ جسم اور چہرے پر جھریاں نہ تھیں۔ رنگ سفید و سُرخ گندمی تھا۔ جب آپ ہنستے تھے۔ تو چہرہ بہت سُرخ ہو جاتا تھا۔ سر کے بال سِیدھے کانوں تک لٹکتے ہُوئے ملائم اور چمکدار تھے۔ ریش مبارک گھنی ایک مشت سے کچھ زیادہ لمبی رہتی تھی۔ اِس سے زیادہ حصہ آپؑ قینچی سے کٹوا دیتے تھے:۔

شملہ سے مُنہ ڈھکنا

بعض دفعہ حضورؑ مجلس میں بیٹھے ہُوئے اپنی پگڑی کے شملہ کو ہاتھ میں لیکر منہ پر رکھ لیتے تھے۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپؑ کچھ تسبیح کے کلمات پڑھتے رہتے تھے۔ اور اِسواسطے مُنہ کو ڈھانک لیتے تھے۔ کہ ہونٹوں کی حرکت لوگوں پر ظاہر نہ ہو:۔

تبدیل لباس

ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے کِسی کے اخراجات کا ذکر کرتے ہُوئے
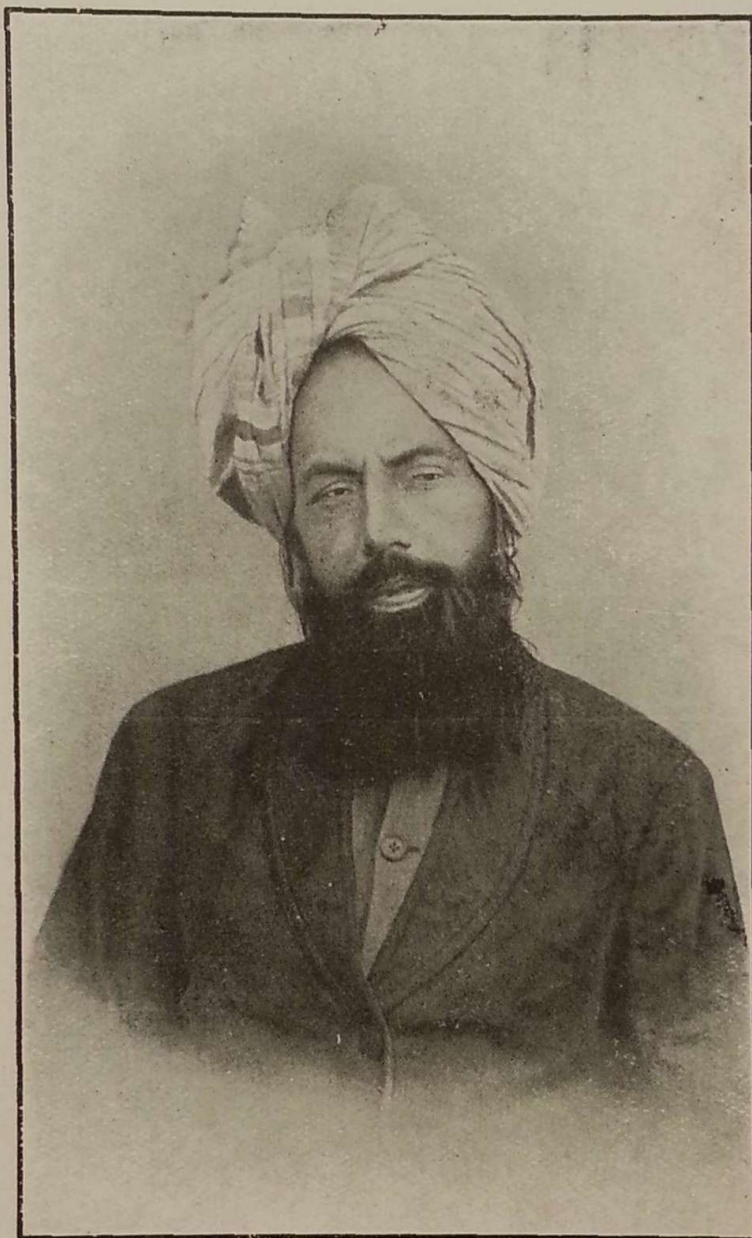
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا لیٹسٹ فوٹو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اُنہیں چاہیئے۔ روزانہ ایک دھویا ہُؤا کُرتہ پاجامہ بدل لیا کریں۔ اِس سے زیادہ اپنے اخراجات کو نہ بڑھائیں۔ حضرت صاحبؑ نے اِس پر فرمایا۔ کہ ہم تو ہفتہ میں ایک بار کپڑے بدلتے ہیں ؞

خُوشبُو لگانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں اور بدن میں سے ہمیشہ مشک کی سی بھینی بھینی خوشبُو آتی تھی۔ کبھی پسینہ اور میل وغیرہ کی خراب بُو نہ محسوس ہوتی تھی ؞

رات کا لباس

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی۔ کہ سونے سے قبل رات کے وقت پاجامہ اُتار کر تہ بند باندھا کرتے تھے۔ اور اُسی میں سوتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا۔ کہ ایسی ہی عادت ہے ؞

چلتے ہُوئے لِکھنا

بعض دفعہ حضورؑ کمرے کی چھت پر ٹہلتے ہُوئے، چلتے چلتے مضمون لِکھا کرتے تھے۔ ایک دَوات ایک طرف دیوار میں رکھ لیتے تھے، اور ایک دَوات دُوسری طرف۔ دَائیں ہاتھ میں قلم ہوتا، اور بائیں میں کاغذ۔ چلتے ہُوئے لکھتے اور جو عبارت لکھتے اُسے عموماً گنگناتے ہُوئے ساتھ ساتھ پڑھتے بھی جاتے ؞

الہام رات کے وقت لِکھنا

رات کیوقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بستر کے قریب ایک

کاپی اور قلم و دوات یا پنسل ضرور رکھ لیتے، اور رات کیوقت کچھ الہام ہوتا تو اُس کاپی پر لکھ لیتے۔ اور ایک الہام کو اُسی صفحہ پر کئی بار لکھتے۔ تاکہ صبح کیوقت اُسکے صحیح پڑھنے میں دقّت نہ ہو۔ کیونکہ یہ رات کے اندھیرے میں لکھا جاتا تھا؛

مہمانوں سے گفتگو

باہر سے جب دوست آیا کرتے، تو بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ باتیں اُن سے پُوچھا کرتے:۔

۱۔ "کیا آپ کے شہر میں کچھ ہمارے سلسلہ کی مخالفت ہے" اور اگر وہ دوست جواب دیتے، کہ نہیں ہے۔ تو آپؑ افسوس کرتے اور فرمایا کرتے۔ کہ مخالفت نہیں ہے، تو پھر ترقی کیسے ہوگی۔ ایک دفعہ تو مخالفت کا ہونا ضروری ہے؛

۲۔ دُوسرا سوال عموماً آپؑ یہ کرتے، کہ کیا احمدیوں کی کوئی مسجد ہے۔ اور فرمایا کرتے۔ خُدا کی عبادت کیواسطے جگہ ضرور بنوانی چاہیئے۔ خواہ ایک ٹھڑا ہی ہو۔ اور یہ بھی پُوچھا کرتے۔ کہ آپ کو کتنی فرصت ہے اور کتنے دِن یہاں ٹھیریں گے؛

مہندی کا لگانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی عادت تھی۔ کہ ہر پانچویں روز لبوں کے بال کٹواتے، اور سر اور ڈاڑھی پر حجّام سے مہندی لگواتے۔ مہندی کے سبب سے آپؑ کے بال سُرخ رہتے تھے۔ لیکن آخری سالوں میں حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک نسخہ تیار کیا تھا۔ کہ اس کو مہندی میں ملا لیا جائے۔ تو نزلہ اور زکام کا خوف نہیں رہتا تھا۔ لیکن اس نسخہ میں ساتھ ہی یہ خاصیت بھی تھی۔ کہ اِس سے بالوں میں سیاہی آجاتی تھی۔ اِسواسطے آخری سالوں میں حضورؑ کے بال سیاہ ہی نظر آتے تھے؛

حضورؑ کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ گھر سے باہر عصاء اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اور جب کبھی سفر میں یا سیر پر یا نماز جمعہ کے لئے جامعہ مسجد کو تشریف لے جاتے تو

عصاء ضرور آپؑ کے ہاتھ میں ہوتا۔

خلوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی۔ کہ دِن میں کسی ایک وقت ایک یا دو۲ گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے۔ گورداسپور میں جس مکان میں ہم سب منزل کئے ہُوئے تھے۔ اُس کی زمین کی منزل پر دروازہ سے داخل ہوتے ہُوئے بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، جو پاخانہ کے لئے اِستعمال ہوتا تھا۔ مگر پاخانہ کیواسطے کوٹھے کے اُوپر اور جگہیں بھی تھیں۔ پس اوس نیچے والے کمرے کو حضورؑ نے صاف کرایا۔ اُسے خوب دھویا گیا۔ اَور اُس میں فرش کیا گیا۔ اور دوپہر کیوقت دو۲ یا تین گھنٹے کے قریب حضورؑ بالکل علیحدہ اندر سے کُنڈی لگاکر اوس میں بیٹھے رہتے تھے۔

نظم سُنتے

اگر کوئی دوست اپنی کوئی نظم یا تصنیف سُنانا چاہتے۔ تو مجلس میں سُن لیتے تھے۔ نظم میں اگر کچھ خامیاں یا غلطیاں ہوئیں تو کچھ گرفت نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک احمدی عبد الرحمٰن نام فرید آبادی نے اپنی نظم سُنائی جس سے مجلس میں سب لوگ بہت ہنسے اور حضرت صاحبؑ بھی ہنستے رہے۔

ضرورات شعری

ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب جو بعد میں مُرتد ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے ایک دفعہ اپنی ایک نظم سُنائی جو غلط تھی۔ اور اس میں بیجا طور پر وزن پُورا کرنے کے لئے بعض حروف پر تشدید کی گئی تھی۔ اِسپر حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے نفرت کا اِظہار کیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تبسّم کرتے ہُوئے فرمایا۔ مولوی صاحب

کیا آپ نے یہ کبھی نہیں سُنا ؎
ضرورات شعری چو ضرور شد ٭ تشدید حرُوف چرا نباشد

عیسوی سنہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تحریروں میں عموماً عیسوی سنہ اور تاریخ لکھا کرتے تھے۔ ہجری تاریخ اور سنہ کا بہت کم اِستعمال کرتے تھے جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ عام طور پر اِس ملک میں عیسوی سنہ کا رواج اِس کثرت سے ہوگیا ہے۔ کہ اِسی سنہ اور تاریخ کو سب لوگ یاد رکھتے ہیں۔ اور استعمال کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ دُوسری تاریخوں کے اِستعمال سے پڑھنے والوں کو جلدی سے صحیح طور پر پتہ نہیں لگتا۔ کہ یہ تاریخ کب اور کس دِن تھی ؛

انجمن ماتحت

غالباً سنہ ۱۹۰۶ء کے آخر میں اخبارات بدر و الحکم میں کسی طبیب کا ایک اِشتہار شائع ہوُا۔ جس میں مونچھوں کے بڑہانے کی کسی دوائی کا ذکر تھا۔ اسپر انجمن کے بعض ممبروں نے مجلس میں ریزولیوشن پاس کرایا۔ کہ اڈیٹر کو ایسے اشتہار شائع نہیں کرنے چاہئیں۔ مجھے اس سے بہت رنج ہُوا۔ کہ یہ ایک معمولی بات تھی۔ بدر میں اِشتہار شائع ہُوا تھا۔ مجھے توجہ دلائی جاتی، تو مَیں بدر ہی میں ایک نوٹ شائع کر دیتا، کہ یہ غلطی ہے۔ اِس کیواسطے مجلس میں معاملہ پیش کرانے اور ریزولیشن کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنی اِس ناراضگی کا اظہار مَینے ایک علیحدگی کا موقعہ پاکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی کیا۔ حضورؑ نے فرمایا۔ "یہ لوگ ہمارے ماتحت ہیں۔ آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں۔ آپکا کچھ نقصان نہیں"؛

جھُوٹی خبریں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مخالفین و معاندین سِلسلہ

جو جو شرارتیں کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے ایک شرارت یہ بھی تھی۔ کہ وہ مشہور کر دیا کرتے تھے۔ کہ "مرزا کو طاعون ہو گیا ہے" یا "مرزا کو جذام ہو گیا ہے" اور ایسے مخالفانہ پراپیگنڈا کرنیوالے پبلک کو یقین دلانے کے واسطے ساتھ ہی یہ جھوٹ بھی بنایا کرتے تھے۔ کہ "ہم خود قادیان گئے تھے۔ اور اپنی آنکھ سے دیکھ آئے ہیں۔ کہ مرزا نے جذام کی مرض کے سبب ہاتھوں پر پٹیاں باندھی ہوئی ہیں"۔ اور قادیان آنیوالوں کو راستہ میں ریل میں اور سڑک پر روکا کرتے تھے۔ کہ قادیان مت جاؤ۔ وہاں کیا رکھا ہے۔ بعض کمزور آدمی اُن کے دھوکے میں آجاتے، اور واپس چلے جاتے۔ لیکن اکثر اپنے عزم پر قائم رہتے اور قادیان پہنچتے۔ اور جب اُن پر مخالفین کا جھوٹ کھلتا تو بہت تعجب کرتے، کہ ایک انسان ایسا اِفتراء بھی کر سکتا ہے۔ اور اِن واقعات کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں کیا کرتے، اور حضورؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے، کہ دُشمنوں نے اِن مقدس ہاتھوں کے متعلق کیا کیا بدخبریں اُڑائی ہیں۔ جو سب جھوٹ نکلیں ؞

اپنے مکان میں جگہ دِی

ایام طاعون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بعض دوستوں کو اپنے مکان کے اندر رہنے کے لئے جگہ دی تھی۔ چنانچہ عاجز راقم اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کو حضورؑ کے مکان کے نیچے کے صحن اور کوٹھریوں میں جگہ دِی گئی ؞

غیر مُسلِم سے اِمداد

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ایک پُرانے دوست لالہ بھیم سین وکیل تھے۔ جب حضرت صاحبؑ ایک دفعہ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ تو اُن سے ملنے کیواسطے اُن کے مکان پر بھی گئے تھے۔ عاجز بھی حضورؑ کے ساتھ گیا تھا۔ مقدمہ کرم دین کیوقت لالہ بھیم سین صاحب نے ازراہِ ہمدردی اور خیر خواہی حضرت صاحبؑ کو

لکھا۔ کہ میرا بیٹا ولایت سے بیرسٹر ہو کر آیا ہے۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ مَیں اُسے آپکے مقدمہ کی پیروی کیواسطے بھیجوں۔ مگر حضورؑ نے شکریہ کیساتھ اُنہیں ایسا کرنے سے روکا ایک مجلس میں اِس کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ مَیں ڈرتا ہُوں۔ کہ اِس بیرسٹر سے امداد لینا ہمارے لئے ایسا نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت یُوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدی سے اپنی رہائی کے واسطے اِمداد چاہی تھی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ان کی رہائی دو سال اور پیچھے پڑ گئی ؀

عمارت کے کام میں مشورہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زندگی میں حضورؑ کے مکانات میں کچھ نہ کچھ وسعت کے سلسلہ میں تعمیر کا کام عموماً جاری رہتا تھا۔ اور اس کا انتظام ہمیشہ حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کے سپرد رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت میر صاحبؓ ایک دروازہ چھوٹا سا ایک جگہ لگوانا چاہتے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ یہاں بڑا دروازہ لگاؤ۔ میر صاحبؓ نے عرض کی کہ قواعد عمارت کے مطابق تو یہاں چھوٹا دروازہ چاہیئے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ قواعد کو آپؓ رہنے دیں، اور جو ہم کہتے ہیں، ویسا بنوا دیں۔ چنانچہ بڑا دروازہ بنوایا گیا ؀

تنازع سے بچاؤ

حضرت نواب محمد علی خان صاحب جب قادیان ہجرت کر کے آگئے، تو انہوں نے ڈھاب کے اُس حصہ میں جو پُرانے پُل کے جنوبی جانب ہے۔ اور جہاں اب قاری محمد یٰسین صاحب اور مولوی قطب الدین صاحب اور میاں احمد نور افغان وغیرہ کے مکانات ہیں۔ یہاں ایک مکان بنانا چاہا۔ لیکن اس تجویز شدہ مکان کا جو نقشہ اُنہوں نے بنایا۔ اور بُنتیاں لگائیں۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ نواب صاحب نے کچھ حصہ اس زمین کا بھی اپنے نقشہ میں شامل کر لیا تھا۔ جو اُس کھیت کے غربی جانب تھا۔ جس
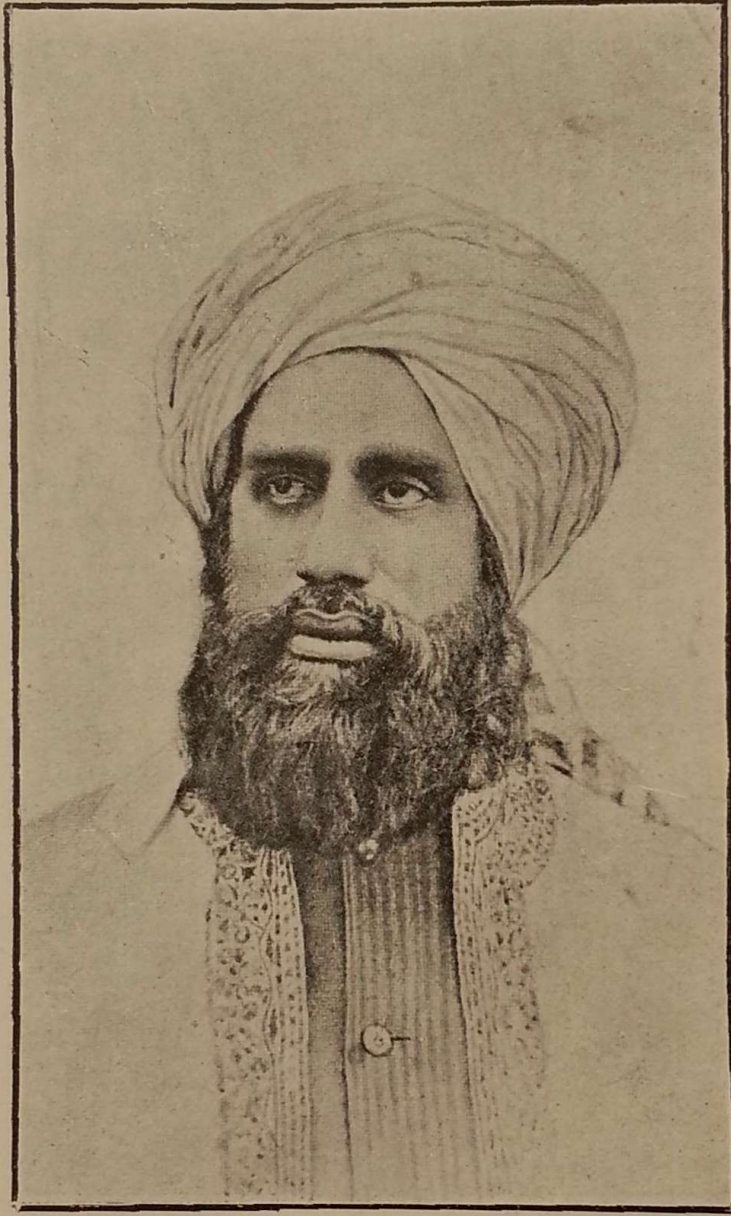
حضرت خلیفہ اول حاجی مولوی حکیم حافظ نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ فوٹو سنہ ۱۸۹۰ء کے قریب راجہ امر سنگھ صاحب نے لیا تھا۔ جبکہ حضرت مولوی صاحب ریاست جموں میں ملازم تھے۔

کھیت کو بہت سی بھرتی ڈلوا کر حضرت اُمّ المومنین نے تیار کروایا تھا۔ (اُس وقت نواب صاحب کی بیگم جو وہ مالیر کوٹلہ سے ساتھ لائے تھے، زندہ تھیں) یہ بات حضرت اُمّ المومنین کی ناراضگی کا موجب ہوئی۔ اور حضرت اُمّ المومنینؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے اِس ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضورؑ نے نواب صاحب کو لکھا۔ جسپر نواب صاحبؓ نے اُس زمین پر مکان بنانے کے اِرادہ کو ترک کیا۔ کہ اِس میں ابتداءہی میں تنازع ہوا ہے۔ یہ جگہ مبارک نہیں ہوسکتی۔ اور بعد میں دوسرے اصحاب نے بھرتی ڈلوا کر وہاں مکانات بنوالئے۔ اور نواب صاحبؓ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے پاس زمین خرید کرکے کوٹھی بنوائی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ تعلقات محبت کے بڑہانے میں اُنہیں بڑی برکات حاصِل ہوئیں ؛

بال سفید

فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے بال تیس سال کی عمر میں سفید ہونے شروع ہوئے تھے۔ اور پھر جلد جلد سب سفید ہوگئے ؛

اُنہوں کجھ دِیدا ہے

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اُس نے کیا حرکت کی۔ کہ جس کمرے میں حضرت صاحبؑ بیٹھکر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔ وہاں ایک کونے میں گھڑا تھا جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھّے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اُتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحبؑ اپنے کام تحریر میں مصروف رہے، اور کچھ خیال نہ کیا۔ کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ اتفاقاً آنکلی۔ اُس نے اُس نیم دیوانی کو ملامت کی۔ کہ حضرت صاحبؑ کے کمرے میں اُنکی موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی۔ تو اُسنے ہنسکر جواب دیا۔ اُنہوں کجھ دِیدا ہے۔ یعنی اُسے کیا دِکھائی دیتا ہے۔ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت غضِ بصر کی جو وہ ہر وقت مشاہدہ کرتی تھی۔ اس کا اثر اُس دیوانی عورت پر بھی ایسا تھا۔ کہ وُہ خیال کرتی تھی۔ کہ حضورؑ کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اِس واسطے حضورؑ سے کسی پردہ کی ضرورت ہی نہیں ؛

اِستعمال خطاب "تُو"

مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی نہیں سُنا کہ آپؑ نے کبھی کسی کو "تُو" کے لفظ سے مخاطب کیا ہو۔ سوائے ایک دفعہ کے جبکہ ایک شخص جو مولوی ثناء اللہ کا وکیل ہوکر آپؑ کے سامنے آیا۔ اور بہت گُستاخی سے اور چالاکی سے جلدی جلدی باتیں کرتا تھا۔ حضورؑ نے ایک دفعہ اُسے "تُو" کے لفظ سے مخاطب کیا تھا ؛

غرارہ

آخری ایّام میں حضورؑ ہمیشہ ایسے پاجامے پہنا کرتے تھے۔ جو نیچے سے تنگ اُوپر سے کھُلے گاؤدم طرز کے اور شرعی کہلاتے ہیں۔ لیکن شروع میں ۹۵ ، ۱۸۹۰ء میں مَیں نے حضورؑ کو بعض دفعہ غرارہ پہنے ہُوئے بھی دیکھا ہے ؛

ماتم میں چیخنے چلّانے سے منع فرمایا

جب صاحبزادہ حضرت مبارک احمدؓ کی وفات ہُوئی۔ اور نعش مبارک اُوپر کے صحن میں پڑی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت بیوی صاحبہ کو الگ دُوسری چھت پر لے گئے۔ تاکہ نعش کے پاس بیٹھ کر رونے چلّانے کی تحریک نہ ہو۔ اور دُوسری عورتوں کو بھی چیخنے چلّانے سے منع فرمایا ؛

حضورؑ کا دایاں ہاتھ

حضورؑ کی دائیں کلائی (ہاتھ اور کہنی کے درمیان کا حصّہ) کمزور تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ

مَیں بچپن میں ایک دفعہ گر گیا تھا۔ اور اس بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ تب سے اِس میں کمزوری ہے۔ اور چیز پکڑ کر اُوپر کو زیادہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اِسواسطے چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے اُٹھا کر پیا کرتے تھے۔ لیکن کھانا دائیں ہاتھ سے ہمیشہ کھاتے تھے۔ اور تحریر بھی دائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ اور بظاہر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ اس ہاتھ میں کچھ کمزوری ہے، یا ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے:

گالیوں کے اِشتہارات کا بستہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مخالفت میں جو گندے اِشتہارات گالیوں کے شائع ہؤا کرتے تھے، اُنکو حضورؑ ایک الگ بستے میں رکھتے رہتے تھے چُنانچہ ایسے اشتہاروں کا ایک بڑا بستہ بن گیا تھا۔ جو ہمیشہ آپؑ کے کمرے میں کسی طاق میں یا صندوق میں محفوظ رہتا تھا:

بابِ سوم

بعض احوال و اقوال حضرت مسیح مَوعُود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جنکو عاجز کی بیعت کے بعد سے ترتیبِ تاریخی سال وار دیگئی ہے۔

۱۸۹۳ء

اِحتیاطی

شروع زمانہ میں جبکہ احمدیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ سنہ ۱۸۹۳ء یا اِس کے قریب کا واقعہ ہے۔ ایک غریب احمدی کسی گاؤں کی مسجد میں بطور درویش کے رہا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی قادیان آتا تھا۔ اُس نے عرض کی۔ کہ جُمعہ کے دِن لوگ دو رکعت نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ چار رکعت نمازِ ظہر بھی پڑھتے ہیں۔ اس کا نام اِحتیاطی رکھتے ہیں۔ اِس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ نمازِ جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ

شبہ میں ہیں۔ اُن کا جمعہ اور ظہر ہر دو شبہ میں گئے۔ نہ یہ ہؤا ، نہ وُہ ہؤا۔ احتیاطی ایک فضول بات ہے۔ مگر تم غریب اور کمزور آدمی ہو۔ تم اِس نیّت کی احتیاطی پڑھ لیا کرو۔ کہ کوئی شخص ناحق ناراض ہو کر تمہیں مارنے نہ لگ جائے ؛

ترجمہ قرآن شریف

ایک احمدی کسی قصبہ کی مسجد میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے عرض کی، کہ حضورؑ میں کونسا اُردو ترجمہ پڑھایا کروں۔ فرمایا۔ جہاں مسیح ناصری کا ذکر ہے۔ وہاں وفات کے معنی موت کے پڑھا دیا کرو۔ اِس کا خیال خاص رکھو۔ اور ترجمہ جیسا تمہاری سمجھ میں آتا ہے۔ پڑھاتے رہو ؛

ایک لفافہ میں پانچ سو روپیہ

(قریب ۱۸۹۳ء) ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اُن تین چار خُدّام کو جو اُس وقت قادیان میں حاضر تھے۔ فرمایا تھا۔ کہ ہم بہت دن بیمار رہے ہیں۔ اِن ایّام میں خطوط جو ڈاک میں آئے ہیں، پڑھنے کی فرصت نہیں ہوئی۔ اور بہت سی ڈاک جمع ہو گئی ہے۔ آپ لوگ اس کو کھول کر پڑھ لیں۔ اور جن کے جواب لکھنے ضروری ہوں۔ مجھ سے پُوچھ کر لکھ دیں۔ چُنانچہ خُدّام اِس کام میں مصروف ہو گئے۔ اسی کے درمیان ایک لفافہ جو کھولا گیا۔ تو اُس میں سے مبلغ پانچ سو روپے کے نوٹ نکلے۔ جو کسی خادم نے حضورؑ کے لئے ایک سادہ لفافے میں ڈال کر بھیج دیئے تھے ؛

سنہ ۱۸۹۴ء
دو۲ شامی عالم

غالباً سنہ ۱۸۹۴ء کے قریب دو۲ عرب شامی جو علوم عربیہ کے ماہر اور فاضل تھے۔ قادیان آئے۔ اور ایک عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں رہ کر داخل بیعت ہوئے۔ ہر دو کا نام محمد سعید تھا اور طرابلس علاقہ شام کے رہنے والے تھے۔

اُن میں سے ایک صاحب شاعر بھی تھے۔ مالیر کوٹلہ میں ایک ہندوستانی لڑکی کیساتھ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے ان کی شادی کرادی تھی۔ انہوں نے کئی ایک مضامین عربی زبان میں حضرت صاحبؑ کی تائید میں شائع کئے۔ بسبب خود شاعر ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اشعار کے اعلیٰ پیمانہ پر ہونے کے وہ بہت مدّاح تھے۔ وُہ کہا کرتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ شعر (متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی) سے

عجبت لشیخ فی البطالۃ مفسدٍ ٭ اَضلّ کثیراً بالشّرور و بعّدا

جب مَیں پڑھتا ہوں۔ تو مجھے خواہش ہوتی ہے۔ کاش کہ میرے سارے شعر حضرت صاحبؑ کے ہوتے، مگر یہ ایک شعر میرا ہوتا۔ یہ عرب صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لیکر اپنے وطن چلے گئے تھے۔ اور اس طرف سلسلہ حقّہ احمدیّہ کی تبلیغ کرتے رہے۔ اور وہاں سے واپس آکر اپنی بیوی کو مالیر کوٹلہ میں چھوڑ کر کشمیر کے راستہ سے رُوس کی سرحد میں داخل ہو گئے تھے۔ پھر پتہ نہیں لگا کہ انکا کیا حال ہے۔ بعض سیّاحوں سے جو خبریں ملتی ہیں۔ کہ رُوس کے بعض علاقوں میں احمدیت کے سلسلہ کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ امر انہی کی کوشش سے ہو۔

دُوسرے محمد سعید صاحب نے ایک رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تائید میں تصنیف کیا تھا۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایک تحریر جو بصورت رسالہ چھپی تھی۔ ساتھ لیکر اپنے وطن ملک شام کو سلسلہ حقّہ کی تبلیغ کے واسطے چلے گئے تھے۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے اُن کے اشتہار تبلیغ پر ان کو سخت تکلیف پہنچائی، اور رسالے جلا دیئے۔ کئی سالوں کے بعد وہ پھر ہندوستان آئے۔ اور کچھ عرصہ رہکر اور اپنے حالات سُنا کر واپس چلے گئے۔

سنہ ۱۸۹۵ء

رُخصت برائے نماز جمعہ

سنہ ۹۶-۱۸۹۵ء حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے گورنمنٹ میں ایک تحریک کرنی

چاہی تھی۔ کہ سرکاری دفاتر کے مسلمانوں کو نماز جمعہ کے ادا کرنے کے واسطے جمعہ کے دن دو گھنٹہ کے لئے رخصت ہؤا کرے۔ اِس کے لئے حضرت صاحبؑ نے ایک میموریل لِکھّا جسپر مسلمانوں کے دستخط ہونے شروع ہوئے۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا۔ کہ یہ کام تو اچھّا ہے۔ لیکن مرزا صاحبؑ کو یہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم خود اِس کام کو سرانجام دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے بذریعہ اعلان مشتہر کر دیا کہ ہماری غرض نام سے نہیں بلکہ کام سے ہے۔ اگر مولوی صاحب اس کام کو سرانجام دیتے ہیں، تو ہم اس کے متعلق اپنی کارروائی کو بند کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ نے اپنی کارروائی بند کر دی۔ مگر افسوس ہے مولوی محمد حسین صاحب یا کسی دوسرے مسلمان عالم نے اِس کے متعلق کچھ کارروائی نہ کی۔ اور یہ کام اسی طرح درمیان میں رہ گیا ۔

انگریزی پڑھنے کا خِیال

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یہ خیال ہُوا۔ کہ آپؑ انگریزی زبان کو سیکھیں۔ انگریزی حروف کو آپؑ پہچانتے تھے۔ مزید تعلیم کیواسطے آپؑ نے یہ تجویز کی کہ انجیل متیٰ کی عبارت انگریزی کو اُردو حروف میں لِکھّا جائے۔ اور ہر ایک لفظ کے نیچے اوس کے معنے دئے جائیں۔ چنانچہ اس غرض کیواسطے انجیل متیٰ کے دو چار باب کئی ایک انگریزی خوانوں میں تقسیم کئے گئے، کہ وہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں۔ جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے۔ مفصلہ ذیل اصحاب کے سپرد یہ کام ہؤا۔ خواجہ جمال الدین صاحب مرحوم۔ انسپکٹر مدارس مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم حافظ محمد اسحاق صاحب انجینئر اور عاجز راقم اِس حکم کی تعمیل میں عاجز نے لاہور جا کر ایک موٹے حروف کی انگریزی انجیل خرید کی۔ اور اوس کے الفاظ کاٹ کر ایک کاپی پر چسپاں کئے۔ اور ان کے نیچے خوشخط حروف میں ان کا تلفّظ اور معنے لِکھّا جب میں یہ دو باب لِکھکر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں قادیان لے آیا۔ تو حضورؑ نے اُسے

بہت ہی پسند کیا۔ اور فرمایا کہ بس اب اور کوئی شخص نہ لکھے۔ اِسی طرح پر ساری انجیل مفتی صاحب لکھکر مجھے دیں ؁

اِس انجیل کو کبھی کبھی رات کیوقت فرصت پاکر دیکھا کرتے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ایک دن سیر میں فرمایا۔ کہ میں نے خود انگریزی پڑھنے کے ارادہ کو ترک کر دیا ہے۔ تاکہ یہ ثواب ہمارے انگریزی خوان دوستوں کیواسطے مخصوص رہے ؁

عبرانی پڑھنے کا خیال

• ایسا ہی ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے عبرانی زبان کے سیکھنے کا بھی ارادہ کیا اور حضورؑ کے فرمانے پر میں نے ایک عبرانی قاعدہ اُردو میں تالیف کر کے پیشِ نظر کیا جسکو حضرت صاحبؑ گاہے گاہے فرصت کیوقت دیکھا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جلدی اِس خیال کو بھی چھوڑ دیا ؁

حبس سے طپش بہتر
سنہ ۱۸۹۶ء

غالباً سنہ ۱۸۹۶،۹۷ء بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دس سالوں تک لاہور، امرتسر اور ہندوستان کے بعض دُوسرے شہروں میں ایک دو گھوڑے والی بند گاڑی کرایہ پر چلا کرتی تھی۔ جو اسوقت سیکنڈ کلاس کی گاڑی کہلاتی تھی۔ اور اُس کے چاروں طرف سے بند ہو سکنے کے سبب عموماً پردہ دار عورتوں کی سواری کیواسطے اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ اُس میں سوار ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور میں حضرت ام المومنین کے ہمراہ آپؑ اُس میں سوار ہونے لگے۔ تو ایک دوست نے پردے کے خیال سے اُس کی شیشے دار کھڑکیاں سب پہلے سے بند کر رکھی تھیں۔ جب حضورؑ اندر بیٹھ گئے اور دروازے سب بند ہونے سے اندر تاریکی اور گرمی ہو گئی۔ تو حضورؑ نے زور سے اُس کے دروازوں کو اندر سے لکڑی کیساتھ مارا اور کھلوا دیا۔ تاکہ روشنی

اَور ہوا کھُلی رہے۔ اگرچہ گرمی کا موسم تھا۔ اَور ہوا بھی گرم تھی۔ مگر فرمایا "بھسٹر نالو ہُسٹر چنگا"۔ یہ ایک پنجابی زبان کی ضرب المثل ہے۔ اَور اِس کے معنے یہ ہیں۔ کہ طپش میں رہنا اِس سے بہتر ہے، کہ انسان حبس اور تنگی میں گرفتار ہو ٭

حضرتؑ کے عمامہ کا کپڑا

غالباً ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا۔ اَور میری والدہ مرحومہ بھی میرے ساتھ تھیں۔ جو بھیرے سے حضرت صاحبؑ کی بیعت کے لئے تشریف لائی تھیں۔ اور اُسی سال انہوں نے حضرت صاحبؑ کی بیعت کی تھی۔ جب ہم واپس ہونے لگے۔ تو حضرت صاحبؑ ہمارے یکّہ پر سوار ہونے کی جگہ تک ساتھ تشریف لائے۔ اور ہمارے لئے کھانا منگوایا کہ ہم ساتھ لے جائیں۔ وہ کھانا لنگر والوں نے کسی کپڑے میں باندھ کر نہ بھیجا تھا۔ تب حضرت صاحبؑ نے اپنے عمامہ میں سے قریب ایک گز لمبا کپڑا پھاڑ کر اُس میں روٹی کو باندھ دیا ٭

حضرتؑ کا جُوتا

ایک دفعہ ایسا ہی مَیں لاہور سے قادیان آیا ہُوا تھا، کہ مسجد میں سے میرا جُوتا گم ہوگیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ السّلام کو معلوم ہوُا۔ تو حضورؑ نے اپنا پُورانا جُوتا مجھے پہننے کے واسطے بھیج دیا ٭

حضرتؑ کی جیب گھڑی

ایک دفعہ مَیں نے اپنی ایک جیبی گھڑی حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں بطور نذرانے کے پیش کی۔ اِس کے پہنچنے پر حضورؑ نے مجھ کو اندر بُلایا اور فرمایا۔ کہ ہمارے پاس دو ۲ گھڑیاں ہیں، جو بیکار پڑی ہیں۔ یہ آپ لے جائیں۔ اَور وہ دونوں گھڑیاں مجھے عنایت فرمائیں۔ جن میں سے ایک میاں عبدالعزیز صاحب مغل

پسر میاں چراغدین صاحب مرحوم کو مینے دی تھی ؛

قادیان آنے میں دیر

ایک دفعہ مجھے قادیان آئے ہُوئے بہت دن گذر گئے۔ غالباً تین ماہ کا عرصہ ہو گیا۔ اُس وقت مَیں لاہور میں تھا۔ اور مولوی شیر علی صاحب ان دنوں قادیان میں آئے ہُوئے تھے۔ واپسی پر اُنہوں نے لاہور میں مجھ سے ذکر کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرما رہے تھے۔ کہ مفتی صاحب کو قادیان آئے ہوئے بہت عرصہ گذرا ہے ؛

عبداللہ عرب

۱۸۹۶ء/۹۷ء میں ایک عرب صاحب عبداللہ نام قادیان تشریف لائے۔ اور کچھ عرصہ یہاں رہنے کے سبب انہیں ایک خاص اُنس اور ایمان اللہ تعالیٰ کیطرف سے عطا ہؤا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے قادیان ہی میں رہنے لگے۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے علم طب حاصل کیا۔ اور بہت عرصہ یہاں رہنے کے بعد وہ اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ اور بغداد میں جا کر ایک مطب کھولا۔ اوس کے کچھ عرصہ بعد افواہاً معلوم ہؤا۔ کہ عبداللہ کو وہاں کی ترکی گورنمنٹ نے کسی معاملہ میں گرفتار کیا ہے۔ اور اُس نے اپنا بیان یہ لکھوایا ہے۔ کہ مَیں ترکی رعیّت نہیں ہُوں بلکہ ہندوستانی ہُوں۔ پنجاب کے شہر قادیان میں میرا گھر ہے۔ وہاں میرا باپ نور الدینؓ اور میرا بھائی محمد صادقؓ رہتے ہیں۔ اور وہاں میرا ایک باغ بھی ہے۔ مَینے مسجد مبارک میں ہنستے ہُوئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ عبداللہ نے بڑی غلطی کی جو ایسا ایسا بیان دیا۔ اور یہ سارا واقعہ سُنایا۔ اس بات کو سُنکر مَینے دیکھا، کہ حضورؑ کا چہرہ غمناک سا ہُؤا اور آپؑ نے فرمایا۔ مفتی صاحب معلوم نہیں وہ بیچارہ کس مصیبت میں ہے۔ اور وہاں

کی حکومت اور پولیس وغیرہ اوس کو کس تکلیف میں گرفتار کر رہی ہے۔ آپ کیساتھ اوس کی محبت ایسی ہی تھی جیسی بھائیوں سے ہوتی ہے۔ اور مولوی صاحب رضؓ بھی اوس کی ایسی ہی پرورش کرتے تھے۔ جیسے بیٹوں کی کیجاتی ہے۔ اور ہمارا باغ تو مریدوں ہی کا ہے۔ اگر وہ اس طرح مصیبت سے بچ سکتا ہے۔ تو ہم اوس کو ہی دیدیں گے۔ اگر آپ سے کوئی پولیس والا دریافت کرنے آوے۔ تو آپ اوس کے بیان کی تردید نہ کریں، بلکہ تصدیق کردیں، تاکہ وہ مصیبت[1] سے بچ جائے؛

قبول دعوت ۱۸۹۷ء

لاہور میں ایک احمدی بھائی صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف ایک غریب ان پڑھ مخلص احمدی تھے۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ چند اور خدام کیساتھ ایک شہادت کیواسطے ملتان تشریف لے گئے۔ تو راستہ میں لاہور میں ایک دو روز ٹھیرے۔ صوفی احمد دین صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کی، کہ ان کے گھر میں جاکر کھانا کھائیں۔ اور محبت کے جوش میں جلدی سے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ میں بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ دعوت کرتا ہوں۔ اگر حضورؑ مجھے غریب جان کر نامنظور کریں گے، تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔ حضرتؑ نے تبسم فرمایا۔ اور دعوت قبول کی۔ اور ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جو ایک بہت غریبانہ تنگ سا مکان تھا۔ اور اس کی دیواروں پر ہر طرف پاتھیاں تھپی ہوئی تھیں؛

عربی لکھنے کا امتحان

نجف کے ایک فاضل عبدالحی نام اپنے رشتہ دار عبداللہ عرب کی تلاش

---

[1] نوٹ:۔ ایسی بات خاص حالتوں میں خاص اصحاب کو کہی جاسکتی ہے۔ ان باتوں سے کوئی عام قاعدہ یا قانون نہیں بتایا جاسکتا؛ (صادق)

میں غالباً ۱۸۹۷ء میں پہلی دفعہ قادیان آئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مباحثات کرتے رہے۔ اُن کو یہ شبہ تھا۔ کہ عربی کتابیں جو حضرت صاحب نے لکھی ہیں وہ حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ چنانچہ ایکدفعہ انہوں نے مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے حضرت صاحب سے عرض کی کہ یہ قلم دوات اور کاغذ ہے۔ آپ میرے سامنے عربی لکھیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں بغیر اذن الٰہی کے اس طرح لکھنا شروع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی ذات بے نیاز ہے، میرا ہاتھ یہیں شل ہو جائے، یا مجھے سب علم ہی بھول جائیں۔

اس کے چند روز بعد عرب صاحب ایک سوال عربی زبان میں لکھکر مسجد میں لیکر گئے، اور بعد نماز حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اور قلم دوات بھی جواب لکھنے کے واسطے حاضر کی۔ حضرت صاحب نے اسی وقت اس کا جواب نہایت فصیح اور بلیغ عربی میں تحریر کر دیا۔ ایسا ہی چند روز کے بعد عرب صاحب پھر ایک سوال لکھ کر لے گئے۔ اور حضرت صاحب نے اس کا جواب بھی وہیں بیٹھے ہوئے نہایت فصاحت کے ساتھ مفصّل لکھدیا۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفوں کے بعد اس طرح کے کئی ایک سوالات کے جوابات عربی زبان میں اپنے سامنے تحریر کرا کر عرب صاحب نے تشفّی پائی، کہ بے شک حضرت صاحب کو خدا تعالیٰ نے فصیح اور بلیغ عربی لکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور اس کے بعد بیعت کر کے وہ داخل سلسلہ حقّہ ہوئے۔ اور سلسلہ کی تائید میں کئی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے اُن کی ایک قابل قدر تالیف لغات القرآن بھی ہے۔

تُرکی سفیر حسین کامی

غالباً ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے، کہ لاہور میں تُرکی سفیر جو کراچی میں ان دِنوں متعیّن تھے۔ اور جن کا نام حسین کامی تھا، سیر کے طور پر آئے۔ احمدی احباب تبلیغ کے شوق سے اُن کے پاس پہنچے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حالات ان کو سُنائے۔

اور مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار دُرِّ ثمین اُن کی مجلس میں پڑھے جن کا اُن پر بہت اچھا اثر ہُوا۔ اور انہوں نے قادیان آنے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ احباب لاہور نے اس خبر کو بطور اپنے کارناموں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؑ نے ہماری اس کاروائی کو کچھ اچھی نگاہ سے نہ دیکھا۔ کیونکہ اس میں ہم ایک دُنیادار کو خوش کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کے خواہشمند ہو رہے تھے۔ لیکن چونکہ ہم سفیر کے ساتھ یہ طے کر چکے تھے، کہ وہ قادیان آوے۔ اِس واسطے حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ اچھا آنے دو۔ لاہور سے وہ امرتسر آیا۔ اور امرتسر میں بھی ہم اوس سے ملتے رہے۔ اور امرتسر سے وہ قادیان آیا۔ اور علیحدگی میں حضرت صاحبؑ سے عرض کی، کہ سلطان رُوم اور اوس کی حکومت کیواسطے دُعا کریں۔ مگر حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مَیں اپنے کشف میں ان لوگوں کی دینی اور اخلاقی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کریں، اُن لوگوں کے لئے دُعا کی توجہ نہیں ہو سکتی۔ اسپر وہ بہت بگڑا، اور لاہور واپس جاکر ہمارے مخالفوں کے ساتھ ملکر مخالفت میں اشتہار شائع کیا۔ جسپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ تمام حالات شائع کر دیئے، جو اوس کیساتھ دُعا کی درخواست کیوقت پیش آئے تھے۔ عام مسلمانوں میں اس وجہ سے بہت ناراضگی پھیلی۔ اور اخبار چودھویں صدی میں ایک معزز مسلمان نے حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں گستاخی کی۔ جسپر اوس معزز شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا ملنے کی پیشگوئی شائع کی گئی۔ مگر چند ماہ کے بعد اوس نے توبہ کی اور بیعت کی۔ جس سے وہ عذاب اوس پر سے ٹل گیا۔ اوس کے بعد ٹرکی سے خبر آئی۔ کہ وہی حسین کامی سفیر جو ہندوستان کے مسلمانوں سے حجاز ریلوے کے واسطے روپیہ لے گیا تھا۔ خیانت کے جرم میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔ اِس طرح یہ واقعہ کئی ایک نشانوں کے ظاہر ہونے کا موجب ہُوا ؛

اخبار چودھویں صدی کیواسطے مضمون

اِسی حسین کامی اور چودھویں صدی کے بزرگ کے سِلسلہ میں مینے چودھویں صدی

کے ایڈیٹر کو جو میرے ہموطن اور واقف تھے۔ ایک دفعہ ایک لمبا مضمون لکھا کہ اخبار میں شائع کردے۔ اور اوس کو سمجھایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں اپنی عاقبت کو خراب نہ کرے۔ مینے اس مضمون کی نقل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیخدمت میں بھیجی۔ حضورؑ نے اوس کو بہت پسند فرمایا۔ مگر فرمایا۔ کہ یہ لوگ متعصب ہیں، ایسے مضمون کو شائع نہیں کریں گے۔ اِس واسطے صبر کرنا چاہیئے۔ چودھویں صدی والے نے وہ مضمون تو شائع نہ کیا۔ مگر اوس کا ذکر کر دیا۔ کہ ایسا ایک مضمون بھیجا ہے۔ اور مجھے کچھ گالیاں سُنا دیں۔ اُس وقت ہمارا اپنا کوئی اخبار نہ تھا۔ جو ہمارے مضامین شائع کردے:

حضرت صاحب مجھے پہچانتے ہیں

ابتدائی ایام میں جب کہ احباب کی تعداد بہت کم تھی۔ مخلصین میں سے ہر ایک کو یہ خواہش رہتی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کو اچھی طرح سے پہچانتے ہوں۔ اور اس کے نام سے آگاہ ہوں۔ ان دنوں کا ذکر ہے۔ کہ حضورؑ کے ایک خادم حافظ حامد علی صاحب نے آن کر عرض کی کہ مجھے آٹا پسوانے کیواسطے کسی آدمی کو ساتھ لیجانا ضروری ہے۔ کس کو لیجاؤں۔ مولوی شیر علی صاحب اتفاق سے قریب کھڑے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر حافظ حامد علی صاحب کو کہا۔ "میاں شیر علی کو لیجاؤ"۔ اسپر مولوی شیر علی صاحب بہت خوش ہُوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے پہچانتے ہیں۔ اور میرے نام سے بھی واقف ہیں:

اُن دنوں قادیان میں آٹا پیسنے کی کوئی مشین نہ ہوتی تھی۔ اور عموماً نہر کے کنارے کسی پن چکی پر آٹا اکٹھا پسوا لیا جاتا تھا۔ تاکہ لنگرخانہ کے کام آوے:

سیّد غلام حسین صاحب

میرے عزیز مکرم سیّد غلام حسین صاحب جو آجکل ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ میں سپرنٹنڈنٹ

ہیں۔ ۱۸۹۷ء کے قریب وہ مڈل سکول لاہور میں تعلیم پاتے تھے۔ ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں غالباً سالانہ جلسہ کے موقع پر جبکہ ہم سب لاہور سے قادیان آئے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے رخصت کے واسطے اندرون خانہ حاضر ہوئے۔ اُس دن حضرت صاحبؑ کی طبیعت کچھ اچھی نہ تھی۔ اور آپؑ نیچے کے ایک کمرے میں لحاف لپیٹے ہوئے بستر ے میں بیٹھے ہُوئے تھے۔ ایک ایک آدمی مصافحہ کرتا تھا۔ اور باہر چلا آتا تھا۔ سیّد غلام حسین صاحب نے مخلصانہ محبّت میں مصافحہ کے وقت حضرت صاحبؑ سے پُوچھا۔ حضرت جی کیا آپؑ مجھ کو جانتے ہیں کہ مَیں کون ہوں"۔ حضورؑ نے تبسّم کرتے ہُوئے فرمایا" ہاں مَیں جانتا ہُوں۔ آپکا نام غلام حسین ہے۔ اور آپ قاضی امیر حسین صاحب کے بھائی ہیں"۔ سیّد صاحب اسپر بہت خوش ہُوئے۔ اور فخریہ طور پر ہم سب سے اُنہوں نے ذکر کیا ؛

مسٹر براؤن کی شہادت

جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ چل رہا تھا۔ اُن ایّام میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے بعض اشتہارات میں یہ شائع کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقدمہ میں بھی کامیاب اور سرخرو رکھیگا۔ ان تحریروں کو ہمارے انگریز وکیل مسٹر براؤن صاحب نے بھی پڑھا تھا۔ پس جب مقدمہ کا فیصلہ ہُوا۔ تو براؤن صاحب حضرت صاحبؑ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ آپکو مبارک ہو کہ اس مقدمہ کے بارہ میں بھی آپکی پیشگوئی پُوری ہُوئی ؛

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی کی خدمات

اِسی مقدمہ کے ایّام میں ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم ساکن گوڑیانی نے ایک خاص خدمت سرانجام دی۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ ڈاکٹر صاحب ایک استفتاء لیکر مختلف علما کے پاس گئے۔ یہ استفتاء دراصل مولوی محمد حسین کے بارہ میں تھا۔ کیونکہ مولوی محمد حسین نے گورنمنٹ کو خوش کرنے اور زمینیں حاصل کرنے کے لئے جو ایک رسالہ

انگریزی میں شائع کیا تھا۔ اوس میں مولوی محمد حسین نے صاف لکھدیا تھا۔ کہ مسلمانوں میں جو مہدی کے آنیکا عقیدہ ہے۔ اوسکے لئے کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ اور اسی طرح مہدی کے آنے کے عقیدہ کا انکار کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف یہ استفتاء غیر احمدی علماء کے پاس لیکر گئے۔ دہلی اور امرتسر کے جتنے بڑے بڑے علماء ہیں۔ ان سب نے یہ سمجھکر کہ یہ استفتاء مرزا صاحبؑ کے متعلق ہے۔ بڑی خوشی سے یہ فتویٰ لکھدیا۔ کہ مہدی کے آنے کے عقیدہ کا منکر کافر ہے۔ جب یہ فتویٰ شائع ہؤا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب کی تحریروں پر اوس کو چسپاں کیا گیا۔ اور مولوی محمد حسین ان علماء کے پاس جاکر رویا پیٹا۔ کہ مرزا کے مرید چالاکی کیساتھ تم سے میرے خلاف فتوے لکھالے گئے ہیں۔ تب اُنمیں سے بعض وہابی علماء نے یہ شائع کیا۔ کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ کہ ڈاکٹر اسمٰعیل جو استفتاء لیکر آیا تھا، مرزا صاحبؑ کا مرید تھا۔ اور ہم نے جو فتوے دیا تھا۔ وہ مرزا صاحب کے خلاف دیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب کے خلاف نہیں دیا تھا۔ علمائے اہلحدیث کی اس حرکت پر لوگ بہت متعجب ہُوئے۔ لیکن حنفی علماء نے شائع کیا۔ کہ ہم لوگ اپنے فتوے پر قائم ہیں خواہ وہ مولوی محمد حسین پر پڑے یا کسی دُوسرے پر؛

۱۸۹۸ء
عظیمُ الشان خوشخبری

غالباً ۹۸،۱۸۹۷ء کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہؤا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حضورؑ کے اندر کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ باہر سے ایک لڑکا پیغام لایا۔ کہ قاضی آل محمدؐ صاحب آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایک نہایت ضروری پیغام لایا ہُوں، حضور خود سُن لیں۔ حضورؑ نے مجھے بھیجا۔ کہ اُن سے دریافت کرو کیا بات ہے۔ قاضی صاحب سیڑھیوں میں کھڑے تھے۔ مینے جاکر دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ مجھے حضرت مولوی محمدؐ احسن صاحب نے بھیجا ہے۔ ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ اور خود حضرت صاحبؑ کو ہی سُنانی ہے۔ مینے پھر جاکر عرض کیا۔ کہ وہ ایک عظیم الشان خوشخبری لائے ہیں۔ اور صرف حضورؑ کو ہی سُنانا چاہتے ہیں۔ حضورؑ نے

فرمایا۔ آپ پھر جائیں اور اُنہیں سمجھائیں کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ وہ آپکو ہی سُنادیں۔ اور آپ آکر مجھے سُنادیں۔ مَیننے حکم کی تعمیل کی اور قاضی آل محمدؐ صاحب کو سمجہایا۔ کہ وہ خوشخبری مجھے سُنادیں۔ مَیں حضرت صاحبؑ کو سُنادیتا ہُوں۔ تب قاضی صاحب نے ذکر کیا۔ کہ ایک مولوی کا مباحثہ حضرت مولوی محمدؐ احسن صاحب کے ساتھ تھا۔ اور اُس مولوی کو خوب پچھاڑا۔ اور لتاڑ اگیا۔ اور شکست فاش دی گئی۔ مَیننے آکر یہ خبر حضرت صاحبؑ کے حضور عرض کی۔ حضورؑ نے تبسّم کرتے ہُوئے فرمایا۔ "مینے سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں۔ کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے"۔

اِس سے ظاہر ہے۔ کہ حضورؑ کے نزدیک سب سے بڑی خوشخبری اسمیں تھی۔ کہ بلادِ کُفر میں اسلام پھیل جائے۔

ایک ناول میں عیسیٰ

قریباً ۱۸۹۸ء کا ذکر ہے۔ ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ "مَینے ایک کتاب پڑھی ہے۔ جس میں کسی عیسیٰ کا پہلے زمانہ میں تبّت میں جانا اور سیاحت کرنا لکھّا ہے"۔ مَینے وہ کتاب لیکر پڑھی۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ صرف ایک ناول تھا۔ جو زمانہ حال میں کسی انگریز نے لکھّا تھا۔ مَینے اُس انگریز کو خط لکھّا اور دریافت کیا۔ کہ یہ عیسےٰ کون ہے جس کا ذکر تم نے اپنے ناول میں کیا ہے۔ اور کیا اس کی تہ میں کوئی حقیقت ہے۔ یا محض ایک فرضی قصّہ ہے۔ اسکا جواب آیا۔ کہ جب مینے یہ ناول لکھّا تھا، اُس وقت ممکن ہے۔ کہ یہ کیرکٹر مینے کسی تاریخی بناء پر لیا ہو۔ مگر اب مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ کہ اس ناول کے خیالات مینے کہاں کہاں سے جمع کئے تھے۔ اِسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مُناسب نہ سمجھا۔ کہ اُسپر کچھ توجہ کی جائے۔

تحریر محمد افضل خان مرحوم اپریل ۱۸۹۸ء

(۱) آج کا دن بھی ایک مبارک دن تھا۔ کہ جو ہمیں مشکل سے بھولیگا۔ اس دن کی شام خصوصیت کیساتھ بہت سی برکتوں سے بھری ہوئی تھی۔ کہ جسنے ہمارے مکان کو بھی کچھ عرصہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبّت اور نور سے بھرے ہوئے دو۲ چہروں سے روشن اور منوّر کر دیا تھا۔ جو شخص اس حال کو ایک ذرہ سی عمیق نظر سے بھی غور کریگا۔ تو اُمید ہے، کہ اُسپر صادقوں کا صدق ضرور کھُل جائیگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آج لاہور میں دن بھر بوندیں پڑتی رہیں۔ کہ جس کی وجہ سے ہر ایک گلی کوچہ اور سڑک ایک دلدل بنا ہوُا تھا۔ اور عین مغرب کی نماز کے وقت جبکہ بندہ شہر سے اپنے سفر کے لئے ...... ضروریات خرید کرکے لا رہا تھا۔ مکان سے چند قدموں کے فاصلہ پر ہمارے رُوحانی بھائی مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی فضل الٰہی صاحب قصبہ مزنگ سے واپس ہوتے ہوُئے ملے۔ ملاقات کے بعد معلوم ہوُا۔ کہ چونکہ بندہ کی تاریخ روانگی ۱۲۔ فروری مشہور ہو چکی تھی۔ اسلئے الوداعی ملاقات کے لئے یہ دونوں اصحاب عاجز کے مکان پر تشریف لائے تھے۔ اور بہت سے انتظار کے بعد آخر مایوس ہو کر اب پھر واپس چلے تھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سچّے مومنوں اور راستی کے قبول کرنیوالوں اور صدق پر مثل پروانہ بر شمع کے گر گر جل مرنیوالوں کیخاطر منظور ہوتی ہے۔ اور ادنےٰ سے ادنےٰ تکلیف بھی وہ اپنے مخلص بندہ کی گوارہ نہیں کر سکتے۔ اِس لئے یہ عاجز کہ جس کی ملاقات ان دو۲ صاحبوں کی مطلوب چیز تھی۔ ان کی ٹمٹماتی ہوُئی امید دن کیوقت آ حاضر ہوُا۔ اور پھر ہم ہر سہ ۳ اشخاص ملکر مکان پر آئے چُونکہ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ اور یوم المطر بھی تھا۔ اِس لئے سب سے اوّل وضو وغیرہ کرکے نماز مغرب و عشاء ادا کی گئی۔ اور بعد ازاں سب نے ملکر ماحضر تناول کیا۔ اور باوجودیکہ سخت اندھیری رات تھی۔ اور پانی کی بوندیں گرنی بھی ابھی پُورے طور سے بند نہ ہوُئی تھیں۔ کہ ان ہر دو بزرگوں نے رخصت طلب کی۔ اگرچہ مَیں نے اس اندھیری رات

اور دلدل بھرے راستہ میں ان کا جانا گوارا نہ کیا۔ مگر تاہم بنی نوع انسان کی سچّی خدمتگذاری
اور ہمدردی اور محل شناسی اور موقعہ بینی کی جو رُوح ان کے دِلوں میں پھُونکی گئی تھی۔ اُونے
ان کو رات کو عاجز کے مکان پر قیام نہ کرنے دیا۔ اور آخر یہ کہکر کہ چونکہ آپکی آخری رات اپنے
اہل وعیال میں ہے۔ ہم اہالیان خانہ کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے۔ وہ دونوں صاحب
قریب ۹ بجے رات کے شہر لاہور کو روانہ ہُوئے۔ بنی نوع انسان کی سچّی ہمدردی کی نظیر
ان ہمارے دوستوں نے دکھائی۔ جس کی اس زمانہ کو بہت ضرورت ہے۔ اور خصوصًا اہلِ
اسلام کو۔ کیونکہ اس سخت اندھیری رات اور پانی برسنے اور ناہموار زمین پر دلدل کی
کثرت ان تمام تکلیفوں کو ہمارے دوستوں نے برداشت کیا۔ مگر ان کے سبب سے جو
تکلیف تھوڑی یا بہت کہ دراصل جس کی مقدار ان کی تکالیف کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ
تھی۔ اہالیان خانہ عالمِ مستورات کو پہونچ سکتی تھی۔ اوسکو ان کے رحم سے بھری اور
دُوسرے کو آرام وامن دینے والے دِل نے قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس
اِیثار کی جزائے خیر دے ؛

آج مغرب اور عشاء کی نماز ہمارے بھائی محمدؐ صادق صاحب نے پڑہائی۔ اور جو
دُعائیں اُن میں آخری رکوع کے بعد اُنہوں نے اپنے مولیٰ کریم سے طلب کیں۔ وُہ مجھے
بہت ہی پیاری لگیں۔ اور اُن کی اس اخلاص بھری نماز نے عاجز کے دل کو بہت سی
آلودگیوں سے دھویا۔ اور جس ادب اور تضرع کی آواز سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں
التجا کرنی چاہیئے۔ وہ اداب بحق مجھے ان کی نماز سے زیادہ تر توضیح کے ساتھ معلوم
ہُوئے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں چھوڑتے۔ جس میں دو تین دُفعہ
اس نُور کے چشمہ سے پانی نہ پی آویں۔ جسے فارسی نسل کا ایک شخص آسمان سے زمین پر لایا
صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ہم وہ ہیں کہ اس چشمہ نور سے ہزاروں کوس دُور پڑے ہیں۔ اور
صرف اپنے ہادی اور دینی بھائیوں اور بہنوں کی دُعاؤں سے زندگی کے دن بسر
کر رہے ہیں ؛

(۲) جہاں پر للّٰہی محب مفتی محمدؐ صادق صاحب اور مولوی فضل الٰہی صاحب موجود

تھے۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد مرزا ایوب بیگ و مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی آن پہنچے۔ اسوقت مینے ان صاحبوں کے آگے اپنا وعدہ سفر کے حالات نویسی کا برادرم یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کیساتھ جو تھا۔ اوس کا ذکر کیا۔ جسکو سُنکر مفتی محمدؐ صادق صاحب نے جہاں بہت خوشی کا اظہار کیا۔ وہاں آب زر سے لکھنے کے قابل ایک امر معروف بھی بندہ کو کیا۔ کہ جو ان حالات نویسی کی رُوح تھا۔ آپنے فرمایا۔ کہ ان تمام تحریروں میں اخلاص کا خیال ضروری ہے۔ کیونکہ انسان بہت سی تقریریں کرسکتا ہے۔ اور لکھ سکتا ہے۔ مگر اس امر کی دُعا ضرور چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قول و فعل کو ایک جیسا کر دے اللہ تعالیٰ ہمارے محسن مفتی صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور انکے ارادوں میں انکو کامیاب کرے۔ گاڑی کے چلنے میں شاید ایک دو منٹ رہے ہونگے۔ کہ دوڑتے دوڑتے بھائی شیخ عبد اللہ اور حکیم فضل الٰہی صاحب بھائی معراج الدین صاحب اور شاید اور بھی کوئی صاحب ان کے ہمراہ ہوں گے۔ مگر بندہ کو یاد نہیں۔ آپہنچے۔ اور مصافحہ کر ہی رہے تھے۔ کہ گاڑی روانہ ہوئی۔ اِس اسٹیشن کی ملاقات پر ہمارے محسن بھائی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے ایک اور بھی ایسا کام کیا۔ جو کہ دراصل قابلِ تقلید ہے۔ آپ نے اس حدیث کے موافق کہ مُسافر کی دُعا مقبول بارگاہ عالی ہوتی ہے۔ میری نوٹ بک پر اپنی لاہور کی جماعت کے ممبروں کے نام جسقدر ان کو اسوقت یاد آسکے۔ اس غرض سے نوٹ کر دیئے۔ کہ مَیں ان تمام اصحاب کے لئے سفر میں دُعا کرتا جاؤں۔ اور اس طرح سے ایک غائبانہ مدد ان تمام اشخاص کی مفتی صاحب نے فرمائی۔ کہ جن کے نام انہوں نے تحریر کر دیئے۔ اور وہ نام یہ ہیں۔ مرزا ایوب بیگ صاحب، مرزا یعقوب بیگ صاحب، جماعت لاہور خلیفہ صاحب، شیخ رحمۃ اللہ صاحب، قاضی غلام حسین صاحب منشی ظفر احمدؐ صاحب فی الواقع جسقدر حسنات کے بٹوانے میں ہمارے یہ بھائی مفتی محمدؐ صادق صاحب بڑھے ہوئے ہیں۔ اسپر ہمیں بھی رشک آتا ہے۔ اور ہم انہی سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وُہ ہمارے لئے بھی دُعا فرمائیں۔ کہ جسقدر سوز و گداز اور بنی نوع اور خصوصًا اپنی جماعت کی سچّی ہمدردی انکے قلب میں بھری گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی عنایت کرے۔

راقم کے ۲ دو خواب

۱۳- اگست ۱۸۹۸ء کے اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا کہ کل گذشتہ سے منشی تاج الدین مع اہل بیت اور مفتی محمد صادق و منشی غلام حسین صاحب ڈنگوی و میاں محمد حیات لاہور سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ "مینے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک داڑھ کا حصہ جو بوسیدہ ہوگئی ہے، اُس کو مینے منہ سے نکالا۔ اور وہ بہت صاف تھا۔ اور اُسے ہاتھ میں رکھا۔" پھر فرمایا۔ کہ خواب میں دانت اگر ہاتھ سے گرایا جائے تو وہ منذر ہوتا ہے، ورنہ مبشر ۔ازاں بعد محمد صادق نے اپنے ۲ دو خواب سُنائے۔ جن میں سے ایک میں نور کے کپڑوں کا ملنا۔ اور دوسرے میں حضرت اقدس ؑ کے دئے ہوئے مضمون کا خوشخط نقل کرنا تھا۔ جس کی تعبیر حضرت اقدس ؑ نے کامیابی مقاصد فرمائی:

ہُنرش نیز بگو

قریباً ۱۸۹۸ء کا ذکر ہے۔ جب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ابتدائی حالت میں تھا۔ اور غالباً ہنوز پرائمری تک جماعتیں تھیں۔ منجملہ مدرسین کے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور مفتی فضل الرحمٰن حکیم صاحب بھی تھے۔ اور حضرت مولوی حکیم فضلدین صاحب مرحوم و مغفور مدرسہ کے مینجر تھے۔ اور سکول کے اِنتظام کیواسطے ایک مختصر سی انجمن بنی ہوئی تھی۔ جس کا ایک ممبر عاجز بھی تھا۔ عاجز اسوقت ابھی دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب لاہور میں کلرک تھا۔ اور وہاں سے قادیان آتا رہتا تھا۔ اور انجمن کے اجلاسوں میں شامل ہوتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ بعض اراکین مدرسہ نے مجلس میں جبکہ عاجز بھی حاضر تھا۔ شیخ یعقوب علی صاحب کی کچھ شکایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں کی۔ حضور ؑ نے سُنکر فرمایا۔ عیبش ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو۔ پھر حضور ؑ نے خود شیخ صاحب موصوف کی کوئی خوبی بیان کی۔ کہ اُنمیں وُہ عیب ہے، تو یہ خوبی بھی ہے:

سفارشِ قبول

حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب جب مدرسہ تعلیم الاسلام میں مدرس تھے۔ تو ایک دفعہ رخصت لے کر اپنے پُورانے وطن بھیرہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں رخصت سے کچھ دن اُوپر لگا دیئے۔ جس پر انجمن نے انہیں نوٹس دیا۔ مگر نوٹس پر بھی وہ نہ آسکے۔ تب انجمن نے انہیں موقوف کر دیا۔ جب وہ واپس آئے۔ تو اُن کی ساس و پھوپھی (زوجہ اوّل حضرت خلیفہ اوّل مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ جسکا نام فاطمہ بی بی تھا) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں اور شکایت کی کہ انجمن نے میرے داماد کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ حضرتؑ نے اُسی وقت انجمن کے سیکرٹری کو حکم لکھکر مفتی فضل الرحمٰن صاحب کو اُن کی ملازمت پر بحال کر دیا۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب عاجز راقم کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان کے دادا اور میرے نانا سکے بھائی تھے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی رشتہ داریاں آپس میں ہیں۔ وہ میرے قریباً ہم عمر ہیں اور ہم دونو چھوٹی عمر میں اکٹھے ہی کھیلتے اور ایک ہی مدرسہ میں تعلیم پاتے تھے:

مضامین لکھوانا

ہنوز یہ عاجز لاہور میں ملازم تھا۔ غالباً ۱۸۹۸ء کا یہ واقعہ ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خدام کو حکم دیا۔ کہ ضرورت امام و مصلح کے عنوان پر سب لوگ الگ الگ مضمون لکھیں۔ یہ تمام مضامین برادرم مکرم منشی ظفر احمدؓ صاحب ساکن کپورتھلہ نے جو اس وقت قادیان میں موجود تھے۔ حضرت صاحبؑ کو پڑھ کر سُنائے۔ اس حکم کی تعمیل پر عاجز نے بھی مضمون لکھا تھا۔ جس کے متعلق منشی ظفر احمدؓ صاحب نے مجھکو اطلاع کی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو بہت پسند کیا ہے۔ یہ تمام مضامین شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم کی تحویل میں

رکھے گئے تھے ؛

کتاب اُمہاتُ المومنینُ

جب ایک عیسائی (احمد شاہ نام) نے اسلام کے خلاف ایک کتاب بنام امہات المومنین شائع کی۔ تو مسلمانوں میں اس کے متعلق شور پڑا۔ اور انجمن حمایت اسلام لاہور نے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ایک میموریل پیش کرنا چاہا کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے۔ اور اس کی اشاعت کو بند کیا جائے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تجویز کی مخالفت کی اور فرمایا۔ کہ گورنمنٹ کو لکھنے سے کیا فائدہ، اِس کتاب کا جواب شائع کرنا چاہیئے۔ اسپر حمایت اسلام کے اراکین حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بہت ناراض ہوئے۔ اور حضورؑ کی مخالفت میں اشتہار شائع کیا۔ اور ہر طرح سے مخالفت کی۔ مگر انجمن کا میموریل گورنمنٹ نے نامنظور کیا۔ اور انہیں بہت شرمندگی اُٹھانی پڑی ؛

جلسہ نصیبین

غالباً ۱۸۹۸ء میں حضرت صاحبؑ نے ایک جلسہ چند احباب کو نصیبین بھیجنے کے واسطے کیا۔ اِس میں مرزا خدا بخش صاحب اور میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی کو اس غرض کے واسطے نصیبین بھیجنے کی تجویز کی گئی۔ کہ وہاں پہنچکر اس اَمر کے متعلق تحقیقات کریں۔ کہ مسیح ناصری جو بعض اپنے خوش عقیدہ لوگوں کے کہنے پر نصیبین گئے تھے۔ اوس کے متعلق حالات دریافت کریں۔ مرزا خدا بخش صاحب کا نام حضرت صاحبؑ نے خود تجویز کیا تھا۔ اور میاں خیر الدین صاحب کا نام قرعہ اندازی کے ساتھ شامل وفد ہوا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اوس جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے جب ان سفر کرنیوالے احباب کی تکالیف سفر کا ذکر کیا جو انکو پیش آ سکتی تھیں۔ تو آپؓ کے آنسو نکل آئے۔ اس ڈیپوٹیشن کی روانگی کے واسطے

جلسہ ہو کر تیاری ہو گئی تھی۔ مگر بعد میں اس کی روانگی میں التوا ہوتے ہوتے آخر یہ تجویز رہ گئی ؛

جماعت لاہور کو نصیحت

ایک دفعہ جب کہ مَیں لاہور سے رخصت پر قادیان آیا ہوا تھا۔ تو واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مجھے جماعت لاہور کیواسطے مفصلہ ذیل پیغام دیا۔ فرمایا۔ لاہور کی جماعت کو ہماری طرف سے السلام علیکم کہدیں۔ اور انکو سمجھا دیں کہ دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیئے ؛

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو۔ اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دِل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دُوسرے کیساتھ عزّت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو۔ اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ اور اس سے بچنے والے وہی ہیں۔ جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔ تم یاد رکھو۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے۔ اور اُس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمام رُکاوٹوں کو دُور کر دے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا، اور ان کی حفاظت کرتا، اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے اُن کو بچاتا ہے۔ مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں۔ اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں۔ اُن کی مالک پرواہ نہیں کرتا۔ کہ کوئی مویشی آکر اُن کو کھا جاوے۔ یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں

پھینک دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو، کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دیگی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچّا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ہزاروں بھیڑ اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں۔ پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ لیکن اگر ایک آدمی مارا جاوے تو بڑی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپکو درندوں کی مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔ چاہیئے۔ کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاکہ کسی وبا کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جُرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اُٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنےٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ اور انجمن کے ممبر تم پر ناراض ہوں گے۔ پر تم اُن کو نرمی سے سمجھاؤ اور جوش کو ہرگز کام میں نہ لاؤ۔ یہ میری وصیت ہے اور اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو۔ کہ ہرگز تندی اور سختی سے کام نہ لینا۔ بلکہ نرمی اور آہستگی اور خُلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ اور انجمن کے ممبروں کے ذہن نشین کراؤ کہ ایسا میموریل فی الحقیقت دین کو نقصان دینے والا امر ہے۔ اور اسی واسطے ہم نے اس کی مخالفت کی کہ دین کو صدمہ پہنچتا ہے"۔

اس کے بعد مَیں نے اپنی جماعت لاہور کی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوُئے اسکے واسطے خاص دُعا کے لئے درخواست کی۔ اور اس مضمون کو اخبار میں دے کر چھپوایا۔ ہر ایک کو جو اس کو پڑھے یا سُنے اُس کے آگے ہماری درخواست ہے۔ کہ وہ ہمارے لئے خاص طور پر دُعا کرے کہ ہم پنجاب کے صدر مقام میں رہیں ؛

جلسہ انسداد طاعون

جب ۱۸۹۸ء میں پنجاب میں طاعون پھیلا۔ اور گورنمنٹ نے طاعون سے بچنے کے واسطے بعض ہدایات مثلاً کھلی ہوا میں رہنا۔ ٹیکہ کرانا وغیرہ شائع کیں۔ تو حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید الضحیٰ کی تقریب پر ۲۔مئی ۱۸۹۷ء بعد نماز عید ایک جلسہ کیا۔ اور لوگوں کو اُن ہدایات پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ جو گورنمنٹ پنجاب نے شائع کی تھیں۔ یہ عید اور جلسہ اُس بڑ کے نیچے کیا گیا۔ جو قادیان کے شرقی جانب پُل کے پاس تکیہ حسیناں میں واقع ہے۔ اس جلسہ میں حاضرین کے ناموں کی فہرست تیار کرنے کا کام میرے سپرد ہوا تھا؂

قتل لیکھرام

جس دن لیکھرام لاہور میں قتل کیا گیا ہے۔ اُس دن مَیں لاہور میں تھا اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی کسی تقریب پر لاہور تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور اُس رات اُن کا ایک وعظ مسجد گمٹی والی میں قرار پا چکا تھا۔ لیکن لیکھرام کے قتل کے واقعہ کے سبب خلیفہ رجب دین صاحب مرحوم اور بعض دیگر دوستوں کے مشورہ سے وعظ نہ کیا گیا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو اسوقت میڈیکل کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ اس رات ڈیوٹی پر تھے۔ اور انہوں نے صبح آکر ہمیں بتلایا۔ کہ کس طرح لیکھرام زخم کھانے کے بعد ہسپتال میں لایا گیا۔ اور جب ڈاکٹر کے آنے میں دیر ہوئی۔ تو وہ بار بار یہ کہتا تھا۔ (ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں بوہڑدا) کہ ہائے میری قسمت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں آتا۔ اور جب دوسرے کام کرنیوالے مجھے (ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو) مخاطب کرتے اور مرزا صاحب کہہ کر بلاتے، تو لیکھرام چونک اُٹھتا اور آنکھیں کھول دیتا۔ اور پھر ہائے ہائے کرتا۔ اُسوقت وہاں ایک انگریز پولیس آفیسر بھی پہنچ گیا تھا۔ اور اُس نے بیان لینے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ اُوپر سے انگریز ڈاکٹر آ گیا۔ اور اس نے پولیس آفیسر کو روک دیا۔ اور کہا کہ مجھے اپنا کام پہلے کرنے دو۔ چنانچہ وُہ مرہم پٹی کر کے چلا گیا۔ مگر اس کے بعد لیکھرام کو ہوش نہیں آئی۔ یہاں تک کہ وہ اُسی رات مر گیا؂

لیکھرام کے مرنے کی خبر سب سے پہلے چوہدری عبداللہ خان صاحب نے جو کہ

اُن دنوں لاہور میں مقیم تھے۔ دوسری صبح قادیان پہنچ کر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت صاحبؑ نے اپنی کسی عربی کتاب میں بھی کیا ہے۔ کہ عبداللہ یہ خبر میرے پاس لایا۔

واضح ہو کہ عبداللہ خان صاحب رئیس ہریانہ ضلع ہوشیارپور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت مخلص خادم اور عاجز کے دوست تھے۔ مگر قیام خلافت ثانیہ کیوقت جو بعض حُسّاد کیوجہ سے افتراق ہوا۔ اسکے سیلاب میں وہ بھی بہ گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پھر ہدایت دے اور شعائراللہ کی تعظیم کی توفیق بخشے۔

سال ۱۸۹۹ء

احاطہ کچہری میں نماز

۱۸۹۹ء غالباً ٹیکس کا مقدمہ تھا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ظہر گورداسپور کے احاطہ کچہری میں بعض لوگوں کی درخواست پر خود پیش امام ہو کر پڑھائی۔ اور بہت سے لوگ دوڑ دوڑ کر اُس نماز میں شامل ہوئے۔

نماز جمع میں سُنتیں معاف

غالباً یہ واقعہ مارچ ۱۸۹۹ء کا ہے۔ جبکہ مَیں لاہور سے چند روز کیواسطے قادیان آیا ہوا تھا۔ چونکہ مَیں اُس کمرے میں ٹھیرایا گیا تھا۔ جو مسجد مبارک اور حضرت مسیح موعودؑ کے کمرے کے درمیان ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازوں کیواسطے اُسی کمرے میں سے گذر کر آتے تھے۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی دفعہ دروازہ کھولتے اور مجھے کوئی شئے کھانے کی دے جاتے۔ مثلاً آم یا کوئی اور شئے۔ عاجز کے حال پر حضورؑ کی نہایت مہربانی اور شفقت تھی۔

انہیں ایام میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ کہ آج نماز ظہر و عصر ہر دو جمع کر کے پڑھی جائیں گی۔ (عموماً ایسی جمع کے دن ظہر کی نماز

اپنے وقت سے ذرا پیچھے اور عصر اپنے وقت سے قبل پڑھی جاتی تھی۔ یا عصر کو ظہر کے وقت ساتھ ملالیا جاتا تھا۔ یا ظہر میں دیر کر کے ہر دو نمازیں عصر کے وقت پڑھ لیجاتی تھیں) میں چار رکعت سُنّت پڑھنے کیواسطے اُسی کمرے میں کھڑا ہوُا۔ جیسا کہ ظہر کی نماز کے چار رکعت فرض سے قبل سُنّتیں پڑھی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے کمرے میں ہی وُضوء کر کے اور پہلی سنتیں پڑھ کر مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر پچھلی دو رکعت سُنّت عموماً مسجد ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر کیواسطے وہیں مسجد میں خدام کی ملاقات اور بات چیت کیواسطے بیٹھ جایا کرتے تھے:۔

غرض میں چار رکعت سُنّت کی نیت کر کے ابھی کھڑا ہی ہوُا تھا۔ اور چند احباب اور بھی کمرے میں تھے۔ کیونکہ مسجد مبارک میں کمی گنجائش کے سبب بعض احباب ساتھ کے کمروں میں نماز میں شامل ہو جاتے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے مسجد جانے کیواسطے دروازہ کھولا۔ جب میرے پاس سے گذرنے لگے اور مجھے سنتیں پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا۔ نماز جمع ہو گی سنتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ فرما کر آگے کو بڑھے۔ اور پھر پیچھے پھر کر دیکھا کہ میں نماز میں مشغول تھا۔ تو پھر فرمایا۔ کہ نماز جمع ہو گی سنتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فرما کر مسجد کے اندر داخل ہو گئے۔ اور میںنے کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا۔ اور سنتیں نہیں پڑھیں۔ جتنے آدمی کمرے میں موجود تھے۔ اُن سب پر اس بات کا خاص اثر ہوُا۔ کہ حضرت صاحبؑ نے نماز کے جمع ہونے کے وقت سنتوں کا پڑھا جانا پسند نہیں فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں تک مَیںنے دیکھا ہے۔ سفر میں ہمیشہ نماز جمع کرتے تھے۔ ظہر کو عصر کے ساتھ، یا ظہر کے ساتھ عصر کو جمع کرتے، یا ہر دو کے درمیان کے وقت میں دونوں کو اکٹھا پڑھتے۔ اور ایسا ہی مغرب اور عشاء کو جمع کرتے۔ جب کبھی حضرت صاحبؑ کو تصنیف کا کام بہت ہوتا، یا قادیان میں کسی جلسہ کے سبب آدمیوں کا بہت اژدہام ہوتا۔ تب بھی نمازیں جمع کی جاتیں۔ بعض دفعہ کئی کئی ماہ تک نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ بعض

نمبر ۵ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ
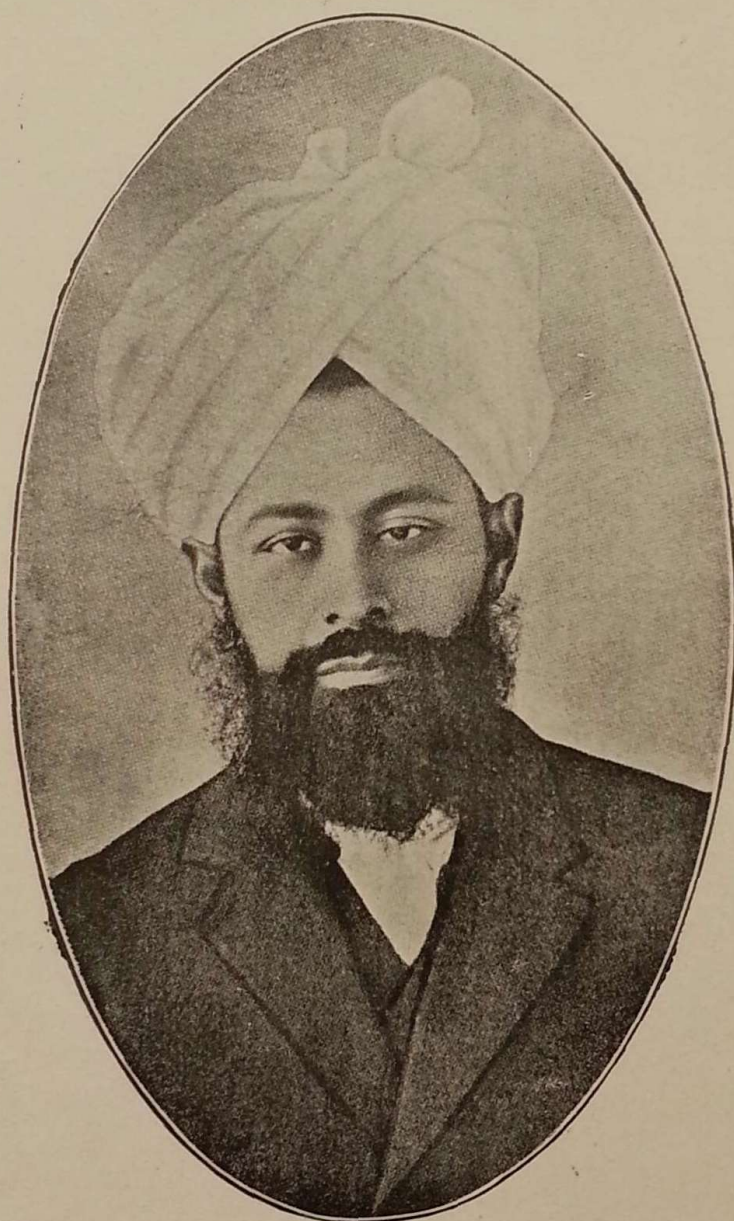
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ خلیفۃ المسیح ثانی۔
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

دوستوں کا خیال ہو گیا۔ کہ احمدی سلسلہ میں جمع نماز کا مسئلہ مستقل طور پر جاری رہیگا۔
ایسی جمع کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ وہ حدیث پُوری ہو رہی ہے جس میں پہلے سے
پیشگوئی ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ (تجمع له الصلٰوة) میرا
(راقم الحروف کا) خیال ہے۔ کہ اس پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی جہادی
ضروریات ایسی بڑھی ہُوئی ہوں گی۔ کہ نمازیں بھی جمع کرنی پڑیں گی۔ جیسا کہ حضرت
خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ غزوہ خندق میں چار نمازوں کو
جمع کر کے پڑھا۔ کیونکہ خندق کے کھودنے کی مصروفیت اور جلدی کے سبب نمازوں کے پڑھنے
کے تمام اوقات گذر گئے۔ اور نمازیں اوقات مقررہ پر پڑھی نہ جا سکیں ؛

باہر مردوں میں نمازیں با جماعت ہونے کے علاوہ آخری سالوں میں حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بہت بڑے عرصہ تک اندر عورتوں میں خود پیش امام ہو کر مغرب
اور عشاء کی نمازیں ایک لمبے عرصہ تک جمع کراتے رہے ؛

اپریل ۱۸۹۹ء میں نماز جمعہ کے بعد واپس گھر کو آتے ہوئے مسجد مبارک کی سیڑھیوں
کے پاس کھڑے ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شخص کو والدین کی عزت
کرنے کے متعلق نصیحت کر رہے تھے۔ اس میں آپؑ نے فرمایا۔ کہ میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ
سوائے دینی معاملات کی مخالفت کے باقی معاملات میں خواہ کتنا بھی نقصان ہوتا ہو
انسانؑ برداشت کرے۔ اور والدین کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔ یہاں تک کہ والدین[1]
کہیں کہ تم کنوئیں میں گر جاؤ۔ تو بھی اُن کی بات مان لینی چاہیئے ؛

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؓ صاحب مرحوم کی پیدائش سے چند روز قبل
میں اتفاقاً قادیان آیا ہُوا تھا۔ ایک شب مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت میر ناصر نواب
صاحب مرحوم ایک چھوٹے سے نوزائدہ بچہ کو اُٹھائے ہُوئے باہر تشریف لائے ہیں۔
حضرت صاحبؑ کی خدمت میں مَیں نے یہ خواب عرض کیا۔ تو حضورؑ نے فرمایا۔ کہ اسمیں

---

[1] اِس سے مراد اشد تاکید فرمانبرداری ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ انسان خودکشی کر لے جو شرعاً حرام ہے ؛ صادق

ہمارے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی ایک بشارت ہے ؛

چند روز کے بعد جب صاحبزادہ مبارک احمدؓ صاحب پیدا ہوئے۔ تو حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب کو اطلاع کرو۔ کہ اُنکی خواب پوری ہوگئی۔ یہ واقعہ جون ۱۸۹۹ء کا ہے ؛

طاعون سے بچنے کی تسبیح

ایام طاعون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کلمہ "سُبحان اللہ وبحمدہٖ سُبحان اللہ العظیم" بہت پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اور تمام احمدی مردوں اور بچوں کے مونہہ میں اُن ایام میں یہ کلمہ جاری رہتا تھا۔ انہی ایام میں اڈیٹر صاحب الحکم نے اس کلمہ پر ایک لطیف مضمون بھی لکھا تھا۔ اس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم

مندرجہ بالا دو باتیں میزان عمل میں بہت وزن رکھتی ہیں۔ اور ان ہر دو کلمات کے اجزاء گویا ثابت شدہ صداقتیں ہیں۔ اور ان پر کسی بحث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دُنیا کی ہر ایک چیز خواہ وہ زمین میں ہے یا اوپر آسمان میں۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اور تحمید کر رہی ہیں۔ خود لفظ اللہ جو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اور ذاتی نام ہے۔ تمام محامد کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تمام نقائص سے اپنے تئیں مُبرّا ٹھہراتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے :۔ ؎ ہر گیا ہے کہ از زمیں روید ؛ وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اُن جڑی بوٹیوں کو دیکھو۔ جو خاک کی ڈھیری سے پیدا ہوتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات براز کی کھاد کے اندر سے نکلتی ہیں۔ لیکن کیسی مصفا اور خوش رنگ ہوتی ہیں۔ جن کو دیکھکر آنکھوں میں طراوت اور دل میں قوت آتی ہے۔ یہ کس کی تسبیح ہو رہی ہے ؟ اُسی ذات پاک کی ! انسان کے اندر غور کرو۔ کیسا تنزیہہ کا سلسلہ جاری ہے۔ خون الگ ہو رہا ہے۔ بول الگ ہو رہا ہے۔ براز کے لئے الگ راہ ہے۔ پسینہ الگ نکل جاتا ہے۔

پھر وہی خون کسی حصہ میں پہنچکر انسان کی پرورش کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور ماں کی چھاتیوں میں سے مصفا دُودھ کی نہروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن کیا مجال کہ اس دودھ میں وہ خون کی سی حدت و سُرخی ہو، جو بالطبع انسان کو نفرت دلاتی ہے۔ کسی حصہ میں پہنچکر انسان کی اصل یعنی نطفہ ہوتا ہے۔ جس سے عالی خیال۔ پُر غور طبیعت کا انسان بنجاتا ہے۔ کیا یہ ہر چیز خُدا کی تسبیح اور تنزیہ نہیں کرتی؟ بیشک کرتی ہے۔ اور ہر آن کرتی ہے

مویشیوں کو دیکھو۔ کہ وہ گھاس پھوس کھاتے ہیں۔ لیکن اُن کی اندرونی مشین اس گھاس سے گوبر الگ اور دُودھ الگ نکال کر رکھ دیتی ہے۔ بتلاؤ تو سہی۔ یہ تنزیہ آلہی نہیں تو کیا ہے؟ پھر دُودھ کو دیکھو۔ کہ اس کا خلاصہ یا عطر کبھی بالائی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اور کبھی مکھن بنکر جلوہ گر ہوتا ہے۔ غرض جدھر دیکھو اُدھر ہی سے سُبحان اللہ وبحمدہٖ کی آواز کان میں آئیگی۔ مگر کان سُننے والے ہوں ؛

درختوں پر نظر کرو۔ کیسے کیسے خوشنما پھل پھُول کس ترتیب اور انداز سے نکلتے ہیں۔ کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک پھُول کی بناوٹ پر غور کریں۔ تو بے اختیار سُبحان اللہ کہنا پڑتا ہے ؛

المختصر سُبحان اللہ وبحمدہٖ کا مضمون جیسا ہمنے کہا۔ ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ اِس کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ بس یہ کہ ہر عیب ونقص سے منزّہ اور مبرّا اور تعریف وستایش کے قابل صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے ؛

پھر دُوسرا جزو سبحان اللہ العظیم کہ تمام عظمت وعزّت اُسی کو شایاں ہے۔ جو مندرجہ بالا صفات سے موصوف ہے۔ وُہ خدا جو تمام خوبیاں اپنے اندر نہیں رکھ سکتا یا نہیں رکھتا۔ وہ ناقص ہے۔ اور تسبیح، تحمید اور تعظیم کے مراتب، اُس کی شان کے لائق نہیں ہوسکتے ؛

مثلاً اگر کوئی خُدا ایسا ہو۔ کہ وہ ایک ذرّہ بھی دُنیا میں پیدا نہ کرسکے، یا کسی اپنے اعلیٰ درجہ کے ہمہ تن محو پریمی اور بھگت کو بھی ہمیشہ کے لئے نجات کا وارث اور نُور کا فرزند نہ بنا سکے۔ تو وہ سُبحان اللہ وبحمدہٖ کا مصداق کہاں ہوُا۔ اس کے لئے وہ

عظمت تامہ کا درجہ کہاں نصیب۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ کیا ایک آریہ یہ اعتقاد رکھکر سُبحان اللہ و بحمدہٖ سُبحان اللہ العظیم خُدا کا قائل ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ؛

یا مثلاً برہمو کہتا ہے۔ کہ خُدا تعالیٰ نے اِنسان پر اپنی مرضی اپنے کلام کے ذریعہ ظاہر نہیں فرمائی۔ تو وہ کیونکر تسبیح الٰہی کا مدعی ہو سکتا ہے؟ اور اپنے دِل کو عظمت الٰہی کے تخت کے سامنے جھکا سکتا ہے ؛

نادان عیسائی جبکہ مانتا ہے۔ کہ خدا عادل ہے، براوروں کے بدلے اپنے اکلوتے بیٹے (معاذ اللہ) کو پھانسی دلاتا ہے۔ تو ایسے عدل اور رحم کا محتاج خدا کیا خُدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر رافضی جو خدا کو ایسا خدا مانتا ہے۔ کہ وہ اپنے پاک اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سے قاصر رہا۔ اور اس کے گرداگرد (نقل کفر کفر نباشد) منافقوں کا گروہ جمع رہا۔ کب سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کا لطف اُٹھا سکتا ہے؟ ممکن نہیں ؛

پس سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدوسیت کے سامنے سجدہ کرو۔ اُسے وحدہٗ لاشریک مانو۔ کسی کو خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اسکی سی عظمت اور قدرت نہ دو۔ وہ خالق کُل شئے ہے۔ پھر کوئی دُوسرا خلق اللہ کب خلق کر سکتا ہے؛ (احیاء موتے خدا کی ہاں اس خدا کی جو سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کا مصداق ہے) صفت ہے۔ پھر عاجز مسیح مُردے کیونکر زندہ کر سکتا ہے۔ اور پھر اسی طرح جیسے خدا کرتا ہے۔ غرض خدا کی حکومت کا جُوآ گردن پر رکھو۔ اس کی عظمت کے ماتحت چلو راحت اسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے پڑھنے والے احباب کو توفیق دے۔ کہ ہم سبحان اللہ و بحمدہٖ اور سبحان اللہ العظیم نہ صرف زبان سے کہتے ہُوئے بلکہ رُوح کے ساتھ بولتے ہُوئے اللہ کریم کے تخت جلال کے سامنے سجدے کریں۔ اور اُس نبی کریم پر درُود پڑھیں جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا مسئلہ پاک اور سچّی صورت میں ہم کو سمجھایا۔ آمین ؛

گورنمنٹ اور ہم

۱۸۹۹ء میں ایک دفعہ عاجز راقم لاہور سے کسی رخصت کی تقریب پر قادیان آیا ہُوا تھا۔ کہ ایک معزز سرکاری افسر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اُسوقت حضرت صاحبؑ نے جو تقریر کی وہ عاجز نے لکھ کر ترتیب دی تھی۔ جو درج ذیل کی جاتی ہے:۔

ایک معزز افسر جو کسی تقریب پر اگلے دن قادیان تشریف لائے۔ حضرت اقدسؑ امامنا مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ رئیس قادیان نے بھی ان کی دعوت کی۔ جبکہ سب مہمان کھانے کیواسطے جمع ہُوئے۔ تو دستر خوان کے بچھائے جانے سے پہلے حضرت اقدسؑ امام نے اوس مہمان کو اور دُوسرے احباب کو مخاطب کر کے جو گفتگو کی۔ وُہ ایسی مفید اور کار آمد باتوں پر مشتمل تھی۔ کہ مَیں نے اکثر فقروں کو اپنی عادت کے موافق اسی وقت اپنی نوٹ بک میں جمع کیا۔ اور بعد میں مجھے خیال آیا۔ کہ دُوسرے احباب کو بھی اس پُر لطف تقریر کے مضمون سے حظ اُٹھانے کا موقعہ دُوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ میں کہ مجھے چند دن مسیح کے قدموں میں رہ کر ایمان میں ترقی کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ خلقت کی خدمت ہو جائے۔ لہذا اُن فقرات کی مدد سے اور اپنی یادداشت کے ذریعہ مَیں نے مفصلہ ذیل عبارت ترتیب دی ہے:۔

حضرتؑ نے اُس معزز مہمان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جب کبھی آپ آجکل قادیان میں تشریف لاویں، بے تکلّف ہمارے گھر میں تشریف لایا کریں۔ ہمارے ہاں مطلقاً تکلف نہیں ہے۔ ہمارا سب کاروبار دینی ہے۔ اور دُنیا اور اُس کے تعلقات اور تکلّفات سے ہم بالکل جُدا ہیں۔ گویا کہ ہم دُنیاداری کے لحاظ سے مثل مُردہ کے ہیں۔ ہم محض دین کے ہیں۔ اور ہمارا سب کارخانہ دینی ہے۔ جیسا کہ اسلام میں ہمیشہ بزرگوں اور اماموں کا ہوتا آیا ہے۔ اور ہمارا کوئی نیا طریق نہیں، بلکہ لوگوں کے اُس اعتقادی طریق کو جو کہ ہر طرح سے ان کے لئے خطرناک ہے، دُور کرنا۔ اور ان کے دلوں سے نکالنا

ہمارا اصل منشاء اور مقصود ہے۔ مثلاً بعض نادان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ غیر قوموں کے لوگوں کی چیزیں چرا لینا جائز ہے۔ اور کافروں کا مال ہمارے لئے حلال ہے۔ اور پھر اپنی ان نفسانی خواہشوں کی خاطر اوس کے مطابق حدیثیں بھی گھڑ رکھی ہیں۔ پھر وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ دوبارہ دُنیا میں آنیوالے ہیں۔ اور ان کا کام لاٹھی مارنا اور خونریزیاں کرنا ہے۔ حالانکہ جبر سے کوئی دین دین نہیں ہوسکتا۔ غرض اس قسم کے خوفناک عقیدے اور غلط خیالات ان لوگوں کے دلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ جنکو دُور کرنے کے واسطے اور پُرامن عقاید ان کی جگہ قائم کرنے کے واسطے ہمارا سلسلہ ہے۔ جیساکہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ کہ مصلحون کی اور اولیاء اللہ کی اور نیک باتیں سکھانے والوں کی دُنیادار مخالفت کرتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے ساتھ بھی ہوا ہے اور مخالفوں نے غلط خبریں محض افتراء اور جھوٹ کیساتھ ہمارے برخلاف مشہور کیں۔ یہانتک کہ ہم کو ضرر پہنچانے کے واسطے گورنمنٹ تک غلط رپورٹیں کیں۔ کہ یہ مفسد آدمی ہیں۔ اور بغاوت کے ارادے رکھتے ہیں۔ اور ضرور تھا کہ یہ لوگ ایسا کرتے کیونکہ نادانوں نے اپنے خیرخواہوں یعنی انبیاء اور اُن کے وارثین کیساتھ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک تدبیر کی رکھی ہے۔ اور گورنمنٹ کے کارکن ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ کپتان ڈگلس صاحب کی دانائی کیطرف خیال کرنا چاہیئے۔ کہ جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میری نسبت کہا۔ کہ یہ بادشاہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اشتہار اوس کے سامنے پڑھا گیا۔ تو اوس نے بڑی تدبیر کی سے پہچانا کہ یہ سب ان لوگوں کا افترا ہے۔ اور ہمارے مخالف کی کسی بات پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ازالہ اوہام وغیرہ کتب میں ہمارا لقب سُلطان لکھا ہے۔ مگر یہ آسمانی سلطنت کیطرف اشارہ ہے۔ اور دُنیوی بادشاہتوں سے ہمارا کچھ سروکار نہیں۔ ایسا ہی ہمارا نام حکم عام بھی ہے۔ جس کا ترجمہ اگر انگریزی میں کیا جائے۔ تو گورنر جنرل ہوتا ہے۔ اور شروع سے یہ سب باتیں ہمارے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں موجود ہیں۔ کہ آنیوالے مسیح کے یہ نام ہیں۔ یہ سب

ہمارے خطاب کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ساتھ ان کی تشریح بھی موجود ہے۔ کہ یہ
آسمانی سلطنتوں کی اصطلاحیں ہیں۔ اور زمینی بادشاہوں سے اِس کا تعلق نہیں ہے
اگر ہم شر کو چاہنے والے ہوتے۔ تو ہم جہاد وغیرہ سے لوگوں کو کیوں روکتے! اور درندگی
سے ہم مخلوقات کو کیوں منع کرتے۔ غرض کپتان ڈگلس صاحب عقل سے ان باتوں کو پا گیا۔
اور پورے پورے انصاف سے کام لیا۔ اور دونوں فریق میں سے ذرہ بھی دُوسرے فریق
کیطرف نہیں جُھکا۔ اور ایسا نمونہ انصاف پروری اور دادرسی کا دِکھلایا۔ کہ ہم بدل خواہشمند
ہیں۔ کہ ہماری گورنمنٹ کے تمام معزز حکام ہمیشہ اسی اعلیٰ درجہ کے نمونہ انصاف کو دکھلاتے
رہیں۔ جو نوشیروانی انصاف کو بھی اپنے کامل انصاف کیوجہ سے ادنیٰ درجہ کا ٹھیراتا ہے۔
اور یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی اس گورنمنٹ کے پُرامن زمانہ کو بُرا خیال کرے۔
اور اس کے برخلاف منصوبہ بازی کی طرف اپنا ذہن لیجاوے۔ حالانکہ یہ ہمارے دیکھنے
کی باتیں ہیں۔ کہ سِکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کو کس قدر تکلیف ہوتی تھی۔ صرف ایک
گائے کے اتفاقاً ذبح کئے جانے پر سکھوں نے چھ سات ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔
اور نیکی کی راہ اِس طرح پر مسدود تھی۔ کہ ایک شخص مسمی کےّ شاہ اس آرزو میں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر
دُعائیں مانگتا تھا۔ کہ ایک دفعہ صحیح بخاری کی زیارت ہو جائے۔ اور دُعا کرتا کرتا رو پڑتا تھا۔
اور زمانہ کے حالات کیوجہ سے نا امید ہو جاتا تھا۔ آج گورنمنٹ کے قدم کی برکت سے وہی
صحیح بخاری چار پانچ روپے میں مل جاتی ہے۔ اور اُس زمانہ میں لوگ اس قدر دُور جا پڑے
تھے۔ کہ ایک مسلمان نے جسکا نام خدا بخش تھا، اپنا نام خدا سنگھ رکھ لیا تھا۔ بلکہ اس گورنمنٹ
کے ہم پر اس قدر احسان ہیں۔ کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہّ میں گذارا ہو سکتا
ہے۔ اور نہ قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اس کے برخلاف کوئی
خیال اپنے دل میں رکھیں۔ اگر ہماری قوم کو خیال ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کے برخلاف ہیں
یا ہمارا مذہب غلط ہے۔ تو انکو چاہیئے۔ کہ وہ مجلس قائم کریں۔ اور اس میں ہماری باتوں
کو ٹھنڈے دل سے سنیں۔ تاکہ ان کی تسلی ہو۔ اور ان کی غلط فہمیاں دُور ہوں۔ جھوٹے
کے موُنہ سے بدبُو آتی ہے۔ اور فراست والا اس کو پہچان جاتا ہے۔ صادق کے کام سادگی

اور یک رنگی سے ہوتے ہیں۔ اور زمانہ کے حالات اس کے مؤید ہوتے ہیں ؛

آجکل دیکھنا چاہیئے۔ کہ لوگ کس طرح عقائد حقّہ سے پھر گئے ہیں۔ بیس۲۰ کروڑ کتابیں اسلام کے برخلاف شائع ہُوئی ہیں۔ اور کئی لاکھ آدمی عیسائی ہو گئے ہیں۔ ہر ایک بات کے لئے ایک حد ہوتی ہے۔ اور خشک سالی کے بعد جنگل کے حیوان بھی بارش کی اُمید میں آسمان کیطرف مونھ اُٹھاتے ہیں۔ آج تیرہ سو ۱۳۰۰ برس کی دھوپ اور امساک باراں کے بعد آسمان سے بارش اُتری ہے۔ اب اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ برسات کا جب وقت آگیا ہے۔ تو کون ہے جو اس کو بند کرے۔ یہ ایسا وقت ہے۔ کہ لوگوں کے دل حق سے بہت ہی دُور جا پڑے ہیں۔ ایسا کہ خود خُدا پر بھی شک ہو گیا ہے۔ حالانکہ تمام اعمال کیطرف حرکت صرف ایمان سے ہوتی ہے۔ مثلاً سم الفار کو اگر کوئی شخص طبا شیر سمجھ لے تو بلا خوف و خطر ماشوں تک کھا جاویگا۔ اگر یقین رکھتا ہو۔ کہ یہ زہر قاتل ہے۔ تو ہرگز اس کو مُنہ کے قریب بھی نہ لائیگا۔ حقیقی نیکی کیواسطے یہ ضروری ہے۔ کہ خُدا کے وجود پر ایمان ہو۔ کیونکہ مجازی حکام کو یہ معلوم نہیں کہ کوئی گھر کے اندر کیا کرتا ہے۔ اور پس پردہ کسی کا کیا فعل ہے۔ اور اگرچہ کوئی زبان سے نیکی کا اقرار کرے۔ مگر اپنے دل کے اندر وہ جو کچھ رکھتا ہے۔ اوس کے لئے اُس کو ہمارے مواخذہ کا خوف نہیں۔ اور دُنیا کی حکومتوں میں سے کوئی ایسی نہیں جس کا خوف انسان کو رات میں اور دن میں، اندھیرے میں اور اجالے میں، خلوت میں اور جلوت میں۔ ویرانے میں اور آبادی میں، گھر میں اور بازار میں، ہر حالت میں یکساں ہو۔ پس درستی اخلاق کے واسطے ایسی ہستی پر ایمان کا لانا ضروری ہے۔ جو ہر حال اور ہر وقت میں اس کا نگران اور اس کے اعمال اور افعال اور اُس کے سینے کے بھیدوں کا شاہد ہے۔ کیونکہ دراصل نیک وہی ہے جس کا دل اور باہر ایک ہے۔ وہ زمین پر فرشتہ کی طرح چلتا ہے۔ دہریہ ایسی گورنمنٹ کے نیچے نہیں کہ وہ حسن اخلاق کو پا سکے۔ تمام نتائج ایمان سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ سانپ کے سُوراخ کو پہچان کر کوئی انگلی اس میں نہیں ڈالتا۔ جب ہم جانتے ہیں کہ ایک مقدار اسٹرکنیا کی قاتل ہے، تو ہمارا اوس کے قاتل ہونے پر ایمان ہے۔ اور اُس ایمان کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہم اس کو مُنہ نہیں لگائیں گے۔ اور مرنے سے بچ

جائیں گے۔ اور تقدیر یعنی دُنیا کے اندر تمام اشیاء کا ایک اندازہ اور قانون کے ساتھ چلنا اور ٹھیرنا اس بات پر دلالت ہے۔ کہ اِس کا کوئی مُقدِّر یعنی اندازہ باندھنے والا ضرور ہے۔ گھڑی کو اگر کسی نے بالارادہ نہیں بنایا، تو وہ کیوں اسقدر ایک باقاعدہ نظام کیساتھ اپنی حرکت کو قائم رکھکر ہمارے واسطے فائدہ مند ہوتی ہے۔ ایسا ہی آسمان کی گھڑی کہ اس کی ترتیب اور باقاعدہ اور باضابطہ اِنتظام یہ ظاہر کرتا ہے، کہ وہ بالارادہ خاص مقصد اور مطلب اور فائدہ کے واسطے بنائی گئی ہے۔ اِسطرح انسان مصنوع سے صانع کو اور تقدیر سے مُقدّر کو پہچان سکتا ہے۔ لیکن اِس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے ثبوت کا ایک اور ذریعہ قائم کیا ہُوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قبل از وقت اپنے برگزیدوں کو کسی تقدیر سے اِطلاع دیدیتا ہے۔ اور انکو بتلا دیتا ہے۔ کہ فلاں وقت اور فلاں دِن مَیں نے فلاں اَمر کو مقدر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ شخص جس کو خُدا نے اِس کام کیواسطے چُنا ہُوا ہوتا ہے۔ پہلے سے لوگوں کو اِطلاع دیدیتا ہے۔ کہ ایسا ہوگا۔ اور پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے کہا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کیواسطے یہ ایسی دلیل ہے۔ کہ ہر ایک دہریہ اس موقعہ پر شرمندہ اور لاجواب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہزاروں ایسے نشانات عطاء کئے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے اِس قدر لوگ اِس جگہ موجود ہیں۔ کون ہے جس نے کم از کم دو چار نشان نہیں دیکھے۔ اور اگر آپ چاہیں، تو کئی سَو آدمی کو باہر سے بلوائیں، اور اُن سے پوچھیں۔ اس قدر احبار اور اخیار اور متقی اور صالح لوگ جو کہ ہر طرح سے عقل اور فراست رکھتے ہیں اور دُنیوی طور پر اپنے معقول روزگاروں پر قائم ہیں۔ کیا ان کو تسلّی نہیں ہُوئی۔ کیا اُنھوں نے ایسی باتیں نہیں دیکھیں جن پر انسان کبھی قادر نہیں ہے۔ اگر اُن سے سُوال کیا جائے تو ہر ایک اپنے آپ کو اوّل درجہ کا گواہ قرار دے گا۔ کیا ممکن ہے، کہ ایسے ہر طبقہ کے انسان جن میں عاقل اور فاضل اور طبیب اور ڈاکٹر اور سوداگر اور مشائخ اور سجادہ نشین اور وکیل اور معزز عہدہ دار ہیں۔ بغیر پُوری تسلّی پانے کے یہ اقرار کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے اس قدر آسمانی نشان بچشم خود دیکھے

اور جبکہ وہ لوگ واقعی طور پر ایسا اقرار کرتے ہیں۔ جس کی تصدیق کے لئے ہر وقت شخص مکذب کو اختیار ہے۔ تو پھر سوچنا چاہیئے۔ کہ ان مجموعہ اقرارات کا طالب حق کیلئے اگر وُہ فی الحقیقت طالب حق ہے، کیا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ کم از کم ایک ناواقف اتنا تو ضرور سوچ سکتا ہے۔ کہ اگر اس گروہ میں جو لوگ ہر طرح سے تعلیمیافتہ اور دانا اور فرسُودہٴ روزگار اور بفضل الٰہی مالی حالتوں میں دُوسروں کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر انہوں نے پُورے طور پر میرے دعوے پر یقین حاصل نہیں کیا۔ اور پُوری تسلّی نہیں ہُوئی۔ تو کیوں وُہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اور عزیزوں سے علیحدہ ہو کر غربت اور مسافری میں اس جگہ میرے پاس بسر کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی مقدرت کے موافق مالی امداد میں میرے سلسلہ کے لئے فدا اور دلدادہ ہیں ؀

ہر ایک بات کا وقت ہے۔ بہار کا بھی وقت ہے، اور برسات کا بھی وقت ہے۔ اور کوئی نہیں جو خُدا کے ارادے ٹال دے ؀

ایک ہی راہ

۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کے اخبار الحکم میں میرے ایک خط کا اقتباس درج ہے۔ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لکھا تھا۔ اسکی نقل درج ذیل ہے:۔

آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسُول اس کی طرف سے خلقت کیلئے رحمت اور برکت ہے۔ خُدا کی رحمت وسیع ہے۔ اور اس کے ہاں بخل نہیں۔ اور نہ اس کا*جو ہمارے درمیان موجود ہے، بخیل ہے، پر کسی کے اپنے ہی عمل خراب ہوں تو وہ اپنے آپ کے سوا اور کسی پر ناراض نہ ہو ؀

میرے آقا مَیں جانتا ہوں کہ خُدا ایک ہے۔ اور اوس کے سوا اور کوئی اللہ (معبود محبوب مطلوب۔ مطاع) نہیں۔ اس کو راضی کرنے کا دروازہ محمد رسُول اللہ خاتم النبیین

* یہاں ایک لفظ چھپنے سے رہ گیا ہے۔ غالباً رسُول کا لفظ تھا ؀ (صادق)

صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی راہ نہیں۔ جو خدا تک پہنچاوے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کیواسطے آجکل سوائے آپکے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے گا، وہ جہنم میں اوندھا گریگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اور اوس کے سوا اور کوئی اللہ نہیں ــــ" ؎

اپنے آپکو منوانے کیضرورت

۱۸۹۹ء جب مولوی محمد علی صاحب قادیان میں تھے۔ اور عاجز راقم ہنوز لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل میں ملازم تھا۔ ان ایام میں مولوی محمد علی صاحب نے مجھے قادیان سے ایک خط لکھا جسمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کچھ کلام درج کیا۔ اُس خط کا ایک حصہ مضمون اس عنوان پر ہے۔ اس واسطے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

برادر صادق۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ:۔

مولوی صاحب تو چند روز کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور پیر سراج الحق صاحب خط وکتابت کا کام کرتے ہیں۔ لیکن میرے جی میں آیا۔ کہ حضرت اقدسؑ کی ایک دو باتیں جن سے میرے دل کو خوشی اور میری رُوح کو تازہ ایمان نصیب ہوُا۔ مفتی صاحب کو سُنا دوں۔ شاید اگر ان کو بھی خوشی ہو۔ تو فتویٰ دیدیں۔ کہ یہ شخص دُعا کے لائق ہے۔ اِس لئے دُعا کی جائے۔ پرسوں شام کے وقت ایک صاحب بٹالہ سے آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ آج کل لوگ حضورؑ پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ سب کچھ جو کر رہے ہیں، اپنے لئے کر رہے ہیں۔ یعنی کتابوں میں اپنے ہی دعویٰ کا ذکر ہے۔ اور اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اِسلام کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے ایک بڑی لمبی تقریر جو طرح طرح کے معارف سے پُر تھی فرمائی۔ ایسے حافظے پر افسوس آتا ہے۔ کہ سوائے ایک دو باتوں کے کچھ یاد نہ رہا۔ فرمایا۔ یہ اعتراض تو صرف ہم پر نہیں آتا سارے سلسلہ نبوت پر آتا ہے۔ ہر نبی جو آیا پہلے اپنے آپکو ہی منواتا رہا۔ سب نے

نمبر ۶ حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب

مولف کا فوٹو جبکہ عمر قریباً بیس سال تھی۔ اور ریاست جموں کے ہائی سکول میں مدرس تھا۔

یہی کہا۔ کہ اَطِیۡعُوۡنِ میری پیروی کرو۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ تمام نبی بھی
اپنے لئے یہ سب مصیبتیں اُٹھاتے تھے۔ بلکہ یہ کم فہمی ہے۔ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس اپنے
آپکو منوانے میں ان کا مقصد اور مدعا کیا تھا۔ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی
طرف بلائیں۔ اسی طرح پر ہم جو اپنی تائید میں باتیں پیش کرتے ہیں۔ تو اس سے کیا ہمارا
یہ مُدعا ہوتا ہے۔ کہ اپنی پرستش کرائیں۔ یا کوئی اپنا قبلہ قائم کریں۔ یا اپنی نماز پڑھوائیں۔ یا
ہماری ساری کارروائیوں کا آخری مدعا اسلام کی طرف بُلانا ہوتا ہے۔ کیا ہم اپنی ذات کیلئے
کچھ کر رہے ہیں۔ یا جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اِسلام کے لئے کرتے ہیں۔ جو نشان ہم دکھانے کا
دعویٰ کرتے ہیں۔ اس سے بھی مُدعا اسلام کی ہی تائید ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس ہمارے اپنے
دعوے کی آپ تائید کرنے کو وہ ہماری خود پسندی خیال کرتے ہیں۔ اور قابل اِعتراض
ٹھیراتے ہیں۔ تو پہلے سُورج اور چاند پر بھی وہی اِعتراض کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے یہی
چاہا ہے۔ کہ روشنی زمین پر ان کے ذریعہ پہنچائی جائے۔ تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تو
خود نمائی کرتے ہیں۔ اور اپنا فخر دکھاتے ہیں۔ کہ ہم میں یہ روشنی ہے۔ اس لئے آؤ کوٹھڑی
کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ جائیں۔ تا خدا تعالیٰ روشنی ہمیں سیدھے طور پر پہنچائے۔
نہ ایسی اشیاء کی وساطت سے جو خود اپنی بڑائی کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کس قدر حماقت
ہے۔ کہ جن ذریعوں سے خدا تعالیٰ نے روشنی کو پہونچانا پسند کیا ہے۔ ان کو داخل شرک
خیال کیا جائے۔ اسی طرح سے خدا تعالےٰ کی سُنت یہی ہے۔ کہ جب وہ اپنی خلقت
کو بُلانا چاہتا ہے۔ تو اپنے ہی ایک بندے کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اور پھر جو کچھ
وہ بندہ کرتا ہے۔ اس میں ہو کر کرتا ہے۔ اور اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے:
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ
برہموؤں نے بھی یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللّٰہ تو ہوا۔ مگر یہ ساتھ محمد
رسُول اللّٰہ کیا لگا دیا ہے۔ فرمایا ہم خود کیا ہیں۔ ہم زمین پر حجۃ اللّٰہ ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے
مجسّم نشان ہیں۔ مگر کس کام کے لئے صرف اِسلام کے لئے۔ اور پیغمبر اسلام کی خدمت
کے لئے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ کے سچّے دین کی تائید کے لئے۔ ہماری سب کارروائیاں اسلام

کی خاطر ہیں نہ اپنی ذات کے لئے۔ پھر فرمایا۔ کہ اس کے علاوہ ان لوگوں کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہم دن رات جو دوسرے ادیان کی بطلان کی فکر میں ہیں۔ تو اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا ہم نصیبین یا کشمیر آدمی اسی لئے بھیجتے ہیں۔ کہ ہماری بڑائی ہو۔ یا دینِ اسلام کی حقانیت روشن ہو ؛

مُقدّمہ گوڑگانواںؔ

۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہوئے ایک ہزار روپیہ انعام کا ایک اشتہار دیا تھا۔ اوس کے مقابل میں کوئی عیسائی تو نہ آیا لیکن ایک مسلمان نے جس کا نام اصغر حسین تھا۔ گوڑگانواں میں لالہ جوتی پرشاد مجسٹریٹ کی عدالت میں نالش کی کہ میں مرزا صاحب کے اِس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں بھی حضرت عیسےٰؑ کو مانتا ہوں۔ اسواسطے مَیں بھی عیسائی ہی ہوں۔ اور مجھے مرزا غلام احمدؑ قادیانی سے ان کا مشتہرہ ایک ہزار روپیہ دلایا جائے اس مقدمہ کا سمن جب قادیان پہنچا۔ تو یہاں سے مرزا افضل بیگ صاحب مرحوم مختار اور مولوی محمدؐ علی صاحب کو اس مقدمہ کی پیروی کیواسطے بھیجا گیا۔ اور غالباً حکیم فضل دین صاحب مرحوم بھی ان کیساتھ بھیجے گئے تھے۔ مجسٹریٹ نے معمولی کارروائی کے ساتھ اصغر حسین کے دعویٰ کو خارج کر دیا۔ اور زبانی کہا۔ کہ دراصل یہ مقدمہ تو سماعت کے قابل نہ تھا۔ مگر ہم نے اس خیال سے رکھ لیا تھا۔ کہ اس بہانہ سے حضرت مرزا صاحب کی زیارت ہو جائے گی۔ مگر وہ تو تشریف نہیں لائے۔ اس واسطے ہم اس کو یہاں ہی بند کرتے ہیں ؛

جب یہ سمن آیا تو اتفاق سے میں حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ گول کمرہ میں جمع تھے۔ مَیں نے ہی حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پڑھکر سُنایا۔ مجسٹریٹ کے نام کو مَیں نے جیم کی پیش کیساتھ جُوتی پرشاد کر کے پڑھا۔ کیونکہ یہ نام پنجاب میں نہیں ہوتا۔ اور میرے لئے ایک نیا لفظ تھا۔ اسپر تمام حاضرین بے اختیار ہنس پڑے۔ اور کسی صاحب نے بتلایا کہ صحیح نام اس طرح سے ہے ؛

حضرت سیّد امیر علی شاہ صاحب ملہم سیالکوٹی

ضلع سیالکوٹ میں ایک بزرگ سیّد امیر علی شاہ صاحب مرحوم تھے۔ جن پر کشف اور الہام کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ ایک دفعہ قادیان تشریف لائے۔ اور مدّت تک یہاں رہے۔ اور روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں اپنے ایسے کشوف اور الہامات سُناتے تھے جس میں ان کا حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہونا بیان کیا جاتا تھا۔ ان کے بعض کشف اور الہامات ایک اشتہار کی صورت میں بھی شائع کئے گئے تھے۔ غالباً یہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔ ان بزرگ صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اب فوج میں ملازم ہیں۔ اور سلسلہ کے مخلص خادموں میں سے ہیں۔

رسالہ واقعات صحیحہ

۱۸۹۹ء یا اوس کے قریب کا واقعہ ہے۔ جب پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت شروع کی۔ اور حضور علیہ السلام نے پیر صاحب کو یہ چیلنج دیا۔ کہ وہ قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کے معاملہ میں مقابلہ کریں۔ اس وقت پیر صاحب نے یہ چالاکی کی، کہ اپنے بہت سے مُریدین کو ساتھ لے کر لاہور چلے آئے۔ کہ ہمکو چیلنج منظور ہے۔ اور تفسیری مقابلہ سے پہلے ہم ایک زبانی تقریر کھڑے ہو کر کرینگے۔ جس سے اُن کی غرض یہ تھی۔ کہ عوام کو حضرت صاحبؑ اور آنحضورؑ کی جماعت کے خلاف ایک جوش پھیلا کر شور برپا کر دینگے۔ حضرت صاحبؑ نے ایسی حالت میں لاہور جانا مناسب نہ سمجھا۔ اور احمدیہ جماعت لاہور نے پیر صاحب کے مقابلہ میں اشتہارات شائع کئے۔ جو میرے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اور میاں معراج الدین صاحب اور دوسرے احمدی احباب کے نام سے شائع کئے جاتے تھے۔ ان تمام حالات کو مَیں نے ایک رسالہ کی صُورت میں شائع کیا تھا۔ اس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "واقعات صحیحہ"

تجویز فرمایا تھا۔ اس رسالہ کی اشاعت میں بہت بڑی کوشش مجسی اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی مرحوم موجد مفرح عنبری کی تھی۔ اللہ تعالیٰ قریشی صاحب کو جنت میں بلند مقامات عطاء کرے۔

سال سنہ ۱۹۰۰ء

غیروں سے مشارکت

سنہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ علیگڑھ میں مولوی شبلی صاحب اور سرسید نے یہ تجویز کی کہ تفسیر القرآن اور صداقت اسلام پر خاص خاص عنوانوں پر قابل آدمیوں سے مضامین لکھوائے جائیں۔ اور جس کا مضمون سب سے عمدہ ہو، وہ درج رسالہ ہوا کرے۔ اور مضمون نویس کو انعام دیا جائے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسپر بہت خوش ہوئے۔ کہ ہم بھی اسمیں شامل ہوں گے۔ اور ہمارے ہی مضمون غالب رہیں گے۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بڑی خوشی سے یہ معاملہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر حضورؑ نے اس کو ناپسند کیا۔ اور ایک لمبی تقریر کی جسکا خلاصہ یہ تھا۔ کہ ایسے لوگوں سے ہماری مشارکت نہیں ہوسکتی۔ یہ لوگ اندھے ہیں۔ اُن میں معرفت نہیں۔ اور نہ وُہ حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں؛

چیٹھی مسیحؑ

مولوی محمد اسماعیل صاحب ساکن ترگڑی ضلع گجرانوالہ نے جب چیٹھی مسیح پنجابی نظم میں تصنیف کی۔ (پنجابی زبان میں خط یا نامہ کو چیٹھی کہتے ہیں) تو انہوں نے اپنا مسودہ مسجد مبارک میں بعد نماز مغرب مجلس میں کھڑے ہوکر پنجابی نظموں کے خوش الحانی سے پڑھنے کے طریقے میں سُنایا۔ نظم پڑھتے ہوئے مولوی صاحب ایک خاص انداز سے اپنے شانوں کو بھی حرکت دیتے تھے۔ مضمون نظم کا یہ تھا۔ کہ اِس زمانہ کے

مولویوں نے مسیح ناصری کو ایک خط لکھا ہے۔ کہ تم مدت سے آسمان پر بیٹھے ہو۔ اور ہم اس عذاب میں گرفتار ہیں۔ کہ زمین پر ایک شخص نے مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ مسیح ناصری فوت ہوگیا ہے۔ وہ آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ہے۔ اور جو آنیوالا تھا۔ وُہ مَیں ہی ہُوں۔ اُمّتِ محمدیہ کے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ نے مسیح بنا دیا۔ اسپر ایمان لاؤ۔ ہم تیری طرف سے بہتیرا جھگڑتے ہیں۔ کہ تو جسم کیساتھ آسمان پر بیٹھا ہے۔ اور اسی جسم کیساتھ زمین پر نازل ہوگا۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ اور قرآن و حدیث اور عقلی دلائل اور تاریخی واقعات سے ہمیں جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ اب ہمارا بچاؤ صرف اسی میں ہے۔ کہ تو جلدی آسمان سے نازل ہو۔ تاکہ ہماری سچائی ثابت ہو۔

اِس نظم کو سُنکر تمام حاضرین جلسہ نہایت محظوظ ہُوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام بہت خوش ہُوئے۔ اور یہ نظم چھاپی گئی اور شائع ہُوئی۔ اور اس کے کئی ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ بعد میں مولوی صاحب موصوف نے مسیح ناصری کی طرف سے ایک جواب بھی مولویوں کے نام نظم میں شائع کیا تھا۔

غیر مُتّقی کی خواب قابلِ اعتبار نہیں

انہی مولوی محمدؐ اسمٰعیل صاحبؓ کا ذکر ہے۔ کہ ان کے علاقہ میں ایک برائے نام صوفی نے انہیں کہا۔ کہ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ "تم ہندوؤں کے طرفدار ہوکر ان کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ اور آپ کے پاس پٹاخے ہیں۔ اُن پر لفظ گناہ لکھا ہے۔ اور آپ کے متعلق یہ الفاظ مجھے دکھائے گئے۔ "من الاسلام بر طرفہا" مولوی صاحب اُس صُوفی کے بیان کو سُنکر گھبرائے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو خط لکھا۔ کہ مَیں اس کو سُنکر حیران ہوں۔ اور بہت استغفار کر رہا ہوں۔ عاجز راقم اُن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا خادم ڈاک تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے ایک کاغذ پر عاجز راقم کو لکھا۔ "جواب لکھ دیں کہ توبہ استغفار عمدہ چیز ہے۔ مگر ان لوگوں کی خوابوں کا ہرگز اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ یہ لوگ تقویٰ سے بعید ہیں۔ اور شیطان کے مس سے خالی نہیں۔ ابھی

تک تو مَیں تمہارے درمیان زندہ ہوں، اور صدہا نشان ابھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ چاہیئے کہ ایک ماہ کے بعد میری کتاب حقیقۃ الوحی منگوا کر دیکھو، کہ اُس وقت تک وہ انشاء اللہ چھپ جائے گی۔ جس شخص کو تزکیۂ نفس حاصل نہیں۔ وہ جسقدر شیطان کے قریب ہے، اس قدر خدا کے قریب نہیں۔ والسّلام"

عاجز راقم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ تحریر اصل مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو بھیجدی۔ اور اُس کے ساتھ اپنی طرف سے بھی ایک خط لکھ کر بھیجا۔ جو درج ذیل ہے:۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ٭ نَحمَدُہٗ وَنُصَلّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

مخدومی اخویم محمد اسمٰعیل صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

آپ کا خط جو حضرت صاحبؑ کے نام تھا۔ میرے پڑھنے میں آیا حضرت نے اُس کا جواب خود لکھا ہے۔ جو ارسال خدمت کیا گیا ہے۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ آپنے ایک غیر احمدی کی بات پر اتنا یقین کیا۔ کہ اُس کے خواب کو سچا سمجھا۔ ...... اور ایک فکر اپنے دامنگیر کیا۔ اور فکر بھی ایسا کہ حضرت کو خط لکھا۔ مَینے دیکھا کہ ایک شخص جو غیر مسلم تھا۔ خواب بیان کرتا تھا۔ کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہنّم میں جلتے ہیں۔ جو شخص خدا کے فرستادہ کو نہیں مانتا۔ وہ منکر ہے، کافر ہے، نافرمان ہے۔ ایسے شخص کے خواب کا کیا اعتبار ہے۔ ...... قسم بخدا اگر ایک شخص حاجی ہو۔ اور اُس نے ستر حج کئے ہوں۔ اور پانچ نمازیں پڑھتا ہو۔ اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہو۔ مگر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور میرے متعلق یہ خواب سُنائے۔ کہ مَیں حق پر نہیں ہُوں۔ تو قسم بخدا اُس کی خواب کا مُجھ پر ذرا اثر نہ ہو۔ تعبیر میں لکھا ہے۔ کہ بسا اوقات خواب دیکھنے والا اپنی ہی گندی حالت کو خواب میں دیکھتا ہے۔ مگر شکل دُوسرے کی دکھائی جاتی ہے:۔

لیکن اگر بہرحال ...... تب بھی میں ان خوابوں کے درمیان

کوئی متوحش امر میں نہیں دیکھتا؛

پٹاخے آپ کے جسم کے اندر نہیں، باہر ہیں - ان پر لفظ گناہ لکھا ہے - گویا آپ کے گناہ آپ سے نکل گئے - پٹاخے اُڑ جانے والی شے ہے - اِس طرح آپ کے گناہ اُڑ جائیں گے - صرف آگ لگانے کی کسر باقی ہے - وہ آگ عشق اور محبت کی ہے - جو ابھی آپ میں پیدا نہیں ہوئی - کیونکہ آپ .... مخالفوں کی خوابوں سے ڈرتے ہیں - تمام مخالفین سے قطع تعلق کر کے جب آپ خالصاً مسیح کے ہو جائیں گے - تو دو[۲] محبتوں کی رگڑ سے ایک آگ پیدا ہو گی - جو آپ کے گناہوں کو اُڑا دے گی - اور بھسم کر دے گی؛

من الاسلام بر طرفہا - اوّل تو یہ فقرہ ہی غلط اور مہمل ہے - پر اگر صحیح سمجھ لیا جائے - تو اس کے معنے صاف ہیں - کہ آپ اسلام میں سے ہیں - اور اُس کی طرفداری پر ہیں - من شمولیت کے لئے آتا ہے - نہ کہ علیحدگی کے لئے - مثلاً سیقول السفہاء من الناس - سفہاء الناس میں شامل ہیں - نہ کہ وہ غیر انسان ہیں - ایسا ہی آپ من الاسلام ہیں - یعنی اسلامیوں میں شامل ہیں؛

بر معنے اُوپر - طرف معنے طرفداری - ھا معنے اُس کی -

آپ اِسلام کی طرفداری میں ہیں؛

اگر طرف کے معنے ایک طرف یعنی کنارہ لیا جائے - جو ضروری نہیں - تو اِس کے یہ معنی ہیں - کہ آپ ہنوز مرکز میں داخل نہیں ہوئے، آپ کنارے پر ہیں - اسواسطے مخالفین کے خوابوں کا آپ کے دل پر اثر پڑ جاتا ہے - آپ اندر چلے جائیں - تو کسی کا اثر آپ پر نہ پڑے -

آپ ہندوؤں کیطرف سے جھگڑتے ہیں - اِس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی - ہمارا امام ہندی ہے - اس کے مخلص مرید سب ہندی ہیں - عرب میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو کہتے ہیں - ہندو

کے معنے ہیں ہندوستان کا رہنے والا۔ امریکہ کے ایک اخبار میں حضرتؑ کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا۔ اُس کی سُرخی تھی ہندو مسیح۔ یعنی ہندوستانی مسیح۔ پھر آپؑ کرشنؑ اور رامچندر کو رسُول مانتے ہیں۔ وہ ہندو تھے۔ یہ عقیدہ عام مسلمانوں کے عقائد کے خلاف ہے۔ اس لحاظ سے آپ ہندوؤں کیطرف سے جھگڑتے ہیں۔ غرض ...... کوئی امر متوحش نہیں۔ ہاں آپکو استغفار بہت کرنا چاہیئے ......

محمدؐ صادق عفاعنہ

افسوس ہے۔ کہ اس خط پر کوئی تاریخ نہیں۔ مگر غالباً یہ ۱۹۰۲ء کا لکھا ہوُا ہے۔ یہ میرا خط اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اصل تحریر ہر دو مولوی محمدؐ اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادہ مرزا محمد حسین صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ اسی خط میں دُو اور سوالوں کا بھی جواب لکھا گیا ہے:۔

دُوسری جماعت

فرمایا کہ مسجد میں جب ایک جماعت ہو چکے، تو حسب ضرورت دُوسری جماعت بھی جائز ہے۔

غیر مُسلم کو قُربانی کا گوشت

دوُم۔ یہ کہ قربانی کا گوشت غیر مُسلم کو بھی دینا جائز ہے۔ غالباً یہ سوال بھی مولوی محمدؐ اسماعیل صاحب کیطرف سے تھے۔ اور ان کے جواب عاجز راقم نے حسب فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنے قلم سے تحریر کیئے۔

لامک نبی کی قبر

جن دنوں حضرت صاحبؑ کتاب "مسیح ہندوستان میں" (غالباً ۱۸۹۹ء) لکھ رہے تھے

اُن ایام میں ایک دوست نے جن کا نام میاں محمدؐ سلطان تھا۔ اور لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے۔ یہ ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ مَیں افغانستان گیا تھا۔ اور وہاں مجھے قبر دکھائی گئی تھی۔ جو لامک نبی کی قبر کہلاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بعض دفعہ کسی بزرگ یا نبی کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی قبر کے طور پر لوگ بناکر اوس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح ناصری فلسطین سے کشمیر آتے ہوئے افغانستان میں سے گذرے ہوں۔ اور وہاں کسی جگہ چندروز قیام کیا ہو۔ اور کسی تغیرّ کے ساتھ اس جگہ اُن کا نام لامک مشہور ہوگیا ہو۔ تب حضورؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ لغت عبرانی سے دیکھنا چاہیئے۔ کہ لفظ لامک کے کیا معنے ہیں۔ تب مَیں اپنی لغت کی کتاب لیکر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں اندرون خانہ حاضر ہوا۔ اور لفظ لامک کے معنے اوسمیں سے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کئے۔ کہ لامک کے معنے ہیں۔ جمع کرنے والا۔ چونکہ جمع کرنیوالا مسیح ناصری کا نام ہے۔ اور اوس کا یہ نام موجودہ اناجیل میں درج ہے۔ جہاں اوس نے کہا ہے، کہ مَیں بنی اسرائیل کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ اِس بات کو سُنکر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بہت خوشی ہُوئی۔ آپؑ نے سجدہ کیا۔ اور مَیںنے بھی حضرت صاحبؑ کو دیکھکر سجدہ کیا۔ حضورؑ ایک تخت پر بیٹھے ہُوئے تھے۔ اور تخت پر ہی حضورؑ نے سجدہ کیا۔ مَیںنے فرش پر سجدہ کیا ؂

سال ۱۹۰۱ء

جماعت کے لئے ایک خاص دُعاء

۲۵۔ فروری ۱۹۰۱ء۔ فرمایا۔ مَیں اس بات کے پیچھے لگا ہُوا ہوں۔ کہ اپنی جماعت کے واسطے ایک خاص دُعا کروں۔ دُعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے۔ مگر ایک نہایت جوش کی دُعا کرنا چاہتا ہُوں۔ جب اس کا موقعہ مل جائے ؂

قرآن شریف ذو المعارف ہے

فرمایا۔ قرآن شریف کو پڑھنے والا جب ایک سال سے دُوسرے سال میں ترقّی کرتا ہے۔ تو اپنے گذشتہ سال کو ایسا معلوم کرتا ہے۔ کہ گویا وہ اس وقت طفل مکتب تھا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس میں ترقی بھی ایسی ہی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن شریف کو صرف ذو الوجوہ کہا ہے۔ انہوں نے قرآن شریف کی عزّت نہیں کی۔ قرآن شریف کو ذو المعارف کہنا چاہیئے۔ ہر مقام میں سے کئی معارف نکلتے ہیں۔ اور ایک نکتہ دوسرے نکتہ کا نقیض نہیں ہوتا؛

میاں غلام حسین صاحب پر ابتلاء

ایک دفعہ حضورؑ کے مکان میں چند لڑکے آپس میں کھیلتے ہُوئے کسی بات پر جھگڑ پڑے۔ میاں غلام حسین صاحب نانبیز کے لڑکے نے شیخ رحمت اللہ صاحب کے لڑکے کو گالی دی۔ شیخ صاحب کے لڑکے نے حضرت صاحب کے پاس شکایت کی۔ حضرت صاحب نے میاں غلام حسین صاحب کے لڑکے کو چند تھپڑ مارے۔ یہ بات میاں غلام حسین کی بیوی کو بہت ناگوار گذری۔ اور وہ میاں غلام حسین صاحب سے شاکی ہوئیں۔ اور حضرت صاحبؑ کے اس فعل پر نامناسب الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا۔ جس پر میاں غلام حسین صاحب اور ان کے اہل کو دو۲ سال کے واسطے قادیان سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اسکی انہوں نے تعمیل کی۔ مگر اپنے ایمان اور اخلاص کے سبب میاں غلام حسین صاحب نے توبہ کی۔ اور پھر ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ اور اب یہیں رہتے ہیں؛

مہمان نوازی

جب میں سنہ ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا۔ اور اپنی بیوی اور بچّوں کو ساتھ لایا۔ اُس وقت میرے دو۲ بچے محمد منظور عمر ۵ سال عبد السّلام عمر ایک سال تھے۔

پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وہ کمرہ رہنے کیواسطے دیا جو حضورؑ کے اُوپر والے مکان میں حضورؑ کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اُوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اُس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے۔ اور چونکہ ساتھ ہی کے برآمدہ اور صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اہل بیت رہتے تھے۔ اِسواسطے حضرت مسیح موعودؑ کے بولنے کی آواز سُنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے۔ کہ کچھ مہمان آئے۔ جن کیواسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت ام المومنین حیران ہو رہی تھیں۔ کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پر ہے۔ اب انکو کہاں ٹھیرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سُنایا۔ چونکہ مَیں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا۔ اور کواڑوں کی ساخت پورانے طرز کی تھی۔ جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اسواسطے مَیں نے اس سارے قصہ کو سُنا۔ فرمایا۔

دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی۔ اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گذارنے کیواسطے بیٹھ رہا۔ اُس درخت کے اوپر ایک پرند کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کیساتھ باتیں کرنے لگا۔ کہ دیکھو۔ یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آبیٹھا ہے۔ یہ آج رات ہمارا مہمان ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اُس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا۔ کہ ٹھنڈی رات ہے۔ اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں۔ تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا۔ اِس کو مسافر نے غنیمت جانا۔ اور اُن سب لکڑیوں اور تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا۔ کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اُس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہیئے۔ کہ اُسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔

اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں۔ اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ اُن پرندوں نے ایسا ہی کیا۔ اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

حضرت صاحبؑ کو اخبار سُنایا

انہیں ایّام میں ایک دِن مَیں قرآن شریف لیکر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا درس سُننے کے واسطے اپنے کمرے کے دَروازے سے نِکل رہا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مجھے بُلایا۔ اور فرمایا۔ میری آنکھوں کو تکلیف ہے، آپ مجھے آج اخبار سُنادیں۔ حضورؑ اخبارِ عام روزانہ باقاعدہ روزانہ منگوایا کرتے تھے۔ اور پڑھتے تھے۔ اُوپر کے صحن میں عاجز راقم حضرتؑ کے حضورؑ میں بیٹھ گیا۔ اور میرا لڑکا عبدالسلام سلمہ اللہ تعالےٰ اُسوقت قریباً دوؔ سال کا تھا۔ یہ بھی میرے پاس بیٹھا تھا۔ اور جیساکہ بچوں کی عادت ہے۔ بیٹھا ہُوا ہلنے لگا۔ اور ہُوں ہُوں کرنے لگا۔ جیسا کچھ پڑھتا ہے۔ مَیں نے اُسے روکا کہ چُپ بیٹھو۔ حضورؑ نے فرمایا۔ اسے مت روکو جو کرتا ہے کرنے دیں ؁

رَات بھر میں ایک مکان طیار کیا گیا

غالباً ۱۹۰۱؁ء میں جب حضرت مولوی شیر علی صاحب تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور احمدیہ چوک میں جہاں اب بابو فخر دین صاحب کتب فروش اور کرم الٰہی صاحب بزاز کی دوکانیں ہیں۔ یہاں سفید زمین تھی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مملوکہ تھی۔ اُس وقت احباب میں تجویز ہُوئی۔ کہ یہاں ایک مختصر سا کچا مکان مولوی شیر علی صاحب کی رہائیش کیواسطے بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن خوف تھا۔ کہ مرزا امام دین و مرزا نظام الدین صاحب اس میں خواہ مخواہ مزاحمت کریں گے۔ اور جھگڑا فساد ہوگا۔ لہذا ان کے جھگڑے سے بچنے کیواسطے ایک دن جبکہ وہ ہر دو قادیان سے باہر کسی کام پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں مکان بنایا گیا۔ اور مدرسہ کے لڑکوں اور اُستادوں نے بھی مزدوروں میں جوش سے کام کیا۔ اور تمام دن اور پھر رات لگاکر صبح تک مکان کی

لپائی وغیرہ کر کے سب کچھ مکمل کر دیا گیا۔ اور مولوی شیر علی صاحب کو رہائیش کیواسطے دیا گیا۔ دُوسرے دن جب مرزا امام دین، نظام الدین صاحبان سفر سے واپس آئے۔ تو مکان بنا ہوا دیکھ کر بہت غصّہ ہوئے۔ اور اس کے بعد جلد اُنہوں نے راستہ میں دیوار کھینچ دی۔ جس کا مقدمہ مدّت تک چلتا رہا۔ اور ہمیں مسجد مبارک یا اقصیٰ کو یا بازار کو جاتے کیواسطے پتھروں والی گلی میں سے ایک لمبا چکّر کاٹ کر جانا پڑتا ؛

رات بھر میں ایک کمرہ طیار کیا گیا

چونکہ ڈھاب کے کنارے مکانات کے بنانے میں مرزا نظام دین صاحب و دیگر اہلِ قادیان بہت مزاحم ہوا کرتے تھے۔ اور احمدیوں کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ اور بعض دفعہ کہیاں اور ٹوکریاں بھی چھین لے جاتے تھے۔ اِس واسطے بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کا ایک کمرہ جو کہ اب مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ ہوس کا کمرہ ہے۔ رات رات طالب علموں کی امداد سے بنایا گیا تھا ؛

نقل خط مکتوبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب

ذی الحج کی پہلی رات ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء

۱۔ بعض انسان دیکھو گے۔ کہ کافیاں اور شعر سُنکر وجد و طرب میں آجاتے ہیں۔ مگر جب مثلاً اُن کو کسی شہادت کے لئے بُلایا جائے، تو عذر کریں گے، کہ ہمیں معاف رکھو۔ ہمیں فریقین سے تعلّق ہے۔ ہمیں اِس معاملہ میں داخل نہ کرو۔ سچائی کا اظہار نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں کے سرور سے دھوکا نہیں کھانا چاہئیے۔ جب کسی ابتلاء میں آجاتے ہیں، تو اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ اُن کا سرور قابل تعریف نہیں۔ سرور ایک عارضی چیز اور طبعی اَمر ہے۔ بعض منکرین اسلام جن کو تمام پاکبازوں سے دلی عداوت ہے۔ وہ بھی اس سرور سے حصّہ لیتے ہیں۔ ایک متعصب ہندو مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر سرور حاصل کرتا تھا۔ حالانکہ وہ دشمن اسلام تھا۔ کیا نم

سانپ کو پاکباز انسان مانو گے، جو بانسری سُنکر سرور میں آجاتا ہے۔ یا اُونٹ کو خدا رسیدہ قرار دو گے، جو خوش الحانی سے نشہ میں آجاتا ہے۔ سچا کمال جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان خُدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی وفاداری دکھائے۔ ایسے انسان کا تھوڑا عمل بھی دُوسرے کے بہت عمل سے بہتر ہے۔ مثلاً ایک شخص کے ۲ دو نوکر ہیں۔ ایک دن میں کئی دفعہ اپنے مالک کی خدمت میں آکر سلام کرتا ہے۔ اور ہر وقت اسکے گردو پیش رہتا ہے۔ دُوسرا اُس کے پاس بہت کم آتا ہے۔ مگر مالک پہلے کو بہت قلیل تنخواہ دیتا ہے۔ اور دُوسرے کو بہت زیادہ۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ دُوسرا ضرورت کے وقت اُسپر جان بھی دینے کے لئے تیار ہے۔ اور وفادار ہے۔ اور پہلا کسی کے بہکانے سے مجھے قتل کرنے پر بھی آمادہ ہو جائیگا۔ یا کم از کم مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے مالک کی ملازمت اختیار کرے گا۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ سے وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا۔ مگر پنجوقت نماز ادا کرتا ہے۔ اور اشراق تک بھی پڑھتا ہے۔ بلکہ کئی اور اوراد بھی تجویز کئے ہُوئے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک وفادار اِنسان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ ابتلاء کے وقت وہ وفاداری نہیں دکھلائے گا۔ جب انسان وفاداری اختیار کرے گا۔ تو سرور لازمی طور پر اُس کو حاصل ہو جائے گا۔ جیساکہ جب کھانا آتا ہے۔ تو دسترخوان بھی ساتھ آجاتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کاملوں پر بھی بعض وقت قبض کے آجاتے ہیں۔ کیونکہ قبض کیوجہ سے انسان کو سرور کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس کو زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے:۔

۲۔ عشق مجازی خُدا تعالےٰ نے اِنسان کو ایک محبّت کی قوت عطاء کی ہُوئی ہے۔ مگر اپنے لئے نہ غیر کے لئے۔ جو شخص اس خداداد محبّت کو غیر سے لگاتا ہے۔ وہ اس محبّت کے انعام کو ضائع کرتا ہے۔ جب انسان خدا تعالےٰ سے محبّت کرتا ہے تو اسکی محبت فی الفور خدا تعالیٰ کی محبّت کو اپنی طرف جذب کرتی ہے۔ جس سے ایک نئی بعثت اور تولد حاصل ہوتا ہے۔ مگر جو غیر سے محبّت کرتا ہے۔ اُس کا نتیجہ ناکامی ہوتا ہے۔ ایک

حکیم کی ایک خادمہ پر ایک شخص عاشق ہوگیا۔ حکیم نے اُس عورت کو خوب جلاب دیا۔ اور فصد کُھلوائی یہانتک کہ وہ بالکل ایک مسلول کی طرح ہوگئی۔ پھر اُسے اشارہ کیا۔ کہ کچھ طعام اُس شخص عاشق کے پاس لے جائے۔ جب طعام لیکر گئی، تو اُس نے اُس سے نفرت اور کراہت کی۔ حکیم نے اُسے کہا کہ دراصل تو اُسپر عاشق نہیں تھا۔ بلکہ اس گندے خون اور نجاست پر عاشق تھا۔ جو یہ دیکھ ایک گھڑے میں جمع ہے۔ یہ حقیقت عشق مجازی کی ہے۔ مگر جو شخص خُدا سے سچی محبت کرتا ہے۔ وُہ یقیناً جان لے۔ کہ اُسی وقت آسمان سے اُسکے دِل پر ایک نور نازل ہوتا ہے*

۳۔ صبر۔ سالک کے لئے صبر شرط ہے:

گر نباشد بہ دوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

نقل خط مکتوبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب

۲۲۔ مارچ ۱۹۰۱ء ذی الحج کا پہلا دِن

فرمایا۔ کہ منشی نبی بخش صاحب کا ایک اشتہار پڑھنے سے معلوم ہُوا۔ کہ انکو قرآن شریف سے مناسبت ہے۔ وہ مختلف آیات کو اِدھر اُدھر سے ملاکر ایک نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ جو مناسبت کی علامت ہے۔ قرآن شریف معجزہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لئے مسلمان کو چاہیئے۔ کہ قرآن شریف میں ہمیشہ تدبر کیا کرے۔ تا خود اُس کے معجزہ ہونے کو سمجھے۔ قرآن شریف صرف فصاحت بلاغت میں معجزہ نہیں۔ بلکہ جن جن ناموں سے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کا ذکر کیا ہے۔ اُن سب میں بے نظیر ہے۔ اور اُن امور میں کوئی اسکی مثال نہیں لاسکتا۔ قرآن شریف کی نسبت خدا تعالےٰ نے صرف یسرنا القرآن ہی نہیں فرمایا بلکہ اس کو نور، حق، حکمت، تفصیل لکل شیئ، ہدایت فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ دُوسرے لوگوں کی تصنیفوں میں ایک مخفی تعارض ضرور پاؤ گے۔ مگر قرآن شریف نے ہر ایک مسئلہ کو شروع سے

آخیر تک ایک ہی طرح نبھایا ہے مثلاً توحید کا مسئلہ عدم رجوع، موتیٰ، وفات عیسےٰ
علیہ السلام، بڑا فساد نصاریٰ کا ہوگا۔ جو تثلیث کی منادی کرتے ہیں۔ اور وہی دجّال
ہوں گے۔ خلفاء اُمّت محمدیہ کا سلسلہ موسوی سلسلے کے مشابہ ہوگا۔ اور جس طرح کہ
موسوی سلسلہ کو خاتم الخلفاء حضرت عیسےٰ علیہ السلام والصلوٰۃ تھے۔ ایسا ہی سلسلہ
محمدیہ کا خاتم الخلفاء بھی ایک مسیح ہوگا۔ قرآن شریف کا ایک اور معجزہ اخبار امور غیبیہ
ہے۔ ہر ایک آیت ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتی ہے۔ قصّے بھی پیشگوئیوں کے
رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس زمانے کے لوگ قرآن شریف کی پیشگوئیوں کو
خوب سمجھتے تھے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفسّر کامل موجود تھے۔ وہ اپنے
خطبوں اور وعظوں میں (جو اب محفوظ نہیں) دشمن و دوست کو قرآن شریف کی پیشگوئیاں
کھول کر سناتے تھے۔ خدا تعالیٰ اپنی وحی کے سمجھانے کے لئے مناسب طبیعتیں پیدا
کرتا ہے۔ اور مخالف خوب سمجھتے تھے۔ کہ قرآن شریف ہمارے ادبار اور اسلام کے
اقبال کی پیشگوئیاں کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اُن کی طبیعتوں میں قرآن شریف کی
پیشگوئیاں سمجھنے کی مناسبت رکھی تھی چنانچہ ایک شخص کی نسبت فرماتا ہے فکّر
و قدّر۔ عبودیت کی طاقت سے اخبار امور غیبیہ برتر ہیں۔ اور کوئی کتاب اس امر میں
قرآن شریف کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہیئت دان بھی جو نظارہ دیکھتا ہے، خواہ وہ
اُس کے مخالف مرضی ہو یا موافق مرضی ہو۔ اُسی کے مطابق بیان کرنے پر مجبور ہوتا
ہے۔ قرآن شریف کیطرح اپنے اقبال اور دشمن کے ادبار کے متعلق دعویٰ کے ساتھ
پیشگوئیاں کرنا کسی انسان کی طاقت میں نہیں۔ دوسرے معجزوں کی نسبت پیشگوئی
کا معجزہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا، نبوت سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔
عصاء کا سانپ ہو جانا نبوت کی تصدیق سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا
قرآن شریف کے معجزات ایسے ہیں، کہ وہ خدائی طاقت اپنے نبی کو دیتے ہیں۔ اور
اُن پیشگوئیوں کے مطابق اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ
یہ امور خدا تعالیٰ کی طاقت اور قدرت سے ظہور میں آئے۔ اور اس طرح تصدیق نبوت

کے لئے نہایت ہی احسن ذریعہ پیشگوئی ہے جس میں اپنی فتح اور دشمن کی شکست کا بیان ہو۔ خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھی یہی معجزہ عطا کیا ہے۔ ہر ایک چیز کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ سورج صبح کیوقت نکلتا ہے۔ اگر شام سے انسان سورج کی تلاش شروع کر دے۔ تو اُسے صبر سے صبح تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ بے صبری کرے، اور تھوڑی دیر انتظار کر کے تھک جائے۔ اور کہے کہ مَیں نے بہت تلاش کی، کوئی سورج موجود نہیں ہے۔ تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اسی طرح لڑکے کے پیدا ہونیکے لئے ۹ مہینہ کی مہلت چاہیئے۔ اگر کوئی چاہے کہ دو تین دن کے اندر ہی بچہ تیار ہو کر پیدا ہو جاوے۔ تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اور نامراد رہتا ہے۔ اِسی طرح اس راہ میں بھی جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو حد بندی کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔ طلبگار باید صبور و حلول۔ ہوس کیمیا کی تلاش میں جو بالکل ایک وہمی اور بے حقیقت چیز ہے۔ ملول نہیں ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ ارادت کیساتھ جانا آسان ہے مگر ارادت کیساتھ واپس آنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص صرف تھوڑی دیر کے لئے کسی ولی کی صحبت میں بیٹھے تو ممکن ہے کہ اس سے ایسے اُمور سرزد ہوتے ہُوئے دیکھے۔ جو اُس کی نظر میں بُرے اور مکروہ ہُوں۔ اور اس طرح بدظنی لیکر واپس آجائے۔ اگر کوئی آجکل کا درویش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایسی حالت میں دیکھتا۔ جب آپ سب سے بڑھ بڑھ کر تلوار چلا رہے ہوتے۔ تو وہ بد اعتقاد ہو جاتا۔ اور یہی سمجھتا کہ ایسے شخص کو رُوحانیت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے اِس لئے ایک مدت تک راستبازوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیئے۔ یہانتک کہ کوئی ایسی تقریب اور موقعہ اس کو حاصل ہو جس سے اس کو شرح صدر حاصل ہو جاوے اور ایک نور اُس کے دِل پر گرے ؛

۴۔ بدظنی۔ اِنسان دُوسرے شخص کے دل کی ماہیت معلوم نہیں کر سکتا۔ اور اس کے قلب کے مخفی گوشوں تک اُس کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ اِس لئے دُوسرے شخص کی نسبت جلدی سے کوئی رائے نہ لگائے۔ بلکہ صبر سے انتظار کرے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اُس نے خُدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں سب کو اپنے سے بہتر سمجھونگا۔ اور کسی کو اپنے سے کمتر خیال

نہیں کروں گا۔ (اپنے محبوب کے راضی کرنے کے لئے اِنسان ایسی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں۔) ایک دن اُس نے ایک دریا کے پُل کے پاس جہاں پر بہت آدمی گذر رہے تھے۔ ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا۔ اور اس کے پہلو میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک بوتل اس شخص کے ہاتھ میں تھی۔ آپ پیتا تھا اور اس عورت کو پلاتا تھا۔ اُس نے اسپر بدظنی کی۔ اور خیال کیا کہ مَیں اس بیچارے سے تو ضرور بہتر ہوں۔ ایک کشتی آئی اور سواریوں کے ساتھ وسط دریا میں ڈوب گئی۔ وہ شخص جاکر سوائے ایک کے سب کو نکال لایا۔ اور اُس فقیر کو کہا۔ کہ تُو میرے پر بدظنی کرتا تھا۔ پانچ آدمی مَیں نکال لایا ہُوں۔ ایک کو اَب تو نکالا خدا نے مجھے تیرے اِمتحان کیلئے یہاں بھیجا تھا۔ اور تیرے دل کے اِرادے سے مجھے اِطلاع دی۔ یہ عورت میری والدہ ہے۔ اور بوتل میں شراب نہیں۔ بلکہ دریا کا پانی ہے* **نصیحت**۔ انسان دوسرے شخص کی نسبت جلدی رائے نہ لگائے*

سال ۱۹۰۲ء

نمونۂ تبلیغ

ولایت جانے سے قبل جو تبلیغی خطوط عاجز امریکہ اور دیگر ممالک غیر کو بھیجا کرتا تھا۔ اُن میں سے ایک بطور نمونہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ یہ خط امریکہ کے ایک نومسلم کے نام لکھا گیا۔ جسکا پتہ مجھے محمد رسل ویب صاحب نے بھیجا تھا۔ یہ خط ۱۹۰۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس خط کا ترجمہ نیچے درج کیا جاتا ہے۔ اُس نومسلم کا نام جے ایل راجرز ساکن شہر سینٹا کرز ریاست نیو کیلی فورنیا تھا۔ اس کا اسلامی نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدالرحمٰن تجویز کیا تھا*

ترجمہ تبلیغی خط بنام مسٹر جیمز ایل راجرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اللہ کے نام کیساتھ جس کے فیوض عام ہیں۔ اور جو ہمیں ہماری محنت کے پھل

عطاء فرماتا ہے۔

میرے پیارے راجرز .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

(آپ پر سلامتی ہو، اور خدا کی برکتیں آپ کے شامل حال رہیں۔)

آپ کا خط مورخہ ۱۶۔اپریل ۱۹۰۲ء پہنچا۔ اور خوشی کا موجب ہوا۔ یہ خوشی کا لفظ میں نے صرف رسمًا نہیں لکھا۔ جیسا کہ اس زمانہ کی منافقانہ تہذیب کا دستور ہے۔ بلکہ ایک سچے مسلم کی طرح میرے دل نے آپ کے خط میں ایک سچے خدا کے عابد کی پیاری آواز کو پہچانا ہے۔ اور خوشی حاصل کی ہے۔ ہاں خدائے واحد کا عابد جو اندھے تثلیث پرستوں اور جاہل یونی ٹے رین اور بدقسمت دہریہ فلاسفروں کے درمیان میں سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ ہمارے پیارے بھائی محمد ویب صاحب نے بھی مجھے آپ کے متعلق لکھا ہے۔ اور مجھ سے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ میں آپ کے ساتھ خط و کتابت کروں۔ کیونکہ انہیں یقین ہے۔ کہ آپ اس ملک میں اشاعت اسلام کا کام کرنے کی قابلیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مسٹر ویب نے مجھے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آپ بہت سے ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔ اور بہت سے مذاہب کی کتب مطالعہ کر چکے ہیں۔ بعض مسلمانوں سے آپکی ملاقات ہوئی۔ اور بعض کیساتھ دوستی کا تعلق پیدا ہوا۔ اور کہ آپ ہمیشہ عیسائیت سے متنفر اور اسلام کے قریب ہوتے گئے۔ یہانتک کہ آپ اسلام کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ اور دنیا کے سامنے اعلان کر دیا۔ کہ سوائے ایک اللہ کے کوئی قابل پرستش نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے۔ کہ خدائے رحمان و رحیم کا فضل آپ کے شامل حال ہے۔ آپ کے ملک میں جو کروڑوں انسان ہیں۔ انمیں سے خدا تعالےٰ نے آپکو چن لیا ہے۔ تاکہ حق کی روشنی کو آپ پائیں اور اس ملک میں پھیلائیں۔ مجھے یہ سنکر افسوس ہوا۔ کہ اہل امریکہ نہ صرف اسلامی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اسلام کے متعلق مفتریانہ جھوٹی باتیں ان کو بتلائی گئی ہیں۔ بعض اور دوستوں سے بھی مجھے یہ حالات معلوم ہوئے تھے۔ اور اب آپ سے ان کی باتوں کی تصدیق ہوئی

ہے لیکن بڑا افسوس تو یہ ہے۔ کہ خود اسلامی ممالک کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں ہے
اللہ کے مقدس انسان حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک ایام کو تیرہ سو سال
گذر گئے۔ اور لوگوں نے حق کو اس کی سچی اور اصلی حالت میں رکھنا چھوڑ دیا۔ اور مقدس
مسائل فیج اعوج میں سے گذرتے ہوئے خاک آلودہ اور خستہ ہو کر اپنے صحیح مفہوم سے
الگ ہو گئے۔ اب اِسلام لوگوں میں برائے نام رہ گیا ہے۔ وہ قرآن شریف پڑھتے
ہیں۔ مگر اس کا کلام ان کے گلے سے نیچے نہیں اُترتا۔ پس اندرونی مشکلات بھی
ہیں۔ اور بیرونی بھی ہیں۔ مگر خدائے کریم جس نے قرآن شریف کو حکمت اور شریعت
کے ساتھ نازل کیا۔ اُسی نے سُنّت قدیمہ کے مطابق اس زمانہ میں بھی ایک مجدّد
حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ صاحبؑ کے وجود میں بھیجا ہے۔ جو مرسل من اللہ
اور اِس زمانہ کے مجدد اعظم ہیں۔ جن کی تبلیغ پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ میں آپ کو
روانہ کرتا ہوں۔ یہ رسالہ دراصل ایک میگزین کا پراس پیکٹس ہے۔ اور اگر آپ
ملک امریکہ میں اس رسالہ کا ایجنٹ بننا منظور فرماویں۔ تو اس کا مینجر بخوشی آپکو
کمیشن دیگا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ آپکو ایک مرشد کی ضرورت ہے۔ جو آپ کو کامل
مسلمان بناوے۔ سو مَیں آپکو اطلاع کرتا ہوں۔ کہ ایسا مرشد وہ اللہ کا رسول ہی ہے
جو قوت کشش لیکر آیا ہے۔ تاکہ انسانوں کو خدا سے ملا دے۔ اور راقم اس کے ادنےٰ
غلاموں میں سے ایک ہے۔ مینے حضرت اقدسؑ سے آپکا ذکر کیا ہے۔ اور انہیں
آپ کے قبولِ اسلام کی خبر سے خوشی حاصل ہوئی ہے۔ مینے اُوپر اندرونی اور بیرونی
غلط فہمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر بیرونی غلط فہمیاں اس واسطے زیادہ تر قابل افسوس
ہیں کہ غیر ممالک کے لوگ عربی زبان سے ناواقف ہونے کے سبب خود تو قرآن شریف
اور حدیث کا ترجمہ نہیں کر سکتے۔ اور جو تراجم عام طور پر ملتے ہیں۔ وہ سب کم و بیش غلط
ہیں۔ یہ عام مقولہ ہے کہ تراجم اصل کے پورے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن
عربی زبان اور بالخصوص قرآن شریف کے معاملہ میں یہ بات بالکل درست ہے کیونکہ
اِس پاک کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اُن تمام ضروری امور کو جو انسان کے جسم و جان کے

واسطے مفید ہیں تھوڑے سے الفاظ کے اندر جمع کردیا ہے۔ اِس مقدس کتاب کے
الفاظ اور فقرات جن حقایق اور معانی سے پُر ہیں ان کو بالتفصیل لکھنے کے واسطے کئی
ضخیم جلدیں درکار ہیں۔ مثلاً آپ اپنے قرآن شریف کو کھولیں۔ اور اس کے ابتدائی
فقرات کو ہی ملاحظہ کریں۔ قرآن شریف کی سب سے پہلی آیت ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
(ضمناً عرض ہے۔ کیا آپ عربی جانتے ہیں۔ اگر جانتے ہیں تو کس قدر۔ اگر آپ عربی نہیں
جانتے ہیں تو اس کے سیکھنے کی طرف فوری توجہ کریں۔ عربی زبان کے کسی قدر علم کے بغیر
اسلام کی کامل حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مَیں چند اسباق طیار
کرکے آپکو یہاں سے بھیجدوں گا۔)

اب پہلی آیت اِس طرح ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ
بِسْم۔ کے معنے نام کیساتھ یا نام ہیں۔ اللّٰہ۔ خدا کسی دوسری زبان کا کوئی لفظ
اللّٰہ کے لفظ کے صحیح مفہوم کو ظاہر نہیں کرتا۔ رحمٰن۔ جس کی رحمتیں ہمیں مفت حاصل
ہوئیں۔ رحمان خدا تعالیٰ کی وہ صفت ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ایسے انعامات حاصل
ہوئے۔ جن کیواسطے ہم نے کوئی سعی نہیں کی۔ رحیم۔ اللّٰہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے
جس کے ذریعہ سے ہماری محنتوں کو پھل لگتا ہے۔

یہ قرآن شریف کی پہلی آیت ہے۔ اور سوائے ایک کے ہر سورۃ کی ابتدا ہیں
دُہرائی جاتی ہے۔ عموماً اس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے۔ خدائے بخشنہار اور مہربان کے نام
پر مَیں شروع کرتا ہوں۔ یہ ترجمہ غلط تو نہیں مگر الفاظ کے معانی کو محدود کر دیتا ہے۔
اِس کا تشریحی ترجمہ مقصد ذیل الفاظ میں قریب بہ صحت ہوگا۔" مَیں اللّٰہ کے نام پر
شروع کرتا ہوں۔ جس کی برکات دو۲ قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو بالکل مفت ہیں۔ مثلاً ہمارا خود
وُجود۔ اور ہمارے تمام اعضاء۔ آنکھ، مُنہ، ناک، حِس وغیرہ دیگر بیشمار عطیات۔ دوم وُہ
عطیات جو ہماری کسی قدر محنت کرنے پر مرحمت ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ خدا کا فضل ہی
ہے۔ جو ہماری کوششوں کو بار آور کرتا ہے۔ لفظ رحیم پچھلے عطیات کا اظہار کرتا ہے۔
اور لفظ رحمٰن اوّل الذکر انعامات کو ظاہر کرتا ہے۔ اب مَیں ہر ایک فقرے کو جُدا جُدا

نمبر ۷ حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب

مولف کا فوٹو جو کہ سنہ ۱۹۱۷ء کے ابتداء میں ولایت جانے
کے وقت پاسپورٹ کے واسطے لیا گیا تھا۔

بیان کرتا ہوں ؛

بِسْمِ اللّٰہ - بنامِ خدا - یہ قرآن شریف کے سب سے پہلے لفظ ہیں - اگر اسی طرح تمام مقدس کتابوں کے ابتدائی الفاظ کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک دلچسپ مضمون طیار ہو سکتا ہے ؛

حرف با - ساتھ - بیں - اسم - نام - اللّٰہ - خدا تعالیٰ کا اسم ذات ہے - قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ایک سو سے زائد صفاتی نام ہیں - مگر اللہ اس کا خاص نام ہے - عبرانی میں الوہا - ایک خدا - جو آدم ، نوح - ابراہیم - موسیٰ - عیسیٰ - محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک یگانہ خدا ہے - ایک بے طاقت خدا نہیں - جو اپنی عاجز مخلوق کے گناہوں کو سوائے اس کے بخش نہیں سکتا - کہ پہلے اپنے آپکو پھانسی دے اور منہ پر تھوکا جائے - نہ ہندوؤں کا خدا جو انسان کے ہاتھوں سے گھڑا اور کریدا جاتا ہے - نہ فلسفی کا خدا جو صرف اُس کے خیال کا نتیجہ ہوتا ہے - بلکہ ایک طاقتور خدا جو قادر مطلق عالم الغیب ہر جگہ موجود حکمتوں کا منبع ہے - جو ہر زمانے میں اپنے نبی اور پاک بندے مبعوث کرتا رہتا ہے - لفظ اللہ کے پورے مفہوم کے اظہار سے میں قاصر ہوں - تمام قرآن شریف بسم اللہ سے لیکر الناس تک خدا تعالیٰ کی تعریف اور صفات سے بھرا ہوا ہے - پس بسم اللہ کے معنے ہیں - بنامِ خدا - اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اُس کی رضاء کے حصول کیلئے - نہ کہ کسی اور غرض کے واسطے ؛

بسم اللہ ہمیشہ مومن کے منہ میں اور اس کے دِل میں ہونی چاہیئے - بسم اللہ مومن کی زندگی کی غرض و غایت ہے - وہ دُنیا میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا - جس کے متعلق اُسے یہ یقین نہ ہو - کہ اِس میں خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے ؛

قرآن شریف میں لکھا ہے - لوگوں کو سُنا دے - کہ میری نماز ، میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے - جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے - "میرے تمام خیالات ، اقوال ، حرکات اور سکنات سب تیرے لئے ہیں - اے میرے اللہ" یہی اکثر میری دُعا ہے - مسلم اپنی خوراک کا پہلا لقمہ لینے سے قبل بسم اللہ

کہتا ہے۔ اپنے گھر سے باہر نکلنے کیوقت بسم اللہ کہتا ہے۔ گھر میں داخل ہونیکے وقت بسم اللہ کہتا ہے۔ پانی پینے سے قبل بسم اللہ کہتا ہے۔ غرض اس کا ہر ایک کام بسم اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ تاکہ اُس میں اور اُس کے متعلقات میں شیطان کا کچھ حصّہ باقی نہ ہو۔ چاہیئے۔ کہ بسم اللہ تمہارا مقولہ ہو۔ اور اسی سے تمہارا اظہار مقصد ہو ؛

مینے قرآن شریف کی پہلی آیت کی ایک مختصر سی کیفیت آپ کے سامنے بیان کی ہے۔ اِس کو آپ بغور پڑھیں۔ اور اس مضمون کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں۔ تو آپ کو حق اور پاکیزگی کے حاصل کرتے میں بہت راہنمائی اور امداد حاصِل ہوگی۔ ہر مناسب موقعہ اور مقام پر لفظ بسم اللہ کے اِستعمال کی عادت کرلیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپکو ایک اُستاد کی ضرورت ہے جِس کا تعلّق آپکو سچّا اور کامل مسلمان بنادے۔ سو مَینے آپ کو ایسے اُستاد کی خبر دیدی ہَے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کا عالمگیر اُستاد مقرر کر کے بھیجا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے کروڑوں انسانوں میں سے خُدا تعالیٰ نے آپ کو چُن لیا ہے۔ تاکہ آپ ابتدائی نومسلموں میں سے ایک ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا ظہور اور فضل ہے۔ اور اسی واسطے حضرت مرزا صاحبؑ نے آپکا اِسلامی نام عبد الرحمٰن رکھا ہے۔ جس کے معنے ہیں رحمٰن کا بندہ تمام نومسلموں کیواسطے ضروری ہے۔ کہ وہ ایک اِسلامی نام اِختیار کریں۔ تاکہ غیر مسلموں سے انہیں ایک امتیاز حاصِل رہے۔ اپنا یہ نام اپنے دوستوں اور واقفوں کے درمیان شائع کردیں۔ چاہیئے کہ سب آپکو اِسی نام سے بلائیں۔ بجائے خود یہ نام ایک برکت ہے۔ مَینے آپکے واسطے دُعاء کی ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی کروں گا ؛

میرے پیارے بھائی مَیں ہوں آپکا مخلص مفتی محمدؐ صادق ؛

امریکہ سے پھول

(قریباً ۱۹۰۲ء) امریکہ میں ایک لیڈی مس روز نام تھی جِس کے مضامین اُس

ملک کے بعض اخباروں میں اکثر چھپا کرتے تھے۔ مَیں نے اس کیساتھ تبلیغی خط وکتابت شروع کی۔ اور اُس کے خط جب آتے تھے۔ مَیں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ترجمہ کر کے سُنایا کرتا تھا۔ اور ہماری مجلسوں میں اُسے مِس گلابو کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ مس گلابو نے اپنے خط کے اندر پھولوں کی پتیاں رکھ دیں۔ حضرت صاحبؑ نے اُنہیں دیکھکر فرمایا۔ یہ پھول محفوظ رکھو۔ کیونکہ یہ بھی یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کی پیشگوئی کو پُورا کرنے والے ہیں۔ یہ پھول اب تک میرے پاس محفوظ ہیں:

ایک یہودی عالم کی شہادت

ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک یہودی عالم عابد نام علاجز کی تحریک و تبلیغ سے قادیان آیا۔ اُسے حضرت مسیح ناصری کی قبر کشمیر کا نقشہ دکھایا گیا۔ تو اُس کی طرز بناوٹ پر غور کرتے ہُوئے اُس نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ یہ انبیاءِ بنی اسرائیل کی قبروں کے نمونہ پر ہے۔ یہ ایک شہادت ہے جو بنی اسرائیل کے ایک عالم نے دی۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ اس کو کشتی نوحؑ کے ساتھ منتظم کیا جائے۔ یہ شہادت بہت مؤثر ہو گی۔ اور انشاء اللہ اس سے مفید نتائج پَیدا ہونگے۔ ایک عام تحریک ہو گی۔ چنانچہ وہ عبارت کشتی نوحؑ میں درج ہے۔ اس کا حصہ عبرانی عاجز راقم نے کاپی پر لکھا تھا:

وَفاتِ مسیحؑ پر پطرسُ کی شہادتُ

ستمبر ۱۹۰۲ء مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے سٹریٹ سیٹلمنٹ سے آئے ہوئے ایک خط کا کچھ حصہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں سُنایا۔ اُس میں راقم خط بحوالہ ایک اٹلی اخبار کے ناقل تھا۔ کہ یروشلم میں تیرۃ ۱۳ جولائی ۱۸۷۹ء کو کورنامی ایک راہب کے مَرجانے پر اُس کے ترکہ میں سے بعض کاغذات برآمد ہُوئے ہیں۔ جو عبرانی زبان میں ہیں۔ جب وہ کاغذات اور ترکہ اُس کے وارثوں کو دیا گیا۔ اور اُن کاغذات کے پڑھنے کی کوشش کی گئی، تو وہ پڑھے نہ گئے کیونکہ وہ پُرانی عبرانی میں تھے۔ بہرحال بڑی کوشش

اور محنت کے بعد جب وہ کاغذ پڑھا گیا۔ تو وہ پطرس حواری کی ایک تحریر تھی جس میں پطرس ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ کاغذ میں نے مسیحؑ کی وفات کے تین سال بعد لکھا ہے۔ اور اب میری عمر ۹۰ برس کی ہے۔ اور اسی کاغذ میں پطرس مسیحؑ کو مسیح ابن مریم ہی کہتا ہے۔ خدا یا خدا کا بیٹا قرار نہیں دیتا۔ بلکہ الفاظ اس کو نبی کے ہی درجہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ پطرس مسیحؑ کی موت کا معترف ہے۔ ورنہ موجودہ نصرانیت کے محاورہ کے موافق اگر پطرس جی اُٹھنے یا آسمان پر زندہ چلے جانے کا قائل ہوتا۔ تو اُسے کہنا چاہیئے تھا۔ کہ مسیحؑ کے جی اُٹھنے یا آسمان پر چلے جانے کے تین برس بعد میں یہ لکھتا ہوں۔ پطرس کا یہ لکھنا۔ کہ مسیح ابن مریم کی وفات کے تین سال بعد اس کو لکھتا ہوں۔ اور واقعہ صلیب کا ذکر نہ کرنا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ وہ مسیحؑ کی اُس موت کا ذکر کرتا ہے جو کشمیر میں واقع ہوئی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ چار لاکھ روپیہ دیکر ان کاغذات کو وارثان کو سے حاصل کرنے کی تجویز کی گئی ہے ؛

حضرت اقدسؑ اس خبر کو سُنکر ازبس محظوظ ہوئے۔ کیونکہ آپؑ کی تائید میں ایک زبردست شہادت ہے۔ اور عیسائیت کی شکست فاش کے لئے خود عیسائیوں کے معتبر حواری پطرس کی ہی تیار کردہ حربہ ہے۔ ایک عرصہ ہوا حضرت اقدس حجۃ اللہ علی الارض جری اللہ فی حلل انبیاءؑ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو باعلام الٰہی معلوم کرایا گیا تھا۔ کہ کسر صلیب کے دو اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ اس قسم کے اندرونی اسباب ہیں۔ اور یہ اندرونی اسباب کسر صلیب کے لئے مفید ثابت ہو رہے ہیں ؛

مسیحؑ کی دُعاء

ان کاغذات میں ایک کاغذ مسیحؑ کی دُعاء کا بھی نکلا ہے۔ جس میں وہ نہایت عجز کیساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے۔ اِس دُعاء سے عیسائی دنیا کو معلوم ہو گا۔ کہ مسیح اپنا مقام کیا ٹھہراتا ہے۔ اسمیں مسیح اعتراف کرتا ہے۔ کہ میرے گناہ بخش۔ اور پھر یہ بھی کہتا ہے۔ کہ مجھ پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ کر جو رحم نہ کر سکیں۔ اور یہ بھی دُعا کرتا ہے۔ کہ پرہیزگاری

کی مشکلات میں مجھے نہ ڈال۔ اور یہ بھی دُعا مانگتا ہے۔ کہ اپنے دوستوں میں مجھے حقیر نہ کر۔ اور یہ بھی اعتراف کرتا ہے۔ کہ مَیں اس کمال تک نہیں پہنچا جسکی مجھے خواہش تھی۔ غرض یہ ساری دُعا مسیح کی عبودیت۔ بندگی۔ بیچارگی کی پُوری مظہر ہے۔ اور اس کی شان نبوت کے موافق ہے۔

پطرس اور مسیح کی عمر

اکتوبر ۱۹۰۲ء قبل نماز مغرب جب حضرت جری اللہ فی حلل انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ تو روڑکی سے آئے ہوئے احباب ملے۔ جو برات میں گئے تھے۔ حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب نے (جو حضرت اقدس کے سلسلہ میں ایک درخشندہ گوہر ہیں۔ اور جو عیسائیوں کی کتابوں کو پڑھ کر اُن میں سے سلسلہ عالیہ کے مفید مطلب مضامین کے اقتباس کرنیکا بیحد شوق اور جوش رکھتے ہیں۔) پطرس کے متعلق سُنایا۔ کہ روڑکی میں پادریوں سے ملکر مَینے اس سوال کو حل کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ صلیب کے وقت پطرس کی عمر ۳۰ یا ۴۰ کے درمیان تھی۔ ناظرین کو اس سوال عمر پطرس کی ضرورت کے لئے ہم اُن کاغذات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جو حال میں کسی پُورانے راہب خانہ سے ملے ہیں۔ اور جن کا ذکر اٹلی اور ہانگ کانگ کے اخباروں میں چھپا ہے۔ اور جن کے مطابق پطرس لکھتا ہے۔ کہ مینے مسیح کی وفات سے تین سال بعد ان کو لکھا ہے۔ اور اب میری عمر ۹۰ سال کی ہے۔ گویا مسیح نے جب وفات پائی تو پطرس کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی۔ اور واقعہ صلیب کے وقت پطرس کی عمر تیس۳۰ اور چالیس کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ تو اب اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد کم ازکم ۴۷ سال تک بموجب اس تحریر کے زندہ رہا۔ اور پطرس اُن کے ساتھ رہا۔ اور یہ ثابت ہوگیا۔ کہ صلیب پر مسیح نہیں مرا۔ بلکہ طبعی موت سے مرا ہے۔ اور نہ آسمان پر اس جسم کے ساتھ اُٹھایا گیا کیونکہ رئیس الحوارین پطرس اس کی موت کا اعتراف کرتا ہے۔ اور موت کا وقت دیتا ہے۔

مفتی صاحب نے یہ عظیم الشان خوشخبری حضرت صاحبؑ کو سُنائی۔ پھر نماز مغرب

ادا ہوئی :۔ (ایڈیٹر الحکم)

اخبار الحکم کا شکریہ

پہلی دفعہ جب میں ۱۸۹۰ء کے اخیر میں قادیان آیا۔ اور بیعت کر کے واپس اپنی ملازمت پر جموں پہنچا۔ تو حضرت اُستاذی المکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب رضؓ نے مجھ سے قادیان کے تمام حالات دریافت کئے۔ حضرت صاحبؑ کیا کرتے تھے؟ کتنی دفعہ سیر کو گئے۔ راستہ میں کیا فرمایا؟ وغیرہ۔ حضرت مولنا صاحبؓ کی اِس دِلچسپی کے سبب مجھے شوق ہوُا۔ کہ جب کبھی مَیں قادیان آتا۔ تمام حالات لکھ کر حضرت مولوی صاحبؓ کو اور دُوسرے دوستوں کو بھیجتا رہتا۔ اس طرح مجھے ایسے حالات کے لکھتے رہنے کی عادت ہوگئی۔ اور بہت سی پُورانی نوٹ بکیں اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ جن میں اِس قسم کے حالات درج ہیں۔ اُس وقت سلسلہ کا کوئی اخبار نہ تھا۔ ۱۸۹۷ء میں پہلا اخبار الحکم نام جاری ہوُا۔ اس خبر رسانی کے متعلق مینے ایک مضمون ستمبر ۱۹۰۲ء میں لکھّا تھا جو درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

اللہ تعالیٰ کا رسُول ان دنوں ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف ہے۔ جس کا نام "نزول المسیح" رکھا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ ایک چھوٹا سا اشتہار شروع ہوُا تھا۔ کہ مخلوق الٰہی کو آنیوالے اور آئے ہوُئے عذاب سے ڈرائے۔ پھر پیر گولڑی کے اس راز کے افشا پر جو اس نے ایک مُردہ کے مسودوں کو اپنے نام پر شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ کچھ اور بڑھا۔ لیکن بعد میں ان رات دن گالیاں دینے والوں اور کافر کہنے والوں کی ہمدردی کے جوش میں خدا کے صادق نبی نے ارادہ فرمایا۔ کہ اس کتاب کو ہر طرح کے دلائل اور بیانات سے کامل کر کے لوگوں کی راہنمائی کے لئے پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کتاب کی تکمیل کیواسطے یہ بھی ضروری سمجھا گیا۔ کہ ان نشانات میں سے بعض کی ایک فہرست اس میں درج کیجائے۔ جو حضرت حجۃ اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس امر کیواسطے اس عاجز کو بھی حکم ہوُا۔ کہ بعض نشانات کو متفرق کتابوں وغیرہ سے جمع کر کے انکی ایک

یادداشت بناکر امام برحق کی خدمت میں پیش کروں۔ تاکہ اس جہادِ دینی میں میرے لئے کچھ ثواب کا حصّہ ہو۔ اس امر کے واسطے مجھے ضرورت ہُوئی۔ کہ مَیں اخبار الحکم کے گذشتہ پرچوں سے کچھ مدد لوں۔ چنانچہ مَیں نے دفتر الحکم سے سارے فائل منگوائے اور انکو دیکھنا شروع کیا۔ مطلب تو اپنے مطلب سے ہی تھا۔ لیکن ورق گردانی کرتے ہوئے کبھی اِس سُرخی اور کبھی اُس سُرخی پر نظر پڑ کر میرے دِل پر اس باقاعدہ ریکارڈ کا ایک عجیب اثر ہوا۔ اور اخبار کے کالموں میں اُن سالوں کے لئے اس پاک سلسلہ کی ایک محفوظ تاریخ دیکھکر بے اختیار قلب میں ایڈیٹر الحکم کا شکریہ اور اس کے واسطے دُعائے خیر نکلی :۔

۱۸۹۰ء کا آخیر یا ۱۸۹۱ء کا ابتداء تھا۔ جب سے مجھے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست بیعت ہونے اور آپؑ کی غلامی میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔ تب سے ہمیشہ میری یہ عادت رہی ہے۔ کہ آپؑ کے مقدس کلمات کو نوٹ کرتا، اور لکھ لیتا۔ اور اپنی پاکٹ بکوں میں جمع کرتا۔ اور اپنے مہربانوں اور دوستوں کو کشمیر کپورتھلہ انبالہ لاہور۔ سیالکوٹ۔ افریقہ۔ لندن روانہ کرتا۔ جس سے احباب کے ایمان میں تازگی آتی اور میرے لئے موجب حصول ثواب ہوتا۔ مدتوں لاہور میں یہ حالت رہی کہ جب احباب سُن پاتے کہ یہ عاجز دارالامان سے ہو کر آیا۔ تو بڑے شوق اور التزام کیساتھ ایک جگہ اکٹھے ہوتے۔ اور میرے گرد جمع ہو جاتے۔ جیساکہ شمع کے گرد پروانے۔ تب مَیں اُنہیں وہ رُوحانی غذا دیتا۔ جو کہ مَیں اپنے امام کے پاس سے جمع کر کے لے جاتا۔ اور اُن کی پیاسی رُوحوں کو اس آبِ زلال کیساتھ ایسا سیر کر دیتا۔ کہ اُن کی تشنگی اور بھی بڑھ جاتی۔ اور اُن کی عاشقانہ رُوحیں اپنے محبوب کی محبت میں اُچھلنے لگتیں۔ یہی حال ہر جگہ کے مُحِبّان کا تھا۔ جبکہ ایک مردِ خُدا شیخ یعقوب علی صاحب کو بہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہُوئی۔ کہ وہ اس سلسلہ کی تائید میں ایک ہفتہ وار اخبار نکال کر قوم کی اس اشد ضرورت کو پُورا کرے۔ سو یہ اخبار پہلے امرتسر میں جاری ہُوا۔ لیکن ایک سہ ماہی کے اندر جلد اپنے مرکز اصلی یعنی قادیان میں

آگیا۔ ضرور تھا کہ قوم کی مالی مشکلات میں یہ آرگن حصہ لینا۔ اور اُس نے جو کچھ حصہ لیا۔ اُس کے ذکر کی مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ مَیں دراصل اسجگہ اُس کی تاریخ لکھنے نہیں بیٹھا۔ بلکہ صرف اپنی شکرگذاری کا اظہار کر رہا ہُوں۔ قوم احمدی کی تمام تازہ خبروں کے ذریعے سے یہ اخبار ابتک جماعت کو بہت ہی مفید اور کارآمد خدمت دے رہا ہے:۔

حضرت اقدس کے الہامات کی پیش ازوقت اشاعت کر کے دُنیا کو معجزات و خوارق کا دکھلانا تمام احمدی انسٹی ٹیوشنس مثلاً میگزین مدرسہ کے متعلق جماعت کو باخبر رکھنا۔ حضرت اقدس کے کلمات طیبات دُور اُفتادوں تک پہنچانا سِلسلہ کے حالات کا ایک باقاعدہ ریکارڈ رکھنا۔ دُشمنانِ دین کے حملوں کا دندان شکن جواب دینا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے رُوحانی نسخہ جات کو قوم میں تقسیم کرنا حضرت امام کے خطوط قدیم کو محفوظ کر دینا۔ شہر قادیان کی لوکل ضروریات سے گورنمنٹ کو وقتاً فوقتاً اِطلاع دینا۔ جماعت احمدیہ کی تصانیف کا اِشتہار دینا حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ و مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے پُرزور خطبات جماعت کو سُنا دینا۔ غرض دشمنوں پر رُعب ڈالنے اور دوستوں کو خوش کرنے کے بہت سے عمدہ کام اس مفید پرچہ سے حاصل ہو رہے ہیں۔ باوجود ان خوبیوں کے ہنوز یہ اخبار تمام نقصوں سے نکل کر اپنے کمال کو نہیں پہنچا۔ اور ہر امرِ دُنیا میں تدریجاً ہوتا ہے لیکن مَیں امید کرتا ہوں کہ جس طرح قوم نے اپنی وسعت کے مطابق اس کی قدر کی ہے۔ اور شیخ صاحب ایڈیٹر نے وقتاً فوقتاً اس کی اطلاع کی ہے۔ ایساہی آئندہ ترقی کرتے کرتے رفتہ رفتہ یہ ایک بڑا زبردست آرگن اس قوم کا ہو جائے گا:۔

اور مَیں دُعاء کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اِس حُسن نیت کے ساتھ لگائے ہوئے برومند درخت کو اپنی بارانِ رحمت کیساتھ پرورش کرتا ہوا ایسا بنائے، اِتنا پھیلائے۔ کہ روزانہ اِس کے پتوں کے بارد اور کریم سایہ کے نیچے لاکھوں گناہ کی دُھوپ کے ستائے ہُوئے مسافرانِ دُنیا آرام اور راحت پاویں۔ آمین

ستمبر ۱۹۰۲ء محمد صادق
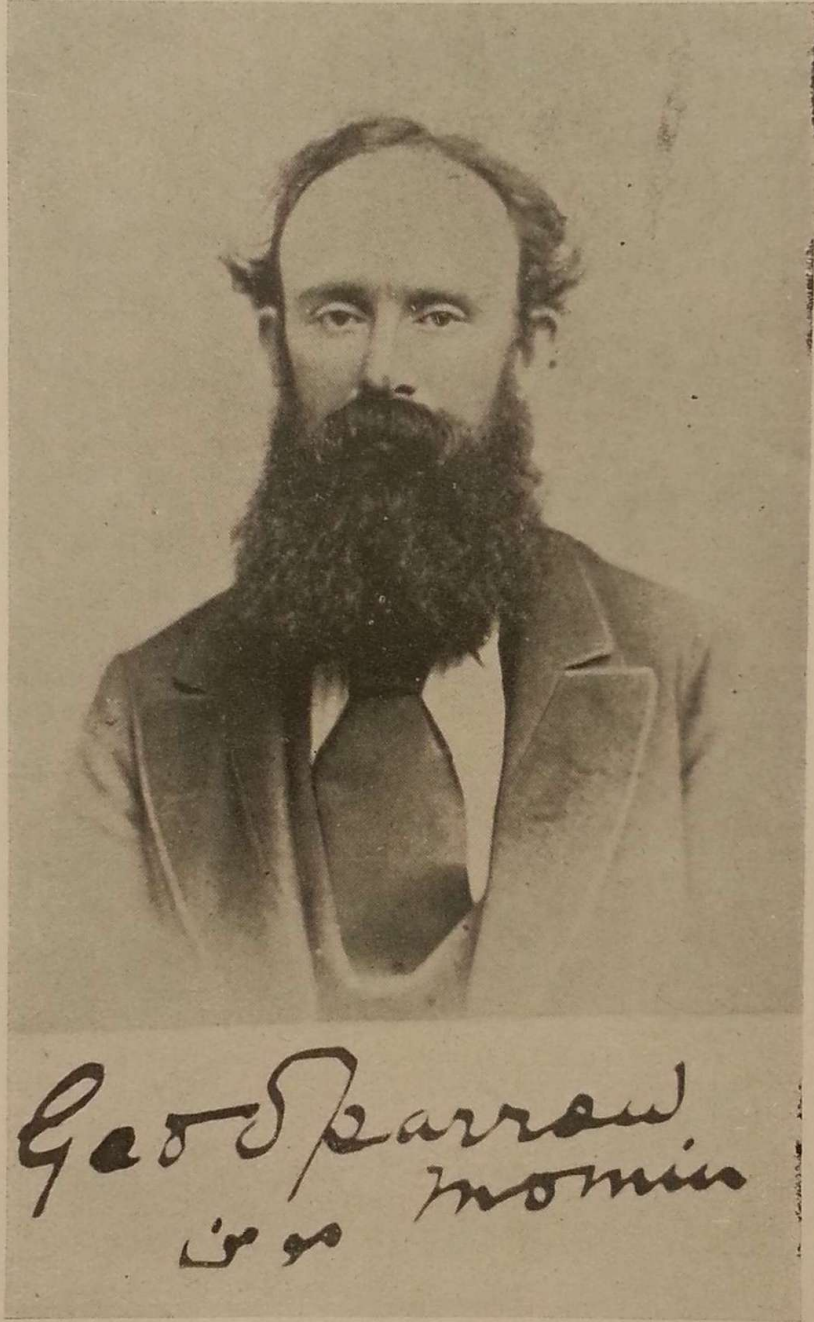
انگلستان میں پہلا انگریز جو سال ۱۹۱۷ میں مولف کتاب ھذا کی تبلیغ سے مسلمان ھوا۔ حضرت مسیح موعود کی پیشن گوئی کے پورا کرنے میں اِسکا نام بھی سپیرو یعنی چڑیا پرندہ تھا۔

فری میسن

امریکن ڈاکٹر ڈوئی مدعی نبوت نے (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں مطابق پیشگوئی ہلاک ہوا تھا۔) ایک کتاب فری میسنوں کے متعلق لکھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے سے عاجز نے وہ کتاب امریکہ سے منگوائی۔ ہنوز وہ کتاب قادیان نہ پہنچی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا۔ کہ "فری میسن مُسلّط نہیں کیئے جائینگے کہ اس کو ہلاک کریں۔" (الحکم مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء) اور اُسی شب ۱۳ ستمبر ۱۹۰۱ء حضرت اُم المومنین کو رُؤیا ہوا تھا۔ کہ "عیسےٰ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ خدا کہتا ہے۔ میں جب عیسیٰ کو اُتارتا ہوں تو پوڑی کھینچ لیتا ہوں۔" اور اس کے معنے حضرت اُم المومنین کے دل میں یہ ڈالے گئے کہ عیسےٰ کی حیات و ممات میں انسان کا دخل نہیں۔" ؞

اس کے بعد جب ڈاکٹر ڈوئی کی کتاب آئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ یہ کتاب ہر روز آپ تھوڑی تھوڑی ترجمہ کرکے سُنایا کریں۔ چنانچہ بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر احباب مسجد مبارک میں بیٹھ جاتے اور مَیں وہ کتاب ترجمہ کرکے سُناتا۔ یہاں تک کہ اُس کتاب میں یہ مضمون پڑھا گیا۔ کہ فری میسنوں میں بہت سی جماعتیں ہوتی ہیں۔ جیساکہ مدرسہ میں طلباء کی جماعتیں تو وارد پہلی جماعت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور ابتدائی جماعتوں میں صرف باہمی اخوت اور ہمدردی اور اخفائے مقاصد و تعلیم کے سبق دیئے جاتے ہیں۔ ادنےٰ جماعت والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ اعلیٰ جماعت والوں کے سپرد کیا کام ہیں۔ مگر انتہائی جماعت کے ممبروں کا کام زیادہ تر ایسے لوگوں کا کشت و خون ہوتا ہے۔ جو گورنمنٹ یا سوسائیٹی کے واسطے ضرر رساں یقین کیئے جائیں۔ اور جس شخص کو کوئی ایسا خوفناک کام سپرد کیا جاتا ہے۔ اُسے تمثیلی طور پر سمجھانے کے واسطے ایک پوڑی (زینہ) سے ایک چھت پر چڑھایا جاتا ہے۔ اور پھر زینہ کھینچ لیا جاتا ہے۔ مُراد اس سے یہ ہوتی ہے۔ کہ اب تمہارے لیئے واپسی کی کوئی راہ نہیں۔ قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اور آگے بڑھو۔ اور جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کو بہر حال پُورا کرو؞

جب کتاب میں سے یہ الفاظ پڑھے گئے۔ تو حاضرین کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے چند روز ہی قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین کو یہ خبر دیدی تھی۔ کہ فری میسنوں اور خفیہ سوسائیٹیوں کا یہ کام ہے۔ کہ وہ مخالفوں کو قتل کریں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کرنے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فالحمد للہ؛

طاعونی جرموں کا ہلاک کرنا

جب قادیان میں طاعون ہوئی۔ (۱۹۰۲ء اور اس کے قریب) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مکان کے صحن میں ایک بڑا ڈھیر لکڑیوں کا روزانہ جلایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ اس سے طاعونی جرم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اور خود ہمیشہ اُوپر کی منزل میں مقیم رہتے تھے۔ اور احباب کو بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ حتی الوسع اُوپر کی منزلوں میں رہا کریں؛

پادری پگٹ مدعیِ مسیحیت کو تبلیغ

سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک صاحب پادری پگٹ نام نے اپنے گرجا میں وعظ کرتے ہوئے۔ اچانک کہا۔ کہ میں ہی آنیوالا مسیح ہوں۔ کئی ایک نمازی جو گرجا میں موجود تھے۔ روتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور اس کے آگے سجدہ کیا۔ جب اس کے متعلق اخباروں میں خبر آئی۔ تو میں نے اُسے ایک خط لکھا۔ اور مزید حالات دریافت کئے۔ جب اُس کا خط اور اشتہارات میرے پاس پہنچے، تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کئے۔ اور حضورؑ نے فوراً ایک مختصر سا اشتہار لکھا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو بھیجا کہ اس کو ترجمہ کر کے ولایت بھیجدو۔ اتفاقاً میں اُسوقت مولوی محمد علی صاحب کے پاس ان کے دفتر میں موجود تھا۔ جو مسجد مبارک کے ساتھ کا چھوٹا کمرہ جانب مشرق ہے۔ اور ہم دونوں نے اُس اشتہار کو پڑھ کر دو باتوں کو خصوصیت کیساتھ نوٹ کیا۔ ایک تو یہ کہ حضرت صاحبؑ عموماً لمبے اشتہار لکھا کرتے تھے۔ مگر یہ اشتہار صرف چند سطروں کا تھا۔ جو ایک چھوٹے سے صفحہ پر آگیا۔ دوم یہ

کہ اس کے آخر میں حضورؑ نے اپنا نام اس طرح لکھا تھا:۔

النّبی مرزا غلام احمدؐ

وہ اشتہار انگلستان کے اخباروں میں کثرت سے شائع ہوا۔ مگر پگٹ صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ بالکل خاموش ہوگئے۔ اور پھر کبھی اپنے دعویٰ کا ذکر نہ کیا۔ اور خاموشی سے اپنی بقیہّ زندگی بسر کی ؛

انہی ایّام میں عاجز راقم نے ایک تبلیغی خط پگٹ کو لکھا تھا۔ جو درج ذیل ہے:۔

آج قریباً سولہ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ کہ عیسائیوں کی قوم ایک سچے خدا خالق ارض و سموات کی عبادت چھوڑ کر اُس دل پر زلزلہ ڈالنے والی غلطی میں پڑے ہُوئے ہیں۔ کہ ایک فانی انسان یعنی مریم کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے یسوع ناصری کو خدا مانتے ہیں۔ اور اس کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ یسوع جو اپنی گنہگاری سے ایسا واقف تھا۔ کہ اُس نے اپنے زمانہ کے ایک کافر کو بھی اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ اس کو نیک کے لفظ سے خطاب کرے۔ وہ یسوع جو ہمیشہ اپنے تئیں ابن آدم کے نام سے نامزد کرتا اور اپنے اقوال اور افعال سے ہمیشہ اپنی کمزوریوں کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ وہ یسوع جسنے اپنی کمزور رُوح اور کمزور جسم کا لحاظ رکھکر ساری رات نہایت الحاح سے جناب باری میں صلیب کی لعنتی موت سے بچنے کی دُعائیں مانگیں۔ ہاں اُس یسوع کو خدا مانا جاتا ہے۔ خُدائے قادر علیم و خبیر کے حضور میں یہ کتنے کفر کی بات ہے ؛

(۱) کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ان یقولون الّا کذباً۔ بڑے دلیرانہ کفر کی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلی یہ جھوٹ ہے۔ اور بالکل جھوٹ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فاما الذین کفروا فاعذبھم عذاباً شدیداً فی الدنیا والاٰخرۃ وما لھم من ناصرین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ انکار کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور کوئی ہرگز اُن کی مدد کرنیوالا نہ ہوگا ؛

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو

کرہ المشرکون۔ وہی ہے اللہ جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ اس سچے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر کے دکھلاوے۔ اور یہ بات ہو کر رہیگی۔ خواہ مشرک لوگ اس حق سے کراہت کر کے کیسی ہی مخالفت کریں۔

اِنسانوں کی جنس کی ذلّت اور بے عزّتی کے واسطے یہ عیسوی عقیدہ ایک انسان کو خُدا بنانے کا کچھ کم نہ تھا۔ لیکن اب ہم سُنتے ہیں کہ تم اتنے پر راضی نہیں ہو۔ بلکہ تُم نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر دعویٰ کیا ہے۔ کہ مَیں بھی مسیح اور خدا ہوں۔

ہمیشہ سے عیسائیوں اور مسلمانوں میں مباحثات ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور مسلمان عیسائیوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ یسُوع صرف ایک انسان تھا۔ اور وہ اس میں تھوڑے بہت کامیاب بھی ہوتے رہے ہیں۔ لیکن تثلیث کی تاریکی رُوئے زمین پر اِس طرح سے پھیلتی ہوئی چلی گئی جیسے مبروص کے بدن پر برص کا داغ۔ لیکن اَب خدائے غیوُر و قادر کی غیرت اِس جوش میں ہے۔ کہ اُس کے نام کی بے عزتی دُنیا میں نہ ہو۔ اَور اسی لیئے اس حکیم خدا نے رسُولوں کے سردار نبیوں کے خاتم اور ولیوں کے بادشاہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں سے اپنا ایک نبی اور رسول مبعوث کیا ہے۔ اَور اس کو ایسے معجزات اور خوارق عطاء کیئے ہیں، جن کے سامنے انجیلی معجزات ہیچ نظر آتے ہیں۔ پس بلحاظ ہمدردی مَیں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم اپنے تئیں یا کسی دُوسرے انسان کو خُدا کہنے کے بڑے اور قابل شرم گناہ سے توبہ کرو۔ یہ تو ایسا ناپاک جرم ہے۔ کہ کوئی دُنیوی گورنمنٹ بھی اس بات کو گوارہ نہیں کر سکتی۔ کہ کوئی اور ان کی سلطنت میں جھوٹا حاکم بن بیٹھے۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی سلطنت میں کسی کو ایسا کرنے کی جرأت ہو۔ اگر تم عاجزی اختیار کرو۔ اور انسانوں کا شیوہ اختیار کر کے خاکساری کیساتھ زمین پر چلو۔ اور خدا کے اِس مسیح موعود کو مانو جو ان دنوں کا مقدس رسُول ہے۔ اور جس کا نام حضرت میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ تو یقیناً خُدا تمہیں بہت سی برکتیں عطا فرماوے گا:

پر اگر تم اپنی ضد سے باز نہیں آتے اور ایک سچے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور اس

مقدس رسُول محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، اور اپنے تئیں مسیح اور خدا کہنے پر اصرار کرتے ہو۔ تو پھر فیصلہ کا ایک ہی طریق ہے۔ اور تمام شکوک کے رفع کرنیکا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تم بحیثیت خدا ہونے کے اپنا حکم صادر کرو۔ کہ یہ نبی تمہارے اِس دنیا میں ٹھیرنے کے زمانے کے اندر تمہارے یہاں ہوتے ہوئے مرجائے۔ اور اپنے اس حکم سے ایک چھپی ہُوئی چِٹھی کے ذریعہ سے اس نبی کو مطلع کرکے اس سے درخواست کرو کہ وہ بھی تمہارے حق میں ایسی ہی دُعا کرے۔ کہ تم اس کی زندگی میں مرجاؤ۔ کیونکہ بائیبل میں ایسا ہی لِکھا ہے۔ کہ جُھوٹا نبی مرجائیگا۔ ہاں مَیں یہ نہیں کہتا۔ کہ تم اس مسیح کے حق میں دُعا کرو۔ کیونکہ تم تو خود خدا ہونیکا دعویٰ کرتے ہو۔ اِسواسطے تمہیں کسی سے دُعا کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ صرف حکم جاری کرنیکی ضرورت ہے۔ پر یہ مسیح موعود تمہارے حق میں اپنے خدا سے دُعا مانگیگا۔ کیونکہ وہ صرف انسان اور خدا کا رسُول ہونیکا مدعی ہے۔ لیکن تم کو اختیار ہے کہ اگر تم خدا ہو تو اس کی دُعا کو قبول نہ کرو۔ اور اس طرح یہ مقابلہ بہر حال تمہارے حق میں مفید ہے۔ اگر تم اس بات کو اختیار کروگے تو جھوٹے کی موت تمام مشکل مسائل حل کردے گی۔ مباحثات اور مناظرات مذہبی تنازعات کا کبھی فیصلہ نہیں کرسکتے لیکن یہ ایک ایسا طریق ہے۔ کہ اس سے تمام دُنیا پر روشن ہوجائیگا۔ کہ سچا مذہب کونسا ہے۔ اور آسمان پر پُہنچنے کا اور آسمانی برکات کے حصول کا راستہ کیا ہے؛

مَیں ہوں مسیح موعود احمدؐ کا ایک غلام۔ محمد صادق

نوٹ:۔ مسٹر ڈگیٹ نے اس خط کا کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن پھر کبھی اُس نے اپنی مسیحیت کا بھی ذکر نہ کیا۔ اور بقیہ عمر خاموشی اور گمنامی میں گذاردی۔ منہ

سال ۱۹۰۳ء

دُعاء سے کامیابی

۲۵۔ مارچ ۱۹۰۳ء۔ فرمایا۔ ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ ستّر سال کے قریب عمر سے گذر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں خدا جانے کس وقت آجاوے۔ اور کام ہمارا ابھی

بہت باقی پڑا ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف اس کیواسطے خُدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں ہے۔ لہذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اُسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دُعاء کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرّہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا۔

خلوت میں گفتگو

۱۹۰۳ء مقدمہ کرمدین کے ایام میں ایک دن گورداسپور میں بالاخانے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل اور چند دیگر اصحاب نیچے دری پر بیٹھے تھے۔ عاجز راقم حضرت صاحبؑ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ خواجہ صاحب نے عرض کی کہ چند قانونی امور پر حضورؑ سے گفتگو کرنی ہے۔ دُوسرے دوست اُٹھ جائیں۔ تاکہ خلوت ہو جائے۔ مَیں بھی اُٹھنے لگا۔ تو حضورؑ نے مجھے فرمایا "آپ بیٹھے رہیں، آپ کے ہاتھ گرم ہو چکے ہیں۔" پس مَیں بیٹھا رہا۔ اور قانونی باتیں پیش ہوتی رہیں۔ اور اُن پر گفتگو ہوتی رہی۔

عاجز نے جماعت کرائی

(غالباً ۱۹۰۳ء) ایک سفر میں جبکہ ہم چند خدّام حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ قادیان سے گورداسپور جارہے تھے۔ اور قادیان سے بہت سویرے ہم سوار ہوئے تھے۔ نماز فجر کے وقت نہر پر پہنچے۔ اور وہاں نماز فجر ادا کی گئی۔ اور حضورؑ کے فرمانے سے عاجز راقم پیش امام ہوا۔ پانچ سات آدمی ساتھ تھے۔

برآمدہ کچہری میں نماز

(غالباً ۱۹۰۳ء) ایک دفعہ مقدمہ کرمدین میں جبکہ حضرت صاحبؑ کمرہ عدالت میں بہ سبب سماعتِ مقدمہ تشریف فرما تھے۔ اور نماز ظہر کا وقت گذر گیا۔ اور نماز عصر کا وقت بھی تنگ

ہو گیا۔ تب حضورؑ نے عدالت سے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ اور باہر آکر برآمدے میں ہی اکیلے ہر دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں:

گنّے سے کھانسی کا علاج

سفر گورداسپور میں ۱۹۰۳ء میں ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کو کھانسی کی شکایت تھی۔ مَیں نے عرض کی کہ میرے والد مرحوم اِس کا علاج گرم کیا ہوا گنّا بتلایا کرتے تھے۔ تب حضورؑ کے فرمانے سے ایک گنا چند پوریاں لیکر آگ پر گرم کیا گیا۔ اور اس کی گنڈیریاں بنا کر حضورؑ کو دی گئیں۔ اور حضورؑ نے چوسیں:

گل محمدؐ عیسائی

اگست ۱۹۰۳ء میں بنوں کا ایک عیسائی گل محمدؐ نام قادیان آیا۔ بہت گستاخی سے جھگڑتا اور بحث کرتا رہا۔ اور اسی حالت میں چلا گیا۔ اُس کے چلا جانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک رؤیا دیکھا۔ کہ گل محمدؐ آنکھوں میں سُرمہ لگا رہا ہے۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ہدایت ہو جائے گی۔ چنانچہ بہت سالوں کے بعد سُنا گیا تھا کہ اُسنے پھر اسلام قبول کیا تھا بنّوں کے مشہور ڈاکٹر پینل کی بیوہ نے بھی مجھے اپنے کارڈ میں لکھا ہے۔ کہ گل محمدؐ نے عیسائیت کو ترک کر دیا تھا۔ اور اپنے پہلے مذہب میں داخل ہو گیا تھا۔ جب گل محمدؐ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک تحریر ہونے لگی جس میں غالباً اس قسم کا کچھ اقرار تھا۔ کہ گل محمدؐ دوبارہ کب آوے۔ اور اس کے ساتھ کس طرح گفتگو ہو۔ تو گل محمدؐ نے اصرار کیا کہ اُس کے نام کیساتھ مولوی کا لفظ لکھا جائے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ مولوی ایک عزّت کا لفظ ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے خاص ہے۔ آپکے نام کیساتھ ہم یہ لفظ نہیں لکھ سکتے۔ تھوڑی بحث کے بعد یہ طے پایا کہ اسکے نام کیساتھ مسٹر کا لفظ لکھا جائے:

مسئلہ شفاعت بہت صفائی سے حل ہو گیا

اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ ہمارے مکرم خان صاحب محمدؐ علی خان صاحب کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار

ہوگیا۔ چودہ روز ایک ہی تپ لازم حال رہا اور اس پر حواس میں فتور اور سخت بیہوشی رہی۔ آخر نوبت احتراق تک پہنچ گئی۔ میرے مخدوم مکرم مولوی نورالدین صاحبؓ فرماتے تھے کہ عبدالرحیم کے علاج میں غیر معمولی توجہ انہیں پیدا ہوئی۔ اور اُن کے علم نے اپنی پوری اور وسیع طاقت سے کام لیا۔ مگر ضعف اور عجز کا اعتراف کر کے بجز سپر انداز ہو جانے کے کوئی راہ نظر نہ آتی تھی۔

حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کو ہر روز دُعا کے لئے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اور وہ کرتے تھے۔ ۲۵ر اکتوبر کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بڑی بیتابی سے عرض کی گئی۔ کہ عبدالرحیم کی زندگی کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ حضرت رؤف رحیم اس کے لئے تہجد میں دُعا کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں خدا کی وحی سے آپؑ پر کُھلا کہ "تقدیر مبرم ہے۔ اور ہلاکت مقدر"۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالمواجہ مجھے فرمایا۔ کہ جب خدا تعالیٰ کی یہ قہری وحی نازل ہوئی تو مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا۔ اسوقت بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔ کہ یا الٰہی! اگر یہ دُعا کا موقع نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اِسکا موقعہ تو ہے۔ اسپر معاً وحی نازل ہوئی۔ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا! اور مجھ پر سخت خوف اور ہیبت وارد ہوئی۔ کہ مَیں نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔ ...... ایک دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْمُجَازُ۔ یعنی تجھے اجازت ہے۔ اس کے بعد حالاً بعد حال عبدالرحیم کی صحت ترقی کرنے لگی۔ اور اب ہر ایک جو دیکھتا اور پہچانتا تھا، اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے شکر سے بھر جاتا۔ اور اعتراف کرتا ہے۔ کہ لاریب مردہ زندہ ہوا ہے۔ اس سے زیادہ مسئلہ شفاعت کا حل اور کیا ہوسکتا ہے۔ اور یہی خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہے۔ افسوس احمق نصرانی پر کہ ایک ناتوان انسان کی پھانسی ملنے کو شفاعت کی غایت سمجھتا ہے۔ خُدا کرے کہ دُنیا کی آنکھیں کھلیں۔ اور اس سچے شفیعؑ نور کو پہچانیں جو وقت پر اُن کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اور کفارہ وغیرہ بے بنیاد افسانوں کو چھوڑ دیں۔ جس کا نتیجہ ابتک بجز رُوح کی موت اور جسم کی ہلاکت کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔

اے احمدیو! تمہیں مبارک ہو۔ کہ یہ دولت خدا تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں رکھی تھی۔ خدا کا شکر اور اُس کی قدر کرو:۔ والسّلام (عبدالکریم)

کشش

ستمبر ۱۹۰۳ء۔ فرمایا وہی مذہب ترقی کر سکتا ہے جسمیں رُوحانیت ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ ایک کشش عطا کرتا ہے۔ جو پاکیزہ دلوں کو محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ اس سے کھچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ اس کشش سے مؤثر ہونے والے لوگ ایک فوق العادۃ زندگی کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔ ہیروں کے ٹکڑوں کی طرح اُس کشش کی چمک اُنمیں نظر آتی ہے جس شخص کو وہ کشش ہوتی ہے۔ وہ الٰہی طاقتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی نادر اور مخفی قدرتیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں، ایسے شخص کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اسی کشش سے انکو کامیابی ہوتی ہے۔ سچّی تقویٰ اور استقامت بغیر ایسے صاحبِ کشش کی موجودگی کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس کے سوائے قوم بنتی ہے۔ یہی کشش ہے جو کہ دلوں میں قبولیت ڈالتی ہے۔ اس کے بغیر ایک غلام اور نوکر بھی اپنے آقا کی خاطر خواہ فرمانبرداری نہیں کر سکتا۔ اور اسی کے نہ ہونے کیوجہ سے نوکر اور غلام جنپر بڑے اِنعام و اکرام بھی کئے گئے ہوں۔ آخر کار نمک حرام نکل جاتے ہیں۔ بادشاہوں کی ایک کثیر تعداد ایسے غلاموں کے ہاتھ سے قتل ہوتی رہی۔ لیکن کیا کوئی ایسی نظیر انبیاءؑ میں دکھا سکتا ہے۔ کہ کوئی نبی اپنے کسی غلام یا مُرید کے ہاتھوں سے قتل ہؤا ہے۔ مال اور زر اور کوئی اور ذریعہ دِل کو اس طرح سے قابو نہیں کر سکتا۔ جِس طرح سے یہ کشش قابو کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وُہ کیا بات تھی۔ کہ جس کے ہونیسے صحابہؓ نے اِس قدر صدق دِکھایا۔ اور انہوں نے نہ صرف بُت پرستی اور مخلوق پرستی سے ہی منہ موڑا۔ بلکہ درحقیقت اُن کے اندر سے دُنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے۔ وُہ نہایت سرگرمی سے خُدا کی راہ میں ایسے فدا تھے۔ کہ گویا ہر ایک اُن میں سے ابراہیمؑ تھا۔ اُنہوں نے کامل اخلاص سے خُدا کا جلال ظاہر کرنے

کے لیئے وہ کام کئے جس کی نظیر بعد اس کے کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ اور خوشی سے دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا۔ دُنیا اور مافیہا پر دین کو مقدم کر لینا بغیر کشش الٰہی کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں میں یہ کشش نہیں ہوتی وہ ذرا سے ابتلاء سے تبدیل مذہب کر لیتے ہیں؛

چکڑالوی

لاہور میں ایک بزرگ بابا محمدؐ چٹو نام ہُوا کرتے تھے۔ جو پہلے ایک جوشیلے وہابی ہونے کے سبب اور بعد میں چکڑالوی ہو جانے کے سبب مشہور آدمی تھے۔ وُہ اپنے زمانہ عقائد چکڑالویہ کے درمیان اپنے عقیدہ کے ایک عالم کو ساتھ لیکر بحث کرنیکے لئے قادیان آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک ہی بات کہی۔ کہ آپ میری صداقت کے تو قائل نہیں۔ لیکن دُنیا میں کسی نہ کسی کی صداقت کے تو آپ قائل ہوں گے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کوئی نبی یا رسُول۔ جس کسی کے بھی آپ قائل ہوں جن دلائل سے آپنے ان کو سچّا مانا ہے۔ وہ دلائل آپ میرے سامنے بیان کریں۔ اُنہی کے ذریعے سے میں آپکو اپنی سچائی کا ثبوت دُوں گا۔ اور اس طرح بات مختصر ہو جائیگی۔ بابا چٹو اور اس کے ساتھی مولوی اس امر کا کچھ جواب نہ دے سکے۔ اور ٹال مٹول کرنے لگے۔ اِس واسطے گفتگو کا سلسلہ آگے نہ چل سکا؛

ڈاکٹر عبد الحکیم و ڈاکٹر رشید الدین صاحب مرحُوم

غالباً ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ڈاکٹر عبد الحکیم کا ذکر آیا۔ کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی تصنیف کے کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت ابھی مُرتد نہیں ہوئے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے عرض کی ڈاکٹر عبد الحکیم تو اپنا وقت کسی تصنیف کے کام میں لگائے رکھتے ہیں۔ لیکن مجھے ڈاکٹر رشید الدین صاحب سے یہ سُنکر تعجب ہُوا کہ اُنہوں نے

کہا۔ کہ مجھے کسولی کے پہاڑ پر لگایا گیا ہے۔ جہاں کام بہت کم ہونے کی وجہ سے مَیں حیران تھا۔ کہ وقت کس طرح سے گذاروں۔ اور آخر بہت سوچکر روزانہ اخبار سول ملٹری منگوانا شروع کیا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ مولوی صاحبؓ ڈاکٹر عبدالحکیم ایک دُنیادار آدمی ہے۔ اُسے کتابوں کے بیچنے اور روپیہ کمانے کی فکر رہتی ہے۔ لیکن خلیفہ رشید الدین صاحب ایک درویش آدمی ہیں۔ جو دُنیا جمع کرنے کی فکر نہیں رکھتے ؎

سال سنہ ۱۹۰۴ء

کثرتِ ازدواج کی اجازت

جنوری سنہ ۱۹۰۴ء۔ فرمایا۔" بڑی خوش قسمتی یہ ہے۔ کہ اِنسان کو حقیقی طور پر معلوم ہو جائے۔ کہ خُدا ہے۔ جس قدر جرائم، معاصی اور غفلت وغیرہ ہوتی ہے۔ ان سب کی جڑ خداشناسی میں نقص ہے۔ اسی نقص کیوجہ سے گناہ میں دلیری ہوتی ہے۔ بدی کیطرف رجُوع ہوتا ہے۔ اور آخرکار بدچلنی کی وجہ سے مثلاً آتشک کی نوبت آتی ہے۔ پھر اس سے جزام ہوتا ہے۔ جس سے نوبت موت تک پہنچتی ہے۔ حالانکہ بدکار آدمی اگر بدکاری میں لذّت حاصِل نہ کرے۔ تو خُدا اُسے کسی اور طریق سے لذّت دیدیگا۔ اور اس کے جائز وسائل بہم پُہنچادیگا۔ مثلاً اگر چور چوری کرنا ترک کر دے۔ تو خُدا اُسے مقدارِ رزق ایسے طریق سے دے دیگا جو حلال ہو۔ اور حرامکار حرامکاری نہ کرے تو خدانے اس پر حلال عورتوں کا دروازہ بند نہیں کر دیا۔ اِس لئے بدکاری اور بدنظری سے بچنے کے لئے ہم نے اپنی جماعت کو کثرت ازدواج کی بھی نصیحت کی ہے۔ کہ تقویٰ کے لحاظ سے اگر وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنی چاہیں تو کرلیں۔ مگر خُدا کی معصیت کے مُرتکب نہ ہوں"۔

پہلی بیوی کے حقوق

فرمایا" میرا تو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ میری جماعت کے لوگ کثرتِ ازدواج کریں۔ اور

کثرت اولاد سے جماعت کو بڑھاویں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ پہلی بیوی کے ساتھ دُوسری بیوی کی نسبت زیادہ اچھا سلوک کریں۔ تاکہ اُسے تکلیف نہ ہو۔ دُوسری بیوی پہلی بیوی کو اسی لئے ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ خیال کرتی ہے۔ کہ میری غور و پرداخت اور حقوق میں کمی کی جائیگی۔ مگر میری جماعت کو اس طرح نہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ عورتیں اس بات سے ناراض رہتی ہیں۔ مگر میں تو یہی تعلیم دونگا۔ ہاں یہ شرط ساتھ رہیگی۔ کہ پہلی بیوی کی غور و پرداخت اور اس کے حقوق دُوسری کی نسبت زیادہ توجہ اور غور سے ادا ہوں۔ اور دُوسری کی نسبت پہلی کو زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کی جائے"

سچّی توبہ

۱۹۰۴ء۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنے سے انسان بالکل معصوم ہو جاتا ہے۔ گویا اُس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ سچی توبہ کے بعد چاہیئے کہ انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کیساتھ صاف رکھے۔ تاکہ کوئی حزن اور غم اُس کے نزدیک نہ پھٹکے۔ کیونکہ اس سے انسان ولی بن جاتا ہے۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ خدا تعالیٰ جب کسی کو اپنا ولی بناتا ہے۔ تو ہزاروں گناہ اور امراض سے اُسے بچاتا ہے۔ نہ صرف اُسے بلکہ اُس کے اہل و عیال کا بھی کفیل ہو جاتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جن مکانوں میں اور زمینوں میں وہ رہتے ہیں۔ اُن میں ایک برکت دیجاتی ہے۔ اور ان کے کپڑوں میں برکت دی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ سابقہ زندگی میں کسی سے صغائر یا کبائر سرزد ہوئے ہوں۔ لیکن سچے تعلق اور صاف معاملہ پر اللہ تعالیٰ کل گناہ بخش دیتا ہے حتّٰی کہ اُسے یاد تک نہیں دلاتا کہ تجھ سے یہ گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ نہ اُس کو کہیں شرمندہ ہونے دیتا ہے۔ یہ اُس کا فضل اور احسان ہے؛

درازیٔ عمر کا نسخہ

۱۹۰۴ء۔ ایک دفعہ فرمایا "اگر انسان چاہتا ہے کہ لمبی عمر پائے۔ تو اپنا کچھ وقت

اخلاص کیساتھ دین کے لئے وقف کرے۔ خدا کیساتھ معاملہ صاف ہونا چاہیئے۔ وُہ دلوں کی نیّت کو جانتا ہے۔ درازیٔ عمر کے واسطے یہ مفید ہے۔ کہ انسان دین کا ایک وفادار خادم بنکر کوئی نمایاں کام کرے۔ آج دین کو اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی اُس کا بنے اور اس کی خدمت کرے"۔

تاکیدِ نماز

۱۹۰۷ء۔ فرمایا۔ نماز خُدا کا حق ہے۔ اسے خوب ادا کرو۔ اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو، وفاء اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہے تو ہونے دو۔ مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو نماز کو منحوس کہتے ہیں۔ اُن کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے۔ ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ نماز دین کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دُنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذاتِ جسمانی کے لئے ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اور اس قدر خرچ ہو کر نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان بیماریوں میں گرفتار ہوتا ہے۔ مگر نماز ایک مُفت کا بہشت ہے۔ جو انسان کو حاصِل ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دُنیا کی جنّت ہے۔ اور وہ نماز کی لذت ہے۔ نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے۔ بلکہ عبودیّت کو ربُوبیّت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا نے نماز بنائی ہے۔ اور اس میں ایک لذت رکھدی ہے۔ جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے جیسے ایک لڑکے اور لڑکی کی باہمی شادی ہوتی ہے۔ تو اگر ان کے ملاپ میں ایک لذّت نہ ہو تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی اگر نماز میں لذّت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دروازہ بند کرکے دُعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذّت پیدا ہو۔ جو تعلّق عبُودیّت کا ربُوبیّت سے ہے۔ وہ بہت گہرا تعلّق ہے۔ اور انوار سے پُر ہے جسکی تفصیل نہیں ہوسکتی۔ جب تک یہ لذّت حاصل نہیں ہوتی تب تک انسان بہائم سے ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذّت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصّہ مل گیا لیکن جسے یہ لذت

دو۲ چار دفعہ بھی نہ ملے وہ اندھا ہے۔ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔

دُعاء نہ کرنے میں ہلاکت ہے

۴۔جون ۱۹۰۴ء۔ فرمایا۔ نماز اصل میں دُعاء ہے۔ اگر انسان کا نماز میں دِل نہ لگے تو پھر ہلاکت کے لئے طیار ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص دُعاء نہیں کرتا۔ وہ گویا خود ہلاکت کے نزدیک جاتا ہے۔ دیکھو ایک طاقتور حاکم ہے۔ جو بار بار اس امر کی ندا کرتا ہے۔ کہ میں دُکھیاروں کا دُکھ اُٹھاتا ہوں۔ مشکل والوں کی مشکل حل کرتا ہوں۔ مَیں بہت رحم کرتا ہوں بیکسوں کی امداد کرتا ہوں۔ لیکن ایک شخص جو مشکل میں مُبتلا ہے۔ اُس کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور اس کی نداء کی پرواہ نہیں کرتا، نہ اپنی مشکل کا اُس کے آگے بیان کر کے طلب امداد کرتا ہے۔ تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اَور کیا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہر وقت انسان کو آرام دینے کے واسطے طیار ہے۔ بشرطیکہ کوئی اُس سے درخواست کرے۔ قبولیتِ دُعاء کے واسطے ضروری ہے کہ انسان نافرمانی سے باز رہے۔ اور بڑے زور سے دُعاء کرے۔ کیونکہ پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے، تب آگ پیدا ہوتی ہے؞

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے عاجز راقم کو خواب میں دیکھا

۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء۔ فجر کے وقت فرمایا "کہ ہم نے ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ ایک سڑک ہے جسپر کوئی درخت ہے۔ اور ایک مقام دارہ کی طرح ہے۔ مَیں وہاں پہنچا ہوں۔ مفتی محمدؐ صادق میرے ساتھ تھے۔ دو چار اور دوست بھی ہمراہ تھے۔ لیکن اُن کے نام اور وہ حصہ خواب کا بھول گیا ہوں"

دُعاء نہ کرنیکا نتیجہ

۱۹۔ اپریل ۱۹۰۴ء۔ فرمایا "دُعاء عمدہ شے ہے۔ اگر توفیق دُعا ہو تو یہی ذریعہ مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ مہربان ہو جاتا ہے۔ دُعاء کے نہ

کرنے سے سب سے اوّل دل پر زنگ چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا سے اجنبیّت، پھر عداوت، پھر نتیجہ سلب ایمان ہوتا ہے ؛

گول مول مصالحت ناپسند

جون ۱۹۰۴ء میں ایّام مقدمہ کرم دین میں بعض معزز مسلمانوں نے یہ کوشش کی کہ حضرت صاحبؑ اور کرم دین کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ اور ہر دو فریق اپنے اپنے مقدمات کو واپس لے لیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مَیں نے تو کرم دین پر کوئی مقدمہ نہیں کیا حکیم فضلدین صاحب نے کیا ہے۔ مگر مَیں اُن کو حکم دیکر مقدمہ واپس کرا دیتا ہوں۔ بشرطیکہ کرم دین اقرار کرے۔ کہ خطوط محولہ مقدمہ اور مضمون سراج الاخبار اُسی کے ہیں۔ یا وہ خدا کی قسم کھا کر لکھدے۔ کہ وہ مضمون میرے نہیں ہیں۔ مگر کرم دین کے دل میں چور تھا وہ اپنے جھوٹ سے واقف تھا۔ اس واسطے قسم کی جرأت نہ کر سکا۔ اور مقدمہ جاری رہا۔ اور آخر خدا تعالیٰ نے عدالت اپیل سے حضرت صاحبؑ کی صداقت اور کرم دین کے جھوٹ کو ثابت اور شائع کرا دیا۔ حضرت صاحبؑ نے مقدمات کی تکالیف کو برداشت کرنا پسند کیا۔ مگر گول مول مصالحت کو پسند نہ کیا ؛

اخلاقی تناسخ

جولائی ۱۹۰۴ء۔ فرمایا۔ انسان جب خدا تعالیٰ کی طرف ترقی کرنے لگتا ہے، تو پہلے اُسکی حالت بہت ادنےٰ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک بچہ آج پیدا ہُوا ہے۔ تو اُس میں صرف دُودھ چوسنے کی ہی طاقت ہوتی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ پھر جب غذا کھانے لگتا ہے تو آہستہ آہستہ غصّہ، کینہ، خود پسندی، نخوت، علیٰ ہذ القیاس سب باتیں اُس میں ترقی کرتی جاتی ہیں۔ اور دن بدن جوں جوں اس کی غذائیت بڑھتی جاتی ہے۔ شہوات اور طرح طرح کے اخلاق ردیّہ اور اخلاق فاسدہ زور پکڑتے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک وقت پر اپنے پورے کمال انسانی پر پہنچتا ہے۔ اور بھی اُس کے جسمانی جنم ہوتے ہیں۔ یعنی کبھی

کُتّے، کبھی سؤر، کبھی بندر، کبھی گائے، کبھی شیر وغیرہ جانوروں کے اخلاق اور صفات اپنے اندر پیدا کرتا جاتا ہے۔ گویا کل مخلوقات الارض کی خاصیت اُس کے اندر ہوتی جاتی ہے۔ اِسی طرح جب اِنسان اللہ تعالےٰ کیساتھ سلوک کا راستہ چاہیگا۔ تو یہ ساری خاصیتیں اس کو طے کرنی پڑیں گی۔ اور یہی تناسخ اصفیاء نے مانا ہے۔ غالباً یہی تناسخ ہنود میں بھی تھا۔ مگر بے علمی سے دھوکا لگ گیا۔ اور سمجھ الٹی ہوگئی۔ اسی کے مطابق صاحب مثنوی نے کہا ہے۔ ؎

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ٭ ہفت صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

حقیقتِ دُعاء

اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ فرمایا ” یاد رکھو۔ کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ دُعا ہی ہے۔ یہی دُعاء اس کے لئے پناہ ہے۔ اگر وہ ہر وقت اسمیں لگا رہے۔ یہ بھی یقیناً سمجھو کہ یہ ہتھیار اور نعمت صرف اسلام ہی میں دی گئی ہے۔ دُوسرے مذاہب اِس عطیہ سے محروم ہیں۔ آریہ لوگ بھلا کیوں دُعا کریں گے جبکہ انکا یہ اعتقاد ہے۔ کہ تناسخ کے چکّر میں سے ہم نکل ہی نہیں سکتے۔ اور کسی گناہ کی مُعافی کی کوئی اُمید ہی نہیں ہے۔ انکو دُعا کی کیا حاجت اور کیا ضرورت اور اس سے کیا فائدہ ؛

اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ مذہب میں دُعاء ایک بے فائدہ چیز ہے۔ اور پھر عیسائی دُعاء کیوں کریں گے۔ جبکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ دوبار کوئی گناہ بخشا نہیں جائیگا۔ کیونکہ مسیح دوبارہ تو مصلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ خاص اکرام اسلام کیلئے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ اُمّت مرحومہ ہے۔ لیکن اگر آپ ہی اس فضل سے محروم ہو جائیں۔ اور خود ہی اس دروازہ کو بند کر دیں۔ تو پھر کس کا گناہ ہے ؟ جب ایک حیات بخش چشمہ موجود ہے۔ اور آدمی ہر وقت اس سے پانی پی سکتا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے۔ تو خود طالب موت اور نشانہ ہلاکت ہے۔ اس صُورت میں تو چاہیئے کہ اس پر مُنہ رکھدے۔ اور خوب سیراب ہوکر پانی پی لیوے۔ یہ میری
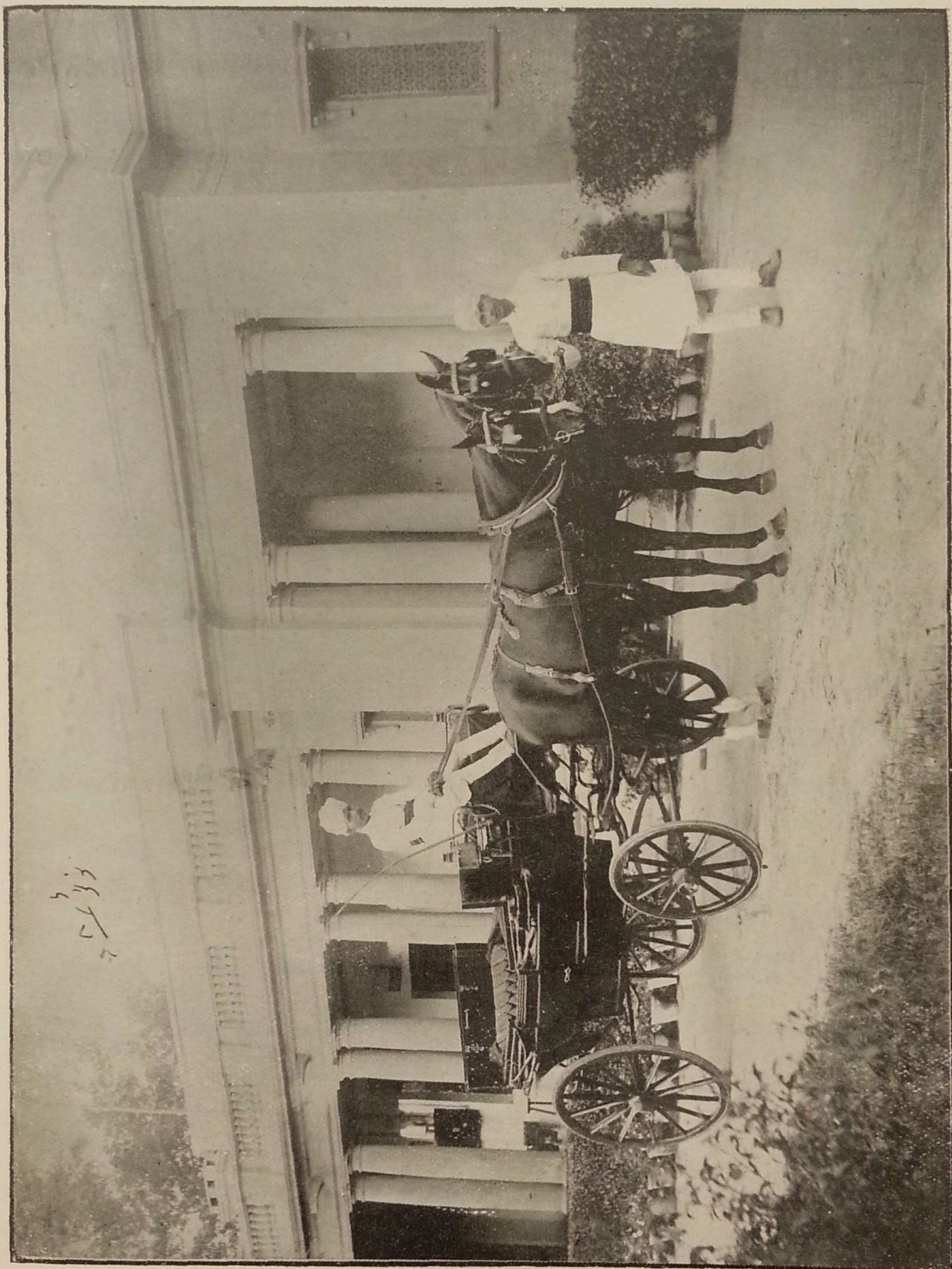
اس میں حضرت صاحب ـ وصال سے چند روز قبل شام کے قریب ہوا خوری کے واسطے جایا کرتے تھے۔

نصیحت ہے۔ جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے تیس پارے ہیں۔ اور سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔ لیکن ہر شخص نہیں جانتا۔ کہ ان میں وہ نصیحت کونسی ہے۔ جسپر اگر مضبوط ہو جائیں۔ اور اسپر پورا عملدرآمد کریں۔ تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق ملجاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ وہ کلید اور قوت دُعاء ہے۔ دُعار کو مضبوطی سے پکڑلو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مُشکلات کو آسان کر دیگا۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ لوگ دُعار کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ دُعار کیا چیز ہے؟ دُعاء یہی نہیں کہ چند لفظ مُنہ سے بڑبڑائے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں؛

دُعار اور دعوت کے معنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے پکارنا اور اس کا کمال اور مؤثر ہونا اُس وقت ہوتا ہے۔ جب اِنسان کمال دردِ دل اور سوز کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجُوع کرے۔ اور اُس کو پُکارے۔ ایسا کہ اُس کی رُوح پانی کیطرح گداز ہو کر آستانہ الوہیت کیطرف بہ نکلے۔ یا جسطرح کوئی مصیبت میں مُبتلا ہوتا ہے۔ اور وہ دُوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے۔ تو دیکھتے ہو کہ اُس کی پُکار میں کیسا انقلاب اور تغیّر ہوتا ہے۔ اُس کی آواز ہی میں وہ درد بھرا ہوُا ہوتا ہے جو دُوسروں کے رحم کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دُعاء جو اللہ تعالیٰ سے کی جاوے۔ اُسکی آواز اُس کا لب ولہجہ اور ہی ہوتا ہے۔ اُس میں وہ رقّت اور درد ہوتا ہے جو الوہیّت کے چشمۂ رحم کو جوش میں لاتا ہے۔ اس دُعاء کیوقت آواز ایسی ہو۔ کہ سارے اعضاء اس سے متأثر ہو جاویں۔ اور زبان میں خشوع وخضوع ہو۔ دِل میں درد اور رقّت ہو۔ اعضاء میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور پھر سب سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر کامل ایمان اور پوُری اُمید ہو۔ اُس کی قدرتوں پر ایمان ہو۔ ایسی حالت میں جب آستانہ الوہیت پر گرے گا۔ نامراد واپس نہ ہوگا۔ چاہیئے کہ اس حالت میں بار بار حضور الٰہی میں عرض کرے۔ کہ مَیں گنہگار ہوں اور کمزور ہوں۔ تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو آپ رحم فرما اور مجھے گُناہوں سے پاک کر کیونکہ

تیرے فضل وکرم کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ جو مجھے پاک کرے۔ جب اس قسم کی دُعا میں مداومت کرے گا۔ اور استقلال اور صبر کیساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید کا طالب رہیگا۔ تو کسی نامعلوم وقت پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک نور اور سکینت اُس کے دِل پر نازل ہوگی۔ جو دل سے گناہ کی تاریکی کو دُور کریگی۔ اور غیب سے ایک طاقت عطاء ہوگی جو گناہ سے بیزاری پیدا کرے گی۔ اور وہ اُن سے بچیگا۔ اس حالت میں دیکھیگا۔ کہ میرا دل جذبات اور نفسانی خواہشوں کا ایسا اسیر اور گرفتار تھا۔ گویا ہزاروں ہزار زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ جو بے اختیار اُسے کھینچکر گناہ کی طرف لیجاتے تھے۔ ایک دفعہ وہ سب زنجیر ٹوٹ گئے ہیں۔ اور آزاد ہوگیا ہے۔ اور جیسے پہلی حالت میں گناہ کیطرف ایک رغبت اور رجوع تھا۔ اس حالت میں وہ محسوس اور مشاہدہ کریگا۔ کہ وہی رغبت اور رجوع اللہ تعالیٰ کیطرف ہے۔ گُناہ سے محبت کی بجائے نفرت اور اللہ تعالیٰ سے وحشت اور نفرت کی بجائے محبّت اور کشش پیدا ہوگی۔

نماز کے اندر کوئی ضروری کام

نومبر ۱۹۰۴ء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا جو بمعہ جواب درج ذیل ہے:۔

کہ اگر ایک احمدی بھائی نماز پڑھ رہا ہو۔ اور باہر سے اس کا افسر آجائے۔ اور دروازہ کو ہلا ہلا کر اور ٹھونک ٹھونک کر پکارے۔ اور دفتر یا دوائی خانہ کی چابی مانگے۔ تو ایسے وقت میں اُسے کیا کرنا چاہیئے۔

جواب حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ ایسی صُورت میں ضروری تھا۔ کہ وہ دروازہ کھول کر چابی افسر کو دیدیتا۔ (یہ ہسپتال کا واقعہ ہے۔ اِسلئے فرمایا) کیونکہ اگر اسکے التواء سے کسی آدمی کی جان چلی جاوے۔ تو یہ سخت معصیت ہوگی۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ نماز میں چلکر دروازہ کھول دیا جاوے۔ تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ایسے ہی اگر بچے کو کسی خطرہ کا اندیشہ ہو یا کسی موذی جانور سے جو نظر پڑتا ہو ضرر پہنچتا ہو۔ تو بچے کو بچانا

اور جانور کو مار دینا اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ گناہ نہیں ہے۔ اور نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بلکہ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ گھوڑا کھل گیا ہو۔ تو اُسے باندھ دینا بھی مفسد نماز نہیں ہے۔ کیونکہ وقت کے اندر نماز تو پھر بھی پڑھ سکتا ہے ؛

پیشگوئی متعلّق کوریا

جب ۱۹۰۴ء میں رُوس اور جاپان کے درمیان جنگ چھڑی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا " ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت " اور اسی الہام کے مطابق بالآخر جاپان کو فتح حاصل ہوئی۔ اور کوریا میں سے رُوس کو نکلنا پڑا ؛

بُخار فوراً اُتر گیا

مئی ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ قادیان میں طاعون تھا۔ اور کئی ایک ہندو اور غیر احمدی گُمہار وغیرہ اس کا شکار ہوتے تھے۔ کہ ایک دن مولوی محمدؐ علی صاحب کو بُخار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بُخار کی شدّت ایسی سخت ہوئی۔ کہ مولوی صاحب نے گھبرا کر یہ سمجھا۔ کہ انہیں طاعون ہو گیا ہے۔ اِس واسطے اُنہوں نے مجھے بُلایا۔ تاکہ کچھ وصیّت کی باتیں کریں۔ اُس وقت مولوی محمدؐ علی صاحب اس کمرے میں رہتے تھے۔ جو مسجد مبارک کے اُوپر کی چھت کے ہموار حضرت صاحبؑ کے مکان کے ایک کمرے کے اُوپر نیا کمرہ بنا ہوا تھا۔ یہ کمرہ ابتداءً مولوی محمدؐ علی صاحب کی خاطر ہی بنوایا گیا تھا۔ جبکہ وہ لاہور سے قادیان چلے آئے تھے۔ اِس کمرے کی ایک کھڑکی گول کمرے کی اُوپر کی چھت جانب جنوب پر کھلتی تھی۔ جو مسجد مُبارک کی چھت کے ہم سطح اُس وقت بنائی گئی تھی۔ مگر بعد میں اُکھاڑ دی گئی۔ میں اُس کھڑکی کے پاس آکر بیٹھا۔ اندر مولوی صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ اُنکے بدن سے سخت تپش آ رہی تھی۔ میں نے کھڑکی میں سے ہاتھ اندر کر کے ان کے بدن پر لگایا۔ تو بُخار بہت شدید معلوم ہُوا۔ وہ وصیّت کی باتیں کرنے لگے۔ کہ انجمن کے رجسٹر کہاں ہیں۔ اور روپیہ کہاں ہے۔ مگر میں اُنہیں تشفّی دیتا تھا۔ کہ آپ گھبرائیں نہیں انشاءاللہ

آرام ہو جائیگا۔ اِسی اثناء میں اندر کے راستے سے حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ آپؑ کے چہرہ پر تبسّم تھا۔ اور آپؑ نے ایک جذبے کیساتھ اپنا ہاتھ مولوی محمدؐ علی صاحب کے بازو پر مارا۔ اور ہاتھ کو اُٹھا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا۔ آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ آپکو تو بخار نہیں ہے۔ اگر آپکو طاعون ہو جائے۔ تو میرا سلسلہ ہی جھوٹا سمجھا جائے۔ (چونکہ حضرت صاحبؑ ایسا الہام شائع کر چکے تھے۔ کہ اِس گھر میں رہنے والے سب طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ سوائے اُن کے جو متکبّر ہوں۔ اور مولوی محمدؐ علی صاحب اُسوقت گھر کے اندر رہتے تھے۔ اِسواسطے ضرور تھا کہ اللہ تعالےٰ اُنہیں طاعون سے محفوظ رکھے۔

حضرت صاحبؑ کے ایسا فرمانے پر مَیں نے تعجب کے ساتھ پھر کھڑکی میں سے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ فی الواقعہ بخار اُترا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد مولوی صاحب کی طبیعت اچھی ہونے لگ گئی۔ اور جلد تندرست ہو گئے ؛

حلفی اقرار

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنہ ۱۹۰۴ء میں چند روز کے واسطے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ ایک سبز پوش فقیر نے اصرار کیا۔ کہ آپؑ مجھے لکھدیں۔ کہ جو کچھ آپ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ سب سچ ہے۔ حضورؑ نے فرمایا۔ ایک ہفتہ بعد آؤ ہم لکھدینگے۔ جب ایک ہفتہ کے بعد وہ آیا۔ تو حضورؑ نے یہ الفاظ لکھکر اور اپنی مہر لگا کر اُسے دیئے :۔

"مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے۔ یہ گواہی دیتا ہوں۔ کہ جو کچھ مَینے دعوےٰ کیا ہے۔ یا جو کچھ اپنے دعوےٰ کی تائید میں لکھا ہے۔ یا جو مَینے الہام الٰہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ وہ سب صحیح ہے۔ سچ ہے۔ اور درست ہے۔ والسلام علی من اتبع الھُدیٰ ؛

الراقم خاکسار مرزا غلام احمدؐ

مہر

پادری اسکاٹ سے مُلاقات

۱۹۰۴ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بمعہ خدام سیالکوٹ سے واپس قادیان کو آرہے تھے۔ اور آپؑ کی سیکنڈ کلاس گاڑی وزیر آباد سٹیشن پر دُوسری گاڑی کیساتھ لگانے کیواسطے ایک سائڈ لائن پر کھڑی تھی۔ تو سیالکوٹ کے مشہور پادری سکاٹ صاحب وہاں آئے۔ اور موٹی پنجابی زبان میں نیچ قوموں کے لہجہ میں کہنے لگے:۔

"مرزا جی تُساں میرا مُنڈا کھولیا۔"

یعنی مرزا صاحب آپنے میرا لڑکا چھین لیا۔ اس سے اُن کی مُراد شیخ عبدالحق صاحب بی۔ اے سے تھی۔ جو پہلے اسلام سے عیسائی ہوئے تھے۔ اور مشن کالج میں پڑھتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خط وکتابت کرکے قادیان آئے تھے۔ اور یہاں مسلمان ہوگئے تھے۔ اور کئی ایک رسالے اِسلام کی تائید اور عیسائیت کی تردید میں شائع کئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری صاحب کو مخاطب کرکے کہا۔ یہ زبان جو آپ بول رہے ہیں یہ شرفا کی زبان نہیں۔ اوسکے بعد وفات مسیح اور قبر مسیح کے متعلق کچھ باتیں ہوتی رہیں لیکن جب پادری صاحب کی نگاہ شیخ یعقوب علی صاحب پر پڑی۔ کہ وہ اس گفتگو کو تحریر کررہے ہیں۔ تو پادری صاحب بہت ہی گھبرائے۔ اور شیخ صاحب کی منتیں کرنے لگے۔ کہ یہ کوئی مباحثہ کی باتیں نہیں ہیں۔ معمولی طور پر دوستانہ گُفتگو ہے۔ آپ اس کو ہرگز شائع نہ کریں ؂

سال ۱۹۰۵ء

جنازہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ

جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی لاش نماز جنازہ کیواسطے مَیدان میں رکھی گئی۔ اور آپؓ کا مُنہ کھولا گیا۔ تاکہ لوگ دیکھ لیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ پڑھانے کے واسطے تشریف لائے۔ تو حضورؑ نے فرمایا منہ ڈھانک دو

دیکھا نہیں جاتا۔ چنانچہ منہ ڈہانکا گیا۔ اور حضورؑ نے جنازہ پڑھایا ۞

حالاتِ زلزلہ

۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو جب کہ پنجاب میں سخت زلزلہ آیا۔ اور کانگڑہ کے پہاڑ میں کئی ایک بستیاں بالکل تباہ ہوگئیں۔ اور ہندوؤں کی دیوی جوالامکھی کی لاٹ بجھ گئی۔ اور عمارت مسمار ہوگئی۔ اسوقت صبح ۶½ بجے کے قریب قادیان میں بھی سخت زلزلہ محسوس ہوا۔ مگر یہ خدا کا فضل رہا کہ جیسا کہ لاہور، امرتسر میں کئی ایک مکانات گر گئے۔ اور آدمی مر گئے اور بہتوں کو چوٹیں آئیں۔ ایسا کوئی حادثہ قادیان میں نہیں ہوا۔ میں ان دنوں کچھ بیمار تھا۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا علاج کرتے تھے۔ روزانہ تازہ ادویہ منگوا کر اور ایک گولی اپنے ہاتھ سے بنا کر مجھے بھیجا کرتے تھے۔ میں اسوقت اپنے اہل بیت کیساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے مکان میں اس کمرہ میں مقیم تھا جو گول کمرے کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس میں میں قادیان میں سب سے پہلی دفعہ ۱۸۹۱ء کے ابتداء میں آنکر مقیم ہوا تھا۔ چونکہ زلزلے کے اس بڑے دھکے کے بعد بھی چند گھنٹوں کے وقفے پر بار بار زمین ہلتی تھی اس واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تجویز کی کہ مکانات کو چھوڑ کر باہر باغ میں ڈیرہ لگایا جاوے۔ اکثر دوست بمعہ قبائل باہر چلے گئے۔ اور چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنالی گئیں۔ اور بعض نے خیمے کھڑے کر لیئے اور کئی ماہ تک اسی باغ میں قیام رہا۔ انہی ایام میں جاپان کا ایک پروفیسر اوموری جو علم زلازل کے محقق اور مبصر تھے۔ ان زلازل کی تحقیقات کیواسطے ہندوستان آیا تھا۔ اور بعد تحقیقات اُسنے فیصلہ کیا تھا۔ کہ یہاں اب کئی سال تک اور کوئی زلزلہ نہیں آئیگا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی الہامی پیشگوئی شائع کی تھی کہ موسم بہار میں پھر زلزلہ آئیگا۔ چنانچہ دوسرے سال ایسا ہی ایک شدید زلزلہ پھر آیا ۞

جاپانی پروفیسر کو تبلیغ

میں نے اس وقت ڈاکٹر اموری کو جبکہ وہ ہندوستان میں تھا۔ ایک تبلیغی خط لکھا تھا۔

جس کا اُسنے شکریہ ادا کیا۔ اور پھر جب اُس کے کہنے کے خلاف فروری ۱۹۰۶ء میں پھر زلزلہ آیا۔ تو پھر اُس کو تبلیغی خط جاپان بھیجا گیا۔ مگر اسوقت اس کیطرف سے کوئی جواب نہ آیا؛

اخبار بدر کی ایڈیٹری

۲۱ مارچ ۱۹۰۵ء کو محمد افضل خان صاحب مرحوم جو اخبار البدر کے مالک اور اڈیٹر تھے۔ قادیان میں فوت ہوئے۔ اس وقت احباب کے مشورے سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے اخبار البدر کی مینجری اور ایڈیٹری کا کام میرے سپرد ہوا۔ اور اخبار البدر کا نام تبدیل ہوکر تفاؤلاً بدر رکھا گیا؛

سعیدہ مرحومہ

زلزلہ کے سبب جب ہم سب لوگ باغ میں مقیم تھے تو میری ایک لڑکی جس کا نام سعیدہ تھا۔ مرض ام الصبیان میں بیمار ہوکر فوت ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا جنازہ پڑھایا۔ اور قادیان کے شرقی جانب جو قبرستان ہے اُس میں اُسے دفن کیا گیا۔ اُس کی عمر تین سال کی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے تشفی دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ لڑکیوں کا معاملہ مشکلات کا ہوتا ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ جو چھوٹی عمر میں اس کی وفات ہوگئی؛

زلازل سے قیامت کی دلیل

زلزلہ ۱۹۰۵ء کا ذکر تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ "یہ ایک قیامت ہے۔ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں وہ اب دیکھ لیں۔ کہ کس طرح ایک ہی سیکنڈ میں ساری دنیا فنا ہوسکتی ہے۔ جب لوگوں کو بہت امن اور آسودگی حاصل ہوجاتی ہے۔ تو وہ خدا سے اعراض کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کا انکار کردیتے ہیں۔ اِس قسم کا امن ایک خباثت کا پھوڑا ہے۔ یہ قیامت لوگوں کیواسطے عذاب ہے مگر ہمارے واسطے مفید ہے۔"

جماعت کی اِصلاح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی عادت تھی۔ کہ ہر موقعہ پر جماعت کو اصلاح اور پاکیزگی کیطرف متوجہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس زلزلہ کیوقت فرمایا " یہ ایک ہلاکت کا نشان ہے جماعت کے سب لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اپنی حالتوں کو درست کریں۔ توبہ و استغفار کریں۔ اور تمام شکوک و شبہات کو دُور کر کے اور اپنے دلوں کو پاک و صاف کر کے دُعاؤں میں لگ جائیں۔ اور ایسی دُعا کریں کہ گویا مر ہی جائیں۔ تاکہ خدا انکو اپنے غضب کی ہلاکت کی موت سے بچائے۔ بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تھے تو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کرو اب اس اُمّت مرحومہ سے وہ حکم تو اُٹھایا گیا ہے۔ مگر یہ اس کی بجائے ہے کہ ایسی دُعا کرو کہ گویا اپنے آپکو قتل ہی کر دو"۔؛

مخالفین کا وجُود موجب رونق

اہل حدیث وغیرہ مخالفین کا ذکر تھا۔ کہ بیجا حملے کرتے ہیں۔ اور ناحق دل دکھاتے ہیں۔ اسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " یہ ہمارے سلسلہ کی رونق ہیں۔ اگر اس قسم کے شور مچانیوالے نہ ہوں۔ تو رونق کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس نے مان لیا۔ وہ تو اپنے آپکو فروخت کر چکا۔ اور مثل مردہ کے ہے، وہ کیا بولیگا۔ وہ تو زبان کھول ہی نہیں سکتا۔ اگر سارے ابوبکر ہی بن جاتے، تو پھر ایسی بڑی بڑی نصرتوں کی کیا ضرورت پڑتی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہُوئی تھیں۔ دیکھو سنت اللہ یہی ہے۔ کہ پہلے سخت گرمی پڑے پھر برسات ہو۔ پس تم خوش ہو، کہ ایسے آدمی دُنیا میں موجود ہیں جو اس نصرت اور فتح کو جو کروڑوں کوس دُور ہوتی ہے۔ ایک دو کوس کے قریب کھینچ لاتے ہیں اَب ان معاملات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ آج کے الہامات پر غور کرو۔ اب بحث مباحثہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہماری طرف سے خدا جواب دینے لگا ہے۔ تو خلاف ادب ہے کہ ہم دخل دیں۔ اور سبقت کریں۔ جس کام کو خُدا تعالیٰ نے اپنے
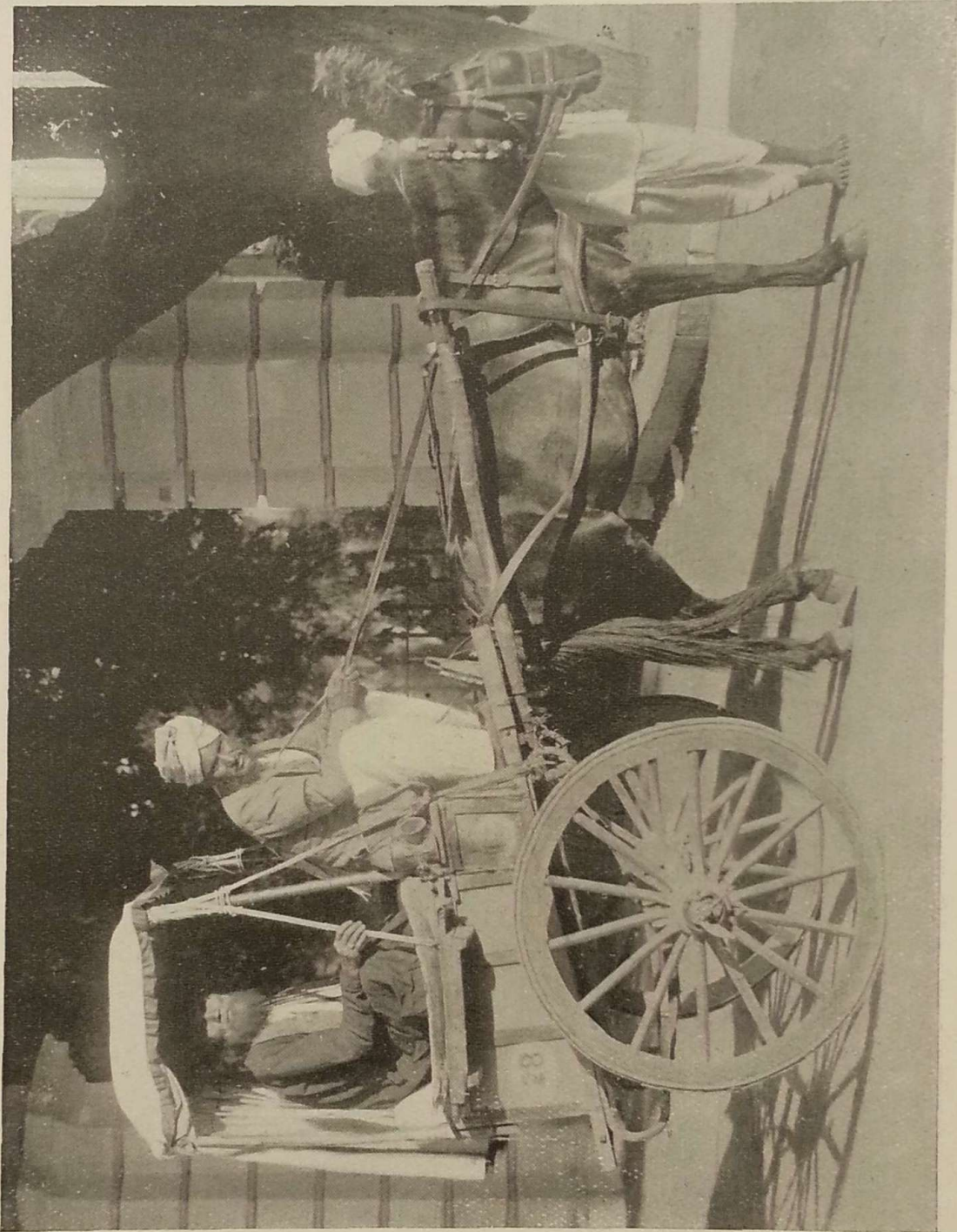
یہ فوٹو پورے طور پر اُس اِکّے کی نمائیندگی نہیں کرتا۔ جو ان دنوں قادیان اور بٹالہ کے درمیان چلتا تھا۔ وہ اکہ بہت اونچا ہوتا تھا۔ اُس میں سپرنگ نہ ہوتے تھے۔ یہ اکہ جسکا فوٹو لیا گیا ہے۔ دھلی کا اکہ ہے۔ اِسکے اندر حضرت پیر سراج الحق صاحب مرحوم بیٹھے ہیں۔ اور آگے میاں محمد یمین صاحب تاجر بیٹھے ہیں۔

ہاتھ میں لیا ہے۔ وہ اس کو ناقص نہ چھوڑیگا۔ کیونکہ اب اگر امن ہو جائے۔ اور کوئی نشان نہ دکھایا جائے۔ تو قریب ہے کہ ساری دُنیا دہریہ بن جائے۔ اور کوئی نہ جانے کہ خدا ہے۔ لیکن خدا اب اپنا چہرہ دکھائے گا ۔:

ایک لڑکے کی خواب

میرے لڑکے مفتی محمدؐ منظور نے جو اُس وقت قریباً ۹ سال کی عمر کا تھا ایک منذر خواب دیکھا تھا۔ کہ کوئی بلا آنیوالی ہے۔ اس کے ٹالنے کیواسطے قربانی کرنی چاہیئے۔ اسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔" مومن کبھی رویا دیکھتا ہے اور کبھی اس کی خاطر کسی اور کو خدا دکھاتا ہے۔ ہمنے اس کی تعمیل میں چودہ(۱۴) بکرے ذبح کرنیکا حکم دیا ہے سب جماعت کو کہدو کہ جس جس کو استطاعت ہے۔ قربانی کر دے۔ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء

اسپر مفصلہ ذیل اعلان اسی اخبار میں شائع کیا گیا:۔

" راقم عاجز کے ایک معصوم لڑکے محمدؐ منظور نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ سخت زلزلہ آیا ہے۔ پھر وہ زلزلہ ایک کُتّے کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور بولا کہ تمہاری جماعت کے لوگ قُربانی دیں۔ ان کو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ حضرت اقدسؑ نے اسپر فرمایا ہے۔ کہ تمام احباب جو استطاعت رکھتے ہوں قربانی دیدیں اور اس اصل قربانی کو بھی ادا کریں جو توبہ اور استغفار و دُعاء کے ذریعہ سے نفس کی قربانی ہے ۔: والسلام ایڈیٹر "

تدریجی تربیتُ انبیاءؑ

فرمایا۔ تربیت انبیاءؑ کی اسی طرح آہستہ آہستہ ہوتی چلی آئی ہے۔ ابتدا میں جب مخالف دُکھ دیتے ہیں۔ تو صبر کا حکم ہوتا ہے۔ اور نبی صبر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دُکھ حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تب خدا کہتا ہے کہ اب میں خود تیرے دُشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔ اب یقیناً جانو کہ وقت بہت قریب ہے۔ اس وقت ہمیں وہی وحی الٰہی یاد آتی ہے جو عرصہ ہُوا۔ کہ ہم پر نازل ہُوئی تھی۔ کہ قرب اجلك المقدر ولا نبقي لك من المخزيات

ذکر کا۔ ان مخالفوں کی مخالف باتوں کا کوئی نشان اور ذکر باقی نہ رہیگا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس جماعت کو اپنی قدرتوں پر ایمان دلائے۔ یمین و یسار میں نشانات ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس جماعت کو حفاظت میں رکھے۔)

اِنتخاب و اقتباس از اخبار بدر

مرحوم و مغفور محمدؐ افضل خان صاحب ایڈیٹر اخبار البدر کی وفات پر جب اس اخبار کی ایڈیٹری کا کام عاجز راقم کے سپرد ہوُا۔ اور ہائی اسکول کی مدرسی سے فراغت حاصل کر کے عاجز صرف اسی کام پر لگ گیا تو مجھے وقت کا زیادہ حصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھنے اور حضورؑ کے کلام کو لکھنے کے واسطے ملنے لگا۔ اور ان حالات کو مَیں اپنے اخبار میں ڈائری اور القول الطیب کے عنوان کے ماتحت درج کرتا رہا۔ اُن سب ڈائریوں کا اندراج اِس کتاب میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انکا حجم بہت ہے۔ تاہم اس میں کچھ انتخاب و اقتباس درج کیا جاتا ہے:۔

کلامِ الٰہی قواعدِ صرف و نحو کے ماتحت نہیں

یکم اپریل ۱۹۰۵ء کی قبل کی رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوُا مَحَوْنَا نَارَ جَهَنَّمَ۔ ترجمہ۔ ہم نے جہنم کی آگ کو محو کیا۔ اس الہامی عبارت کا ذکر مجلس میں ہوُا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " اللہ تعالیٰ لوگوں کے محاورات اور صرف و نحو کے قواعد کے ماتحت نہیں ہے۔ اس کی مثالیں کتبِ الہامیہ اور انبیاءؑ اور اولیاء کے الہامات میں بہت ہیں۔ کہ ایجاد کردہ قواعد زبان کے برخلاف کئی عبارتیں اور فقرات نازل ہوتے رہے ہیں"۔

زلزلہ کیوقت مسیح موعودؑ کی حالت

۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء صبح ۶ بجے ایک دفعہ نہایت زور آور حملہ زلزلہ کا ہوُا۔ تمام مکانات

اور اشیاء ہلنے اور ڈولنے لگ پڑیں۔ لوگ حیران اور سراسیمہ ہو کر گھبرانے لگے۔ ایسے وقت میں خدا کے مسیح کا حال دیکھنے کے لائق تھا۔ کیونکہ احادیث میں تو ہم پڑھا ہی کرتے تھے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے آسمانی اور زمینی واقعات پر خشیت اللہ کا بڑا اثر اپنے چہرے پر ظاہر فرماتے تھے۔ ذرا سے بادل کے نمودار ہونے پر آپ بے آرام سے ہو جاتے۔ کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر جاتے۔ غرض اسوقت بھی نبی اللہ نے ہر کہ عارف تر است ترساں تر والے مقولہ کو عملی رنگ میں بالکل سچا کر کے دکھایا۔ زلزلہ کے شروع ہوتے ہی آپ بمعہ اہل بیت اور بال بچے کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرنے میں شروع ہو گئے۔ اور اپنے رب کے آگے سربسجود ہوئے۔ بہت دیر تک قیام رکوع اور سجدہ میں سارا کنبہ کا کنبہ بمعہ خدام کے گرا رہا اور خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے لرزاں و ترساں رہا ؛

اِمام مقتدیوں کا خیال رکھّے

۱۶- اپریل ۱۹۰۵ء۔ کسی شخص نے ذکر کیا۔ کہ فلاں دوست نماز پڑھانے کیوقت بہت لمبی سورتیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ امام کو چاہیئے۔ کہ نماز میں ضعفاء کی رعایت رکھّے ؛

نوٹ :۔ مرحوم مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل اتفاقاً ایک دفعہ مسجد مبارک میں عاجز راقم کو امامتِ نماز کا موقعہ ہوا۔ جب نماز ختم ہوئی۔ تو مولوی عبداللہ صاحب ہنستے ہوئے آگے بڑھے اور فرمانے لگے۔ حضرت صاحبؑ (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی نماز ایسی ہی مختصر پڑھاتے تھے۔ جیسی آپ نے پڑھائی۔ یہ ذکر نماز میں امامت کا تھا۔ ورنہ جو نمازیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور خود علیحدگی میں پڑھتے تھے۔ انہیں بہت لمبا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے بہت قبل وقت سے حضرتؑ کی خدمت میں آنیوالے تھے۔ اور اُن ایام میں کثرت سے قادیان میں رہتے تھے۔ انہیں حضرت صاحبؑ کی اقتداء میں بہت نمازیں پڑھنے کا

موقعہ ملتا رہا ؂

عاجز راقم کا ایک خواب

۵-مئی ۱۹۰۵ء- عاجز راقم نے اپنا گزشتہ شب کا رویاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخدمت میں عرض کیا "میں نے ایسا دیکھا ہے کہ شاید ہم لاہور میں ہیں۔ ایک اُونچی مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر ہم ایک رتھ میں سوار ہو کر چلے۔ رتھ میں تین آدمی تھے۔ حضرت میاں محمود (احمدؑ صاحب) اور یہ عاجز۔ آگے چلکر وہی رتھ ہاتھی بن گئی۔ اور ہم ہودہ پر سوار ہیں ؂

صلوٰۃ اور دُعا میں فرق

فرمایا۔ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور نماز میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الصلوٰۃ ھی الدعاء۔ صلوٰۃ ہی دُعا ہے۔ الصلوٰۃ مخ العبادۃ۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔ جب انسان کی دُعا محض دنیوی اُمور کے لئے ہو۔ تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں لیکن جب اِنسان خدا کو ملنا چاہتا ہے۔ اور اس کی رضاء کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کیساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضاء کا طالب ہوتا ہے۔ تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دُعا کی وہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان رابطہ تعلق بڑھے۔ صلوٰۃ کا لفظ پُرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے۔ ویسی ہی گدازش دُعاء میں پیدا ہونی چاہیئے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے۔ جیسے موت کی حالت ہوتی ہے۔ تب اُس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے ؂

خواہش اولاد

جون ۱۹۰۵ء۔ فرمایا۔ اولاد کی خواہش صرف اس نیت سے درست ہو سکتی ہے کہ

کوئی ولد صالح پیدا ہو۔ جو بندگان خدا میں سے ہو۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ خدا سے فضل مانگتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ نیت صحیح پیدا کرنی چاہیئے ورنہ اولاد بھی عبث ہے۔ دنیا میں ایک بے معنی رسم چلی آتی ہے۔ کہ لوگ اولاد مانگتے ہیں۔ اور پھر اولاد سے دکھ اٹھاتے ہیں ؛

عدم ضرورت تناسخ

جولائی ۱۹۰۵ء۔ ایک آریہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ؎ میں یہ نہیں قبول کر سکتا کہ انسان بار بار کُتے، بلّے، اور سور بنتا رہتا ہے۔ نہ میں یہ قبول کر سکتا ہوں کہ کوئی انسان ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیگا۔ خدا رحیم و کریم ہے۔ میں اس خدا کو جانتا ہوں کہ جب انسان اس کے سامنے پاک دل کیساتھ سچی صلح کیواسطے آتا ہے۔ تو وہ اُس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور اس پر رحم کرتا ہے۔ جو پوری قربانی دیتا ہے اور اپنی زندگی خدا کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ خدا ضرور اُسے قبول کر لیتا ہے۔ بندر اور سور بننے کا عقیدہ تو انسان کی کمر توڑ دیتا ہے۔ مسلمان ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان اپنی تمام علمی اور اعتقادی غلطیوں سے دست بردار ہو جائے ؛

عورتوں کو نصیحت

فرمایا۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے۔ کہ بدکار اور بد وضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں۔ اور نہ ان کو اپنی خدمت میں رکھیں۔ کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو ؛

فرمایا۔ عورتوں کو یہ بھی ایک بد عادت ہوتی ہے۔ کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ عورت اور اُس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں۔ اور گالیاں دیتے اور شور مچاتے ہیں۔ اور اُس بندۂ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ

سے نے اپنی حکمتِ کاملہ سے جس میں صدہا مصالحہ ہیں مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کیوقت چار تک بیویاں کرلیں۔ پھر جو شخص اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے۔ تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتے ہیں، نہایت مَردُود اور شیطان کے بہن بھائی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے ربِ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو۔ تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے ؀

بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کیوقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو۔ تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں۔ اور ایک طور سے وہ اُن عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو انکو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے ؀

ترکِ دُنیا

فرمایا۔ جو لوگ خدا کیطرف سے آتے ہیں۔ وہ دُنیا کو ترک کرتے ہیں۔ اس سے یہ مُراد ہے کہ وہ دُنیا کو اپنا مقصود اور غایت نہیں ٹھیراتے۔ اور دُنیا اُن کی خادم اور غلام ہو جاتی ہے۔ جو لوگ برخلاف اس کے دُنیا کو اپنا اصل مقصود ٹھیراتے ہیں خواہ وہ دُنیا کو کسی قدر بھی حاصل کرلیں مگر آخر کار ذلیل ہوتے ہیں ؀

نزُولِ رُوح القدس

اگست ۱۹۰۵ء۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رُوح الامین کا نزول انسان پر اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ انسان خود تقدس اور تطہر کے درجہ کو حاصل کر کے اپنے اندر

بھی ایک حالت پیدا کرتا ہے۔ جو نزول رُوح الامین کے قابل ہوتی ہے۔ اُسوقت گویا ایک رُوح الامین اِدھر ہوتا ہے۔ تب ایک اُدھر سے آتا ہے۔ یہ بات ہم اپنے حال اور اپنے تجربہ سے کہتے ہیں۔ نہ کہ صرف قال ہی قال ہے۔ اس کی بجلی کیساتھ خوب مثال مطابق آسکتی ہے۔ جب کسی جسم میں خود بھی بجلی ہوتی ہے۔ تو آسمانی بجلی اس پر اثر کرتی ہے۔ تدبّر سے دیکھا جائے۔ تو قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

سچی تہذیب

۱۰۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ فرمایا " آجکل لوگوں کے خیال میں تہذیب یہ ہے۔ کہ انسان دُنیا کا کیڑا بن جائے۔ خدا کو بھول جائے۔ اور ظاہری اسباب کی پرستش میں لگ جائے مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک تہذیب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر پُورا بھروسہ حاصل ہو جائے۔ اور اس کی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھ جائے۔ اور دل کو سچّی پاکیزگی حاصل ہو جائے۔

مقصد بعثت

۲۷۔ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ فرمایا۔ اصل بات جس کیواسطے ہم مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اِسوقت مسلمانوں کے درمیان بہت سی غلطیاں اعتقادی اور عملی رنگ میں پڑ گئی ہیں۔ اور اُنمیں اسلامی رُوحانیت نہیں رہی صرف ایک چھلکا رہ گیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اسلامی رُوحانیت پھر قائم کی جائے۔ اور سچے اسلامی عقائد پھر لوگوں کے دلوں میں بیٹھائے جائیں۔

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم

ایام جلسہ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ باہر بہشتی مقبرہ میں بیٹھے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے۔ جب اوائل میں میرے پاس آئے تھے۔ تو سیّد احمد کے معتقد تھے۔ کبھی کبھی ایسے مسائل پر میری ان کی گفتگو

ہوتی - جو سید احمدؐ کے غلط عقائد میں تھے - اور بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی - مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک دن اعلانیہ کہا کہ آپ گواہ رہیں - کہ آج میں نے سب باتیں چھوڑ دیں - اس کے بعد وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے - کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں - اور رات کو کہتے - کہ سورج ہے - تو وہ کبھی مخالفت کرنیوالے نہ تھے - ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی - کسی امر میں ہمارے ساتھ خلاف رائے کرنا وہ کفر سمجھتے تھے - ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ کی محبت تھی - اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے - جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے اپنی وحی میں کی تھی - انکی عمر ایک معصومیّت کے رنگ میں گزری تھی - اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا - نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی - کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے - پچھلے دنوں میں انکو ایک نوکری دو سو۲۰۰ روپے ماہوار کی ملتی تھی - مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا - خاکساری کیساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزاردی - صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے - اسلام پر جو اندرونی بیرونی حملے پڑتے تھے - انکے اندفاع میں اپنی عمر بسر کر دی - باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ان کی قلم چلتی رہتی تھی - ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا "**مسلمانوں کا لیڈر**" غرض میں جانتا ہوں - کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوا - کیونکہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی جس کے ساتھ دنیا کی ملونی ہوتی ہے - اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا - انجام نیک اُن کا ہوتا ہے - جو فیصلہ کر لیتے ہیں - کہ خدا کو راضی کرنے میں خاک ہو جائیں گے ؛

عظمتِ مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ تعلیم الاسلام کے بانی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے - اس مدرسہ کی عظمت ایک خط سے ظاہر ہے - جو حضورؑ نے ایک مدرس کو لکھا تھا - جو اس مدرسہ سے استعفےٰ دینا چاہتا تھا - وہ یہ ہے :-

یہ بیل گاڑی حضرت نواب محمد علیخاں صاحب۔ مالیر کوٹلہ سے قادیان لائے تھے۔ اور حضرت صاحب ایام مقدمہ کرم دین میں کئی دفعہ اس میں سوار ہوکر گورداسپور تشریف لے گئے۔

"السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"۔ میرے نزدیک یہ ارادہ ہرگز مناسب نہیں۔ اِس سے خود غرضی اور دُنیا طلبی سمجھی جاتی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ مدرسہ محض دینی اغراض کی وجہ سے ہے۔ اور صبر سے اس میں کام کرنیوالے خداتعالیٰ کی رحمت سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مدرسہ نیک نیتی سے محض دینی تخم ریزی کرنے کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں استعفاء دینے والوں کے استعفاء سے اس کا کچھ بھی حرج نہ ہوگا۔ خداتعالیٰ اس کے لئے اور خدمت کرنیوالا پیدا کر دیگا لیکن اگر کوئی اِس مدرسہ سے الگ ہو کر اپنی دُنیا طلبی میں اِدھر اُدھر خراب ہوگا۔ تو رفتہ رفتہ دین سے دُور ہو جائیگا۔ چاہیئے کہ صبر کیساتھ گزارہ کریں۔ اگر خداتعالیٰ اس قدر لیاقت نہ دیتا۔ تب بھی تو پانچ سات روپے میں گذارہ کرنا ہوتا۔ بلکہ مَیں نے آپکے امتحان کی ناکامیابی کے وقت سوچا تھا۔ کہ اسمیں کیا حکمت ہے۔ تو میرے دل میں یہی حکمت خیال آئی تھی۔ کہ تا دنیوی طمع کا دامن کم کرکے دین پیش کیا جاوے۔ پس امتحان میں پاس نہ ہونا ایسا ہی تھا جیسا کہ خضر نے کشتی کا تختہ توڑ دیا تھا۔ تا عمدہ حالت میں ہو کر غیروں کے ہاتھ میں نہ جا پڑیں۔ اِس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اگر آپ اس جگہ سے استعفاء دوگے۔ تو عیالداری کے لحاظ سے قادیان کو چھوڑنا ہی پڑیگا اور یہی صورت دینی تعلقات سے دُور ہونے کے لئے ممد ہو جائیگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت سب خداتعالیٰ کے لیے ہوگئی تھی۔ مگر اس زمانہ میں اس قدر غنیمت ہے۔ کہ اس جماعت کی ایسی حالت ہو جائے۔ کہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دُنیا کے لئے ہوں۔ ....

.... والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

ارواح سے کلام

جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہل بیعت اور چند خدام کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے۔ تو یہ خادم بھی بلحاظ ایڈیٹر اخبار بدر حضورؑ کے ہمرکاب تھا محلہ چتلی قبر میں الف خان سیاہی والے کے مکان پر قیام ہوا۔ ایک دن حضرت صاحبؑ

فرمانے لگے۔ کہ دہلی کے زندوں سے تو بہت امید نہیں چلو یہاں کے مُردوں سے ملاقات کریں۔ کیونکہ اس سرزمین میں کئی ایک بزرگ اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق کئی دنوں میں خواجہ میر درد، قطب الدین اولیاء۔ قطب صاحب اور دیگر بزرگوں کی قبروں پر جاتے رہے۔ ان قبروں پر تھوڑی دیر کھڑے ہو کر ہاتھ اُٹھا کر آپؑ دُعاء کرتے، اور دیگر احباب بھی آپؑ کے ساتھ دُعاء کرتے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی قبر پر فرمایا۔ ارواح کا تعلق قبور کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ اور اہل کشف توجہ سے میّت کے ساتھ کلام بھی کر سکتے ہیں ؛

مسیح موعودؑ کے خاص روزے

تمام انبیاء اپنی خاص عبادتوں کے وقت میں روزے رکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے روزوں کا ذکر اپنی سوانح میں کیا ہے۔ اس عبادت کو اصل الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:۔

"حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ اُن کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ایک بزرگ معمّر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اُس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سُنّت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ کہ مَیں اس سُنّت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں۔ سو مَیں نے کچھ مدّت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا۔ کہ اس امر کو مخفی طور پر بجا لانا بہتر ہے۔ پس مَیں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشستگاہ میں کھانا منگواتا۔ اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر یتیم بچوں کو جنکو مَیں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کی تاکید کردی تھی دیدیتا تھا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا۔ اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں۔ بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو مَیں

اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ مَیں تمام رات دِن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح مَیں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچّہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خُدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے۔ وہ لطیف مکاشفات ہیں۔ جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس اُمّت میں گذر چکے ہیں۔ اُن سے ملاقات ہُوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی غرض اِسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہُوئیں۔ جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار رُوحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سُرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہُوئے تھے۔ جن میں سے بعض چمکدار اور سفید اور بعض سبز اور بعض سُرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا۔ کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دُنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور رُوح کو لذّت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے۔ کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبّت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صُورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نُور تھا۔ جو دل سے نکلا اور دُوسرا وہ نُور تھا۔ جو اُوپر سے نازل ہُوا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صُورت پیدا ہوگئی۔ یہ رُوحانی اُمور ہیں کہ دُنیا اُن کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وُہ دُنیا کی آنکھوں سے بہت دُور ہیں۔ لیکن دُنیا میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو ان امور سے خبر مِلتی ہے ؛

غرض اس مدّت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہُوئے۔ وہ

انواع واقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا۔ کہ مَیں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ مَیں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کرسکتا ہوں۔ مَیں نے کئی دفعہ خیال کیا۔ کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو قبل اسکے کہ مجھ کو کھانے کے لئے کچھ اضطرار ہو، وہ فوت ہوجائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا۔ کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کرسکتا ہے۔ اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہوجائے۔ میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند رُوحانی منازل کے لائق نہیں ہوسکتا۔ لیکن مَیں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے۔ اور نہ مَیں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ مَیں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں۔ جنہوں نے شاید ریاضتیں اختیار کیں۔ اور آخر یبوست دماغ سے مجنون ہوگئے۔ اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری۔ یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ انسانوں کے دماغی قوٰی ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قوٰی ضعیف ہیں۔ ان کو کسی قسم کا مجاہدہ موافق نہیں پڑسکتا۔ اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑجاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے۔ اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو۔ اور شریعت غراء اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجالانا ضروری ہے۔ لیکن آجکل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں۔ اُن کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس اُن سے پرہیز کرنا چاہیئے؛

کیسے لوگوں کی ضرورت

۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ وقت صبح۔ مدرسہ کے متعلق اصلاح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کیواسطے ایسے لوگ طیار ہونے چاہئیں جنکو واقعی دین کی خبر ہو۔ اور اس لائق ہوں کہ بیرونی حملات کو دُور کرسکیں۔ اور اندرونی بدعات
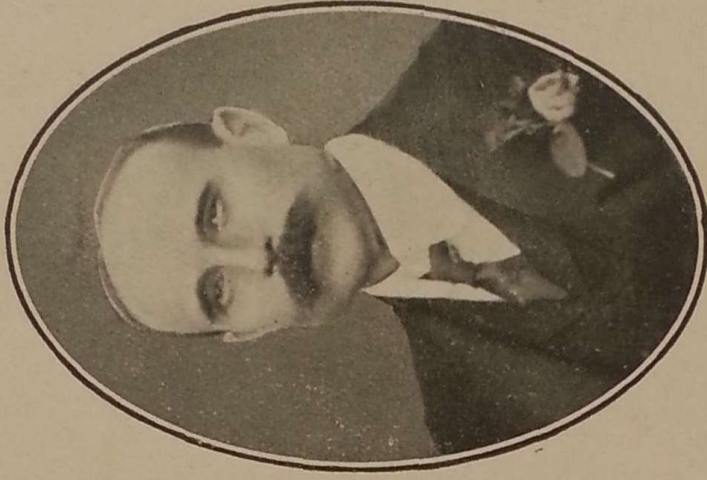
پلاطوس

کپتان ڈگلس

دو حاکم جنٹلمینوں نے دو مسیحوں کے مقدمات فیصلہ کئے۔ عجیب اتفاق ہے۔ کہ ہر دو کی ظاہری شکلیں بھی ملتی ہیں۔

اور جہالت کا انسداد کر سکیں ٭

ہماری مخالفت کیوں ہے

دسمبر ۱۹۰۵ء - فرمایا - یہ ایک بڑے ابتلاء کا وقت ہے - ہر طرف سے ہم کافر ٹھیرائے گئے ہیں - اور سب کے درمیان ہم کراہت کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں - حال کے مخالف علماء کا یہ فتویٰ ہے - کہ ہم ان کے قبرستان میں داخل ہونے کے لائق بھی نہیں ہیں - اندرونی قوم کا یہ حال ہے - اور بیرونی قومیں اور مذاہب سب کے سب ہماری جماعت کو خصوصیت کیساتھ بُرا جانتے ہیں - اور ایک قسم کی ذاتی عداوت ہمارے ساتھ رکھتے ہیں - جو اسلام کے دیگر فرقوں کے ساتھ اُن کو نہیں ہے - پادریوں کے سینے پر ہماری جماعت ایک بھاری پتھر کی طرح ہے - اور آریوں کو بھی سخت دشمن ہم ہی معلوم ہوتے ہیں - اس کی وجہ یہ ہے - کہ اِن لوگوں کو بخوبی معلوم ہو گیا ہے - کہ کمر بستہ ہو کر وساوس اور اعتراضات اور کفر کے طریقوں کو دُور کرنا صرف اِس جماعت کا کام ہے - اور دُوسرے کا نہیں - اس کا سبب یہ ہے کہ ہم میں نفاق نہیں جو لوگ خاص خدا کیواسطے کام کرتے ہیں، اُن کا کام منافقانہ نہیں ہوتا - اور وہ ہر ایک کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے - یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم کس طرح اخلاص کیساتھ کام کرنیوالے ہیں - اس واسطے ہم اُنہیں طبعاً بُرے لگتے ہیں - فطرتاً دلوں کا عکس ایک دُوسرے پر پڑتا ہے - ایک بکری کے بچّے کو اگر شیر کے پاس باندھ دیا جاوے تو خواہ اُس بچّے نے ساری عمر بھی شیر کو پہلے نہ دیکھا ہو - تو پھر بھی فطرتاً وہ اُس سے خوف زدہ ہو جائیگا - ہمارے مخالفین کی فطرت یہ گواہی دیتی ہے - کہ اگر کسی روز انکے مذہب کا اِستیصال ہو گا - تو اسی جماعت کے ہاتھوں ہو گا - اور در حقیقت سچ یہی ہے - جو بات آسمان سے نازل ہوتی ہے، وہ در پردہ نہیں رہتی بلکہ اس کا اثر تمام دُنیا پر پڑتا ہے - کافر کا دل محسوس کر لیتا ہے، کہ کفر توڑنے والا کون ہے - جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے - تو جسقدر دُشمنی آپؐ کے ساتھ کی گئی -

اور آپ کو دُکھ اور تکالیف پہنچائی گئیں۔ اِس قدر مخالفت مسیلمہ کذاب کی نہیں ہوئی۔ اس کا سبب یہی تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام کفر بدعات اور شرک کا استیصال کرتے تھے۔ اور مسیلمہ تو خود ہی کافر تھا۔ حق کی بات منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اسوقت ہم غریب ہیں اور بے کس ہیں اور خُدا کے سوائے اور کوئی ہمارا ساتھی نہیں۔ ہمیشہ یہ کوشش کی جاتی ہے۔ کہ یہ قوم نابود کر دیجائے۔ بیرونی لوگ مقدمات بناتے اور اندرونی لوگ ان کے ساتھ سازش میں شریک ہوتے ہیں۔ سب ایک ہی رنگ میں مخالف ہیں۔ اور سب ہمارا استیصال چاہتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف خدانعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو براہین احمدیہ میں آج ۲۵ برس پہلے سے شائع ہو چکا ہے۔ کہ خدا اِس جماعت کو قیامت تک کفار پر غلبہ دیگا۔ کفّار سے مُراد اِس سِلسلہ حقّہ کے انکار کرنیوالوں سے ہے۔ خواہ وہ اندرونی ہوں، خواہ بیرونی ہوں۔ ہم مطمئن ہیں کہ خدانعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ اور وہ ایک دن ضرور پورے ہوں گے۔ ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن دُنیا جائے اسباب ہے۔ جیساکہ جسمانی دُنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کیواسطے سعی کرتے ہیں۔ اگرچہ فصل آسمانی بارش سے پکتا ہے۔ کیونکہ قلبہ رانی تخم ریزی وغیرہ اسباب کا مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح اوائل اِسلام میں آنحضرتؐ کی قوت قدسیہ نے ہزاروں بااخلاص اعلیٰ درجہ کے بنائے تھے۔ ایسے مخلصین سے کام بنتا ہے ؂

صاحبزادہ مُبارک احمدؐ صاحب مرحوم

صاحبزادہ مبارک احمدؐ صاحب کی وفات پر بہت سے خطوط ماتم پُرسی کے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں آئے۔ جو بنک میرے پاس محفوظ ہیں (تعداد ۸۳) ان خطوط میں اکثر دوستوں نے اظہار غم اور ہمدردی کے ساتھ یہ بھی لکھا۔ کہ جیسے صاحبزادہ مبارک احمدؐ صاحب کی پیدائیش پیشگوئیوں کے مطابق ایک نِشان تھی۔ ایسا ہی مرحوم کی وفات بھی ایک نشان ہے۔ اور جتنا عرصہ وہ زندہ رہے۔ اِس میں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ انکی

پیدائیش زندگی اور موت سب ہمارے لئے موجب ازدیاد ایمان ہیں۔ بعض احباب نے حضرت صاحبؑ کے اِس الہام کا جو پہلے سے شائع ہو چکا تھا۔ اپنے خطوں میں حوالہ دیا" اے اہل بیت ہے تو بھاری مگر خدا کے امتحان کو قبول کر"۔

سال ۱۹۰۶ء

غیر مذاہب سے مخالفت کیوں

فرمایا۔ ہمیں کسی کے ساتھ بغض و عداوت نہیں۔ ہمارا مسلک سب کی خیر خواہی ہے۔ اگر ہم آریوں یا عیسائیوں کے برخلاف کچھ لکھتے ہیں۔ تو وہ کسی دلی عناد یا کینہ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اوس وقت ہماری حالت اس جراح کی طرح ہوتی ہے۔ جو پھوڑے کو چیر کر اس پر مرہم لگاتا ہے۔ نادان بچہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ شخص میرا دُشمن ہے۔ اور اس کو گالیاں نکالتا ہے۔ مگر جراح کے دِل میں نہ غصہ ہے، نہ رنج، نہ اُس کو گالیوں پر کوئی غضب آتا ہے۔ وہ ٹھنڈے دِل سے خیر خواہی کا کام کرتا چلا جاتا ہے:

مدارِس قادیان میں تعلیم پانے کی برکت

مدرسہ کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ اسجگہ طلباء کا آکر پڑھنا بہت ضروری ہے۔ جو شخص ایک ہفتہ ہماری صحبت میں آکر رہے، وہ مشرق و مغرب کے مولویوں سے بڑھ جائیگا۔ جماعت کے بہت سے لوگ ہمارے روبرو ایسے طیار ہونے چاہئیں، جو آئندہ نسلوں کیواسطے واعظ اور معلّم ہوں۔ اور لوگوں کو راہِ راست پر لادیں:

باغ والا خواب
جماعت کو مُرتد کرنے کی سعی کرنیوالے ناکام ہلاک ہونگے

۲۔مئی ۱۹۰۶ء۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب ایک باغ لگاتا ہے۔ اور کوئی اسکو کاٹنا چاہتا ہے۔ تو خدا اُس شخص پر کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ مدّت کی بات ہے میںنے ایک خواب دیکھا

تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں، اور باغ کی طرف جاتا ہوں۔ اور میں اکیلا ہوں۔ سامنے سے ایک لشکر نکلا۔ جسکا یہ ارادہ ہے، کہ ہمارے باغ کو کاٹ دیں۔ مجھ پر ان کا کوئی خوف طاری نہیں ہوا۔ اور میرے دل میں یہ یقین ہے۔ کہ میں اکیلا ان سب کے واسطے کافی ہوں۔ وہ لوگ اندر باغ کے چلے گئے۔ اور ان کے پیچھے میں بھی چلا گیا۔ جب میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ سب کے سب مرے پڑے ہیں۔ اور اُن کے سر اور ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہُوئے ہیں۔ اور اُن کی کھالیں اُتری ہُوئی ہیں۔ تب خُدا تعالیٰ کی قدرتوں کا نظارہ دیکھکر مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رو پڑا کہ کس کا مقدور ہے۔ کہ ایسا کر سکے ؎

فرمایا۔ اس لشکر سے ایسے ہی آدمی مُراد ہیں۔ جو جماعت کو مُرتد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے عقیدوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت کے باغ کے درختوں کو کاٹ ڈالیں۔ خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی کے ساتھ ان کو ناکام کریگا۔ اور ان کی تمام کوششوں کو نیست و نابود کر دے گا ؎

فرمایا۔ یہ جو دیکھا گیا کہ اس کا سر کٹا ہُوا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کا تمام گھمنڈ ٹوٹ جائے گا۔ اور ان کے تکبّر اور نخوت کو پامال کیا جاویگا۔ اور ہاتھ ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہاتھ کے کاٹے جانے سے مُراد یہ ہے۔ کہ اُن کے پاس مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہیں رہیگا۔ اور پاؤں سے اِنسان شکست پانے کے وقت بھاگنے کا کام لے سکتا ہے۔ لیکن اُن کے پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں جس سے یہ مُراد ہے کہ اُن کے واسطے کوئی جائے فرار نہ ہوگی۔ اور یہ جو دیکھا گیا ہے۔ کہ ان کی کھال بھی اُتری ہوئی ہے۔ اِس سے یہ مُراد ہے۔ کہ اُن کے تمام پردے فاش ہو جائیں گے۔ اور اُن کے عیوب ظاہر ہو جاویں گے ؎

فرمایا۔ اگر ہم افتراء کرتے ہیں۔ تو خدا خود ہمارا دشمن ہے۔ اور ہمارے لئے بچاؤ کی کوئی صُورت ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر یہ کاروبار خدا کیطرف سے ہے۔ اور مصائب اسلامی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے خود ایک سامان بنایا ہے۔ تو اس کا مقابلہ خدا تعالےٰ کو

کس طرح پسند آسکتا ہے۔ بڑا بدقسمت ہے جو اس کو توڑنا چاہتا ہے ؛

عورتوں کو نصیحت

جون ۱۹۰۶ء۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندرون خانہ عورتوں کو یہ نصیحت کی :۔

"غیبت کرنیوالے کی نسبت قرآن کریم میں ہے۔ کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے۔ آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں۔ اور پھر صبح اُٹھکر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بچنا چاہیئے۔ عورتوں کی خاص سورت قرآن شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے بہشت میں دیکھا۔ کہ فقیر زیادہ تھے۔ اور دوزخ میں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔ فرمایا کہ عورتوں میں چند عیب بہت سخت ہیں۔ اور کثرت سے ہیں۔ ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں۔ پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا۔ کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے۔ یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت اُن میں بیٹھی ہوتی ہے۔ تو اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس کیطرف اشارہ شروع کر دیتی ہیں، کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں۔ زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کہ عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے۔ کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اُٹھا کر وہاں رکھدے۔ اور جب وہ عورت اُس بڑے اینٹوں کے انبار کو دُوسری جگہ پر رکھدے۔ تو پھر اُس کا خاوند اُس کو کہے۔ کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھدے۔ تو اس عورت کو چاہیئے۔ کہ چون وچرا نہ کرے۔ بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے ؛

فرمایا۔ کہ عورتیں یہ نہ سمجھیں۔ کہ ان پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے۔ کیونکہ مرد پر بھی ان کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں۔ بلکہ عورتوں کو گویا بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے۔ اور مرد کو کہا ہے۔ کہ اُن کی خبر گیری کر۔ اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمّہ ہیں۔

فرمایا۔ کہ دیکھو موچی ایک جوتی میں بددیانتی سے کچھ کا کچھ بھر دیتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اس سے کچھ بچ رہے۔ تو جورو بچوں کے پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں جاکر سر کٹاتے ہیں۔ صرف اِس لئے کہ کسی طرح جورو بچوں کا گذارہ ہو۔ فرمایا کہ بڑے بڑے عہدہ دار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ عورت کہتی ہے۔ کہ مجھ کو زیور چاہیئے۔ کپڑا اچھا ہیئے۔ مجبوراً بیچارے کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے۔ یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں۔ کہ مرد کو کہا گیا ہے۔ کہ ان کو طلاق دو، تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اور بھی دو۔ کیونکہ اوس وقت تمہاری ہمیشہ کے لئے اس سے جُدائی لازم ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ اُنکے ساتھ نیک سلوک کرو:

کلام پڑھ کر پھُونکنا

ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے سوال کیا کہ مجھ قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جائے۔ کہ مَیں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں۔ تاکہ اُس کو شفاء ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ بیشک قرآن شریف میں شفاء ہے۔ رُوحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے۔ مگر اس طرح کا کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کیواسطے دُعاء کرو۔ تمہارے واسطے یہی کافی ہے:

مُردہ اِسلام

غالباً ۱۹۰۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی تحریک سے اخبار وطن کے ایڈیٹر کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب نے ایک سمجھوتا کیا۔ کہ ریویو آف ریلیجنز میں سلسلہ کے متعلق کوئی مضمون نہ ہو۔ صرف عام اسلامی مضامین ہوں۔ اور وطن کے ایڈیٹر رسالہ ریویو کی امداد کا پراپیگنڈا اپنے اخبار میں کرینگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اِس تجویز کو ناپسند فرمایا۔ اور جماعت میں بھی عام طور پر اس کی بہت مخالفت کیگئی۔ حضرت صاحب نے

فرمایا۔ کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مُردہ اِسلام دُنیا کے سامنے پیش کرو گے؟

سال ۱۹۰۷ء

زِندگی وقف کرنیوالے اصحاب

۱۹۰۷ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ اب سلسلہ کا کام بڑھ رہا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ بعض نوجوان دُور و نزدیک تبلیغ کا کام کرنے کے واسطے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اگرچہ اُس وقت قادیان میں مقیم اکثر مہاجرین ایسے تھے جو اِسی نیّت سے قادیان میں آبیٹھے ہوئے تھے۔ کہ دینی خدمات کے سرانجام میں اپنی بقیہ زندگی بسر کردیں۔ تاہم نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کے عہد کی درخواستیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پیش کیں۔ اور چونکہ حضورؑ کی ڈاک کی خدمت اُن ایام میں میرے سپُرد تھی۔ اسواسطے اُن درخواستوں پر چند الفاظ لکھ کر حضورؑ میرے پاس بھیج دیتے۔ میں نے ایک رجسٹر بنالیا۔ اور اُن میں اُن کو درج کردیتا۔ چنانچہ وہ رجسٹر اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

۱۔ شیخ تیمور صاحب طالب علم علیگڈھ کالج۔ ان کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے لکھا۔ "بعد پورا کرنے تعلیم بی۔ اے اِس کام پر لگیں"۔

۲۔ چوہدری فتح محمدؐ صاحب (سیال ایم۔ اے حال ناظر اعلیٰ جماعت احمدیّہ قادیان) ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا "منظور"۔

۳۔ (مولٰینا سید) محمدؐ سرور شاہ صاحب (حال پرنسپل جامعہ احمدیّہ قادیان) اِن کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے تحریر فرمایا "آپکو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں"۔

۴۔ میاں محمدؐ حسن صاحب دفتری رسالہ ریویو آف ریلیجنس (حال پنشنر محصل جن کے صاحبزادے مولوی فاضل رحمت علی صاحب آجکل جاوا میں تبلیغ کا کام کررہے ہیں) انہوں نے اپنی درخواست میں لکھا "میں زندگی وقف کرتا ہوں۔ کم علم ہوں۔ جہاں حضورؑ چاہیں لگادیں"۔ ان کی درخواست پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تحریر

فرمایا ''قبول ہے''۔

۵۔ عاجز راقم پہلے ہی اِسی ارادے سے سرکاری ملازمت کو استعفےٰ دے کر ۱۹۰۷ء میں قادیان آگیا ہوا تھا۔ تاہم حضورؑ کے اس فرمان پر مَیں نے بھی ایک تحریری درخواست دی۔ اور اُس میں یہ الفاظ لکھے ''اگر اس لائق سمجھا جاؤں تو دُنیا کے کسی حصّہ میں بھیجا جاؤں''۔ اِس پر حضورؑ نے تحریر فرمایا ''منظور''۔

۶۔ غلام محمدؐ طالب علم بی۔ اے کلاس علیگڑھ کالج۔ (حافظ صوفی غلام محمدؐ صاحب بی۔ اے ماریشس حال معلم تعلیم الاسلام ہائی سکول) انہوں نے اپنی درخواست میں لکھا ''میری تمام زندگی خدماتِ دین کے لئے وقف ہے''۔ ان کی درخواست پر حضرت صاحب نے لکھا۔ ''بی۔ اے کا نتیجہ نکلنے کے بعد اس کام کے واسطے طیار ہو جائیں''۔

۷۔ محمدؐ دین صاحب طالب علم علیگڑھ کالج (مولوی محمدؐ دین صاحب مبلغ امریکہ وحال ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان) ان کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے تحریر فرمایا ''نتیجہ کے بعد اس خدمت پر لگ جائیں''۔

۸۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب طالب علم مدرسہ احمدیہ قادیان۔ ان کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے تحریر فرمایا ''سلسلہ کی پوری واقفیت پیدا کرلیں''۔

۹۔ اکبر شاہ خان صاحب۔ نائب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ ان کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے لکھا ''وقت پر آپکو یاد کیا جائیگا''۔

۱۰۔ مولوی عظیم اللہ صاحب ساکن نابھہ (جن کے صاحبزادے مولوی فاضل بشیر احمدؐ صاحب آجکل لودھیانہ گورنمنٹ اسکول میں مدرس ہیں) ان کی درخواست پر حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ''وقت پر آپکو یاد کیا جائے گا''۔

مجھے خیال پڑتا ہے۔ کہ انکے علاوہ اُسوقت کے بعض اور نوجوان طلباء نے بھی ایسی درخواستیں دی تھیں۔ اور زندگیاں وقف کی تھیں۔ مگر وہ درج رجسٹر ہونے سے رہ گئیں۔ اور اب عاجز کے پاس محفوظ نہیں

الواح الہدیٰ

جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی تصنیف ایسی نہیں جس میں تزکیہ نفس کے ذرائع بیان نہ کئے گئے ہوں۔ اور اخلاقِ حسنہ کے حصولِ وسائل کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ ہر ایک کتاب میں ان باتوں کا لحاظ رکھا جاتا رہا ہے۔ صرف مخالفوں کے مباہلات اور بد اندیش دشمنانِ دین کی ہلاکت کے نشان ہی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ قوم کو صالح اور متقی بنانے کے واسطے ہی یہ کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ لیکن چونکہ لمبی کتابوں کا پڑھنا سب کے واسطے آسان نہیں ہوتا۔ لوگ اپنے مشاغل میں عموماً ایسے مصروف ہوتے ہیں۔ کہ لمبی کتابوں کو نہیں پڑھ سکتے۔ اور ایک ضخیم کتاب کے تمام مضامین ہر وقت مدنظر نہیں رہ سکتے۔ اسواسطے حضرت صاحبؑ نے ایک دفعہ یہ تجویز بھی کی تھی۔ کہ تقویٰ و طہارت کے ضروری اصول کو ایک مختصر عبارت میں لکھا جائے۔ اور اس تحریر کو موٹے الفاظ کے ساتھ لکھ کر ایک لکڑی کی تختی پر لگایا جائے۔ اور ایسی تختیاں سب دوست اپنے دروازوں کے اُوپر اور اپنے کمروں کی دیواروں پر لٹکا دیویں۔ تاکہ ہر وقت اُن پر نظر پڑے۔ اور اِس طرح دِل نیکی کیطرف کھینچے جاویں۔ اِس تجویز کا ذکر چند روز تک رہا۔ مگر دیگر ضروری کاموں کے سبب پھر اس طرف توجہ نہ ہوئی ؛

(**نوٹ**:۔ قومی کتب فروشوں کو چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں سے ایسی نصائح کے الفاظ لیکر اس قسم کی الواح طیار کریں۔ میاں محمد یامین صاحب تاجر یہ کام ایک حد تک کرتے رہے ہیں۔ مگر اسے زیادہ عمدگی اور وسعت کے ساتھ سرانجام دینا چاہیئے ؛ (صادق)

سیّد احمدؒ مثیل یُوحنّا تھے

نومبر ۱۹۰۷ء۔ فرمایا۔ جس طرح کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے پہلے یُوحنّا نبی خُدا تعالیٰ کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہُوئے تھے۔ اسی طرح ہم سے پہلے اِسی ملک پنجاب میں سیّد احمدؒ

صاحب توحید کا وعظ کرتے ہوئے سکھوں کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔ یہ بھی ایک مماثلت تھی۔ جو خدا تعالیٰ نے پُوری کر دی ؂

چکڑالوی خیال کی تردید

۱۹۰۷ء۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک فقہی مسئلہ پیش کر کے درخواست کی۔ کہ اس کا جواب صرف قرآن شریف سے دیا جائے حدیث سے نہ دیا جائے۔ حضرت ؑ نے فرمایا ”متقی کے واسطے مناسب ہے۔ کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لائے۔ کہ حدیث کوئی چیز نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جو عمل تھا۔ وہ گویا قرآن کے مطابق نہ تھا۔ آجکل کے زمانہ میں مُرتد ہونے کے قریب جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک خیال حدیث شریف کی تحقیر کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے۔ اگر قرآن شریف کے واسطے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسُول پر کیوں اُترتا۔ یہ لوگ بہت بے ادب ہیں۔ کہ ہر ایک اپنے آپکو رسُول کا درجہ دیتا ہے۔ اور ہر ایک اپنے آپکو ایسا سمجھتا ہے۔ کہ قرآن شریف اسی پر نازل ہوُا ہے۔ یہ بڑی گُستاخی ہے۔ کہ ایک چکڑالوی مولوی جو معنے قرآن کے کرے۔ اُس کو مانا جاتا ہے۔ اور قبول کیا جاتا ہے۔ اور خدا کے رسُول ؐ پر جو معنے نازل ہوئے۔ اُنکو نہیں دیکھا جاتا۔ خُدا تعالیٰ نے تو انسانوں کو اس امر کا محتاج پیدا کیا ہے۔ کہ ان کے درمیان کوئی رسُول، مامور مجدد ہو۔ مگر یہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کا ہر ایک شخص رسُول ہے۔ اور اپنے آپکو غنی اور غیر محتاج قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ ایک بچہ محتاج ہے۔ کہ وہ اپنے والدین وغیرہ سے تکلم سیکھے۔ اور بولنے لگے۔ پھر اُستاد کے پاس بیٹھکر سبق پڑھے ع جائے اُستاد خالی است۔ چکڑالوی لوگ دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ کیا قرآن محتاج ہے۔ اے نادانو کیا تم بھی محتاج نہیں۔ اور خُدا کی ذات کی طرح بے احتیاج ہو۔ قرآن تمہارا محتاج نہیں پر تم محتاج ہو۔ کہ قرآن کو پڑھو۔ سمجھو۔ اور سیکھو۔ جبکہ دُنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم اُستاد پکڑتے ہو۔ تو قرآن شریف کے واسطے اُستادگی ضرورت کیوں نہیں۔ کیا بچہ ماں کے پیٹ سے

نکلتے ہی قرآن پڑھنے لگے گا۔ بہر حال معلّم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا مُلّاں ہمارا معلّم ہو سکتا ہے، تو کیا وہ نہیں ہو سکتا۔ جس پر خود قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ دیکھو قانون سرکاری ہے۔ اِس کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے بھی آدمی مقرر ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی ایسے معارف اور حقایق نہیں۔ جیسے کہ خدا کی پاک کتاب میں ہیں۔ یاد رکھو کہ سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہیں۔ جو لوگ آنحضرتؐ کا اتباع نہیں کرتے۔ انکو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بجز نورِ اتباع رسُولِ خدا کو بھی پہچاننا مشکل ہے۔ شیطان اسی واسطے ہے۔ کہ اس کو نورِ اتباع حاصل نہیں۔ آنحضرت صلعم ۲۳ سال دُنیا میں رہے متقی کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس بات کو محبّت کی نگاہ سے دیکھے۔ کہ آنحضرت صلعم کا کیا طریقِ عمل تھا ؂

اَرزل مخلُوق سے وَفاداری کا سبق لو

اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "لکھا ہے۔ کہ ایک مُسلمان پر کچھ مصیبت کے دن آئے بھُوک لگی تو ایک یہُودی کے مکان پر کچھ مانگنے کے لئے گیا۔ یہُودی نے اُس کو چار روٹیاں دیں۔ جب وہ روٹیاں لیکر نکلا۔ تو اُس گھر کا کُتّا بھی اُس کے پیچھے ہولیا۔ اُس شخص نے یہ خیال کر کے کہ شائد ان روٹیوں میں سے کُتّے کا بھی کچھ حصّہ ہے۔ ایک روٹی کُتّے کے آگے پھینک دی۔ اور آگے چل دیا۔ کُتّا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پھر پیچھے پیچھے ہولیا۔ تب اُس نے خیال کیا کہ شائد اس کُتّے کا خیال ہے۔ کہ مَیں جو اس گھر کا رہنے والا ہوں۔ میرا حصّہ ان روٹیوں میں نصف ہے۔ اس نے دُوسری روٹی بھی کُتّے کو دیدی۔ مگر کُتّا اس کو بھی کھا کر اس کے پیچھے پیچھے ہولیا پھر اس نے جب معلوم کیا۔ کہ کُتّا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ تو اُسے خیال گذرا کہ شائد تین حصّے اس کے ہوں۔ اور ایک حصّہ میرا ہو۔ اس لئے اس نے ایک روٹی اور ڈالدی۔ مگر کُتّا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔ تب اُسے کُتّے پر غصّہ آیا اور کہا۔ تو بڑا بدذات ہے۔ مانگ کر مَیں چار روٹیاں لایا تھا۔ مگر ان میں سے تین کھا کر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خدا تعالیٰ

نے اُس وقت کُتّے کو بولنے کے لئے زبان دیدی۔ تب کُتّے نے جواب دیا۔ کہ مَیں بدذات نہیں ہوں۔ مَیں خواہ کتنے فاقے اُٹھاؤں۔ مگر مالک کے سوائے دُوسرے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تُو ہے۔ جو دو۲ فاقے ہی اُٹھاکر کافر کے گھر مانگنے کے لئے آگیا تب وہ مسلمان یہ جواب سُنکر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہُوا۔ ایسے ہی گورداسپور میں ایک بلّی تھی۔ خواہ کچھ ہی اُس کے پاس پڑا رہے۔ مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی۔ ایک دفعہ بعض دوستوں نے اس بلّی کے مالک کو کہا۔ کہ ہم بھی تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے حلوہ دُودھ، چھچھڑے وغیرہ بلّی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلّی مری پڑی تھی۔ اور وہ کھانا اُسی طرح صحیح و سالم موجُود تھا۔ یہ حیوانوں کی وفا اور استقامت کا حال ہے۔ اگر ارزل مخلوقات کے صفاتِ حسنہ بھی انسان میں نہ پائی جائیں تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے"

واعظین سلسلہ کیسے ہوں

اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک تقریر کی۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ جماعت کے بعض احباب خدمتِ تبلیغ کے واسطے اپنی زندگی وقف کریں۔ وہ تقریر اور اُسوقت زندگی وقف کرنیوالے احباب کے اسمائے گرامی صفحہ ۷۴ پر درج ہوچکے ہیں۔

فرمایا "حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا نمونہ دیکھنا چاہیئے۔ وُہ ایسے نہ تھے۔ کہ کچھ دین کے ہوں اور کچھ دُنیا کے۔ بلکہ وہ خاص دین کے بن گئے تھے۔ اور اپنا جان و مال سب اِسلام پر قربان کر چکے تھے۔ ایسے ہی آدمی ہونے چاہئیں جو سلسلہ کے واسطے مبلغین اور واعظین مقرر کئے جائیں۔ وہ قانع ہونے چاہئیں۔ اور دولت و مال کا انکو فکر نہ ہو۔ حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو تبلیغ کے واسطے بھیجتے تھے۔ تو وُہ حکم پاتے ہی چل پڑتا تھا۔ نہ سفر خرچ مانگتا تھا۔ اور نہ گھر والوں کے افلاس کا عذر پیش کرتا تھا۔ یہ کام اُس سے ہوسکتا ہے۔ جو اپنی زندگی کو اس کے لئے وقف کردے۔

متقی کو خدا تعالیٰ آپ مدد دیتا ہے۔ وہ خدا کیواسطے تلخ زندگی کو اپنے لئے گوارا کرتا ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگ اسجگہ آتے ہیں۔ مگر جب کچھ بھی ملونی دُنیا کی ساتھ ہو۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیساکہ پانی میں تھوڑا سا پیشاب مل گیا ہو۔ خُدا اس کو پیار کرتا ہے، جو خالص دین کے واسطے ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں، کہ کچھ آدمی ایسے منتخب کئے جائیں۔ جو تبلیغ کے واسطے اپنے آپکو وقف کر دیں۔ اور دُوسری کسی بات سے غرض نہ رکھیں۔ ہر قسم کے مصائب اُٹھائیں۔ اور ہر جگہ پر پھر نکلیں۔ اور خُدا کی بات پہنچائیں۔ صبر اور تحمل سے کام لینے والے آدمی ہوں۔ ان کی طبیعتوں میں جوش نہ ہو۔ مگر ہر ایک کی سخت کلامی اور گالی کو سُنکر آگے نرمی کیساتھ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہوں۔ جہاں دیکھیں کہ شرارت کا خوف ہے، وہاں سے چلے جائیں۔ اور فتنہ و فساد کے درمیان اپنے آپکو نہ ڈالیں۔ اور جہاں دیکھیں، کہ کوئی سعید آدمی اُنکی بات کو سُنتا ہے۔ اُس کو نرمی سے سمجھائیں۔ جلسوں اور مباحثوں کے اکھاڑوں سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اسطرح فتنہ کا خوف ہوتا ہے۔ آہستگی اور خوش خلقی سے اپنا کام کرتے ہوئے چلے جائیں“؂

حضرتؑ کے اس فرمان کو سنکر بعض دوستوں نے اپنی خدمات کو اس کام کے واسطے وقف کیا — یہ وہ دوست ہیں، جو اسوقت قادیان میں رہتے تھے۔ اور ان کی تعداد اس وقت تک بارہ تک پہنچی تھی۔ حضرتؑ نے عاجز راقم (محمدؐ صادق) کو حکم دیا۔ کہ ایسے بزرگ اصحاب کی فہرست بناتا جاؤں۔ چُنانچہ ایک رجسٹر اس فہرست کے واسطے کھولا گیا تھا۔ جو ابتک میرے پاس موجود ہے۔ اور تمام درخواستیں ایک جگہ اکٹھی محفوظ رکھی جاتی تھیں۔ سب سے پہلی درخواست شیخ تیمور[۱] صاحب طالبعلم گورنمنٹ کالج لاہور کی تھی، اور ان کے علاوہ چوہدری فتح محمدؐ[۲] صاحب، مولوی سید محمدؐ سرور[۳] شاہ صاحب، میاں محمدؐ حسن[۴] صاحب، عاجز[۵] راقم، مولوی غلام محمدؐ[۶] صاحب، ماسٹر محمدؐ دین[۷] صاحب، شیخ عبدالرحمٰن[۸] صاحب اکبر شاہ[۹] خان صاحب، مولوی عظیم اللہ[۱۰] صاحب، مولوی فضلدین[۱۱] صاحب، خواجہ عبدالرحمٰن[۱۲] صاحب اور قاضی عبداللہ[۱۳] صاحب نے بھی حضرتؑ کے حضور درخواستیں دی تھیں۔ ان سب درخواستوں پر حضور علیہ السلام نے خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔ مگر سردست کسی کو مقرر نہیں فرمایا تھا؂

انمیں سے جو صاحب تعلیم پاتے تھے، یا اِمتحان دے چکے تھے، ان کو تعلیم کے پُورا کرنے یا امتحان کے نتائج کا انتظار کرنے کی ہدایت فرمائی تھی ؂

رُوسی سیاح ڈکسن نام

۲۸۔ نومبر ۱۹۰۷ء کو ایک رُوسی سیاح ڈکسن نام قادیان پہنچے۔ صبح کا وقت تھا حضرت حکیم الاُمّت رضی اللہ عنہ کے شفاخانہ میں وہ فرش پر بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کی مُلاقات کیواسطے وہیں تشریف لائے۔ ڈکسن صاحب اُردو نہیں جانتے تھے۔ مولوی محمدؐ علی صاحب ترجمان ہوئے، اور دو دن حضرت صاحبؑ انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ صرف ایک شب وہ ٹھہرے۔ گول کمرے میں اُنہیں ٹھیرایا گیا۔ دُوسری صبح ان کو تبلیغ کرتے ہوئے حضرت صاحبؑ نہر کے پُل تک چلتے ہوئے انکے ساتھ چلے گئے۔ جماعت کے بہت سے خُدام ساتھ تھے۔ نہر پر پہنچکر اُنہیں یکّہ پر سوار کرایا گیا۔ اور حضرت صاحبؑ بمعہ جماعت واپس آئے۔ ڈکسن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوٹو بھی لیا تھا ؂

تیرہ سَو سال کے بعد ایک نبیؑ

۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت اقدسؑ باہر سیر کیواسطے تشریف لے چلے۔ احباب جُوق در جُوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانہ کی طرح زیارت کیواسطے آگے بڑھتے تھے۔ اسقدر ہجوم تھا۔ کہ سیر کو جانا مشکل ہوگیا۔ تاکہ نو واردین مصافحہ کرلیں۔ قریباً دو گھنٹہ تک آپؑ کھڑے رہے۔ اور عشاق آگے بڑھ بڑھ کر آپؑ کا ہاتھ چُومتے رہے۔ اس وقت کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں، اور زیارت کروں۔ ایک دیہاتی دُوسرے کو کہہ رہا تھا۔ کہ اس بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا، اور زیارت کر۔ اور ایسے موقع پر بدن کی بوٹیاں بھی اُڑ جاویں، تو پرواہ نہ کر۔ ایک صاحب بولے۔ کہ لوگوں کو بہت تکلیف ہے۔ اور خود حضرت ایسے گرد و غبار میں اتنے عرصہ سے تکلیف کے ساتھ

کھڑے ہیں۔ مَیں (مفتی محمدؐ صادق) نے کہا۔ لوگ بیچارے سچے ہیں۔ کیا کریں تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دُنیا میں نظر آیا ہے۔ پروانے نہ بنیں تو کیا کریں۔ اُسوقت خدا تعالیٰ کی وہ وحی یاد آکر غالب اور سچے خُدا کے آگے سر جُھک جاتا تھا جس میں آج سے پچیس سال پہلے کہا گیا تھا۔ کہ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آویں گے۔ یہی بازار یہی میدان تھے۔ جن میں سے حضرتؑ اکیلے گزر جاتے تھے۔ اور کوئی خیال نہ کرتا تھا، کہ کون گیا ہے۔ اور یہی میدان ان ہزاروں آدمیوں سے بھر گئے ہیں۔ جو صرف اس کی پیاری صُورت دیکھنے کے عاشق ہیں۔ کاش! کہ اب بھی مخالفین سوچیں، اور غور کریں۔ کہ کیا یہ اِنسان کا کام ہے۔ کہ وُہ ایسی بات اپنے پاس سے بنائے۔ اور پھر وہ ایسے زور سے باوجود مخالفت کے پُوری بھی ہو جائے ؛

(نوٹ:۔ یہ رپورٹ انہی دِنوں اخبار بدر ۱۹۔جنوری ۱۹۰۷ء میں چھپی تھی ؛)

تارِیخ تعمیر مکان

جب عاجز نے ۱۹۰۷ء میں اپنا رہائشی مکان دارالصدق۔ قادیان میں بنوایا۔ تو ہمارے مکرم دوست مولوی حکیم محمدؐ حسین صاحب احمدی احمدؐ آبادی نے عاجز کے مکان کے واسطے ایک تاریخ از رُوئے محبت لکھکر ارسال فرمائی۔ جو درج ذیل کی جاتی ہے :۔

محمدؐ صادقِ ما مفتیٔ صدق
کہ باشد بدر او انوار خورشید
بنا یک منزل اندر قادیاں کرد
ضیاء او بود آثار خورشید
حسین از وے نویسد سال تعمیر
بنامِ او کہ باشد دارِ خورشید ۱۳۲۵
الٰہی باد روشن تا قیامت
مکان چوں رونق بازار خورشید

سعد اللہ لدھیانوی

لدھیانے میں سلسلہ کے ایک مخالف سعد اللہ نام تھے۔ ان کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا تھا۔ کہ وہ ابتر ہوگا۔ یعنی اس کی اولاد آگے نہ چلے گی۔ اس الہام کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک کتاب میں جو ۱۹۰۷ء میں زیر طبع تھی درج کیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو لاہور سے بھاگے ہوئے آئے۔ اور حضرت صاحبؑ کو اس الہام کے شائع کرنے سے روکا۔ کیونکہ اس پر مقدمہ بن سکتا تھا۔ مگر حضرت صاحبؑ نے ان کی بات کی پرواہ نہ کی۔ اور الہام کو کتاب کے اندر درج رہنے دیا۔ اور فرمایا "اچھا مقدمہ ہونے دو خدا فتح دیگا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سال ۱۹۰۸ء

تعلیم نسواں

۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا۔ کہ تعلیم نسواں کے متعلق آپؑ کے خیالات کیا ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے۔ طلب العلم فریضۃٌ علےٰ کل مُسلمۃ۔ میں پہلے مردوں کا ذکر کرتا ہوں۔ کہ قبل اس کے جو اسلام کی حقیقت معلوم ہو۔ اور اس کی خوبیاں معلوم ہوں۔ پہلے ان (دنیوی) علوم کی طرف مشغول ہو جانا سخت خطرناک ہے۔ چھوٹے بچوں کو جب دین سے آگاہ نہ کیا جائے۔ اور صرف مدرسہ کی تعلیم دی جائے۔ تو وہی باتیں ان کے بدن میں شیر مادر کی طرح رچ جائیں گی۔ پھر سوا اس کے اور کیا ہے۔ کہ وہ اسلام سے پھر جائیں .... اور دہریہ ہو جائیں پس ضرور ہے، کہ پہلے روز سے ساتھ ساتھ روحانی فلسفہ پڑھایا جائے۔ جب آجکل کی تعلیم نے مردوں پر مذہب کے لحاظ سے اچھا اثر نہیں کیا، تو پھر عورتوں پر کیا توقع ہے۔ ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ ہم نے تو (لڑکیوں کیلئے) ایک سکول بھی کھول رکھا ہے۔ مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے۔ تا بیرونی باطل اثرات سے محفوظ رہیں۔

باب چہارم

ایسی باتیں جنکی تاریخہائے وقوع کو یقین نہیں کیا جاسکا اسواسطے سال وار ابواب میں انکو درج نہیں کیا جاسکا۔

میری عادت رپورٹ

جب لدھیانہ میں پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا۔ غالباً ۱۸۹۱ء کا واقعہ ہے۔ تو اس وقت حضرت استادنا حضرت مولوی نور الدین صاحب ریاست کشمیر میں شاہی طبیب ہونے کی حیثیت سے ملازم تھے۔ اور ان دنوں کشمیر گئے ہوئے تھے۔ میری عادت تھی۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی باتیں لکھکر آپکو بھیجا کرتا تھا۔ جسپر حضرت استادنا بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خوشنودی کے اظہار میں مجھے لکھا۔ کہ آپنے ایسا خط لکھا ہے۔ کہ گویا مجھے حضرت صاحبؑ کی مجلس میں بٹھا دیا:

نزول

ایک دفعہ یہ تذکرہ تھا۔ کہ انبیاء کے واسطے نزول کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ نزول کے معنے نیچے اُترنے کے ہیں۔ مخلوق کی اصلاح اور تعلیم کا کام بھی نبی اور مصلح کو اپنے کشوف اور لذت روحانی حالات سے نیچے اُتار کر مخلوق میں شامل کرتا ہے۔ جیسا کہ ایک مدرسہ کا اُستاد بہت سے علوم اور کمال حاصل کرنے کے باوجود ایک بچے کی تعلیم کی خاطر نزول کرتا ہوا الف، با، تا، کہتا ہے۔

ایسا ہی نبی کو بھی اپنے علمی مدارج سے نزول کرکے مبتدیوں کی رُوحانی تعلیم کیطرف متوجہ ہونا پڑتا ہے ؀

نقشہ اعتراضات

جب حضرت صاحبؑ کتاب نزول المسیح پر مسودہ لکھ رہے تھے۔ تو حضورؑ نے ارادہ فرمایا۔ کہ اس کتاب کے اندر ان اعتراضات کی ایک فہرست شائع کیجائے۔ جو عام طور پر عیسائی مذہب پر کئے جاتے ہیں۔ اس فہرست کا تیار کرنا عاجز کے سپرد ہوا۔ چنانچہ وہ فہرست تیار کرکے مَیں نے حضرت صاحبؑ کے حضور پیش کی۔ اور وہی کتاب کے اندر درج ہوئی ؀

نقشہ پیشگوئیاں

کتاب نزول المسیح میں جو نقشہ پیشگوئیوں کا دیا گیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمانے سے عاجز راقم نے ہی تیار کیا تھا۔ اور ہر ایک پیشگوئی کے حاشیہ میں جو گواہوں کی ایک فہرست ہے۔ اوسکے تیار کرنے میں خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموّں نے عاجز کی خاص امداد فرمائی تھی۔ نقشہ طیار کرکے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور حضرت صاحبؑ نے مناسب اصلاح کرکے اُسے درج کیا ؀

مولوی محمد احسن صاحب امروہی کی ناراضگی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے آخری سالوں کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب نے جو صدر انجمن کی مجلس ناظم کے سیکرٹری تھے۔ یہ تجویز پیش کی۔ کہ مولوی سید محمد احسن صاحب کو مقبرہ بہشتی کی افسری سے علیحدہ کیا جائے۔ ان کی دہی تنخواہ بلحاظ واعظ ہونے کے مقرر ہوکر ملتی رہے۔ عاجز بھی مجلس ناظم کا ممبر ہونے کی حیثیت سے حاضر تھا۔ خود مولوی سید محمد احسن صاحب بھی اجلاس میں موجود تھے۔ ریزولیوشن پیش ہوا۔ بغیر کسی بحث کے چُپ چاپ پاس ہوگیا۔ اور دوسرے ریزولیوشن شروع ہوگئے۔ چند منٹوں کے بعد

مولوی محمدؐ احسن صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔ اور دوسرے دن جب انہیں پاس شدہ ریزولیوشن کی نقل پہنچی۔ تو چارج دینے سے انکار کیا۔ اور میدان میں شور مچایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس جاکر شکایت کی جسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی محمدؐ علی صاحب کو رقعہ لکھا۔ کہ مولوی سید محمدؐ احسن صاحب کو ان کے کام پر بہر حال رکھا جائے۔ اِسپر مولوی محمدؐ علی صاحب بہت ناراض ہوئے۔ مجھے وہ رقعہ دکھایا۔ اور کہا کہ مَیں تو اب اِس کام سے رُخصت لے لونگا۔ جب ہمارے پاس کردہ ریزولیوشنوں سے یہ سلوک ہوتا ہے، تو پھر اس کام پر رہنے سے کیا فائدہ ؛

شکایت نہ سُنا کرتے

ایک دفعہ مولوی محمدؐ علی صاحب کو معلوم ہوًا۔ کہ کسی شخص نے حضرت صاحبؑ کے پاس اُنکی کوئی شکائیت کی ہے۔ اِسپر وہ بہت برہم ہوئے۔ اور حضرت صاحبؑ سے عرض کیا کہ لوگ خواہ مخواہ ہماری شکائتیں آپکے پاس لیجاتے ہیں۔ اور ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ گھبرائیں نہیں، لوگ اگر ایسی شکائتیں کرتے بھی ہیں تو میری ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ گویا مَینے سُنا ہی نہیں کہ کسی نے کیا کہا ؛

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے تھوڑا ہی پہلے کا واقعہ ہے۔ کہ مَیں اتفاق سے مولوی محمدؐ علی صاحب کے کمرہ میں بیٹھا ہوًا تھا۔ جو مسجد مبارک سے ملحق ہے۔ اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ مولوی محمدؐ علی صاحب نے ناراضگی کا چہرہ بنائے ہوئے لرزتے ہوئی آواز سے کہا۔ کہ میر صاحب نے حضورؑ کے پاس میری شکایت کی ہے۔ اور حضورؑ بھی آخر انسان ہیں۔ حضورؑ پر اثر ہوتا ہوگا۔ اِسپر حضورؑ نے فرمایا۔ مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ مگر جسطرف مَیں آپ لوگوں کو لیجانا چاہتا ہوں۔ ادھر تو ہنوز آپکے مُنہ بھی نہیں۔ حضرت مولوی نُورالدین صاحبؓ نے مولوی محمدؐ علی صاحب کو ڈانٹا کہ ایسا کلمہ آپکو نہیں بولنا چاہیئے تھا، کہ آپؑ بھی اِنسان ہیں۔ اور ہم شرمندہ ہیں کہ حضورؑ نے ایسے الفاظ فرمائے ؛

عورتوں کا اِیمان بچاؤ

پیر منظور محمدؐ صاحب قادیان کے جس کوچہ میں رہتے ہیں۔ اُس کوچہ کی چوڑائی کے متعلق ایک دفعہ پیر صاحب، اور ان کے ہمسائیوں کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا۔ جس کے تصفیہ کے واسطے مولوی محمدؐ علی صاحب اور ایک دو اَور اصحاب مقرر ہوئے۔ جنہوں نے موقعہ دیکھکر اور پیمائیش وغیرہ کرکے کچھ فیصلہ کیا۔ وہ فیصلہ پیر صاحب کی اہلیہ مرحومہ کو ناپسند ہؤا۔ کیونکہ اُس فیصلہ سے اُن کی زمین کا کچھ حصہ کم ہوجاتا تھا۔ وہ روتی ہوئیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس حاضر ہوئیں۔ اور شکایت کی۔ کہ میرے ساتھ بے انصافی ہوئی۔ اور میری زمین چھینی جاتی ہے۔ حضرت صاحبؑ نے مولوی محمدؐ علی صاحب کو رقعہ لکھکر ان کا فیصلہ منسوخ کردیا۔ لیکن چونکہ وہ تنازع رفع نہ ہؤا تھا۔ اِس لئے پھر چند اصحاب اُس کے طے کرنے کے واسطے مقرر ہوئے۔ اِسپر مولوی محمدؐ علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خط لکھا۔ کہ ہم محنت کرکے ایک معاملہ میں تحقیقات کرکے فیصلہ کرتے ہیں۔ اور حضورؑ ایک عورت کے کہنے پر اُسے منسوخ کردیتے ہیں۔ پھر تحقیقات کرنے اور فیصلہ کرنے کا کیا فائدہ۔ اِسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مولوی محمدؐ علی صاحب کو لکھا کہ مَیں نے آپ کے فیصلہ کو ناجائز نہیں قرار دیا۔ بلکہ عورتیں عموماً کمزور ایمان کی ہوتی ہیں۔ اور ان کے پھسلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اُس کے ایمان کو بچانے کے واسطے مَیں نے اُس کارروائی کو منسوخ کیا تھا۔ آپ پھر کارروائی کریں۔ چنانچہ دوبارہ گفتگو، اور تحقیقات ہوکر فیصلہ کیا گیا۔ جسپر سب نے رضامندی ظاہر کی۔ اور تنازع رفع ہوگیا؛

پنکھا نہ لگوایا

ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدام اندرون خانہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے

نمبر ۸ (ج) شکرم

دو گھوڑے والی بند گاڑی جس کا رواج اُن ایام میں لاہور۔ امرتسر۔
دھلی میں بہت تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
ایسے شہروں میں عموماً اُسپر سوار ہوا کرتے تھے۔ جہلم کے سفر
مقدمہ سنہ ۱۹۰۳ء میں بھی حضور اسٹیشن سے قیام گاہ تک اور
واپسی پر اِسی قسم کی گاڑی میں سوار ہوئے تھے۔ یہ تصویر
کلکتہ میں نومبر سنہ ۱۹۳۱ء میں لی گئی تھی۔ اور اُسکے اندر
عاجز راقم بیٹھا ہوا ہے۔

یہاں ایک پنکھا لگا لینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پنکھا تو لگ سکتا ہے۔ اور پنکھا ہلانیوالے کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگیگی اور ہم سو جائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہو گا؟

(اس وقت حضرت صاحبؑ ایک رسالے کا مضمون لکھ رہے تھے۔)

گرمی میں بھی کام جاری رکھتے

ایک دفعہ جب سخت گرمی پڑی، تو حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے ایک مضمون لکھا جس میں گرمی کا اظہار کرتے ہوئے، اور گرمی کے سبب کام نہ کر سکنے کی معذرت کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھ دیئے۔ کہ "گرمی ایسی سخت ہے۔ کہ اس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہو گئی ہے" اس میں مولوی صاحب مرحوم نے اِس امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شدّتِ گرمی کے سبب کام چھوڑ دیا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مضمون سُنا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ یہ تو غلط ہے ہم نے تو کام نہیں چھوڑا؟

پہاڑ پر جانا

ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کی۔ کہ گرمی بہت ہے۔ حضورؑ کسی پہاڑ پر تشریف لے چلیں۔ فرمایا۔ ہمارا پہاڑ تو قادیان ہی ہے۔ یہاں چند روز دُھوپ تیز ہوتی ہے۔ تو پھر بارش بھی آجاتی ہے؟

سب کا جنازہ پڑھ دیا

قاضی سیّد امیر حسین صاحب کا ایک چھوٹا بچہ فوت ہونے پر جنازے کیساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لیگئے۔ اور خود ہی جنازہ پڑھایا۔ عموماً جنازے کی نماز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر موجود ہوتے، تو خود ہی امامت کرتے۔ اسوقت

نماز جنازہ میں شامل ہونے والے دس پندرہ آدمی ہی تھے۔ بعد سلام کسی نے عرض کی، کہ حضورؑ میرے لئے بھی دُعا کریں۔ فرمایا۔ مَیں نے تو سب کا ہی جنازہ پڑھ دیا ہے۔ مُراد یہ تھی۔ کہ جتنے لوگ نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے، اُن سب کے لئے نماز جنازہ کے اندر حضرت صاحبؑ نے دُعائیں کر دی تھیں ؛

بُنیادی اینٹ

بعض نئی عمارتوں کے بننے کے وقت جب حضرت صاحبؑ سے درخواست کیجاتی کہ حضورؑ تبرکاً بُنیادی اینٹ رکھدیں۔ تو حضرت صاحبؑ فرمایا کرتے، کہ ایک اینٹ لے آؤ۔ مَیں اُسپر دُعا کر دُوں گا۔ چنانچہ ایک اینٹ لائی جاتی۔ اور حضورؑ اس اینٹ کو اپنی گودی میں رکھکر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے۔ اور پھر اُسپر دم کر کے۔ دے دیتے کہ جاؤ لگاؤ ؛

غم دُور کرنے کا ذریعہ

عاجز راقم کا اور اکثر احباب کا یہ تجربہ تھا۔ کہ جب کبھی طبیعت میں کسی وجہ سے کوئی غم پیدا ہو۔ تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں جا بیٹھتے۔ تو غم دُور ہو جاتا۔ اور طبیعت میں بشاشت اور فرحت پیدا ہو جاتی ؛

پیر کُتّے مار

ایک دفعہ قادیان میں آوارہ کُتّے بہت ہو گئے۔ اور ان کی وجہ سے شور و غل رہتا تھا۔ پیر سراج الحق صاحب نے بہت سے کُتّوں کو زہر دیکر مار ڈالا۔ اسپر بعض لڑکوں نے پیر صاحب کو چڑانے کے واسطے اُن کا نام پیر کُتّے مار رکھ دیا۔ پیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں شاکی ہوئے۔ کہ لوگ مجھے کُتّے مار کہتے ہیں۔ حضرت صاحبؑ نے تبسّم کے ساتھ فرمایا۔ کہ اس میں کیا حرج ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں میرا نام "سؤر مار" لکھا ہے۔ کیونکہ مسیح کی تعریف میں آیا ہے۔ کہ یقتل الخنزیر۔

پیر صاحب اِس پر بہت خوش ہو کر چلے آئے ؛

لمبی عُمریں

فرمایا۔ مَیں تو بڑی آرزو رکھتا ہوں۔ اور دُعائیں کرتا ہوں۔ کہ میرے دوستوں کی عُمریں لمبی ہوں۔ تو کہ اِس حدیث کی خبر پُوری ہو جائے۔ جس میں لِکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیسؔ برس تک موت دُنیا سے اُٹھ جائے گی۔ فرمایا اِس کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ تمام جانداروں سے اِس عرصہ میں مَوت کا پیالہ ٹل جائے۔ اِس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان میں جو نافع الناس اور کام کے آدمی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انکی زِندگی میں برکت بخشیگا ؛

آم اُم

آم کے لفظ کے متعلّق گاہے فرمایا کرتے تھے۔ کہ لفظ آم لفظ اُم سے نکلا ہے۔ عربی زبان میں اُم ماں کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ بچّہ ماں کے پستان چوستا ہے۔ ایسا ہی آم کو بھی مُنہ میں ڈال کر چوستا ہے۔ اِس مشابہت کیوجہ سے اِس کا نام آم ہُوا ؛

قریہ مہمان نواز

ایک دفعہ سَیر پر جاتے ہوئے ایک گاؤں کیطرف نگاہ کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ عربی زبان میں گاؤں کو قریہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ قریٰ سے نِکلا ہے۔ جس کے معنے مہمان نوازی کے ہیں۔ چونکہ گاؤں کے لوگ شہریوں کی نسبت زیادہ مہمان نواز ہوتے ہیں۔ اِس واسطے گاؤں کو قریہ کہتے ہیں ؛

بھیرہ سے نُصرت

ایک دفعہ مَیں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام شہر بھیرہ

میں منڈی میں سے جا رہے ہیں۔ جس کو وہاں گنج کہتے ہیں۔ جب یہ خواب میں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ بھیرہ کو قادیان سے ایسی مناسبت ہے۔ جیسے کہ مدینہ کو مکّہ سے۔ کیونکہ بھیرہ سے ہمکو نصرت پہنچی ہے ؛

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم

سیٹھ عبدالرحمان صاحب ایک دفعہ اپنی کسی مالی مشکل کیوقت قادیان آئے اور کچھ دن یہاں رہے۔ تاکہ حضرت صاحبؑ سے دُعاء کرائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے متعلق فرمایا۔ کہ سیٹھ صاحب کیا خوب آدمی ہیں۔ کہ جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو دُنیوی کوششوں میں ہاتھ پاؤں مارنے کی بجائے سیدھے قادیان چلے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری دُعا سے ان کی مشکلات کو حل کر دیتا ہے ؛

تعریف تقوٰی

ایک دفعہ بھیرہ کے ایک بڑھئی بنام محمدؐ اسلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں مسجد مبارک میں حاضر تھے۔ انھوں نے حضورؑ سے عرض کی۔ کہ مَیں اب وطن واپس جاتا ہوں۔ مجھے حضورؑ نصیحت فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا تقوٰی اختیار کرو۔ اوس نے نہایت سادگی سے عرض کی۔ کہ حضورؑ مَیں نہیں جانتا تقوٰے کیا ہوتا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا تقوٰی یہ ہے۔ کہ "جس چیز میں دسواں حصہ بھی شبہ کا ہو اوس کو چھوڑ دو ؛

مولوی محمدؐ علی صاحب پر ناراضگی

اپنے آخری سفر میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے گئے تو لنگر خانہ کا انتظام مولوی محمدؐ علی صاحب کے سپرد ہوا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو اور عاجز راقم کو اور بعض دیگر اصحاب کو بھی حضرت صاحبؑ نے لاہور بلا لیا تھا۔ لیکن مولوی محمدؐ علی صاحب قادیان ہی میں مقیم رہے۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو اعتراضاً لکھا۔ کہ لنگر خانہ کا خرچ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ معلوم نہیں کیوں ایسا کہا جاتا ہے۔ کہ لنگر میں اس قدر خرچ ہوتا ہے۔ اِسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا"........... اِسے اِتنا خیال نہیں آتا۔ کہ ہمارے لاہور چلا آنے کے سبب مہمان تو سب لاہور آرہے ہیں۔ اب قادیان جاتا ہی کون ہے۔ جو لنگر خانہ کا پہلے کی طرح خرچ ہو" اِسکے بعد چند دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوگیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو حضورؑ کی زندگی میں ایسا موقعہ نہیں ملا۔ کہ وہ معذرت کرتے اور معافی مانگتے؛

ایک دُعاء کی قبولیت

ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا ہوُا تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ قبل نماز جمعہ مَیں حضرت صاحبؑ کی خدمت میں اندرون خانہ حاضر ہوُا۔ فرمایا۔ مفتی صاحب مجھے سخت سردرد ہو رہا ہے اِسواسطے مَیں نماز جمعہ کیلئے مسجد کو نہیں جاسکتا۔ آپ تشریف لے جائیں۔ حضرتؑ کے اِس فرمانے سے مجھ پر ایسا اثر ہوُا۔ کہ مَیں نے جامعہ مسجد میں جاکر نماز کے اندر نہایت رِقّت سے حضرت صاحبؑ کی صحت کیواسطے دُعا کی۔ ہنوز مَیں دُعاء میں مصروف ہی تھا۔ کہ حضرت صاحبؑ مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے سردرد سے آرام ہوگیا۔ اِس واسطے مَیں چلا آیا کہ جمعہ پڑھ لینا چاہیئے؛

وجہ تصنیف رسالہ قادیان کے آریہ

ایک جلسہ کے موقعہ پر جبکہ احباب قادیان میں کثرت سے جمع تھے۔ اور مسجد کے اندر نمازیوں کے واسطے جگہ نہ رہی تو بعض لوگ مسجد کے جنوب مغربی کونے کے ساتھ جو ایک ہندو کا مکان تھا۔ اس کے کوٹھے پر کھڑے ہوگئے۔ اُنہیں منجملہ اور دوستوں کے خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے۔ اتفاق ایسا ہوُا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی موسم سرما کی سردی کے سبب باہر کے صحن میں قبر کے شرقی جانب دُھوپ میں نماز

کے لئے بیٹھ گئے۔ جب نماز کھڑی ہوئی، تو کوٹھے کے مالک ہندو نے نیچے سے بہت گندی گالیاں دیں۔ جسپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت ہی رنج ہوا۔ اور یہ واقعہ اور قادیان کے آریاؤں کی تازہ مخالفانہ تحریریں "رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم" کے تصنیف کرنے کا محرک ہوئے ؛

ڈاکٹر محمدؐ اسمٰعیل صاحب

ڈاکٹر محمدؐ اسمٰعیل صاحب ہنوز کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ کہ ان کی شادی کی تجویز ہوئی جسکو انہوں نے نامنظور کیا۔ اسپر ان کے والد مرحوم حضرت میر ناصر نواب صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک خط ان کے نام لکھوایا۔ تب ڈاکٹر صاحب نے مان لیا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ مجھے پہلے سے یقین تھا۔ کہ محمدؐ اسمٰعیل میری تحریر پر اس بات کو قبول کرلیگا ؛

حدیث لولاک

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ سے سوال ہوا۔ کہ کیا حدیث لولاك لما خلقت الافلاك درست ہے۔ فرمایا۔ یہ حدیث بلحاظ قواعد صحت روایت صحاح میں نہیں ہے۔ لیکن مطلب اور مفہوم کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے ؛

مولوی حکیم سردار محمدؐ صاحب کا اخلاص

ایک دفعہ مولوی حکیم سردار محمدؐ صاحب ساکن میانی ضلع شاہپور جو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے برادر زادہ تھے۔ انہوں نے اپنے ایک خط میں اظہار اخلاص کرتے ہوئے یہ لفظ لکھے کہ میں قادیان پر قربان جاؤں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسپر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ بہت بڑے اخلاص کی علامت ہے جب انسان کسی کے ساتھ سچا اخلاص رکھتا ہے۔ تو محبوب کے قرب و جوار بھی پیارے لگتے ہیں ؛

مسودۂ کتاب نورالدّین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے جب حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے دھرمپال کی کتاب ترک اسلام کا جواب بنام نورالدین لکھا۔ تو اس کا مسودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عاجز راقم تھوڑا تھوڑا کر کے ہر روز بعد نماز مغرب سُنایا کرتا تھا:

جاگنے کا ذریعہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں یہ تذکرہ تھا کہ پچھلی رات نماز تہجد کے جاگنے کے لئے کیا تجویز کرنی چاہیئے۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا۔ کہ اگر آپ سوتے وقت اپنے آپکو مخاطب کر کے یہ کہا کریں:۔ "اے صادق مجھے تین بجے جگا دینا۔ تو ضرور تین بجے آپکی آنکھ کُھل جائیگی"۔

جلدی نہیں کرنی چاہیئے

ایک دفعہ مَیں لاہور سے حضرت صاحبؑ کیخدمت میں حاضر ہوُا۔ اندرُون خانہ حضرت صاحبؑ کی نشست گاہ میں مَیں اکیلا ہی حضرت صاحبؑ کیخدمت میں موجود تھا۔ حضور کے پاس ایک کپڑے میں بندھی ہُوئی تھوڑی سی کستوری (مشک) تھی۔ جسکو استعمال کیواسطے حضورؑ نے جلدی جلدی کھولا۔ تو وہ اس جلدی میں تھوڑی سی مشک (کستوری) گر گئی۔ تب آپؑ نے فرمایا۔ التعجیل من عمل الشیطان:۔

ایک نان پز کی حالت

حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے ایک دفعہ ایک باورچی کی حضرت صاحبؑ کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ روٹیاں چُراتا ہے۔ حضورؑ اس شکائیت کو سُنکر خاموش

ہو رہے۔ گویا حضورؑ نے سُنا ہی نہیں۔ چند روز کے بعد حضرت میر صاحب مرحوم نے دوبارہ شکایت کی۔ تب بھی حضرت صاحبؑ خاموش ہو رہے گویا۔ کہ سُنا ہی نہیں۔ حضرت میر صاحب نے تیسری دفعہ پھر شکایت کی۔ تب حضرت صاحبؑ نے فرمایا میر صاحب یہ شکایت پہلے بھی آپنے دو۲ دفعہ کی تھی۔ اور مَیںنے اس کو سُنا ہے۔ آپ کوئی ایسا باورچی تلاش کریں جسپر آپکو پُورا یقین ہو کہ وہ چوری نہ کریگا۔ تب اِس کو نکالکر اُس کو رکھ لیا جائیگا۔ پھر فرمایا۔ دیکھو میر صاحب آجکل خود گرمی کا موسم ہے۔ ایسے میں تنور پر بیٹھنا، اور ہر ایک روٹی کے واسطے دو دفعہ اس جہنّم میں غوطہ لگانا نان پز کیواسطے ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہی متقی ہوتا جیسا آپکا خیال ہے کہ وہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ اس کو ایسی جگہ کیوں بٹھاتا۔ حضرت میر صاحبؒ خاموش ہو گئے۔ اور باہر آکر فرمانے لگے۔ کہ مَیںنے توبہ کی ہے۔ مَیں پھر کبھی ایسی شکایت نہ کرونگا۔ ایسا نہ ہو کہ خدا کی غیرت کہیں مجھے ایسے ابتلا میں گرفتار کردے ؛

ایڈورڈ بادشاہ

ایک دفعہ ایڈورڈ بادشاہ کا کچھ ذکر ہوا۔ اور مجلس میں کسی نے بادشاہ کی ذات کیخلاف کچھ اشارہ کیا۔ فرمایا۔ جب آدمی بڑی عمر کو پہنچتا ہے۔ تو خواہ مخواہ اپنی اصلاح کیطرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کی موجودہ حالت وہ نہیں ہو سکتی جو آپ خیال کرتے ہیں۔ ایسا ہی نواب صاحب مرحوم رامپور کے خلاف کسی نے کچھ کہا۔ نواب صاحب کے متعلق بھی اِسی قسم کے الفاظ فرمائے۔ جیسا کہ بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کے متعلق ؛

احمدیہ مجاہدات

حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیںنے حضرت صاحبؑ (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے پُوچھا۔ کہ مجھے کوئی مجاہدہ فرماویں، جو مَیں کروں۔ تو فرمایا۔ مجاہدہ یہ ہے۔ کہ عیسائیوں کے رد میں ایک کتاب لکھو۔ تب مَیں نے کتاب فصل الخطاب لکھی۔ اس کے بعد مَیں نے پھر عرض کی، مجھے کوئی

نمبر ۱۱ بیت الدعا کا فوٹو
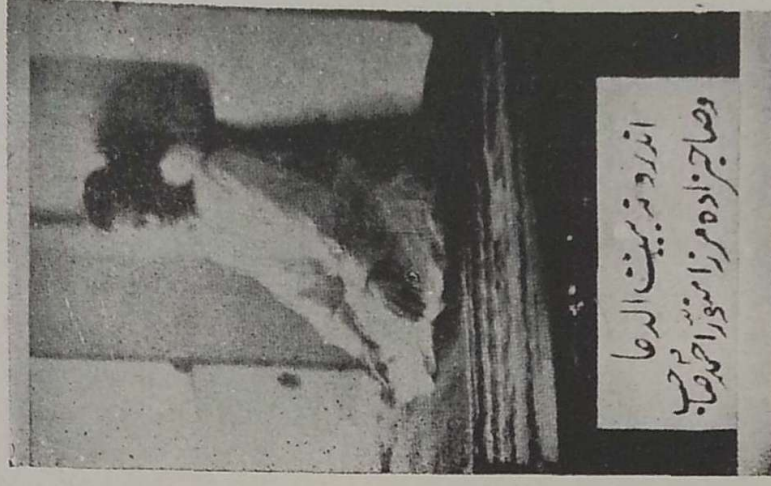
اندرونہ بیت الدعا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کمرے کے ساتھ بنوایا تھا۔ اور اُس میں بیٹھکر دعائیں کیا کرتے تھے و حضرت صاحبزادہ میرزا منور احمد صاحب۔

نمبر ۱۶ ممبر
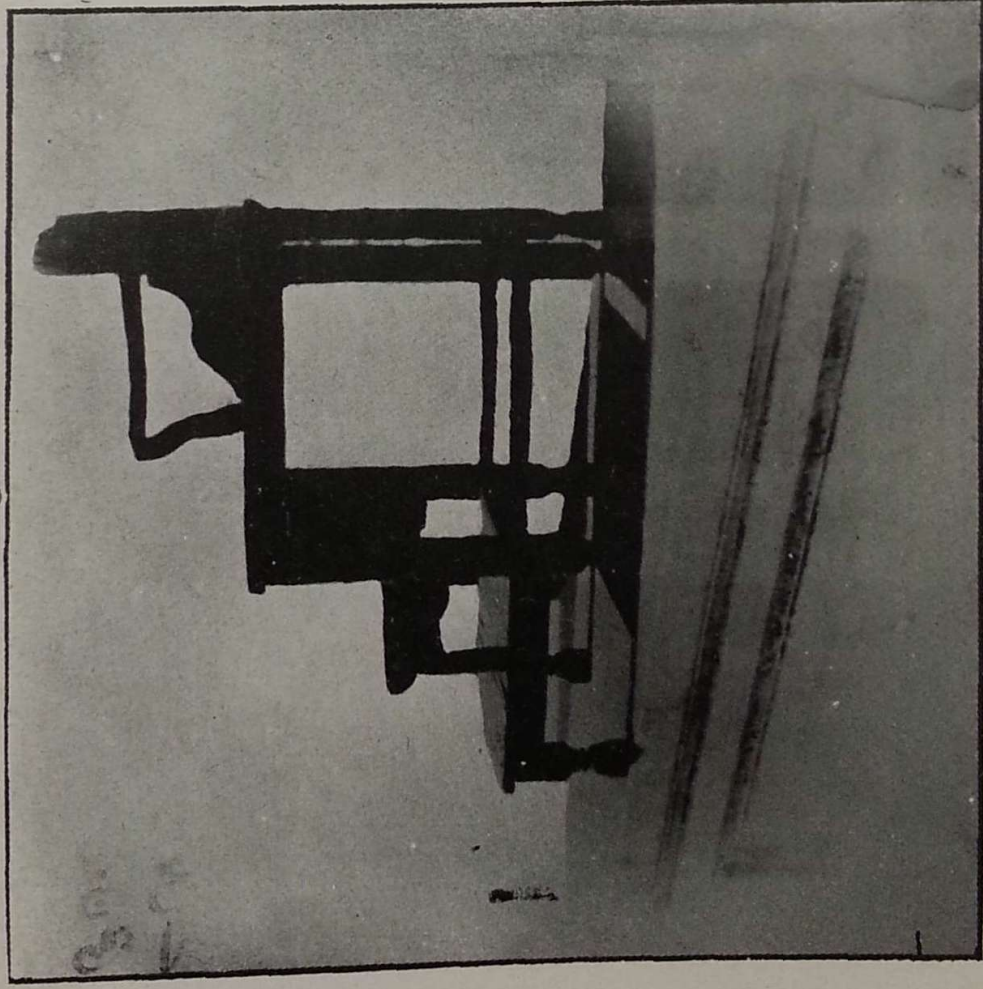
اُس ممبر کا فوٹو جس پر کھڑے ہو کر خطیب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں خطبہ جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

باہر کی طرف سے حضرت مسیح موعود کے مکان کا فوٹو۔ کوچہ غربی۔

باہر کی طرف سے حضرت مسیح موعود کے مکان کا فوٹو۔ کوچہ غربی۔

مجاہدہ کرنے کے واسطے بتلایا جائے۔ تب فرمایا۔ کہ آریوں کے رد میں کتاب لکھو۔ تب مینے کتاب تصدیق براہین احمدیہ لکھی۔ اس کے بعد پھر مینے ایک دفعہ عرض کی۔ کہ مجھے کوئی مجاہدہ بتلایا جائے۔ تب آپؑ نے فرمایا۔ کہ کسی کوڑھی کو اپنے مکان پر رکھ کر اُس کا علاج کرو ؞

عربی مختصر زبان ہے

ایک دفعہ ایک صاحب جو انگریزی زبان کے مداح تھے۔ اِس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا۔ کہ انگریزی زبان میں ایک یہ خوبی ہے۔ کہ اُس کے تھوڑے الفاظ میں بہت مطالب ظاہر ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ یہ خوبی تو عربی میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی نہ جانتے تھے۔ مگر بے ساختہ آپؑ کی زبان سے نکلا۔ اچھّا اس کی انگریزی کیا ہے۔ "میرا پانی" اُس صاحب نے جواب دیا۔ "مائی واٹر" حضرتؑ نے فرمایا۔ دیکھو عربی زبان میں صرف لفظ "مائی" سے وہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ جو انگریزی میں واٹر کا لفظ زائد کرنے سے ہوتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ عربی مختصر ہے۔ فبُھت الذی کفر۔ پس انکار کرنیوالا حیران سا رہ گیا ؞

اِحترام حضرت اُم المومنین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس دالان میں عموماً سکونت رکھتے تھے۔ جس کی ایک کھڑکی کوچہ بندی کی طرف کھلتی ہے۔ اور جس میں سے ہو کر بیت الدعا کو جاتے ہیں۔ اُس کمرے کی لمبائی کے برابر اُس کے آگے جنوبی جانب میں ایک فراخ صحن تھا۔ (یہ وہی صحن ہے جس میں ایک شب ۱۸۹۷ء میں عاجز نے حضرت مسیح موعودؑ کے حضور میں ایک مضمون کے نقل کرنے میں گذاری تھی۔ یہ مضمون حضرت صاحبؑ ڈاکٹر کلارک والے مقدمہ میں بطور جواب دعویٰ کے لکھ رہے تھے۔ حضرت صاحب مضمون

لکھتے تھے۔ اور مَیں اُس کی صاف نقل کرنے پر مامُور تھا۔ برادرم مرحوم مرزا ایوب بیگ صاحب اُس مسودہ کو پڑھتے تھے۔ اور مَیں لکھتا تھا۔ اِس طرح حضرتؑ کے حضور عشاء سے اذانِ فجر تک ہم اس صحن میں حاضر رہے۔) گرمی کی راتیں تھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کا اہل و عیال سب اسی صحن میں سوتے تھے لیکن موسم برسات میں یہ دقت ہوتی تھی۔ کہ اگر رات کو بارش آجائے۔ تو چار پائیاں یا نوِدالان کے اندر لے جانی پڑتی تھیں۔ یا نیچے کے کمروں میں۔ اِس واسطے حضرت ام المومنین نے یہ تجویز کی۔ کہ اس صحن کے جنوبی حصّہ پر چھت ڈالدی جائے۔ تاکہ برسات کیواسطے چار پائیاں اُس کے اندر کرلی جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اِس تبدیلی کیواسطے حکم دیا! ور راج مزدور کام کیواسطے آ گئے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کو جب اس تبدیلی کا حال معلوم ہوُا۔ تو وہ اس تجویز کی مخالفت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند اور خدّام بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کی کہ ایسا کرنے سے صحن تنگ ہو جائے گا۔ ہوا نہ آئے گی۔ صحن کی خوبصورتی جاتی رہیگی وغیرہ وغیرہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی باتوں کا جواب دیا۔ مگر آخری بات جو حضورؑ نے فرمائی۔ اور جسپر سب خاموش ہوئے۔ وہ یہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدوں کے فرزند اِس بی بی سے عطا کئے ہیں۔ جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس واسطے اس کی خاطرداری ضروری ہے۔ اور ایسے امور میں اس کا کہنا ماننا لازمی ہے :۔

جان محمدؓ کا خواب

قادیان میں ایک کشمیری جان محمدؓ تھا۔ جو مسجد اقصیٰ میں اذان دیتا اور نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس کا ایک خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کیا کرتے تھے۔ کہ جن ایّام میں ہمارے اور ہمارے شرکاء (مرزا امام دین مرزا نظام دین وغیرہ) میں کچھ مقدمات چل رہے تھے۔ اُن ایّام میں میاں جان محمدؓ نے خواب میں دیکھا کہ

شاہِ روم و روس میں جنگ ہوئی ہے۔ اور شاہِ روم کو فتح ہوگئی ہے۔ ہم نے اس کی تعبیر کی، تمہارے شاہ روم ہم ہی ہیں۔ اور تعبیر اس خواب کی یہ ہے۔ کہ اِن مقدمات میں ہماری فتح ہوگی۔ اور ہمارے شرکاء کو شکست ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فرمایا اگر یہی خواب وزیر سلطنت رُوم یا رُوس دیکھتا۔ تو اسکی تعبیر اور ہوتی۔ خواب کی تعبیر دیکھنے والے کی حالت اور حیثیت کے مطابق ہوتی ہے ؛

عاجز کو دُودھ پلایا

جب عاجز راقم لاہور سے قادیان آیا کرتا۔ تو حضورؑ مجھے عموماً صبح ہر روز پینے کے واسطے دُودھ بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے اندر بُلایا۔ ایک لوٹا دُودھ کا بھرا ہوا حضورؑ کے ہاتھ میں تھا۔ اُس میں سے ایک بڑے گلاس میں حضورؑ نے دُودھ ڈالا اور مجھے دیا اور محبّت سے فرمایا۔ آپ یہ پی لیں۔ پھر مَیں اور دیتا ہوں۔ مَیں تو اُس گلاس کو بھی ختم نہ کرسکا۔ ابھی اُس میں دُودھ باقی تھا۔ جو بس کردی اور واپس کیا۔ تبسّم کرتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا۔ بس۔ آپ تو بہت تھوڑا پیتے ہیں ؛

بچّے کے دِل بہلاؤ کے لئے چڑیا

صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؐ صاحب مرحوم کے دل بہلانے کے واسطے ایک دفعہ چھوٹی چھوٹی چڑیاں کہیں سے لائی گئیں۔ صاحبزادہ صاحب اُن چڑیوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھنا پسند کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ بچپن کی ناواقفی سے ایسی طرح پکڑتے، اور دبائے رکھتے، کہ چڑیا کی جان پر بن جاتی۔ اسپر گھر کی کسی خادمہ نے صاحبزادہ صاحب کو چڑیا ہاتھ میں پکڑنے سے روکا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن خادمہ کو منع کیا۔ فرمایا۔ کہ یہ چڑیا اسکے دِل بہلانے کے واسطے ہیں۔ جس طرح چاہے پکڑے۔ تم نہ روکو ؛

بچّوں کو مارنا نہیں چاہئیے

مدرسہ تعلیم الاسلام کے اساتذہ کو ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم بھیجا۔ کہ آئندہ جو استاد کسی لڑکے کو مارے گا۔ اُسے فوراً موقوف کر دیا جائے گا۔ حضورؑ اس امر کے بہت مخالف تھے۔ کہ استاد بچوں کو ماریں اور جھڑکا کریں:

چاند کیواسطے عینک

پہلی شب کے چاند دیکھنے کے واسطے عموماً حضرت صاحبؑ میری عینک لیا کرتے تھے۔ اگر میں اس وقت مسجد میں موجود نہ ہوتا۔ تو میرے گھر آدمی بھیجکر منگوایا کرتے تھے۔ لیکن ایک دفعہ جب عینک سے دیکھ لیتے تھے۔ کہ چاند کہاں ہے۔ تو پھر بغیر عینک کے بھی آپؑ کو چاند نظر آتا تھا:

مبارک احمدؓ مرحوم کی خاطر نماز جمعہ میں نہیں گئے

صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؓ صاحب مرحوم کی مرض الموت کے ایّام میں ایک جمعہ کے دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول کپڑے بدل کر عصا ہاتھ میں لیکر جامعہ مسجد کو جانے کے واسطے طیار ہوئے۔ جب صاحبزادہ کی چارپائی کے پاس سے گذرتے ہوئے ذرا کھڑے ہو گئے۔ تو صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنی چارپائی پر بٹھا دیا اور اُٹھنے نہ دیا۔ صاحبزادہ صاحب کی خاطر حضور بیٹھے رہے۔ اور جب دیکھا۔ کہ بچّہ اُٹھنے نہیں دیتا۔ اور نماز جمعہ کیوقت میں دیر ہوتی ہے۔ تو حضورؑ نے کہلا بھیجا کہ جمعہ پڑھ لیں۔ اور حضورؑ کا انتظار نہ کریں:

بال بڑھانے کی دوائی

آخری عمر میں حضورؑ کے سر کے بال بہت پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے۔ چونکہ یہ عاجز

ولایت سے ادویہ وغیرہ کے نمونے منگوایا کرتا تھا۔ غالباً اس واسطے مجھے ایک دفعہ فرمایا۔ ”مفتی صاحب سر کے بالوں کے اُگانے اور بڑھانے کے واسطے کوئی دوائی منگوائیں“۔

پانچویں روز مہندی

عموماً حضرت صاحبؑ ہر پانچویں روز سر اور ریش مبارک پر مہندی لگواتے تھے:

بارش کے واسطے نماز

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے ایام میں قادیان میں عموماً موسم گرما میں متواتر گرمی ایک ہفتہ سے زائد نہ ہوا کرتی تھی۔ پانچ سات روز کے بعد کچھ بادل آکر ترشح کر دیتے تھے۔ جس سے ہوا میں کچھ خنکی آجاتی تھی۔ لیکن ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ اور ڈھابیں خشک ہوگئیں۔ اور نمازِ استسقاء پڑھی گئی۔ اور اُسکے بعد جلد بارش ہوگئی:

تبرّک

میری اہلیہ (امام بی بی مرحومہ) نے اپنے لڑکے عبدالسلام سلمہ الرحمٰن کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضور کا ایک کرتہ تبرکاً مانگ کر لیا۔ اور اس کرتہ سے چھوٹے چھوٹے کُرتے بناکر محفوظ رکھے، اور ہر بچہ کو پیدا ہونیکے وقت سب سے پہلے وہی کُرتہ پہنایا کرتی:

سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی کا اخلاص و ادب

فرمایا۔ ایک دفعہ میں کسی کو دینے کے لئے اندر سے مبلغ یکصد روپیہ ایک رُومال میں لایا اور اس شخص کو دیا۔ کہ گن لو یہ ایک سو روپیہ ہے۔ جب اُس نے گنا تو وہ پچانویں روپے تھے۔ اُسی مجلس میں سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی بھی تھے۔ اُنہوں نے از رُوئے

اخلاص کہا۔ کہ جب حضرت ؑ نے فرمایا ہے۔ کہ سَو ہے، تو ضرور سَو ہوگا۔ اور آگے بڑھ کر انہوں نے خود گنا۔ مگر وہ پچانوے ہی نکلے۔ دوبارہ سہ بارہ گنے اور پچانوے ہی نکلے۔ مگر سیٹھ صاحب ہر دفعہ یہی کہتے رہے۔ کہ ہمارے گننے میں کچھ غلطی ہے۔ دراصل یہ پورا سَو ہی ہے۔ آخر وہ روپیہ اس شخص نے اُٹھایا تو رومال کے نیچے سے پانچ اور نکل آئے ؛

میر مہدی حسین صاحب کا اخلاص و ادب

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ کاپی میں یا پروف میں بعض دفعہ کوئی غلطی رہ جاتی ہے۔ جو میرے خیال میں نہیں آتی، اور میر مہدی حسین کی نظر چڑھ جاتی ہے۔ تو وہ میرے پاس لے آتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی بطریق ادب یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ شاید مجھے ہی غلطی لگ گئی ہے۔ مگر حضور ملاحظہ فرمالیں۔ اگر مناسب ہو، تو اسے درست کردیں ؛

نماز میں قرآن شریف کھول کر پڑھنا

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ قرآن شریف کی لمبی سورتیں یاد نہیں ہوتیں۔ اور نماز میں پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ کیا ایسا کرسکتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کو کھول کر سامنے کسی رحل یا میز پر رکھ لیں یا ہاتھ میں لے لیں۔ اور پڑھنے کے بعد الگ رکھکر رکوع سجود کرلیں۔ اور دوسری رکعت میں پھر ہاتھ میں اٹھالیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا:۔ اِس کی کیا ضرورت ہے آپ چند سورتیں یاد کرلیں۔ اور وہی پڑھ لیا کریں ؛

رات بارش میں گذاری

فرمایا۔ ایک دفعہ ہم ڈلہوزی پہاڑ سے ایک دو اور آدمیوں کے ساتھ واپس آرہے

تھے۔ کہ راستہ میں سخت بارش شروع ہو گئی۔ اور رات قریب آگئی۔ کوئی گاؤں نظر نہ آتا تھا۔ کہ وہاں جاکر بارش سے بچاؤ کریں۔ ایک شخص ملا۔ اس سے پُوچھا کہ یہاں کوئی گاؤں ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں ہے۔ آؤ مَیں دکھاتا ہوں۔ مگر میرا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ کہ مَیں نے دکھایا ہے۔ وہ ہمیں ایک طرف پہاڑ میں لے گیا۔ اور دُور سے ایک مکان دکھا کر پچھلے پاؤں بھاگ گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے، تو ایک ہی مکان اور ایک ہی کمرہ تھا۔ مالک مکان ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اور ایک اس کی لڑکی تھی۔ وہ گالیاں دینے لگا، کہ تم کو کس نے یہ جگہ دکھادی۔ اور باوجود بہت سمجھانے اور اصرار کرنیکے اُس نے ہمیں کمرے کے اندر گھسنے کی اجازت نہ دی۔ اور رات بھر ہم بارش میں درخت کے نیچے بیٹھے رہے۔ اور بعد میں معلوم ہوا۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ بعض لوگ ظلم کرتے ہیں۔ اور ان کی لڑکیوں کو زبردستی لے لیتے ہیں۔ اِس واسطے وہ کسی کو اپنے مکان کے اندر جانے نہ دیتا تھا:

سیّد احمد صاحب بریلوی کا ساتھی

سیّد احمدؒ صاحب بریلوی کا ایک مرید جو بہت بوڑھا تھا۔ اور ایک سَو سال کی عمر اپنی بتلاتا تھا۔ اور سیّد صاحب کے زمانہ جہاد وغیرہ کی باتیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ قادیان آیا۔ اور حضرت صاحبؑ کی بیعت میں داخل ہُوا۔ اور غالباً ایک سال بعد دوبارہ بھی آیا۔ اس کے بعد جلد اس کی وفات کی خبر آگئی۔ اس کے بال مہندی سے رنگے ہوئے سُرخ تھے:

سینہ پر دم

ایک دفعہ عاجز راقم لاہور سے قادیان آیا ہُوا تھا۔ اور جماعت لاہور کے چند اور اصحاب بھی ساتھ تھے۔ صُوفی احمد دین صاحب مرحوم نے مجھ سے خواہش کی کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخدمت میں سفارش کر کے صوفی صاحب کے سینہ پر دم کرادوں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ کوچہ بندی میں سے اندرونِ خانہ جا رہے تھے جبکہ

مَیں نے آگے بڑھ کر صوفی صاحب کو پیش کیا۔ اور ان کی درخواست عرض کی حضورؑ نے کچھ پڑھ کر صوفی صاحب کے سینے پر دم کر دیا (پھونک مارا) اور پھر اندر تشریف لے گئے؛

سفید گھوڑا

ایک دفعہ فرمایا۔ سفید گھوڑا اچھا نہیں ہوتا۔ اس میں سرکشی اور ضد کا مادہ ہوتا ہے۔ اور ایک سفید گھوڑے کا اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا۔ کہ وہ سوار کے قابو سے باہر ہو کر سیدھا زور سے بھاگتا ہُوا ایک دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا جس سے اُس کا سر پھٹ گیا؛

مولوی عبداللہ غزنوی سے مُلاقات

فرمایا۔ ایک دفعہ مَیں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ثم امرتسری سے ملنے گیا۔ تو ایک شخص نے جو اُن کا مُرید تھا۔ مجھے ایک روپیہ دیا کہ میری طرف سے یہ روپیہ اُن کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دینا۔ جب مَیں اُن سے ملا۔ تو اُس شخص کیطرف سے وہ روپیہ دیدیا۔ لیکن جب دوبارہ اُنہیں دنوں میں مَیں مولوی صاحب سے ملنے گیا۔ تو انہوں نے خفگی سے کہا۔ کہ تم ہم کو کھوٹا روپیہ دے گئے۔ اور اظہار ناراضگی کا کرنے لگے۔ تب مَیں نے جلدی سے اپنے پاس سے ایک روپیہ نکالکر اُنکے آگے رکھ دیا؛

مولوی محمد حسین بٹالوی

فرمایا۔ کہ مَیں ایک دفعہ امرتسر میں تھا۔ کہ مولوی عبداللہ غزنوی کے ایک مُرید نے مجھے سُنایا۔ کہ مولوی عبداللہ صاحب کو ایک کشف میں مولوی محمد حسین بٹالوی دکھایا گیا ہے۔ کہ اُس کے (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ کشف اس شخص کے پاس لکھا ہُوا تھا۔ اور مَیں نے امرتسر کے ایک باغ میں بیٹھے

ہوئے اُس کی نقل کی۔

سوال کا پُورا کرنا

فرمایا۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی حمائل ہوا کرتی تھی۔ جس کا خط بھی بہت واضح تھا۔ اور وہ مجھے پسند تھی۔ مگر ایک شخص نے سوال کیا۔ تو میں نے اُسے دیدی۔ تاکہ سوال رَدّ نہ ہو۔

ایسی باتیں جو عام نصیحت یا قاعدہ کے طور پر آپ نے کئی دفعہ فرمائیں اور وہ کسی خاص سال کے متعلق نہیں

بعض ایسی باتیں ہیں جن کو حضورؑ نے کئی دفعہ فرمایا۔ گو تفصیل اور الفاظ میں کچھ فرق ہو۔ مگر مطلب ہر دفعہ ایک ہوتا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ ایسی باتوں کو "فرمایا کرتے تھے" کی سُرخی کے نیچے ایک ہی دفعہ لکھا جائے:۔

(۱) مولوی کہلانے سے نفرت

فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کبھی اپنے آپکو مولوی نہیں لکھا، نہ کہا، نہ عموماً لوگ مجھے

مولوی کہتے ہیں لیکن اگر کسی نے اتفاقیہ ایسا کہا۔ تو مجھے ایسا رنج ہوتا ۔ جیساکہ کسی نے گالی دی ‌ہ

(۲) آسمانی کام

اپنے سلسلہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے "یہ آسمانی کام ہے۔ اور آسمانی کام رُک نہیں سکتا اِس معاملہ میں ہمارا قدم ایک ذرہ بھر بھی درمیان میں نہیں" ‌ہ

(۳) نئی جماعت کیسی ہو؟

فرمایا کرتے تھے "صحابہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت تھی۔ کہ نہ دُنیا اُن سے پیار کرتی تھی۔ اور نہ وہ دُنیا سے پیار کرتے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں ایک نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا ان لوگوں (آجکل کے مُسلمانوں) کا قدم صحابہؓ کے قدموں پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا منشاء اِس سلسلہ کے قیام سے یہ ہے۔ کہ لوگ پھر اس راہ پر چلنے لگیں" ‌ہ

(۴) شرطیہ ایمان

جب کبھی کوئی شخص اِس قسم کی شرط لگاتا۔ کہ مثلاً میرے گھر لڑکا پیدا ہو جائے۔ تو مَیں احمدی ہو جاؤں گا ایسے شرط لگانیوالوں کے متعلق فرمایا کرتے "خدا تعالیٰ کو اِن باتوں سے آزمانا نہیں چاہیئے۔ مَیں تعجب کرتا ہوں، اُن لوگوں کی حالت پر جو اس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ خدا کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ کیا یہ لوگ خدا پر اپنے ایمان لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ جو شخص سچائی پر ایمان لاتا ہے۔ وہ خود گناہوں سے پاک ہونے کا ایک ذریعہ تلاش کرتا ہے۔ ورنہ خدا کو اُس کی کیا حاجت ہے۔ خُدا فرماتا ہے۔ کہ اگر تم سب کے سب مُرتد ہو جاؤ۔ تو وہ ایک اور نئی قوم پیدا کرے گا۔ جو اُس سے پیار کرے گی۔ جو شخص گناہ کرتا اور کافر بنتا ہے۔ وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کرتا۔ اور جو ایمان لاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا کچھ بڑھا نہیں دیتا۔ ہر ایک شخص اپنا ہی فائدہ یا نقصان کرتا ہے۔ جو لوگ خدا پر احسان رکھکر اور شرطیں لگاکر ایمان لانا چاہتے ہیں۔ اُن کی وہ حالت ہے

کہ ایک شخص جو سخت پیاس میں مبتلا ہے۔ پانی کے چشمے پر جاتا ہے۔ مگر وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے چشمہ میں تیرا پانی تب پیوں گا۔ جبکہ تُو مجھے ایک ہزار روپیہ نکال کر دیوے۔ بتاؤ اُس کو چشمہ سے کیا جواب ملیگا۔ کہ جا تُو پیاس سے مَر مجھے تیری حاجت نہیں تو خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے"۔

(۵) بدظنی سے بچو

آپس میں ایک دُوسرے پر بدظنی کرنے سے روکا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "حدیث میں ہے۔ کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کی وجہ سے داخل ہونگے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے میں قیامت میں لوگوں سے پُوچھوں گا۔ کہ اگر تم مجھ پر بدظنی نہ کرتے، تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا پر بدظنی نہ کرتے۔ تو اُس کے احکام پر کیوں نہ چلتے۔ انہوں نے خدا پر بدظنی کی۔ اور کفر اختیار کیا۔ اور بعض تو خُدا تعالیٰ کے وجُود تک کے منکر ہو گئے۔ تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے"۔

(۶) دُعاء میں بڑی قوت

فرمایا کرتے تھے "دُعاء میں خُدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ ہو گا، دُعاء ہی کے ذریعے سے ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے۔ اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں۔ خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔ . . . . دُعاء سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار ہی نہیں"۔

(۷) سچے مذہب کی علامت

فرمایا کرتے تھے "سچا مذہب وہ ہے، جو خدا کے خوف سے شروع ہوتا ہے۔ اور خوف اور محبت کی جڑھ معرفت ہے۔ پس مذہب وہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے خُدا تعالیٰ کی معرفت

اور گیان بڑھ جائے۔ اور خدا تعالیٰ کی تعظیم دِلوں میں بیٹھ جائے۔ جس مذہب میں صرف پُورانے قصّے ہوں۔ وہ ایک مُردہ مذہب ہے۔ دیکھو خدا وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس کی عبادت سے جو پھل پہلے لوگ پا سکتے تھے۔ وہی پھل اب بھی پا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق بدل نہیں ڈالے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ یہ لوگ صرف ایک خشک لکڑی کی طرح ہیں۔ جس کیساتھ کوئی پھل نہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے خدا کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر پہچانتے، تو ان پر ضرور برکات نازل ہوتے۔ مگر اس راہ میں بہت مشکلات ہیں۔ اور یہ بڑی قوت والوں کا کام ہے۔ اور خُدا کے اختیار میں ہے۔ جس کو چاہے قوت عطاء فرمائے۔ اگر انسان تلاش میں لگا رہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ کسی وقت اس کو قوت عطاء ہو جائے، استقامت شرط ہے۔ ہمت کے ساتھ خُدا کو تلاش کرو۔ تو اُسے پالو گے۔ جس مذہب میں سب سے زیادہ تعظیم الٰہی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا سامان ہو۔ وہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے"۔

(۸) دو بڑے اصول

فرمایا کرتے تھے۔ "ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خُدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا۔ اور اُس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا"۔

(۹) رحم غالب

فرمایا کرتے تھے "خدا تعالیٰ کے کام بے نیازی کے بھی ہیں۔ اور وہ رحم بھی کرنے والا ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہی ہے۔ کہ اُس کی رحمت غالب ہے۔ اِنسان کو چاہیئے، کہ دُعاء میں مصروف رہے۔ آخر کار اس کی رحمت دستگیری کرتی ہے"۔

(۱۰) جہنّم دائمی نہیں

فرمایا کرتے تھے "بہشت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ عطآءً غیر مجذوذ۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کا انقطاع نہیں۔ لیکن برخلاف اس کے دوزخ کے متعلق ایسا نہیں فرمایا۔

بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ سب لوگ دوزخ سے نکل چکے ہونگے۔ اور ٹھنڈی ہوا اُس کے دروازوں کو ہلاتی ہوگی۔ خُداتعالیٰ کی رحمت کا تقاضاء بھی یہی ہے۔ آخر انسان خداتعالیٰ کی مخلوق ہے۔ خداتعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دُور کر دے گا۔ اور اس کو رفتہ رفتہ دوزخ کے عذاب سے نجات بخشیگا"۔

فرمایا کرتے تھے "کہ جب اِنسان سچے دِل سے توبہ کرتا ہے۔ تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ گناہ سے کلّی طور پر بیزار ہوکر خدا کی طرف رجُوع کرے۔ اور سچے طور سے یہ عہد ہو کہ موت تک پھر گناہ نہ کروں گا۔ ایسی توبہ پر خُدا کا وعدہ ہے کہ میں بخش دُوں گا۔ اگرچہ یہ توبہ دوسرے دن ہی ٹوٹ جائے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ کرنیوالے کا اُس وقت عزم مصمم ہو۔ اور اس کے دِل میں ٹوٹی ہوئی توبہ نہ ہو"۔

فرمایا کرتے تھے "مجاہدات کی انتہا فنا ہے، اس کے آگے جو بقا ہے۔ وہ کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے"۔

فرمایا کرتے تھے "اُمّت محمّدیہ میں جو مامورین اور مجددین اور اولیاء اور علماء ظاہر ہوئے وہ اگرچہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق تھے۔ مگر ان کا نام نبی نہ رکھا گیا۔ نہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس میں یہ حکمت تھی۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ختم نبوۃ اچھی طرح سے ثابت ہوجائے۔ سو تیرہ سَو سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ لیکن اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں آپ کی طفیل کوئی شخص نبوت کا مقام پا ہی نہیں سکتا۔ اور آپ کو جو مماثلت موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔ اس میں فرق آتا تھا۔ اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے اِس صدی کے مجدد کو کئی ایک انبیاءؑ کے نام دیئے۔ اور اسے جَرِیُ اللّٰہ فِی حُلَلِ الاَنبیاء کہا۔ اور اسے نبوّت عطا کی۔ اس طرح سب اِعتراض رفع ہوگئے۔ کیونکہ آپ کی اُمّت میں ایک آخری خلیفہ ایسا آیا۔ جو موسیٰؑ کے تمام خلفاء کا جامع ہے"۔

فرمایا:- بندہ بولتا رہتا ہے، اور خدا سنتا رہتا ہے۔ آخر کار یہ نوبت پہنچتی ہے کہ خدا بولنے لگتا ہے۔ اور بندہ سُنتا ہے۔

فرمایا:- مَیں نے انتظام کیا ہؤا تھا۔ کہ میں بھی مہمانوں کے ساتھ کھاتا تھا۔ مگر جب سے

بیماری نے ترقی کی اور پرہیزی کھانا کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا۔ ساتھ ہی مہمانوں کی کثرت اِس قدر ہوگئی۔ کہ جگہ کافی نہ ہوتی تھی۔ اس لئے بمجبوری علیحدگی ہُوئی ؛

فرمایا کرتے تھے "جو لوگ بیعت کر کے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر کبھی نہیں آتے، نہ کوئی تعلق قائم رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی شکل بھی ہم کو یاد نہیں رہتی۔ تو اُن کیلئے دُعاء کیا ہو۔ بار بار ملکر تعلق محبت بڑھاؤ۔ جو شخص تعلق بڑھاتا ہے۔ اَور بار بار آتا ہے۔ اُس کی ذرا سی مصیبت پر بھی دُعاء کا خیال آجاتا ہے۔ مگر جو شخص دُنیا میں اس قدر غرق ہے کہ گویا اس نے بیعت ہی نہیں کی۔ اور اُسے ملنے کی فرصت ہی نہیں۔ کیا وہ ان لوگوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ جو بار بار آکر ملتے رہتے ہیں ؛

(۱۱) غربت بھی فضل ہے

فرمایا۔ کبیر نے کیا سچ کہا ہے :۔ ع

بھلا ہُوا ہم نیچ بھئے ہر کا کیا سلام
جے ہوتے گھر اوچ کے ملتا کہاں بھگوان

فرمایا کرتے تھے۔ دین کا بڑا حصّہ غرباء نے لیا ہُوا ہے۔ دیکھا جاتا ہے۔ کہ عموماً فسق و فجور اور ظلم وغیرہ اکثر امراء کے حصّہ میں ہے۔ اور صلاحیّت اور تقویٰ اور عجز و نیاز غرباء کے ذمّہ پس گروہِ غرباء کو بد قسمت نہ خیال کرنا چاہیئے۔ خدا کے ان پر بڑے فضل اور اکرام ہیں۔ بہت سی دینی خوبیاں غرباء میں ہیں۔ کہ امراء کو وہ حاصل نہیں ہوتیں ؛

حضرت صاحبؑ عورتوں میں بھی وعظ کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک دفعہ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا ؛

فرمایا کرتے تھے " خدا تعالیٰ وفادار دوست ہے۔ جو شخص سچّے طور پر خدا کا ساتھ دیوے خدا اس کا ساتھ دیتا ہے۔ چاہیئے کہ انسان دوستی کا حق وفاداری کے ساتھ پوری طرح سے ادا کرے۔ ومن یتوکل علی اللہ۔ جو خدا کی طرف پُورے طور سے آگیا۔ اور کسی دشمنی، اور نقصان کی اُس نے پرواہ نہ کی۔ اور وفاداری سے آگے بڑھا۔ تو پھر خدا اُس کے لئے

کافی ہے۔ اور وہ اُس کے ساتھ پُوری وفا کرے گا“۔

فرمایا کرتے ”رقّت کے وقت دُعاء قبولیّت کے بہت قریب ہوتی ہے“۔

فرمایا کرتے تھے:۔

”نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ✻ بسا کیں دولت از گفتار خیزد“

فرمایا کرتے تھے ”میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں مَیں اپنے دوستوں، اولاد اور بیوی کے لئے دُعاء نہیں کرتا“۔

(۱۲) صحبت میں رہنے کی تاکید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدام کو بار بار قادیان آنے اور اپنی صحبت میں بہت بہت دیر تک رہنے کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے ”ہماری جماعت کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ وقت نکال کر بار بار قادیان آیا کریں۔ اور یہاں صحبت میں رہ کر اُس غفلت کی تلافی کریں۔ جو غیبوبت کے زمانہ میں ہُوئی ہے۔ اور اُن شبہات کو دُور کریں۔ جو اس غفلت کا سبب ہُوئے ہیں۔ اِنسان کمزور بچّہ کی طرح ہے۔ مامور من اللہ کی صحبت اس کے لئے ضروری ہے۔ اگر وہ اس سے الگ ہو جائے۔ تو اس کے لئے ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے اور وہ اس کو سمجھ لے۔ تو بہتر ہے پس یہ ایک بہت ہی ضروری امر ہے۔ کہ بار بار آئیں۔ اِس سے معرفت اور بصیرت پیدا ہوگی۔ ان زہروں کو دُور کرنے کے واسطے جو رُوح کو تباہ کرتی ہیں۔ کسی تریاقی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا کہ اِنسان مہلکات کا علم حاصل کرے۔ اور نجات دینے والی چیزوں کی معرفت حاصل کرلے۔ اِنسان کامل مومن اُس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کفار کی باتوں سے متاثر نہ ہونیوالی فطرت حاصل نہ کرلے۔ اور یہ فطرت نہیں ملتی جب تک اس شخص کی صحبت میں نہ رہے جو گم شدہ متاع کو واپس دلانے کے واسطے آیا ہے۔ پس جب تک کہ وہ اس متاع کو نہ لے لے اور اس قابل نہ ہو جائے۔ کہ مخالف باتوں کا اس پر کچھ بھی اثر نہ ہو۔ اس وقت تک اس پر حرام ہے کہ اس صحبت سے الگ ہو۔ کیونکہ وہ اُس بچّہ کی مانند ہے، جو ابھی ماں کی گود میں ہے۔ اور

صرف دُودھ ہی پر اسکی پرورش کا انحصار ہے۔ پس اگر وہ بچّہ ماں سے الگ ہو جاوے۔ تو فی الفور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اِسی طرح اگر وہ صحبت سے علیحدہ ہوتا ہے۔ تو خطرناک حالت میں جا پڑتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ دُوسروں کو درست کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہو۔ خود اُلٹا متاثر ہو جاتا ہے۔ اور اوروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔ اسلئے ہم کو دن رات جلن اور خواہش یہی ہے۔ کہ لوگ بار بار یہاں آئیں۔ اور دیر تک صحبت میں رہیں۔ اِنسان کامل ہونے کی حالت میں اگر ملاقات کم کر دے، اور تجربہ سے دیکھ لے کہ قوی ہو گیا ہوں۔ تو اُس وقت اُسے جائز ہو سکتا ہے۔ کہ ملاقات کم کر دے۔ کیونکہ وہ بعید ہو کر بھی قریب ہوتا ہے۔ لیکن جب تک کمزوری ہے۔ وہ خطرناک حالت میں ہے۔

(۱۳) ایمان کامل چاہیئے؟

فرمایا کرتے تھے "گناہوں میں گرنا کمزوریٔ ایمان کا نتیجہ ہے۔ جب خُدا تعالیٰ پر پُورا پُورا ایمان ہو، تو پھر انسان ایسا کام کر ہی نہیں سکتا جو اللہ تعالیٰ کی نارضامندی کا موجب ہے جیسا کہ کوئی شخص سانپ کی سُوراخ میں اپنی انگلی نہیں ڈالتا۔ کیونکہ اُسے پُورا یقین اور ایمان ہے کہ اِس سے مجھے دُکھ اور درد پہنچے گا۔ ایسا ہی کسی شخص کو کوئی زہر کھانے کیواسطے دیا جائے اور اسے معلوم ہو کہ یہ زہر ہے۔ تو ہرگز نہیں کھائیگا خواہ ہزاروں روپے کا ساتھ لالچ دیا جائے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے، اور ایمان رکھتا ہے۔ کہ اس سے وہ ہلاک ہو جائیگا۔ ایسا ہی جب خدا تعالیٰ پر کامل ایمان حاصل ہو۔ تو ایک گناہ سوز فطرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا پر پُورا ایمان لانیسے اِنسان فرشتہ بن جاتا ہے۔ بلکہ ملائکہ کا مسجود ہو جاتا ہے۔ اور نورانی ہو جاتا ہے۔

(۱۴) شخصی تبلیغ

فرمایا کرتے "انبیاء کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ شخصی تدبیر نہیں کرتے نوع کے پیچھے پڑتے ہیں جہاں شخصی تدبیر آئی وہاں چنداں کامیابی نہیں ہوتی۔ کسی ایک شخص کے پیچھے لگ جانا کہ یہی ہدایت پاوے، تب جماعت بنتی ہے ٹھیک نہیں۔ تبلیغ کو عام کرنا چاہیئے۔ پھر ان میں سے اللہ تعالیٰ

جس کو توفیق دے، وہ قبول کرے۔ اور داخل ہو جائے"۔

(۱۵) نزولِ انوار

فرمایا کرتے "ہم نے خود تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ متعدد مرتبہ آزمایا ہے۔ بلکہ ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ کہ جب انکسار اور تذلل کی حالت انتہا کو پہنچتی ہے۔ اور ہماری رُوح اس عبودیت اور فروتنی میں بہ نکلتی ہے، اور آستانہ الوہیت حضرت واہب العطایا پر پہنچ جاتی ہے، تو ایک روشنی اور نُور اُوپر سے اُترتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ایک نالی کے ذریعہ سے مصفّا پانی دُوسری نالی میں پہنچتا ہے"۔

(۱۶) صادق کا انجام

فرمایا کرتے تھے "خداتعالیٰ کے صادق بندے آزمائشوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور مصائب میں کچلے جاتے ہیں۔ مگر اس لئے نہیں کہ وہ تباہ ہو جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ تا اُن کا جوہر قابل جلا پکڑے اور ان کی اندرُونی خوبیاں ظاہر ہوں۔ انجام اُن کا بخیر ہوتا ہے۔ اور آخری فتح اور کامیابی اُن ہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ بڑھتے ہیں اور پھلتے ہیں۔ اور اُن میں برکت پیدا ہوتی ہے"۔

(۱۷) عذاب کا وَعدہ ٹل جاتا ہے

فرمایا کرتے تھے "اللہ تعالیٰ کے حضور میں خشوع وخضوع کے ساتھ دُعائیں کرنے اور گریہ و زاری کرنے اور صدقہ وخیرات سے آنے والی بلا ٹل جاتی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وعید کے پیشگوئی بھی ہو۔ کہ کوئی فرد یا قوم ہلاک ہو جائے گی۔ مگر جب وہ قوم وقت پر توبہ میں لگ جاتی ہے۔ تو وعید ٹل جاتا ہے۔ خداتعالیٰ رحیم کریم ہے"۔

(۱۸) ظاہر پرستی درست نہیں

فرمایا کرتے تھے "الہامی پیشگوئیوں میں اِستعارات ہوتے ہیں جس طرح سے وہ

پیشگوئیاں اپنے وقت پر پُوری ہوں۔ قرائن اور نشانات کے ساتھ ان کو قبول کرنا چاہیئے۔ الفاظ کے ظاہری معنوں کے پیچھے پڑا رہنا اچھا نہیں۔ اس سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ جیساکہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کا اس واسطے انکار کیا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ کیمطابق دُنیوی بادشاہت لیکر نہ آئے۔ جس سے یہود ملک فلسطین پر حکمران ہو جاتے۔

(۱۹) خدا میں محویت

فرمایا کرتے تھے "مومن کو چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفسانی اغراض کو بالکل مٹا دے۔ اس کی عبادت جنت کی خواہش میں یا دوزخ کے خوف سے نہ ہو۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔ انسان کو چاہیئے۔ اپنے وجود کو خدا تعالیٰ کی عظمت میں محو کر دے۔

(۲۰) خواب میں دانت کا ٹوٹنا

فرمایا کرتے تھے "اگر انسان خواب میں دیکھے کہ اُس کا دانت مُنہ سے نکلکر زمین پر گر گیا ہے۔ تو یہ خواب منذر ہے۔ اور بعض دفعہ کسی قریبی کے مرنے کی خبر دیتا ہے۔ لیکن اگر دانت گر کر یا ٹوٹ کر ہاتھ میں رہ جائے۔ تو یہ منذر نہیں بلکہ مبشّر ہے۔

(۲۱) چار قسم کے نشانات

فرمایا کرتے تھے "اللہ تعالیٰ نے مجھے چار قسم کے نشانات دیئے ہیں۔ اوّل[۱] عربی دانی کا نشان جس کے واسطے کئی کتابیں لکھکر تحدّی کی گئی ہے۔ اور انعامات رکھے گئے ہیں۔ کہ ایسی فصیح بلیغ کتاب کوئی شخص مقابلہ میں لکھے۔

دوم[۲] قبولیتِ دُعاء کا نشان۔

سوم[۳] پیشگوئیوں کا نشان۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

چہارم[۴] قرآن شریف کے دقائق اور معارف کا نشان۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں

فرماتا ہے۔ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ؀

(۲۲) میّت سے کلام

فرمایا کرتے تھے ”کہ ارواح کا قبور سے تعلّق ہے۔ اور ہم اپنے ذاتی تجربہ سے کہتے ہیں۔ کہ مُردوں سے کلام ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے ہر شخص کو یہ بات حاصل نہیں۔ رُوح کا تعلّق قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اور رُوح کا تعلّق آسمان سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں اُسے ایک مقام ملتا ہے“؀

(۲۳) اقسامِ تقدیر

فرمایا کرتے تھے ”تقدیر دو قسم کی ہے۔ ایک معلّق جو دُعاء اور صدقات سے ٹل جاتی ہے۔ دُوسری مُبرم جو قطعی ہوتی ہے۔ اور ٹلنے والی نہیں ہوتی۔ مگر دُعاء اور صدقہ اسمیں بھی فائدہ دیتا ہے۔ بعض دفعہ توقّف اور تاخیر ڈالی جاتی ہے، یا اُسے نرم کر دیا جاتا ہے، یا کسی اور پیرایہ میں اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کل چیزوں پر قادرانہ تصرّف ہے۔ اور اس کے تصرفات مخفی ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے، اثبات کر دیتا ہے“؀

(۲۴) ایمان بالغیب

فرمایا کرتے تھے ”ایمان کا ثواب تب ہی مترتب ہوتا ہے۔ جبکہ غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صُورت میں قبول کیا جائے۔ اور کھلی کھلی شہادتیں طلب نہ کی جائیں۔ جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دُعاء اور فکر اور نظر سے ترقی چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ خود اُس کی دستگیری کرتا اور اُسے درجہ عین الیقین عطاء کرتا ہے۔ ایمان اُسی حد تک ایمان ہے۔ جب تک وہ امور جن کو مانا گیا ہے۔ کسی قدر پردہ غیب میں ہیں ؀

(۲۵) محبّت و شفقت

فرمایا کرتے تھے۔ کہ "محبّت صرف صلحاء اور نیکوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ جن کے قول اور فعل کو ہم بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں اور ہم رغبت رکھتے ہیں۔ کہ اُن کے سے حالات ہم میں بھی پیدا ہو جائیں لیکن شریروں اور بدکاروں کے ساتھ محبت نہیں کیجاسکتی۔ کیونکہ ان کے ساتھ محبّت کرنے کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ ہم بھی اُن کی طرح بدکار بننا چاہتے ہیں۔ ہاں اُن پر شفقت کی جاسکتی ہے۔ تاکہ نرمی سے ہم اُن کی اِصلاح کریں۔ اور اُن کی خیر خواہی کریں۔ اور اُن کو بدی سے بچائیں۔ محبّت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اِنسان محبُوب کے رنگ میں رنگین ہو جائے:

(۲۶) حکومت بَرطانیہ

پنجاب میں سِکھّوں کے راج میں جو مسلمانوں پر سِکھ حکام کی طرف سے مظالم تھے۔ اور اذان دینے کی رکاوٹ تھی۔ اور مساجد پر بیجا قبضے کر لیتے تھے۔ اور جان و مال ہر وقت خطرہ میں تھا۔ اس کے بالمقابل حکومت برطانیہ کی مذہبی آزادی اور امن اور تار، ڈاک، ریل وغیرہ کی آسُودگیوں کا ذِکر کرتے ہوئے۔ حکومتِ برطانیہ کا مشکور ہونے۔ اور اس کی امداد کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے:

(۲۷) تازہ معجزات کی ضرورت

فرمایا کرتے تھے۔ کہ پہلے انبیاء کے نشانات اور معجزات مشکوک ہو کر بطور قصّے کہانیوں کے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ اُن کو بہت لمبا عرصہ گذر گیا ہے۔ اور اُن پر تاریخی شہادتیں اَب پُوری طرح ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اور ان کی کتابوں میں بھی کمی بیشی ہو چکی ہے۔ اِس واسطے اللہ تعالیٰ اَب نئے سرے سے اِسلام کی تائید میں بلکہ تمام انبیا کی صداقت کے ثبوت میں نشانات اور خوارق دکھا رہا ہے۔ کیونکہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہوتی۔ سُنی

ہوئی بات کسی واقعہ صحیحہ کی برابری نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ تازہ نشانات دکھلا رہا ہے۔ تاکہ لوگوں میں تضرع اور ابتہال پیدا ہو۔ اور اُن کے ایمان کو ایک نئی زندگی حاصل ہو ؛

(۲۸) دو صلحیں

فرمایا کرتے۔ مَیں دو مصالحتیں لیکر آیا ہوں۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ بیرونی مصالحت اس طرح کہ اب دین کے واسطے غیر قوموں کے ساتھ جنگ وجہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ دلائل عقلیہ اور نشانات سماوی کے ساتھ صداقتِ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اندرونی مصالحت کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اسی کے متعلق مجھے الہام ہوا۔ یضع الحرب و یصالح الناس۔ یعنی ایک طرف تو جنگ و جدال اور حرب کو اٹھا دیگا۔ اور دُوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کردیگا۔ اِسی واسطے میرا نام سلمان رکھا گیا ہے۔ جس کے معنے ہیں دو صلحیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود حسن المشرب ہوگا۔ کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں بھی دو صلحیں تھیں۔ ایک صلح تو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کرلی۔ اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرادی ؛

(۲۹) مرشد و مرید

فرمایا کرتے تھے ”مرشد کے ساتھ مرید کا تعلق ایسا ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ مرد کیساتھ عورت کا تعلق ہوتا ہے۔ کہ مرید مرشد کے کسی حکم کا انکار نہ کرے۔ اور اس کی دلیل نہ پوچھے۔ دِل کی پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔ جبتک کہ انسان منہاج نبوت پر آئے ہوئے کسی پاک اِنسان کی صحبت میں نہ بیٹھے۔ پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہے جو پیغمبروں کا مظہر ہے“ ؛

(۳۰) شانِ محمدؐ

فرمایا کرتے تھے ”میرا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الگ کر دیا

جاتا۔اور کل نبی جو اُس وقت تک گذر چکے تھے۔سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تو ہرگز نہ کر سکتے۔اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی۔جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تھی۔مَیں تمام نبیوں کی عزّت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء علیہم السلام پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ قوت اور وہ زندگی عطاء ہوئی جس سے لاکھوں، کروڑوں مُردے زندہ ہوئے۔اِسی واسطے آپؐ کا نام حاشر الناس بھی ہے۔اور ابتک آپؐ کی قوت قدسی سے کروڑوں مُردے زندہ ہو رہے ہیں۔اور قیامت تک ہوتے رہینگے؛

(۳۱) علمی معجزہ

فرمایا کرتے تھے ۔کہ بعض لوگ نادانی سے قرآن شریف کے مقابلہ میں حریری وغیرہ کتب کو پیش کر دیتے ہیں۔کہ وہ بھی فصیح بلیغ ہیں۔اور ایسی کتاب کوئی نہیں لکھ سکتا۔مگر یہ یہ اُن کی غلطی ہے۔اوّل تو ان کتابوں کے مصنفین کو کبھی یہ دعویٰ نہیں ہوُا۔کہ اُن کا کلام بے مثل ہے۔بلکہ وہ خود اپنی کم مائیگی کا ہمیشہ اقرار کرتے رہے ہیں۔دُوسرا اُن لوگوں کی کتابوں میں معنی الفاظ کے تابع ہو کر چلتے ہیں۔صرف الفاظ جوڑے ہوئے ہوتے ہیں۔قافیہ کیواسطے ایک لفظ کے مقابل دُوسرا لفظ تلاش کیا جاتا ہے۔اور کلام میں حِکمت اور معارف کا لحاظ نہیں ہوتا۔اور قرآن شریف میں حق اور حِکمت کا التزام ہے۔اس بات کا پورے طور پر نباہنا۔کہ حق اور حکمت کے کلمات کے ساتھ قافیہ بھی درست ہو، یہ بات تائیدِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی اپنے فضل سے یہ علمی معجزہ عطاء کیا ہے۔جس کا مقابلہ کوئی عالم نہیں کر سکا۔حالانکہ انعامات بھی رکھّے گئے۔کہ ایسی فصیح بلیغ عربی کتب پُر معانی و معارف کوئی مخالف مولوی بالمقابل لکھکر دِکھائے۔تو انعام بھی پائے۔مگر کسی کو جُرأت نہیں ہوُئی کہ مقابلہ کر سکے؛

(۳۲) مُسلمانوں کی ترقّی کا راز

فرمایا کرتے تھے ”آج کل مُسلمان جس گری ہُوئی حالت میں ہیں اس سے انہیں نکالنے کے واسطے انجمنیں بنتی ہیں۔ اور جلسے اور کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ سب یہی کہتے ہیں۔ کہ مغربی قوموں کا نمونہ اختیار کرو۔ کالج بناؤ۔ بیرسٹر بنو۔ اس سے مسلمانوں کو ترقی حاصل ہوگی۔ مگر وہ نہیں جانتے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان قوموں کا معاملہ اور ہے۔ اور مسلمانوں کا اَور ہے۔ مسلمانوں کو کتاب دی گئی ہے۔ ان کی ترقی اسی میں ہے۔ کہ قرآن شریف کو اپنا امام بنائیں، اور اس پر عمل کریں۔ بیشک کالج بنائیں، اور دُنیوی تعلیمات اور تجارت وغیرہ کو حاصل کریں۔ ہم اس سے نہیں روکتے۔ لیکن اوّل یہ ضروری ہے۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُن کے دِل و جگر میں سرایت کرے۔ اور اُن کے وجود کے ذرّہ ذرّہ پر اِسلام کی روشنی اور حکومت ہو۔ اور ہر حال میں وہ دین کو دُنیا پر مقدم کرنیوالا ہو۔ جب تک یہ نہ ہوگا۔ مسلمان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جبکہ خدا ہے، اور ضرور ہے۔ تو اُسے چھوڑ کر مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ مسلمان چاہتے ہیں کہ خدا کی بے عزّتی کرکے، اور اُس کی کتاب کی بے ادبی کرکے کامیاب ہوں۔ اور قوم بنالیں۔ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کفّار کا معاملہ الگ ہے۔ اور ان کے لئے موأخذہ کا دن مقرر ہے۔ اور مسلمانوں کا معاملہ الگ ہے“۔

(۳۳) فراستِ مومن

فرمایا کرتے تھے ”بارہا تجربہ کیا گیا۔ کہ جب کسی بات کی تحریک میرے دِل میں ہوتی ہے۔ تو وہ منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اور اُس کام کے کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے۔ اور میرا دل اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے۔ کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہو جاتی ہے۔ اور اُس کام کے کرنیسے دِل متنفّر ہوتا ہے۔ اور میری فراست ہر شخص کے متعلق صحیح حالات کا پتہ لگا لیتی ہے“۔

(۳۴) نیکی کے ۲ دو پہلو۔

فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے لئے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ بدی سے بچے اور نیکی

نمونۂ دستخط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک انبار خطوط کا جمع ہو گیا ہے آپ ایک

ہفتہ کے لئے آکر ان تمام خطوط کا جواب

لکھ جائیں اور نیز ملاقات تاکید ہے والسلام

مرزا غلام احمد

از لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خط مولف کے نام جو حضور نے لاہور سے لکھا تھا۔ اِسکی تعمیل میں عاجز لاہور گیا۔ اور پھر حضور کے وصال تک وہیں رہا۔

نمبر ۱۰ — لفافہ کا عکس
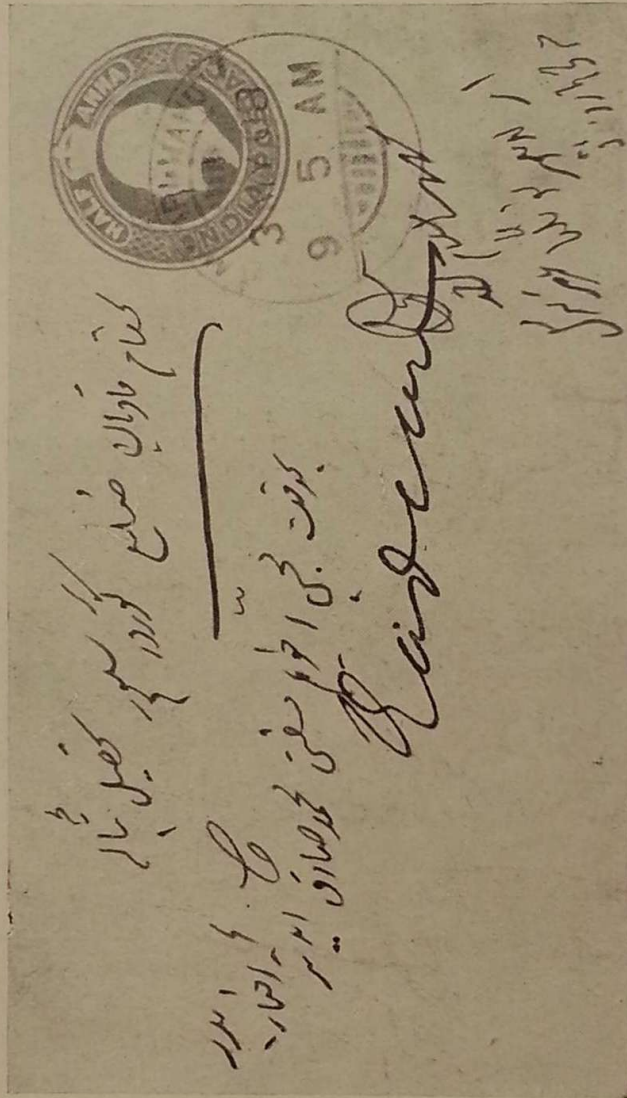
مذکورہ بالا خط کا لفافہ۔

کرنے کی طرف دَوڑے۔ یہی دو پہلو ہیں۔ ایک ترکِ شر دُوسرا افاضہ خیر۔ اپنی بھی اصلاح کرے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے ؎

(۳۵) ہر امر آسمان پر مقدر ہوتا ہی

فرمایا کرتے تھے "پہلے ایک امر آسمان پر طے ہو جاتا ہے۔ بعد میں زمین پر اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی واسطے اکثر پیشگوئیاں صیغہ ماضی میں ہوتی ہیں۔ جیساکہ قرآن شریف میں پیشگوئی کی گئی۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے، اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔ جب یہ وحی الٰہی قرآن شریف میں بطور پیشگوئی کے نازل ہوئی اُس وقت ابولہب زندہ اور سلامت تھا۔ لیکن آسمان پر اس کے لئے ہلاکت کا کام ہو چکا تھا۔ اِس واسطے یہ بات ایسے طور پر بیان کی گئی۔ کہ گویا یہ کام ہو چکا ہے۔ اُس کی ہلاکت ایسی یقینی تھی۔ کہ اس پیشگوئی کو ایسے الفاظ میں پیش کیا گیا۔ کہ گویا ایک واقعہ شدہ امر ہے۔ تمام سماوی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی اَمر کے ضرور آئندہ پورا ہو جانے کے متعلق کسی پیشگوئی کے ظاہر فرماتے وقت ماضی کا اِستعمال کرتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا الہام عفت الدیار والا تھا۔ جو ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کانگڑہ سے پُورا ہُوا۔ اس کے معنی ہیں مٹ گئے گھر۔ اگرچہ یہ زلزلہ کی پیشگوئی گیارہ ماہ قبل کی گئی۔ تاہم چونکہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ زلزلہ ضرور آئیگا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ عارضی اور مستقل مکان سب گر گئے۔ اور نشان مِٹ گئے ؎

(۳۶) تکرار الہامات

بعض الہامات ایسے ہیں جو انہی الفاظ میں کئی کئی بار آپؑ پر نازل ہوئے۔ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ "جو الہام بار بار کئی دفعہ ہوتے ہیں۔ ہر دفعہ وہ جُدا شان رکھتے ہیں۔ مثلاً اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ والا الہام بہت دفعہ ہُوا ہے۔ اور ہر دفعہ اس کا ظہور کسی نئے رنگ میں ہوا ہے۔ ہر دفعہ اہانت کنندہ اور اہانت یافتہ کوئی

نیا وجود ہوتا رہا ہے۔ ایسا ہی الہام اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ بہت کثرت سے ہوا ہے۔ اور ہمیشہ خدائی فوجوں کی نصرت سے ایک نیا معجزہ پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اکثر الہامات بار بار ہوتے ہیں۔ اور ہر دفعہ کوئی نیا رنگ رکھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں جو اپنے اپنے موقعہ پر جُدا مطابقت رکھتی ہیں۔ اگرچہ ظاہر الفاظ ایک ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ۔

(۳۷) حضرت مسیح موعودؑ کے دو بازو

فرمایا کرتے تھے "یہ اخبار الحکم و بدر ہمارے دو بازو ہیں۔ الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے ہیں۔ اور گواہ بنتے ہیں" ؛

(۳۸) موت تبدیلی مکان ہے

فرمایا کرتے "مرنا کوئی حرج یا دُکھ کی بات نہیں جس کو ہم کہتے ہیں۔ کہ مر گیا ہے وہ دوسرے جہاں میں چلا جاتا ہے۔ اور وہ جہان نیک آدمیوں کے لئے بہت عمدہ ہے۔ خُدا کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ اس نے دو گھر بنائے ہیں۔ اِدھر سے اُٹھا کر اُدھر آباد کر دیتا ہے ؛

(۳۹) اصحاب رسولؐ

فرمایا کرتے تھے "جو لوگ بذریعہ کشف صحیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کرتے ہیں۔ وہ اصحاب رسولؐ میں سے ہیں" ؛

(۴۰) دُعا کرنا موت اختیار کرنیکے برابر

فرمایا کرتے تھے "اکثر لوگ، دُعا کی اصل فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ دُعا کے ٹھیک ٹھکانہ پر پہنچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہے۔ دراصل دُعا کرنا ایک قسم کی موت کا اختیار کرنا ہوتا ہے" ؛

(۴۱) دُعاء علیحدگی میں

فرمایا کرتے تھے "جب خوف الٰہی اور محبت غالب آتی ہے۔ تو باقی تمام خوف اور محبتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ ایسی دُعاء کیواسطے علیحدگی بھی ضروری ہے۔ اسی پورے تعلق کے ساتھ انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک تعلق ایک ستر کو چاہتا ہے"۔

(۴۲) معجزہ نمائی

فرمایا کرتے تھے "ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں مبعوث کیا ہے۔ کہ قرآن کریم میں جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء کے مذکور ہوئے ہیں۔ ان کو خود دکھا کر قرآن شریف کی حقانیت کا ثبوت دیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ اگر دُنیا کی کوئی قوم اپنی کوششوں سے ہمیں آگ میں ڈالے یا کسی اور خطرناک عذاب اور مصیبت میں مبتلاء کرنا چاہے۔ تو خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ضرور ہمیں محفوظ رکھیگا۔ لیکن اِس کے یہ معنے نہیں کہ ہم خود آگ میں کودتے پھریں۔ یہ طریق انبیاء کا نہیں"۔

"قرآن شریف میں جسقدر معجزات مذکور ہیں۔ ہم ان کے دکھانے کو زندہ موجود ہیں۔ خواہ قبولیت دُعا کے متعلق ہوں خواہ اور رنگ کے۔ معجزہ کے منکر کا یہی جواب ہے۔ کہ اُس کو معجزہ دکھایا جائے۔ اس سے بڑھکر اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا"۔

(۴۳) مومنوں کے اقسام

فرمایا کرتے تھے "ایمان لانیوالے تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو چہرہ دیکھکر ایمان لاتے ہیں۔ دُوسرے وہ جو نشان دیکھکر مانتے ہیں۔ تیسرا ایک ارذل گروہ ہے کہ جب ہر طرح سے غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور کوئی وجہ ایمان بالغیب کی باقی نہیں رہتی۔ تو اس وقت ایمان لاتے ہیں۔ جیسے کہ فرعون جب غرق ہونے لگا۔ تو اُسوقت اُس نے اقرار کیا"۔

(۴۴) اُسوۂِ شہادت

فرمایا کرتے تھے:۔ عبد اللطیف صاحب نے ایک اُسوہ حسنہ چھوڑا ہے جس کی اتباع جماعت کو چاہیئے۔ صاحبزادہ صاحب نے نہایت اِستقلال کے ساتھ سلسلہ حقہ کی خاطر اپنی جان دی اور شہادت قبول کی۔ اُن کی زندگی ایک تنعم کی زندگی تھی۔ مال دولت، جاہ و ثروت سب کچھ موجود تھا۔ اور اگر وہ امیر کا کہنا مان لیتے۔ تو اُن کی عزت اور بڑھ جاتی۔ مگر انھوں نے ان سب پر لات مار کر اور دیدہ و دانستہ بال بچوں کو کچل کر موت کو قبول کیا۔ انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھایا ہے۔ اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہیئے۔ جماعت کو چاہیئے۔ کہ کتاب تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھیں۔ اور فکر کریں۔ اور دُعا کریں۔ کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو"۔

(۴۵) مہمانوں کی تواضع

حضرت صاحبؑ مہمانوں کی خاطر داری کا بہت اہتمام رکھا کرتے تھے۔ جب تک تھوڑے مہمان ہوتے تھے۔ آپؑ خود ان کے کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کیا کرتے تھے۔ جب مہمان زیادہ ہونے لگے۔ تو خدام حافظ حامد علی صاحب، میاں نجم الدین صاحب وغیرہ کو تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کہ دیکھو مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اُن کی تمام ضروریات خورد و نوش و رہائش کا خیال رکھا کرو۔ بعض مہمانوں کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں کرتے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ سب کو واجب الاکرام جان کر اُن کی تواضع کرو۔ سردی کے ایام میں فرمایا کرتے۔ مہمانوں کو چائے پلاؤ۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی کو علیحدہ کمرے یا مکان کی ضرورت ہو۔ تو اس کا انتظام کر دو۔ اگر کسی کو سردی کا خوف ہو۔ تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کر دو"۔

(۴۶) اپنے الہامات پر ناز نہ کرو؟

جب کبھی کوئی دوست اپنی خوابوں اور الہامات کا ذکر کرتا۔ تو عموماً فرمایا کرتے تھے۔ کہ

"آپ ان خوابوں اور الہامات کو اپنے لئے کسی خوبی کا باعث نہ جانیں۔ یہ تو خدا کا فضل ہے۔ مومن کی نیکی اس میں ہے۔ کہ وہ اعمال صالحہ میں کوشاں رہے۔ مومن کا اصل مقصد اور غرض یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچّا اور بے ریاء تعلق اخلاص اور وفاداری کا پیدا کرے۔ جہاں تک ہو سکے۔ صدق و اخلاص و ترکِ ریاء و ترک امنیات میں ترقی کرتے جاؤ۔ اور مطالعہ کرتے رہو۔ کہ ان باتوں پر تم کس حد تک قائم ہو۔ صوفیاء نے لکھا ہے۔ کہ اوائل سلوک میں جو رؤیا یا وحی ہو۔ اس پر توجہ ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس راہ میں اکثر اوقات روک ہو جاتی ہے۔ اپنے رؤیاء اور الہام پر مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہیئے۔ کئی آدمی دیکھے گئے ہیں۔ کہ ان کو رؤیاء اور الہامات ہوتے رہے۔ لیکن ان کا انجام اچھا نہ ہوا۔ انجام کا اچھا ہونا اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ صبح سے شام تک کسی سے مکالمہ کرتا رہے۔ تو یہ اس کی کوئی خوبی کی بات نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ تو خدا کی عطاء ہو گی۔ دھیان اس بات پر لگانا چاہیئے۔ کہ خود ہم نے خدا تعالیٰ کیلئے کیا کیا"۔

(۴۷) تین قسم کے ثبوت

فرمایا کرتے "ایک مامور کی شناخت کے تین طریق ہیں۔ نقل، عقل، تائیدات سماوی یہ تینوں امور ہمارے دعویٰ کے مؤید ہیں"۔

(۴۸) جودِ نفس

اپنی جماعت کو نصیحتاً فرمایا کرتے۔ کہ دُنیاوی تنازعات کیوقت مالی نقصان برداشت کرلو۔ اور جودِ نفس سے کام لو۔ تاکہ تنازع رفع ہو۔ انسان کو ایسا موقعہ ہمیشہ ہاتھ نہیں آتا کہ وہ فطرت کے یہ جوہر دکھا سکے۔ اور اپنے بھائی کی خاطر نقصان اُٹھالے۔ اور سچا ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرے۔ جب کبھی ایسا موقعہ ہاتھ آجائے۔ اُسے غنیمت خیال کرنا چاہیئے"۔

(۴۹) ضرورت مسجد

فرمایا کرتے۔ کہ جہاں کہیں ہماری جماعت ہو۔ وہاں عبادت الٰہی کے واسطے مسجد ضرور بنالینی چاہیئے۔ مسجد خانۂ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد بن گئی، وہاں سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑگئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں یا شہر ہو۔ جہاں مسلمان کم ہوں، یا نہ ہوں۔ اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو، تو وہاں ایک مسجد بنا دینی چاہیئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لائیگا۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ قیام مسجد میں نیّت خالص ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ مسجد مرصّع اور پکّی عمارت کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیئے۔ اور مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیئے۔ اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر ڈال دو۔ تاکہ بارش اور دھوپ سے بچاؤ ہو۔ خدا تعالیٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ اور مدت تک ویسی ہی رہی۔ جماعت کے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ ہر جگہ اپنی مسجد میں اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھیں۔ جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے"۔

ہندوستان میں عموماً مسلمانوں کا یہ خیال ہے۔ کہ نماز کے اندر تکبیر اولیٰ کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل سوائے مسنون دعاؤں کے جو عربی زبان میں پڑھی جاتی ہیں اور کوئی دُعا اپنی زبان اُردو یا فارسی یا انگریزی وغیرہ میں کرنا جائز نہیں ہے۔ اور عموماً لوگوں کی عادت ہے۔ کہ سلام پھیرنے کے بعد پھر ہاتھ اُٹھا کر اپنی زبان میں دُعائیں کرتے ہیں۔ اور اپنے دلی جذبات اور خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار ہا فرمایا۔ کہ "نماز کے اندر سجدہ میں یا رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یا کسی دُوسرے موقعہ پر مسنون دُعا کہنے کے بعد اپنی زبان میں دُعا مانگنا جائز ہے۔ کیونکہ اپنی زبان میں ہی انسان اچھی طرح اپنے جذبات اور دلی جوش کا اظہار کرسکتا ہے"۔

کسی نے عرض کی کہ مولوی لوگ تو کہتے ہیں۔ کہ نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ فرمایا۔ "اُن کی نماز تو پہلے ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے نہیں کہ کیا

کہہ رہے ہیں۔ دُعاء خواہ کسی زبان میں کی جائے اِس سے نماز نہیں ٹوٹتی"۔

فرمایا "جو لوگ نماز عربی میں جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے مطلب کو نہیں سمجھتے اور نہ اُنہیں کچھ ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد لمبی دُعائیں کرتے ہیں۔ اُن کی مثال اُس شخص کی ہے۔ جو بادشاہ کے دربار میں حاضر ہُوا۔ اور تخت کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی عرضی پیش کی جو کسی سے لکھوالی تھی۔ اور بغیر سمجھنے کے طوطے کی طرح اُسے پڑھ کر سلام کر کے چلا آیا۔ اور دربار سے باہر آکر شاہی محل کے باہر کھڑے ہو کر پھر کہنے لگا۔ کہ میری یہ عرض بھی ہے، اور وہ عرض بھی ہے۔ اُسے چاہیئے تھا۔ کہ عین حضوری کے وقت اپنی تمام عرضیں پیش کرتا"۔

فرمایا "ایسے لوگوں کی مثال جو نماز میں دُعا نہیں کرتے، اور نماز کے خاتمہ کے بعد لمبی دُعائیں کرتے ہیں۔ اُس شخص کی طرح ہے۔ جس نے اکّے کی جوٹی کو اُلٹا کر زمین پر رکھا۔ اور پہیّے اُوپر کی طرف ہو گئے۔ اور پھر گھوڑے کو چلایا۔ کہ اس اِکّے[1] کو کھینچے"۔

(۵۰) اِصلاح مسوّدہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب کوئی مسوّدہ کسی کتاب یا اشتہار کیواسطے لکھتے تھے۔ تو اُسے دوبارہ اور بعض دفعہ کئی بار پڑھتے اور اصلاح کرتے تھے۔ اور کاتب کو بھی مسوّدہ دینے سے قبل عموماً اُن خدام کو جو قادیان میں موجود ہوتے، مسوّدہ خود پڑھ کر سُنایا کرتے۔ اور جب کاتب کاپی لکھ لیتا۔ تو خود کاپی پڑھتے اور بعض جگہ پھر کچھ اصلاح کرتے اور عبارت زیادہ کرتے۔ جب کاپی پتھر پر لگ جاتی۔ تو پروف خود پڑھتے۔ اور بعض جگہ تشریح کے طور پر کچھ عبارت بڑھاتے، جو پتھر پر لکھی جاتی۔ یا قلم کرتے۔ حضورؑ کی عادت

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی زندگی تک قادیان بٹالہ کے درمیان آمد و رفت کے واسطے اکّے ہی چلتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ٹمٹموں کا رواج ہُوا۔ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کے زمانہ میں ۱۹۲۶ء میں پہلے موٹروں کا رواج ہُوا۔ اور ۱۹۲۸ء میں ریل جاری ہُوئی۔

تھی۔ کہ ہر ایک مضمون کو ایسا واضح اور آسان کر دیتے تھے۔ کہ پڑھنے والا اُسے اچھی طرح سے سمجھ جائے۔ اور اسی خیال سے بعض مضامین کی تشریح میں حاشیہ اور حاشیہ در حاشیہ لکھا کرتے ؛

قرآن شریف سے فال لینے سے حضرت صاحبؑ عموماً منع فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ "بہتر یہ ہے۔ کہ جو امر پیش آوے اس کے متعلق استخارہ کر لیا جاوے"؛

کسی شخص کے سوال پر کہ قرآن شریف پڑھتے ہوئے درمیان میں وضو ساقط ہو جائے تو کیا پھر وضو کیا جائے۔ فرمایا۔ کہ "قرآن شریف کی تلاوت سے قبل جب پہلی دفعہ وضو کر لیا ہو، اور اثنائے تلاوت میں اگر وضو قائم نہ رہے۔ تو پھر تیمم کیا جا سکتا ہے"؛

فرمایا کرتے تھے۔ کہ "مُردوں کو ثواب پہنچانے کے واسطے صدقہ و خیرات دینا چاہیئے اور اُن کے حق میں دُعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔ قرآن شریف پڑھکر مُردوں کو بخشنا ثابت نہیں"؛

(۵۱) مَیں خوش کیوں ہوں

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پُرانی تحریر ایک دفعہ ملی۔ جس میں ذیل کی عبارت مندرج ہے:۔

"میرے دِل میں تین خوشیاں ہیں۔ جو میرے لئے دُنیا اور آخرت میں بس ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مَیں نے اُس سچے خدا کو پا لیا ہے۔ جس کی طرف سجدہ کرتے ہوئے ہر ایک ذرہ ایسا ہی جھکتا ہے جیسا کہ ایک عارف جھکتا ہے ؛

(۲) یہ کہ اس کی رضامندی مَیں نے اپنے شامل حال دیکھی ہے۔ اور اس کی رحمت سے بھری ہوئی محبّت کا مَیں نے مشاہدہ کیا ہے ؛

(۳) تیسرے یہ کہ مَیں نے دیکھا ہے۔ اور تجربہ کیا ہے۔ کہ وہ عالم الغیب ہے اور ایسا کامل رحیم ہے، کہ ایک رحم اس کا تو عام ہے۔ اور خاص رحم اس کا اُن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے، جو اس میں کھوئے جاتے ہیں۔ اور وہ قدیر ہے۔ جس کی تکلیف کو راحت سے

بدلنا چاہے، ایک دم میں بدل سکتا ہے۔ یہ تین صفتیں اُس کے پرستاروں کے لئے بڑی خوشی کا مقام ہے"۔

فرمایا کرتے تھے "ایک آدمی جس کے دِل میں یہ بات ہو، کہ خدا کیواسطے کام کرے۔ وہ کروڑوں آدمیوں سے بہتر ہے"۔

فرمایا کرتے تھے۔ "ہمارا سب سے بڑا کام کسرِ صلیب ہے"۔

(۵۲) الیاس ثانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ سید احمدؒ صاحب کا وجود ہم سے قبل ایسا ہی تھا۔ جیساکہ عیسیٰؑ ابن مریم سے قبل حضرت یحییٰؑ نبی کا وجود۔ انہوں نے سکھوں سے جہاد کیا۔ اور مسلمانوں کو ان کے مظالم سے بچانے کی کوشش کی۔ مگر انگریزوں کیخلاف انہوں نے کوئی جنگ نہیں کی۔

(۵۳) نظم سننے کا فائدہ

فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی عمدہ نظم یا اشعار کے سُننے سے بھی بعض دفعہ کسی کے دل سے غفلت کے جندرے (قفل) کھل جاتے ہیں اور بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ حضورؑ کی مجلس میں بعض دفعہ خوش الحانی سے حضورؑ کی اپنی نظمیں یا اور کوئی صوفیانہ کلام سُنایا جاتا تھا۔

فرمایا کرتے تھے۔ "ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے۔ تو اُسے چاہیئے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امُور اور نفسانی اغراض سے بچے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے"۔

(۵۴) حقیقتِ عرش

عرش کے متعلق فرمایا کرتے تھے "عرش کوئی ایسی چیز نہیں جسے مخلوق کہہ سکیں۔ خدا تعالےٰ کے تقدس و تنزہ کا وراء الوراء جو مقام ہے۔ اُس کا نام عرش ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک تخت بچھا ہے اور اس پر اللہ بیٹھا ہے۔ جاہل نہیں سمجھتے۔ کہ اگر قرآن میں ایک طرف

الرحمٰن علی العرش استوٰی ہے۔ تو دُوسری طرف یہ بھی ہے۔ کہ کوئی تین نہیں جس میں چوتھا وہ نہیں۔ اور کوئی پانچ نہیں جس میں چھٹا وہ نہیں۔ اور فرمایا۔ کہ جہاں کہیں تم ہو۔ مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر یہ کہ خُدا ہر شَے پر محیط ہے۔ پس اللہ کا یہ منشاء نہیں کہ وہ واقعی ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ اس سے یہ مُراد ہے۔ کہ وہ وراء الوراء مقام جہاں مخلوقات کی انتہاء ہے۔ یعنی وہ نقطہ جہاں جہان ختم ہوتا ہے۔ ایک تنزّیہ ہوتی ہے۔ ایک تشبیہ۔ جب کہا مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور ہر چیز پر محیط۔ تو یہ تشبیہ ہے۔ اب چونکہ تشبیہ کے مقام پر دھوکہ لگتا تھا۔ کہ خدا محدود اور مخلوقات میں ہے۔ اِس لئے فرمادیا۔ ذوالعرش العظیم۔ یعنی سمجھایا۔ کہ یہ اس کے تقدس و تنزّہ کا مقام ہے، نہ یہ کہ کوئی چاندی یا سونے کا تخت ہے۔ قرآن میں استعارے بہت ہیں"۔

(۵۵) ترکِ دُنیا

فرمایا کرتے" ترکِ دُنیا کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ اِنسان سب کام کاج چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ ہم اس بات سے منع نہیں کرتے۔ کہ ملازم اپنی ملازمت کرے تاجر اپنی تجارت میں مصروف رہے۔ اور زمیندار اپنی کاشت کا انتظام کرے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ دست در کار و دِل با یار۔ اِنسان خدا تعالےٰ کی رضامندی پر چلے۔ کسی معاملہ میں شریعت کے برخلاف کوئی کام نہ کرے۔ جب خدا مقدم ہو۔ تو اسی میں انسان کی نجات ہے۔ دُنیا داروں میں مداہنہ کی عادت بہت بڑھ گئی ہے۔ جس مذہب والے سے ملے۔ اُسی کی تعریف کردی۔ خدا تعالیٰ اِس سے راضی نہیں۔ صحابہؓ میں بعض بڑے دولتمند تھے۔ اور دُنیا کے تمام کاروبار کرتے تھے۔ اور اِسلام میں بہت سے بادشاہ گذرے ہیں جو درویش سیرت تھے۔ تختِ شاہی پر بیٹھے ہُوئے تھے۔ لیکن دِل ہر وقت خُدا کیساتھ رہتا تھا۔ مگر آجکل تو لوگوں کا یہ حال ہے۔ کہ جب دُنیا کی طرف جھکتے ہیں، تو ایسے دُنیا کے ہو جاتے ہیں۔ کہ دین پر ہنسی کرتے ہیں۔ نماز پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور وضو پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ یہ لوگ ساری عمر تو دنیوی علوم

کے پڑھنے میں گذار دیتے ہیں۔ اور پھر دین کے معاملات میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں حالانکہ انسان کسی مضمون میں عمیق اسرار تب ہی نکال سکتا ہے۔ جب اُس کو اس امر کیطرف زیادہ توجہ ہو۔ ان لوگوں کو دین کے متعلق مصالح معارف اور حقایق سے بالکل بے خبری ہے۔ دُنیا کی زہریلی ہوا کا ان لوگوں کے دلوں پر زہرناک اثر ہے"۔

(۵۶) اپنی زبان میں دُعا

فرمایا کرتے "نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے پُورا جوش پیدا ہوتا ہے۔ سُورہ فاتحہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہیئے۔ اور قرآن شریف کا حصّہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد مقررہ دُعائیں اور تسبیح بھی اسیطرح عربی زبان میں پڑھنی چاہئیں۔ لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہیئے۔ اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ تاکہ حضور دل پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جس نماز میں حضور دل نہیں وہ نماز نہیں آجکل لوگوں کی عادت ہے۔ کہ نماز تو ٹھونگیدار پڑھ لیتے ہیں جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا۔ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دُعا کی جائے۔ نادان لوگ نماز کو تو ٹیکس جانتے ہیں۔ اور دُعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دُعا ہے۔ دین و دنیا کی تمام مشکلات کے واسطے اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ نماز کے اندر ہر موقع پر دُعا کی جا سکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح۔ سجدہ میں بعد تسبیح التحیات کے بعد کھڑے ہو کر۔ رکوع کے بعد بہت دُعائیں کرو۔ تاکہ مالامال ہو جاؤ۔ چاہیئے کہ دُعاء کے وقت آستانۂ الوہیت پر رُوح پانی کی طرح بہہ جائے۔ ایسی دُعاء دل کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔ یہ دُعاء میسّر آوے۔ تو پھر خواہ انسان چار پہر دُعائیں کھڑا رہے گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ دُعا

ایک علاج ہے۔ جس سے گناہ کی زہر دور ہو جاتی ہے۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے۔ ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔

(۵۷) انبیاء کی خلوت پسندی

فرمایا کرتے "مجھے تو اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسی محویت دی تھی۔ کہ تمام دُنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا۔ تمام چیزیں سوائے اُس کے مجھے ہرگز نہ بھاتی تھیں۔ مَیں ہرگز ہرگز حجرہ سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مَیں نے ایک لمحہ بھی شہرت کو پسند نہیں کیا۔ مَیں بالکل تنہائی میں تھا۔ اور تنہائی ہی مجھ کو بھاتی تھی۔ شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے میں دیکھتا تھا۔ اسکو خدا ہی جانتا ہے۔ مَیں تو طبعاً گمنامی کو چاہتا تھا۔ اور یہی میری آرزو تھی۔ خدا نے مجھ پر جبر کر کے اس سے مجھے باہر نکالا۔ میری ہرگز مرضی نہ تھی۔ مگر اُس نے میری خلاف مرضی کیا۔ کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اُس کام کیلئے اُس نے مجھے پسند کیا۔ اور اپنے فضل سے مجھکو اس عہدۂ جلیلہ پر مامور فرمایا۔ یہ اُسی کا اپنا انتخاب اور کام ہے۔ میرا اِسمیں کچھ دخل نہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ کہ میری طبیعت اسطرح واقع ہوئی ہے، کہ شہرت اور جماعت سے کوسوں بھاگتی ہے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتا، کہ لوگ کس طرح شہرت کی آرزو رکھتے ہیں۔ میری طبیعت اور طرف جاتی تھی۔ لیکن خدا مجھے اور طرف لیجاتا تھا۔ مَیں نے بار بار دعائیں کیں۔ کہ مجھے گوشہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ مجھے میرے خلوت کے حجرے میں چھوڑ دیا جائے۔ لیکن بار بار یہی حکم ہُوا، کہ اِس سے نکلو۔ اور دین کا کام جو اسوقت سخت مصیبت کی حالت میں تھا، اسکو سنوارو۔ انبیاء کی طبیعت اس طرح واقع ہوئی ہے، کہ وہ شہرت کی خواہش نہیں کیا کرتے۔ کسی نبی نے کبھی شہرت کی خواہش نہیں کی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے۔ آپ عبادت کیلئے لوگوں سے دُور تنہائی کی غار میں جو غار حرا تھی چلے جاتے تھے۔ یہ غار اسقدر خوفناک تھی۔ کہ کوئی انسان وہاں جانیکی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ لیکن آپ نے اسکو اس لئے

پسند کیا ہوُا تھا۔کہ وہاں کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہنچیگا۔آپ بالکل تنہائی چاہتے تھے شہرت کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔مگر خدا کا حکم ہوُا۔یا ایُّھا المدّثّر قُم فانذر۔ اِس حکم میں ایک جبر معلوم ہوتا ہے۔اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا۔کہ آپؐ تنہائی کو جو آپؐ کو بہت پسند تھی۔اب چھوڑ دیں۔بعض لوگ بیوقوفی اور حماقت سے یہی خیال کرتے ہیں۔کہ گویا مَیں شہرت پسند ہوں۔مَیں بار بار کہ چکا ہوں۔کہ مَیں ہرگز شہرت پسند نہیں ہوں۔مَیں تو دنیا سے ہزاروں کوس بھاگتا تھا۔حاسد لوگوں کی نظر چونکہ زمین اور اُس کی اشیاء تک ہی محدود ہوتی ہے۔اَور وہ دُنیا کے کیڑے ہیں،اور شہرت پسند ہوتے ہیں۔ان کو اس خلوت گزینی اور بے تعلقی کی کیفیت ہی معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم تو دنیا کو نہیں چاہتے۔اگر وہ چاہیں۔اور اسپر قدرت رکھتے ہیں۔تو سب دُنیا لے جائیں ہمیں ان پر کوئی گلہ نہیں۔ہمارا ایمان تو ہمارے دِلمیں ہے۔نہ دنیا کے ساتھ۔ہماری خلوت کی ایک ساعۃ ایسی قیمتی ہے۔کہ ساری دُنیا اُس ساعت پر قربان کرنا چاہیئے۔اس طبیعت اور کیفیّت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔مگر ہمنے خدا کے امر پر جان و مال و آبرو کو قربان کر دیا ہے۔جب اللہ تعالیٰ کسی کے دِلمیں تجلّی کرتا ہے۔تو پھر وہ پوشیدہ نہیں رہتا۔عاشق اپنے عِشق کو خواہ کتنا ہی پوشیدہ کرے۔مگر بھید پانیوالے اور تاڑنے والے قرائن اور آثار اور حالات سے پہچان ہی جاتے ہیں۔عاشق پر وحشت کی حالت نازل ہو جاتی ہے۔اور اسی اُس کے سارے وجود پر چھا جاتی ہے۔خاص قِسم کے خیالات اور حالات اس کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔اور اگر ہزاروں پردوں میں چھپے۔اور اپنے آپکو چھپالے۔مگر چھپا نہیں رہتا۔سچ کہا ہے ؎ عشق و مشک را نتواں نہفتن۔جن لوگوں کو محبّت الہٰی ہوتی ہے۔وہ اس محبّت کو چھپاتے ہیں۔جس سے انکے دل لبریز ہوتے ہیں۔بلکہ اس کے افشاء پر وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔کیونکہ محبّت اور عشق ایک راز ہے۔ جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان ہوتا ہے۔اور ہمیشہ راز کا فاش ہو جانا شرمندگی کا موجب ہوتا ہے۔کوئی رسول نہیں آیا جس کا راز خدا سے نہیں ہوتا۔

اسی راز کو چھپانے کی خواہش اس کے اندر ہوتی ہے۔ مگر معشوق خود اس کو فاش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور جس بات کو وہ نہیں چاہتے وہی ان کو ملتی ہے۔ جو چاہتے ہیں انکو ملتا نہیں اور جو نہیں چاہتے، ان کو جبراً ملتا ہے؎

(۵۸) زوجہ اوّل کے حقوق

فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم اپنی جماعت کو کثرت ازدواج کی تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ کثرت ازدواج سے اولاد بڑھاؤ تاکہ اُمت زیادہ ہو۔ نیز بعض اشخاص کیواسطے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ بدکاری اور بدنظری سے بچنے کیواسطے ایک سے زیادہ شادی کریں۔ یا کوئی اور شرعی ضرورت مدنظر ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ کثرت ازدواج کی اجازت بطور علاج اور دوا کے ہے۔ یہ اجازت عیش و عشرت کی غرض سے نہیں ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ انسان کے ہر امر کا مدار اُس کی نیت پر ہے۔ اگر کسی کی نیت لذات کی نہیں، بلکہ نیت یہ ہے۔ کہ اس طرح خدام دین پیدا ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔ محبت کو قطع نظر کرکے اور بالائے طاق رکھکر کہ یہ اختیاری امر نہیں۔ باقی امور میں سب بیویوں کو برابر رکھنا چاہیئے۔ مثلاً پارچات، خرچ خوراک، مکان معاشرت حتےٰ کہ مباشرت میں مساوات ہونی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان حقوق کو پورے طور پر ادا کر نہیں سکتا۔ تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کثرت ازدواج کرے۔ بلکہ عورتوں کے حقوق ادا کرنا ایسا تاکیدی فرض ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کو ادا نہیں کر سکتا تو اس کے واسطے بہتر ہے، کہ وہ مجرد ہی رہے۔ ایسے لذات میں پڑنے کی نسبت جن سے خداتعالیٰ کا تازیانہ ہمیشہ سر پر رہے۔ یہ بہتر ہے کہ اِنسان تلخ زندگی بسر کرے۔ اور معصیت میں پڑنے سے بچا رہے۔ اگر انسان اپنے نفس کا میلان اور غلبہ شہوت کی طرف دیکھے۔ کہ اس کی نظر بار بار خراب ہوتی ہے۔ تو اس معصیت سے بچنے کے واسطے بھی جائز ہے کہ انسان دوسری شادی کرلے۔ لیکن اس صورت میں پہلی بیوی کے حقوق کو ہرگز تلف نہ کرے۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ پہلی

بیوی کی دلداری پہلے سے زیادہ کرے۔ کیونکہ جوانی کا بہت سا حصّہ انسان نے اسکے ساتھ گذارا ہوا ہوتا ہے۔ اور ایک گہرا تعلق اس کے ساتھ قائم ہوچکا ہوا ہوتا ہے پہلی بیوی کی رعایت اور دلداری یہاں تک ضروری ہے۔ کہ اگر کوئی ضرورت مرد کو ازدواج ثانی کی محسوس ہو۔ لیکن وہ دیکھتا ہے۔ کہ دوسری بیوی کے کرنے سے اُس کی پہلی بیوی کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اور حد درجہ کی اُس کی دل شکنی ہوتی ہے۔ تو اگر وہ صبر کر سکے اور معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور کسی شرعی ضرورت کا اس سے خون نہ ہوتا ہو۔ تو ایسی صورت میں اگر انسان اپنی ضرورتوں کی قربانی اپنی سابقہ بیوی کی دلداری کے لئے کردے۔ اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے اور اُسے مناسب ہے۔ کہ اس صورت میں دوسری شادی نہ کرے۔ قرآن شریف کا منشاء زیادہ بیویوں کی اجازت سے یہ ہے۔ کہ تم کو تقویٰ پر قائم رکھے۔ اور دُوسرے اغراض مثل اولاد صالحہ کے حاصل کرنے اور خویش و اقارب کی نگاہ داشت اور ان کے حقوق کی بجا آوری سے ثواب حاصل ہو۔ اور انہی اغراض کے لحاظ سے اختیار دیا گیا ہے کہ ایک دو تین چار عورتوں تک نکاح کرلو۔ لیکن اگر انمیں عدل نہ کرسکو۔ تو پھر فسق ہوگا اور بجائے ثواب کے عذاب حاصل کروگے۔ کہ ایک گناہ سے نفرت کی وجہ سے دوسرے گناہوں پر آمادہ ہوئے۔ دل دُکھانا بڑا گناہ ہے۔ اور لڑکیوں کے تعلقات بہت نازک ہوتے ہیں۔ جب والدین اُن کو اپنے سے جُدا اور دوسرے کے حوالے کرتے ہیں۔ تو خیال کرو۔ کہ کیا اُمیدیں ان کے دِلوں میں ہوتی ہیں"۔

عموماً حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب آدمی سچے دِل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ تو اُس وقت تو خدا تعالیٰ اُس کے پچھلے سب گناہ بخشدیتا ہے۔ خواہ وہ دوبارہ پھر گناہ میں مبتلا کیوں نہ ہو جائے۔

کشمیر سے ایک احمدی لمبے قد کا غریب آدمی نہایت اخلاص کیساتھ اپنے گاؤں سے قادیان تک سارا راستہ پیدل چلتا ہوا آیا کرتا تھا۔ اس کا نام غالباً اکل جو تھا۔ وہ ایک دفعہ قادیان میں آیا ہوا تھا۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک صبح سیر پر جانے کے واسطے باہر تشریف لائے۔ چوک میں وہ کشمیری بھی کھڑا تھا۔ جب اُسنے حضرت صاحبؑ کو دیکھا۔ تو فرطِ محبت میں روتا ہوا آپؑ کے پاؤں پر سر رکھدیا۔ آپؑ نے جھک کر اُسے اُٹھایا اور فرمایا۔ یہ ناجائز ہے۔ انسان کو سجدہ نہیں کرنا چاہیئے ؎

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اخبارات بدر و الحکم میں چھپا کرتے تھے تو حضرتؑ نے بارہا فرمایا کہ یہ ہر دو اخبار ہمارے دو بازوؤں کی طرح ہیں جو ہمارے الہامات اور تعلیم کو فوراً سب ملکوں میں پھیلا دیتے ہیں ؎

جب کبھی کسی جگہ کے متعلق ذکر ہوتا۔ کہ وہاں احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے، یا ایک ہی احمدی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخدمت بابرکت میں عرض کی جاتی۔ کہ وہاں وہ احمدی فوت ہوگیا۔ تو اُس کا تو کوئی جنازہ بھی نہ پڑھیگا۔ وہاں سب غیر احمدی ہیں۔ اور سخت مخالف ہیں۔ تب حضرتؑ فرمایا کرتے "مومن کا جنازہ فرشتے پڑھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنازہ پڑھ بھی لیں تو کیا فائدہ۔ اُن کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے" ؎

(۵۹) سونا بنانیوالے کیمیاگر

فرمایا کرتے تھے "میرے نزدیک سب سے بڑے مشرک کیمیاگر ہیں۔ کہ یہ رزق کی تلاش میں یوں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور ان اسباب سے کام نہیں لیتے جو اللہ تعالےٰ نے جائز طور سے رزق کے حصول کے لئے مقرر کیئے ہیں۔ اور نہ پھر توکل کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ (کہ آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ تم وعدہ دیئے جاتے ہو) ہم ایسے مہوسوں کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ پس تقویٰ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جسے یہ حاصل ہو، اُسے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہوگئیں۔ یاد رکھو متقی کبھی کسی کا

محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے۔ کہ جو چاہتا ہے خدا اس کیلئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیّا کر دیتا ہے۔ مَیں نے ایک کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثّل کے طور پر دیکھا۔ کہ میرے گلے میں ہاتھ ڈالکر فرمایا:۔

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

بس یہ وہ نسخہ ہے۔ جو تمام انبیاءؑ و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اِس بات کو چھوڑ کر بُوٹیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اتنی محنت اگر وہ ان بُوٹیوں کے پَیدا کرنیوالے کے لئے کرتے، تو سب من مانی مُرادیں پا لیتے"۔

(۶۰) صفاتِ کارکن

فرمایا کرتے تھے "جبتک کہ کسی شخص میں تین صفتیں نہ ہوں۔ وہ اِس لائق نہیں ہوتا کہ اُس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ اور وہ صفات یہ ہیں۔ دیانت، محنت، علم۔ جب تک کہ کسی میں یہ ہر سہ صفات موجود نہ ہوں۔ تب تک اِنسان کسی لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو۔ لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے۔ اس فن کے مطابق علم اور ہُنر نہیں رکھتا۔ تو وہ اپنے کام کو کس طرح پُورا کر سکیگا۔ اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے، دیانتدار نہیں۔ تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے۔ اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانتدار بھی ہے۔ مگر محنت نہیں کرتا۔ تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہیگا۔ غرض کارکن میں ہر سہ ۳ صفات کا ہونا ضروری ہے"۔

(۶۱) وحی کی عارضی بندش

فرمایا کرتے تھے۔ کہ "وحی کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ بعض دنوں میں تو بڑے زور سے بار بار الہام پر الہام ہوتے ہیں۔ اور الہاموں کا ایک سِلسلہ بندھ جاتا ہے۔ اور بعض دنوں میں ایسی خاموشی ہوتی ہے۔ کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اِس قدر خاموشی کیوں ہے۔ نبی کریم

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایک زمانہ ایسا آیا تھا۔ کہ لوگوں نے سمجھا کہ اب وحی بند ہو گئی ہے۔ چنانچہ کافروں نے ہنسی شروع کی۔ کہ اب خدا محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ناراض ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اِس کا جواب قرآن شریف میں اِس طرح دیا ہے۔ کہ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ یعنی قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی۔ اور رات کی۔ نہ تو تیرے رب نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ اور نہ تجھ پر ناراض ہوا۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جیسے دِن چڑھتا ہے۔ اور اُس کے بعد رات خود بخود آجاتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد دن کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور اس میں خدا تعالےٰ کی خوشی یا ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ یعنی دِن چڑھنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ اِس وقت اپنے بندوں پر خوش ہے۔ اور نہ رات پڑنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ناراض ہے۔ بلکہ اِس اختلاف کو دیکھ کر ہر ایک عقلمند خوب سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہوتا ہے اور یہ اُس کی سُنّت ہے۔ کہ دِن کے بعد رات اور رات کے بعد دن ہوتا ہے"۔

(۶۲) حنفی مذہب پر عمل

فرمایا کرتے تھے "شریعت کے عملی حصّہ میں سب سے اوّل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سُنّت تائید کرتی ہے۔ اور اگر کوئی مسئلہ اِن دونوں میں نہ ملے۔ تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے۔ کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ اس کی کثرت اِس بات کی دلیل ہے۔ کہ خدا کی مرضی یہی ہے۔ مگر ہم کثرت کو قرآن مجید و احادیث کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ اس کے بعض مسائل ایسے ہیں۔ کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔ ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اولیٰ بالعمل ہے"۔

(۶۳) اصلی فقیر

فرمایا کرتے۔ آج کل بہت لوگ فقیر اور پیر بنے پھرتے ہیں۔ مگر حالت اُن کی

یہ ہے۔ کہ جس دنیا کے پیچھے عوام لگے ہوئے ہیں۔ اسی کے پیچھے وہ بھی خراب ہو رہے ہیں۔ توجہ اور دم کشی۔ اور منتر جنتر اور دیگر ایسے امور کو اپنی عبادت میں شامل کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایسی توجہ کے کام ہندو، عیسائی اور دہریہ بھی کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں نے خود تراشیدہ عبادتیں بنائی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ذکر اڑہ وغیرہ۔ ایسی ریاضتوں سے بعض کے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ بعض کے دل کمزور ہو جاتے ہیں۔ بعض دیوانے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو جاہل لوگ ولی سمجھنے لگتے ہیں۔ اصلی فقیر تو وہ ہے۔ جو دنیا کی اغراض فاسدہ سے بالکل الگ ہو جائے۔ اور اپنے واسطے ایک تلخ زندگی قبول کرے۔ تب اُس کو حالتِ عرفان حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ ایک قوت ایمانی کو پاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اِن باتوں سے راضی ہوتا ہے۔ کہ انسان عفّت اور پرہیزگاری اختیار کرے۔ صدق و صفا کے ساتھ اپنے خدا کیطرف جھکے۔ دُنیوی کدُورتوں سے الگ ہو کر تبتّل الی اللہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر مقدم رکھے۔ خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ نماز کے علاوہ اُٹھتے بیٹھتے دھیان خدا کی طرف رکھے۔ خدا تعالیٰ کا ذِکر کرے۔ اور اُس کی قدرتوں میں فکر کرے"۔

(۶۴) بیعت کے بعد نصیحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی۔ کہ عموماً بیعت کے بعد بیعت کنندوں کو کچھ نصیحت کیا کرتے تھے۔ ایسی نصایح کے بعض کلمات بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

یہ بیعت جو ہے، اِس کے معنے اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے۔ بیعت کرنے والا اپنے آپکو فروخت کر دیتا ہے۔ اُس کا کچھ اپنا باقی نہیں رہتا۔ بیعت کی برکات اور تاثیرات اسی شرط کیساتھ وابستہ ہیں۔ جیسے ایک تخم زمین میں بویا جاتا ہے۔ تو اس کی ابتدائی حالت یہی ہوتی ہے۔ کہ گویا وہ کسان کے ہاتھ سے بویا گیا۔ اور اُس کا کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کیا ہوگا۔ لیکن اگر وہ تخم عمدہ ہوتا ہے۔ اور اسمیں نشو و نما کی

قوّت موجود ہوتی ہے، تو خدا کے فضل سے اور اُس کسان کی سعی سے وہ اُوپر آتا ہے۔ اور ایک دانہ کا ہزار دانہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے بیعت کنندہ انسان کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنا ہوتا ہے۔ اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ رہنا پڑتا ہے۔ تب وہ نشو و نما کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص بیعت کرنے کے ساتھ اپنی نفسانیت بھی قائم رکھتا ہے۔ اُسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔ صوفیوں نے بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر مُرید کو اپنے مُرشد کے بعض مقامات پر بظاہر غلطی نظر آئے۔ تب بھی اُسے چاہیئے۔ کہ اُس کا اظہار نہ کرے۔ اگر اظہار کریگا۔ تو حبطِ عمل ہو جائیگا۔ اِسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مجلس میں اِس طرح بیٹھتے تھے جیساکہ کسی کے سر پر پرندہ ہوتا ہے۔ جس کیوجہ سے وہ سر اُوپر نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ تمام ان کا ادب تھا۔ حتیّ الوسع خود کبھی کوئی سوال نہ کرتے تھے۔ اِس بات کا انتظار کرتے تھے۔ کہ باہر سے آکر کوئی شخص سوال کرے۔ اور وہ بھی جواب سُن لیں۔ صحابہؓ بڑے متادّب تھے۔ اِس واسطے لکھا ہے۔ اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ۔ جو شخص ادب کی حدود سے باہر نکلجاتا ہے۔ اسپر شیطان دخل پاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کی نوبت ارتداد کی آجاتی ہے۔ اس ادب کو مدِّ نظر رکھنے کے بعد انسان کے واسطے لازم ہے۔ کہ وہ فارغ نشین نہ ہو۔ اور ہمیشہ توبہ استغفار کرتا رہے۔ اور جو جو مقامات اسے حاصل ہوتے جائیں اُنپر یہی خیال کرے۔ کہ مَیں ابھی قابلِ اصلاح ہوں۔ اور یہ سمجھکر کہ میرا تزکیۂ نفس ہوگیا۔ وہیں نہ اڑ بیٹھے ؛

فرمایا کرتے۔ نفسانی امور، نفسانی اغراض، ریاکاری، حرام خوری اِس قسم کی تمام باتوں کا چھوڑنا ایک مَوت ہے۔ اور جو شخص بیعت کر کے اِس مَوت کو اختیار نہیں کرتا وہ پھر یہ شکایت نہ کرے، کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ جب ایک اِنسان ایک طبیب کے پاس جاتا ہے، تو جو پرہیز وہ بتلاتا ہے۔ اگر اُسے نہیں کرتا، تو کب شفاء پا سکتا ہے۔ لیکن اگر وُہ پرہیز کرے گا۔ تو یَوماً فیوماً ترقّی کرے گا۔ یہی اصول یہاں بھی ہے ؛

(۶۵) جوانی میں نیکی

فرمایا کرتے تھے۔ "جو لوگ جوانی میں دینی زندگی گذارتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اُن کا بڑھاپا اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ بڑھاپے میں عقلیں ماری جاتی ہیں۔ اور انسان مخبوط الحواس سا ہو جاتا ہے"۔

(۶۶) دُنیا کی بے ثباتی

پہلے ایام میں اندرونِ خانہ سے مسجد مبارک کی چھت پر آنے کے واسطے ایک لکڑی کی سیڑھی لگی ہوتی تھی۔ اُس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے:۔ "میں سیڑھی پر ایک قدم رکھتا ہوں تو اعتبار نہیں ہوتا کہ دُوسری پر بھی رکھوں گا"۔

بعض ایسے مختصر سے کلمات جو بہت سے مفید مطالب تھوڑے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت صاحبؑ اپنی تقریروں میں لایا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض اقوال پہلے بزرگوں کے ہیں۔ اور بعض حضورؑ کے اپنے الہام الٰہی۔ ایسے کلمات کو بطور نمونہ یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

(۱) "انبیاء تلامیذ الرحمن ہوتے ہیں"۔

(۲) "نماز مشکلات سے بچنے کی چابی ہے"۔

(۳) "صرف زبان سے کلمات کے تکرار کرنے میں برکت نہیں ہوتی، جب تک

دِل بھی اُس کے ساتھ نہ ہو"۔

(۴) "جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا"۔

(۵) "فلسفی گو منکرِ حنّانہ است ✱ از حواسِ اولیاء بیگانہ است"

(۶) "آن دُعائے شیخ نے چوں ہر دعا است ✱ فانی است و گفتِ او گفتِ خدا است"

(۷) "یا توں لوڑ مقدمیں یا اللہ نوں لوڑ"۔ ترجمہ:۔ یا مقدمہ بازی کرو یا خدا پرستی کرو۔ دونوں باتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

(۸) "سخن کز دِل بروں آید ✱ نشیند لاجرم بر دل"

(۹) "مرد باید کہ گیرد اندر گوش ✱ ور نوشتست پند بر دیوار"

(۱۰) "گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر ✱ آرے شود ولیک بخونِ جگر شود"

(۱۱) "غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو۔ جُدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے"۔

(۱۲) "مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے۔ اُس قوّتِ جاذبہ کے ذریعہ سے وُہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے"۔

(۱۳) "آنکس کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی ✱ اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی"

(۱۴) "گر نباشد بدوست راہ بُردن ✱ شرطِ عشق است در طلب مُردن"

(۱۵) "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔

(۱۶) "سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ✱ یک کار ازیں دو کار مے باید کرد"
یا تن برضائے دوست بباید داد ✱ یا قطع نظر زیار مے باید کرد

(۱۷) "گوشمالی زدہ اثرے دارد"۔

(۱۸) "کارِ دُنیا کسے تمام نہ کرد"۔

(۱۹) "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"۔

(۲۰) "شبِ تنور گذشت و شبِ سمور گذشت"۔

(۲۱) "سب کرامتوں کی اصل جڑھ دُعاء ہے"۔

(۲۲) "خُدا داری چہ غم داری"۔

(۲۳) " مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست "
(۲۴) " اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی "
(۲۵) " خُدا بیند و پوشد و ہمسایہ نہ بیند و خروشد "
(۲۶) " استغفار کلید ترقیاتِ رُوحانی ہے "
(۲۷) " اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست "
(۲۸) " خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی "
(۲۹) " خبثِ نفس نہ گردد بسالہا معلوم "
(۳۰) " الاستقامۃ فوق الکرامۃ "
(۳۱) " یک در گیر و محکم گیر "
(۳۲) " یار غالب شو کہ تا غالب شوی "

باب ہفتم

عاجز راقم کی پُرانی نوٹ بکوں سے اقتباسات

جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں (اور میری پہلی حاضری ۱۸۹۰ء کے موسم سرما میں تھی اور اُسی وقت عاجز داخلِ بیعت ہوا تھا۔) تب سے میری عادت رہی ہے۔ کہ حضرت کے اقوال کو یاد رکھتا اور دُوسرے احباب کو جاکر سُناتا۔ اور اکثر اپنی نوٹ بک میں لکھ لیتا۔ اِن پُرانی نوٹ بکوں میں سے کچھ اقتباسات اِس کتاب میں درج کئے جاتے ہیں۔

نوٹ بک میں عموماً مختصر نوٹ ہوتے ہیں۔ جن سے اصل بات سمجھ میں آجائے۔

لیکن بعض جگہ پورے الفاظ بھی محفوظ ہوتے رہیں۔ ان اقتباسات کو ایک حد تک تاریخی ترتیب دے دی گئی ہے۔ جب عاجز ۱۹۰۱ء میں ہجرت کرکے قادیان آگیا۔ تب بھی میری یہ عادت رہی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضری کیوقت اپنی نوٹ بک اور پنسل ساتھ رکھتا تھا۔ اور جو باتیں حضورؑ فرماتے تھے۔ انکو نوٹ کرتا رہتا تھا۔ اکثر ایسے نوٹ پنسل کے ہیں۔ اور بعض ان میں سے صاف کرکے اخبار بدر میں درج ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نوٹ بکیں اب تک محفوظ ہیں ؛

پُورانی نوٹ بُکوں سے

لیکھرام آریہ کیمتعلق پیشگوئی قتل ہوجانے پر جب آریوں نے شور مچایا۔ کہ مرزا صاحبؑ نے اپنی پیشگوئی کو پُورا کرنے کیواسطے لیکھرام کو قتل کروا دیا ہے۔ تو حضرت صاحبؑ کیطرف سے متواتر اشتہارات اس کے خلاف شائع ہوئے۔ اور آریوں کو یہ بھی چیلنج دیا گیا۔ کہ وہ کسی دُوسرے آریہ کو حضورؑ کے مقابلہ میں کھڑا کر دیں۔ اور قبولیت دُعا اور مباہلہ کا ایک اور نشان دیکھ لیں۔ اُسوقت ایک اشتہار کے کسی مضمون پر شیخ مولا بخش صاحب مرحوم معترض ہُوئے۔ کہ حضرت صاحبؑ کو ایسا نہیں لکھنا چاہیئے تھا۔ اور ایسا ہی شیخ یعقوب علی صاحب کے متعلق بھی رپورٹ آئی۔ کہ وہ معترض ہوئے ہیں۔ شیخ یعقوب علی صاحب اس وقت امرتسر میں رہتے تھے۔ جب یہ رپورٹ حضرت صاحبؑ کے حضور پہنچی، تو حضورؑ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا ”ہم اسوقت بطور خدا کے خزانچی کے ہیں۔ اور ہم کوئی کام نہیں کرتے، جبتک کہ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ایک نہ کرلیں۔ مُریدین کو احتیاط چاہیئے۔ اور ادب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔“ حضورؑ نے ایک تازہ اشتہار میں جو زیر طبع تھا۔ شیخ مولا بخش صاحب اور ان کے برادر زادہ شیخ یعقوب علی صاحب پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جسکی خبر پاکر شیخ مولا بخش صاحب لاہور سے قادیان آئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ رات ہم بٹالہ میں رہے۔ اور میں بہت دُعا کرتا رہا۔ کہ شیخ صاحب سے یہ ابتلاء دُور ہو۔ اور حضرت صاحبؑ پھر اُنپر

راضی ہو جائیں۔ قادیان پہنچکر شیخ صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں معذرت کی اور اپنے لئے اور شیخ یعقوب علی صاحب کے واسطے معافی چاہی۔ حضورؑ نے از راہِ کرم معافی دی۔ اور اشتہار کی کاپی منگوا کر ہر دو نام اور اُن کا ذکر کاٹ دیا ÷

خُدا کو کِسی کی پرواہ نہیں

فرمایا :۔" ہم تو خود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اُسکو کِسی کی پرواہ نہیں "۔

مسیح کہاں اُترا !

فرمایا۔" شروع میں لوگ ہمیں اپنی خوابیں آکر سُنایا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ہم نے خواب دیکھا ہے۔ کہ مسیح آیا ہے۔ اور آسمان سے اُترا ہے۔ اور اِس آپ کے کمرے میں اُترا ہے "۔

پُرانی نوٹ بُک ۱۸۹۸ء

الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام جو حضرت میر ناصر نواب صاحب نے مجھے سُنایا :۔

۱۱ اگست ۱۸۹۸ء۔ ھو الذی اخرج مرغمیک فخضر دعویلک ÷

اگست ۱۸۹۸ء۔ چوہدری رستم علی صاحب (مرحوم کورٹ انسپکٹر) ۔ اور عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھوان (ساکن اوجلہ) کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک علو عطاء کیا ہے۔ کہ ایسی ملازمتوں میں خدا تعالیٰ نے انہیں صاف رکھا اور صالح بنایا "۔

پُرانی نوٹ بک ۱۹۰۲ و ۳ء

۱۵ اگست ۱۹۰۲ء۔ صبح۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام تخرج الصدور الی القبور

پُورانی کاپی سنہ ۱۹۰۴ء

مَینے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے دردِ کمر سے تکلیف ہے حضورؑ نے فرمایا۔ کہ پیپر منٹ کھاؤ۔ کیونکہ دردِ کمر خرابی معدہ سے ہوتا ہے ؛

ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کو کھانسی تھی۔ حضورؑ نے خرفہ ۲ ماشہ۔ السی ۱ ماشہ کا جوشاندہ بنا کر پیا۔ فرمایا۔ ”پُورانا یُونانی نسخہ یہی ہے“۔

لفظ نزُول

سنہ ۱۸۹۶ء فرمایا ”حضرت مسیح کی آمد کیواسطے جو لفظ آیا ہے۔ وہ نزُول ہے۔ اور رجُوع نہیں ہے۔ اوّل تو واپس آنے والے کی نسبت جو لفظ آیا ہے، وہ رجُوع ہے اور رجُوع کا لفظ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہیں نہیں بولا گیا ؛

دوم۔ نزول کے معنے آسمان سے آنیکے نہیں ہیں۔ نزیل مُسافر کو کہتے ہیں“ ؛

مخالفین پر سختی

فرمایا ”ہم نے جو بعض جگہ پر مخالفین پر سختی کی ہے۔ وہ اُن کے تکبّر کو دُور کرنے کے واسطے کی ہے۔ وہ سخت باتوں کا جواب نہیں ہے، بلکہ علاج کے طور پر کڑوی دوائی ہے۔ اَلحَقُّ مُرٌّ۔ لیکن ہر شخص کے واسطے جائز نہیں کہ وہ ایسی تحریر کو استعمال کرے۔ جماعت کو احتیاط چاہیئے۔ ہر شخص پہلے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ صرف ضِد اور دشمنی کے طور پر ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے یا کسی نیک نیّت پر یہ کام مبنی ہے“ ؛

فرمایا: ”مخالفین کے ساتھ دُشمنی سے پیش نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ زیادہ تر دُعاء سے کام لینا چاہیئے۔ اور دیگر وسائل سے کوشش کرنی چاہیئے“ ؛

صبر کی تعلیم

۱۸۹۷ء۔ فرمایا۔ لوگ تمہیں دُکھ دینگے اور ہر طرح سے تکلیف پہنچائیں گے۔ مگر ہماری جماعت کے لوگ جوش نہ دکھائیں۔ جوشِ نفس سے دِل دُکھانے والے الفاظ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے"۔

لفظ مولوی

۱۸۹۷ء کا ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میں ہرگز اپنے آپکو مولوی نہیں کہتا۔ اور نہ مَیں راضی ہوں کہ کبھی کوئی مجھے مولوی کہے۔ بلکہ مجھے تو اِس لفظ سے ایسا رنج ہوتا ہے جیساکہ کسی نے گالی دے دی"۔

جوش نہ دِکھاؤ

فرمایا: "لوگ تمہیں دُکھ دیں گے۔ اور ہر طرح سے تکلیف دیں گے۔ مگر ہماری جماعت کے لوگ جوش نہ دکھائیں۔ جوشِ نفس سے دِل دُکھانے والے الفاظ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے"۔

نوٹ بُک ۱۸۹۷ء

فرمایا: "پہلی اُمتوں میں اِتنی اِستعدادیں نہ تھیں، کہ اُنہیں سُورۂ فاتحہ جیسی دُعا سِکھائی جاتی۔

قرآن شریف کے نزُول کے وقت اِنسان کی تمام استعدادیں مکمّل ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اِس وقت ایک جماعت بنانا چاہتا ہے جو غفلت اور شرک سے پاک ہو۔

گویا اللہ تعالیٰ اِس زمین کو مٹا کر ایک نئی زمین بنانا چاہتا ہے ؛

اِس کام کے لئے منتخب لوگوں کو بڑی بڑی تکالیف اُٹھانی پڑیں گی ؛

چاہیئے کہ تم ہر ایک قوت سے کام لو۔ اور اپنی کسی قوّت کو بھی بیکار نہ چھوڑو ؛

اللہ تعالیٰ سے مَدد لینے کا ایک یہ طریق ہے۔ کہ جو کچھ پہلے تمہیں دیا جا چکا ہے۔ اس سے کام لو ؛

اسباب کو توڑ کر توکّل کرنا۔ گویا خُدا کو آزمانا ہے ؛

زمین کی محنت آسمان کی بارش سے فیض حاصل کرتی ہے ؛

کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اُوپر سے جذب نہ ہو ؛

چاہیئے کہ سب کام محنت اور کوشش سے کرو ؛

ہر ایک کام کے شروع کرنے میں اللہ تعالےٰ سے دُعاءؔ[1] مانگ لو ؛

دُعاء پر کبھی تو اللہ تعالیٰ اپنی مَرضی منوانا چاہتا ہے۔ اور کبھی دُعا مانگنے والے کی مَرضی کو مان لیتا ہے ؛

تقویٰ کا اِنتہا یہ ہے۔ کہ خُدا سامنے آجائے۔ گویا انسان خدا کو دیکھ رہا ہے۔ تب سارے گناہ بھسم ہو جاتے ہیں۔ غافلانہ خوشی اختیار نہ کرو ؛

سچّا مومن جو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا قائل ہے۔ وہ بیباک ہو کر تفریح اور خوشی میں نہیں پڑتا ؛

خوش مزاجی جائز ہے۔ مگر چاہیئے کہ تمہارے اشغال ناپاک نہ ہوں ؛

اِس دُنیا میں عارف اِس طرح زندگی بسر کرتا ہے جس طرح کسی پر خون کا مقدمہ چل رہا ہو۔ اور وہ ہر وقت اِس فکر میں ہے۔ کہ اُسے کیا حکم سُنایا جاتا ہے۔ جب وہ تفریح بھی کرتا ہے۔ تو اُس کی تفریح میں غفلت نہیں ہوتی ؛

اللہ تعالیٰ کے احکام دو۲ قسم کے ہیں:۔

---

[1] ہر ایک کام بسم اللہ کہہ کر شروع کرنا بھی اُس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنا ہے ؛ صادق

(۱) ایک متعلق حق اللہ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھنا۔ اصل مُراد زندگی کی خدا ہی ہو ؏

(۲) دُوسرے متعلق حق العباد۔ مُسلمان بھائیوں سے۔ تمام بنی نوع انسان سے۔ بلکہ پرند و چرند سب مخلوق کے ساتھ نیکی کرنا ؏

اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے ساتھ مناسبت دی ہے ؏

ہماری جماعت ہمارے لئے بطور اعضاء کے ہے۔ یا جیسا کہ درخت کی شاخیں ہوتی ہیں ؏

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کیطرح تبلیغ کے کام میں لگ جاؤ ؏

دُنیا کا پہلا گناہ تکبّر ہے۔ تکبّر سے بچو ؏

مومن اپنے نیک اعمال میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ جس کے دو دن برابر گذر گئے وہ نقصان میں ہے ؏

اگر انسان افتان وخیزان کچھ تھوڑی سی نیکی بھی کر لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسمیں برکت، ڈال دیتا ہے ؏

کفار کے ساتھ عادت اللہ الگ ہے۔ اور مسلمانوں کیساتھ الگ ؏

کافر اپنی عاداتِ شرک وغیرہ کے سبب فوری سزا نہیں پاتا۔ لیکن مسلمان کو ذرا سی غلطی پر بھی تنبیہ کیجاتی ہے۔ تاکہ وہ آگاہ ہو کر اپنی اصلاح کرے۔ لیکن جب کافر مومن کو ضرر پہنچائے، تو اُسے فوراً تنبیہ کی جاتی ہے ؏

یہ خدا کا پیار ہے۔ کہ مسلمانوں پر ابتلاء آتا ہے ؏

بعض کو ذرا سے گناہ پر بھی تنبیہ کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ آگے نہ بڑھیں ؏

استغفار تقویٰ کی کمی کو پُورا کرتا ہے ؏

اطمینان ویقین کے حصول کی تین راہیں ہیں :۔

(۱) منقول۔

(۲) معقول۔

(۳) آیات سماوی۔

جب انسان پہلے ہر دو سے عاجز آتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتا ہے۔ اور سارے علوم صرف کشف اور الہام سے کھلتے ہیں ؛

جو تم سے بھلا کرے۔ اُس کا شکریہ کرو۔ اور اس کے واسطے دُعا کرو ؛

غالباً مَیں سفر گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ تھا۔ جبکہ مفصلہ ذیل الہامات ہوئے :۔

۲۱ر اگست ۱۸۹۷ء (۱) یأتیك نصرتی۔ [۱]

" " " (۲) اِبراء (بے قصور ٹھیرایا)

" " " (۳) ماھذا الا تھدید الحکام۔ [۲]

" " " (۴) صادق آں باشد کہ ایامِ بلا [۳]
مے گُذارد با محبت باوفا

" " " (۵) انی مع اللہ العزیز الاکبر [۴]

" " " (۶) انت منی وانا منك [۵]

۲۲ر اگست ۱۸۹۷ء (۱) الم ترکیف فعل ربك باصحاب الفیل [۶]

" " " (۲) فیہ شیئ [۷]

خواب میں دکھائے گئے۔ (۱) تین اُسترے۔
(۲) عطر کی شیشی۔

الہام ”دو تین میں سے ایک پر عذاب نازل ہوگا“

---

[۱] تجھے میری مدد آئے گی۔ مقدمہ کے ایّام میں یہ الہام ہوُا۔ اور اِسکے مطابق مقدمہ میں فتح ہوئی

[۲] یہ صرف حاکموں کی طرف سے تنبیہ ہے ؛ [۳] صادق وہ ہوتا ہے جو مصیبت کے دن محبت اور وفا میں گذارتا ہے

[۴] مَیں اللہ کے ساتھ ہوں جو غالب اور سب سے بڑا ہے ؛ [۵] تُو مجھ سے ہے، مَیں تجھ سے ہوں ؛

[۶] کیا تو نے نہیں دیکھا۔ تیرے ربّ نے ہاتھیوں والوں کیساتھ کیا سلوک کیا ؛ [۷] اسمیں کچھ بات ہے ؛

(صادق)

حضرت صاحبؑ کو الہام ہوا "توپہ" یا "طوپہ" فرمایا عبرانی لغت میں تلاش کرو۔ شاید کہ یہ عبرانی لفظ ہو۔ مَیں نے عرض کی کہ عبرانی میں حرف پ نہیں ہوتا۔ اسواسطے یہ لفظ عبرانی نہیں ہو سکتا۔ (۲۸ جولائی ۱۸۹۷ء)

فرمایا "دعاء ایسے امر کے واسطے نہیں چاہیئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسکے وعدوں کے خلاف ہو ؛

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کے واسطے اپنی حکمت سے بھی وقت رکھا ہوا تھا۔ مگر وقت نازک ہے۔ مثل ہے کہ ہر خزانہ پر سانپ ہوتا ہے۔ کوئی نعمت بجز تکالیف کے نہیں ملتی۔ جب تک زلازل نہ آئیں کامیابی نہیں ہوتی۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون[1] ہماری جماعت نے ہنوز ابتدائی منازل طے کرنے ہیں۔ بجز تقویٰ کے یہ دریا پار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرتوں کی ضرورت ہے۔ جو متقیوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انّ اللہ مع الذین اتقوا[2]

فرمایا۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کے لوگوں میں کسل، نفاق، اور دنیا پرستی کی کوئی آمیزش نہ ہو ؛

جب تک کہ انسان پاک نہ ہو۔ خدا کو اُس کے لئے غیرت نہیں آتی ؛

جماعت کے آدمیوں کو چاہیئے۔ کہ ایک دُوسرے سے محبت کریں۔ کسی سے استہزاء نہ کریں۔ شیطان جو بھائیوں کے درمیان تفرقہ کروا دیتا ہے۔ وہ جس قدر کامیابی استہزاء کرانے سے حاصل کرتا ہے۔ اور طریقوں سے نہیں کر سکتا ؛

چاہیئے کہ مومن میں ستاری کا فعل ہو۔ وہ کسی کی نکتہ چینی نہ کرے ؛

دِلوں کی حفاظت بڑے مَردوں کا کام ہے ؛

تواضع سے کام لینا چاہیئے۔ جو تکبر کرتا ہے۔ وہ دُکھ سے مَرتا ہے ؛

---

[1] آیت قرآن شریف۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ اتنے پر ہی چھوڑ دیئے جائیں گے۔ کہ منہ سے کہدیں ہم ایمان لائے۔ اور کوئی آزمائش اُنپر نہ پڑے۔ [2] تحقیق اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ؛ (صادق)

آپس میں محبت بھی ایک عبادت ہے۔ ہر اُمر جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کیا جاتا ہے۔ وہ عبادت میں داخل ہے ؛

مصلحت کے ماتحت انتقام بھی جائز ہے۔ مگر نفسانی جذبات کے نیچے آکر اور بے بس ہو کر بدلہ لینا جائز نہیں ؛

عفو اور اصلاح بڑی خوبی کی باتیں ہیں۔ مگر محل اور موقعہ کا شناخت کرنا ضروری ہے ؛

بعض لوگ انتقام لینے کے وقت دُوسرے کو اتنا دُکھ دیتے ہیں۔ کہ حد سے گذر کر خود بھی مجرمانہ حرکات میں ماخوذ ہو جاتے ہیں ؛

جو شخص ناجائز جوشوں کی بلا سے نجات پاتا ہے۔ وہ ابدال میں گنا جاتا ہے ؛

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ [1] غیر اللہ کی پُوجا صرف بتوں کے ذریعے نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اپنے نفس کے پیچھے لگنا بھی نفس کی پُوجا کرنا ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم شرک ہے ؛

ہماری جماعت کو نئی توبہ کے ساتھ نئی زندگی حاصل ہے۔ سب قومیں ہمارے ساتھ دشمنی رکھتی ہیں۔ ہمارا ہمدرد صرف ایک ہی رہ گیا ہے۔ یعنی ہمارا خدا ؛

ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہ ثابت نہیں کہ آدمی قبروں پر بیٹھ کر اُن سے فیض لے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ امن کا راستہ اختیار کرے۔ اولیاء اللہ ایک طرح زندہ ہیں۔ مگر زندگی کے یہ معنے نہیں۔ کہ دیوار کے پیچھے سے دیکھ سکتے ہیں۔ مرنے کے بعد توسیع مدارج ہو جاتی ہے۔ مگر کوئی انسان خدا نہیں بن جاتا حضرت یعقوبؑ کے متعلق لکھا ہے :-

شعر
کسے پُرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیرِ خرد مند

---

[1] اور اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے۔ کہ اُس کے سوائے اور کسی کی پُوجا نہ کرو۔

زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہان است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلےٰ نشینم
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

فرمایا۔ ہم نے خدا کے قول نحن اقربُ الیہ من حبل الورید[۱]۔ کو خود آزمایا۔ ہم بات کرتے ہیں وہ جواب دیتا ہے۔ ہماری جماعت کے کئی آدمی بھی اسمیں شامل ہیں۔ خدا پر غیر ممکن نہیں کہ وہ اُنپر الہام کا دروازہ کھول دے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ کسی اِنسان پر توقع نہ رکھے۔ سب بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیئے ؛

جب ہمارے والد کی وفات کے ایّام قریب آئے۔ تو ہم لاہور چیف کورٹ کے کسی مقدمہ میں گئے ہوئے تھے۔ وہیں خواب میں دیکھا۔ کہ اُن کی وفات کے ایّام قریب ہیں۔ بعد میں اُن کی بیماری کی خبر ملی ؛

ہفتہ کا دن اور دوپہر کا وقت تھا۔ ڈیوڑھی میں مَیں لیٹا ہوُا تھا۔ اور جمال کشمیری میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ الہام ہوُا۔ والسماء والطارق۔ جس کے معنے ہیں قسم ہے آسمان کی، اور قسم ہے اُس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے بعد پڑیگا ؛

پھر الہام ہوُا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[۲]۔

اِسی کا مفہوم فارسی ہے۔ خدا داری ہمہ چیز داری ؛

آسمانی کام

فرمایا۔ یہ آسمانی کام ہے۔ اور آسمانی کام رُک نہیں سکتا۔ اِس معاملہ میں ہمارا

---

[۱] ہم اِنسان کے رگِ جان سے بھی زیادہ اُسکے قریب ہیں ؛ [۲] کیا اللہ اپنے بندے کیواسطے کافی نہیں۔ بالفاظ دیگر خدا داری چہ غم داری ؛

قدم ایک ذرہ بھی درمیان میں نہیں ؎

جوشِ نفس

فرمایا " لوگوں کی گالیوں سے ہمارا نفس جوش میں نہیں آتا - فرمایا - دولتمندوں میں نخوت ہے - مگر آج کل کے علماء میں اس سے بڑھ کر ہے - ان کا تکبر ایک دیوار کیطرح ان کی راہ میں رُکاوٹ ہے - مَیں اس دیوار کو توڑنا چاہتا ہوں - جب یہ دیوار ٹوٹ جائے گی - تو وہ انکسار کے ساتھ آویں گے -

فرمایا - اللہ تعالیٰ مُتقی کو پیار کرتا ہے - خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب شرمسار ہوں - اور یاد رکھو ! کہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں - کسی پر ظلم نہ کرو - نہ تیزی کرو نہ کسی کو حقارت سے دیکھو - جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہوتا ہے ، تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے - اگر حرارت کی طرف تمہاری طبیعت کا میلان ہو ، تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے - یہ مقام بہت نازک ہے -

نوٹ بک سنہ ۱۸۹۸ء

وقت اور محنت درکار

لاہور میں ایک پنشنر ڈاکٹر محمد حسین نام بہت مشہور تھے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گاہے اُس سے طبّی مشورہ لیا کرتے تھے - ایک دفعہ ڈاکٹر محمد حسین نے ہنستے ہوئے حضرت صاحبؑ سے کہا - کہ مرزا صاحب مجھے بھی الہام ہونا سکھادو - حضرت صاحبؑ نے فرمایا - کہ آپ ہمیں ڈاکٹری سکھادیں - اُس نے کہا کہ ڈاکٹری سیکھنے کے واسطے تو بڑا وقت اور محنت چاہیئے - حضرت صاحبؑ نے فرمایا - کہ ایسا ہی معاملہ الہامات کا ہے ؎

مُقدّمہ انکم ٹیکس

اِسی سال میں آپؑ پر انکم ٹیکس لگایا گیا - مگر کمشنر صاحب کے پاس اپیل کیا گیا - کہ حضورؑ کی

آمدنی ایک مذہبی سلسلہ کے واسطے ہے۔ اسی میں صرف ہوتی ہے۔ کمشنر صاحب نے اپیل منظور کیا، اور حکم انکم ٹیکس منسوخ کیا ؛

محاسبہ نفس

۲۲ جنوری ۱۸۹۸ء۔ فرمایا۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔ کہ افراط و تفریط میں نہ پڑے۔ تمہارا ہر ایک کلم قال اللہ و قال الرسول کے مطابق ہو۔ دیکھو! جس کھیت کے گرد باڑھ نہ ہو۔ اُسے چوروں کا خطرہ رہتا ہے۔ شیطان بھی چور کی مانند طرح طرح کے لباسوں میں آتا ہے۔ اور انسان کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔ دُعا بھی ایک مجاہدہ اور ایک سعی ہے۔ اِنسان بھی اپنے مختلف اعضاء کے ذریعہ سے اپنے اندر ایک جماعت کا حکم رکھتا ہے۔ آنکھ، ناک، کان، منہ، اعضائے خاص ان سب کے درست رہنے سے انسان درست رہتا ہے۔ اگر ایک فرد ان میں سے گمراہی پر چلے تو سب کو جہنّم میں لے ڈوبتا ہے۔ زبان بہت سی بدیوں کی جڑھ بن جاتی ہے۔ اسکی حفاظت ضروری ہے۔ تقویٰ کی بنیاد زبان سے ہی شروع ہوتی ہے۔ زبان پر قابُو پانیوالا بہادر ہوتا ہے۔ زبان سارے بدن کی وکیل ہے۔ دِل سارے اعضاء کا رئیس ہے۔ اس کو درست رکھنا ضروری ہے۔ جہاں تک ہو سکے، اپنی طاقتوں سے بھی کام لو۔ اور دُعاء کی طرف بھی متوجہ رہو۔ دُعاء فطرتِ انسانی کا تقاضاء ہے ؛

فرمایا۔ شیعہ لوگوں کی غلطی ہے۔ جو خیال کرتے ہیں۔ کہ امامت بارہ اماموں تک ختم ہو گئی۔ ہمیں دُعاء سکھائی گئی ہے۔ کہ ہم نبیوں اور رسُولوں کے رنگ میں رنگین کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاءؑ میں تمام اخلاق فاضلہ رکھتا ہے۔ اور خلقت کے سامنے بطور نمونہ انہیں پیش کرتا ہے۔ تاکہ وہ بھی ایسے ہی بن جائیں۔ اِسلام میں ہزارہا وَلی ہوئے۔ اور ہمیشہ ہوتے رہینگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہر مومن کا نام وَلی رکھا ہے۔ اِس بات کا انکار کہ اِسلام میں وَلی نہیں ہوتے ہیں، کُفر ہے ؛

فرمایا۔ جہنّم کہیں باہر سے نہیں آتی۔ بلکہ اِنسان کے بداعمال اندر سے ہی

اُس کیواسطے جہنم طیار کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کمرے کے اندر سے ہوا خارج کر دی جائے تو کمرے میں رہنے والوں پر معاً موت طاری ہو جاتی ہے۔ اور جیسا کہ مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ ایسا ہی کوئی اِنسان خدا تعالیٰ کے بغیر حیات نہیں پا سکتا۔ جو خدا سے الگ ہوا۔ وہ بڑا بدقسمت ہے۔ وہ مُردہ ہے ؛

دو۲ جہنّم

فرمایا، ''جب تک انسان خدا کے لئے نہیں ہو جاتا تب تک اس کی یہ زندگی بھی جہنّم ہی میں گذرتی ہے۔ پس اس کے لئے دو۲ جہنّم ہیں۔ ایک اِس زندگی میں اور دُوسرا اگلے جہان میں'' ؛

نصیحت سب سے مانو

فرمایا، '' واعظ کے قول کیطرف دیکھو۔ اِس بات کا خیال نہ کرو کہ کہنے والا کون یا کیسا ہے۔ نکتہ چینی کرنے والے عموماً ناکام رہ جاتے ہیں'' ؛

مومنانہ زِندگی

فرمایا، '' خدا تعالیٰ مومنانہ زندگی کا ذمہ وار ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اِنسان خدا سے بے پرواہ ہو کر بہائم کی طرح زندگی بسر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی زِندگی کا متکفل نہیں ہوتا۔ دیکھو ہزاروں گائے اور بکریاں مرتی ہیں۔ اور ذبح کی جاتی ہیں۔ کون اُنپر روتا ہے، یا اُن کی کُچھ پرواہ کرتا ہے'' ؛

فرمایا، '' انسان دنیا کے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ تو پھر خدا کے لئے تکالیف کیوں نہ اُٹھائے۔ جو آدمی صدق کے ساتھ لگا رہے۔ اُسے آخر کامیابی ہو جاتی ہے۔ اوپرے دل اور غفلت سے دُعا نہ کرو، بلکہ دِل لگا کر دُعا کرو۔ اور اس کے مطابق اپنا عمل درآمد بناؤ۔ خدا رحیم کریم ہے۔ وہ اِنسان کو بہت ابتلاء میں

نہیں ڈالتا۔ جلد فضل کر دیتا ہے۔ دیکھو دنیوی مقدمات والے اپنی دنیوی غرض کے واسطے کس قدر زحمت اُٹھاتے ہیں۔ اور لمبی لمبی تاریخوں کا انتظار کرتے ہیں۔ تمہارا مقصود تو خدا ہے۔ تمہیں تھکنا نہیں چاہیئے۔ مانگتے جاؤ۔ آخر ایک وقت نفحات اللہ کا آجائیگا۔ جو قبولیتِ دُعاء کا وقت ہوگا۔ اور معاً ایک ٹھنڈا پانی پڑیگا۔ جو شخص صادق ہو، استقامت والا ہو۔ اور صبر کے ساتھ انتظار کرے۔ اُس کے لئے آخر ایک روشنی آئے گی جو اُسے روشن کر دے گی۔"

عبدُاللہ

فرمایا۔ "مومنوں کے کئی نام ہیں۔ مگر سب سے بڑا نام عَبْدُ اللہ ہے۔ اسی لئے رسُول اللہؐ کا نام ہے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ عبد ہونا قطب اور ولایت ہونیسے بھی بڑھ کر ہے۔ فادخلی فی عبادی۔ یہ اسی زندگی کے لئے ہے۔ نہ کہ صرف مَرنے کے بعد"۔

پُورانی نوٹ بک ۱۸۹۸ء

الہام غثم

نقل خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ۔ مورخہ ۳ ستمبر ۱۸۹۸ء از قادیان "آج صبح حضرت اقدسؑ نے ایک الہام سُنایا۔ اور اُس پر اس قدر خوشی ظاہر کی جو مَیں بیان نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا۔ اسے کوئی شخص بجز حسنِ ظن قبول نہیں کر سکتا۔ اور مَیں جانتا ہوں۔ کہ کبھی عمر بھر یہ لفظ میرے دیکھنے پڑھنے میں نہیں آیا۔ اور حکم دیا کہ سب جو یہاں ہیں اُسے لکھ رکھو۔ کہ یہ کوئی عظیم الشان نشان ہے۔ اور فرمایا۔ کہ جلی قلم سے لکھ کر مسجد میں چسپان کر دو۔ چنانچہ مسجد مبارک میں چسپان کیا گیا ہے۔ اور وُہ الہام یہ ہے۔ غَثَمَ۔ غَثَمَ۔ غَثَمَ۔ لَہٗ۔ دَفَعَ اِلَیْہِ مِنْ مَالِہٖ دفعۃً۔ یہ اگلی تشریح اُس مشکل لفظ کی ہے۔ حضرتؑ نے اس کا بہت اہتمام فرمایا ہے"۔

بعض الہامات

میری فروری ۱۸۹۸ء کی نوٹ بک کے ایک صفحہ پر ذیل کا نوٹ لکھا ہے۔ اُس وقت میں لاہور میں تھا؛

الہامات حضرت (مرزا) صاحبؑ (منقول از) خط مولوی عبدالکریم صاحب (مرحوم) یکم فروری ۱۸۹۸ء۔

(۱) اِنَّ اللہ لا یغیر ما بقومٍ حتّٰی یُغَیِّرُوا ما بِاَنفُسِہِمْ۔

(۲) اِنَّہٗ اوی القریۃ۔

(۳) اِنّیِ مع الرحمٰن اٰتیکَ بغتۃً۔

(۴) اِنَّ اللہ موہِنُ کید الکافرین۔

قادیان آنے کی ضرورت

فرمایا ''لوگ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ تو کہہ جاتے ہیں۔ کہ دین کو دُنیا پر ترجیح دُوں گا۔ لیکن یہاں سے جاکر اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ وہ کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اگر وہ یہاں نہ آویں گے۔ دُنیا نے اُن کو پکڑ رکھا ہے۔ اگر دین کو دُنیا پر ترجیح ہوتی تو وہ دنیا سے فرصت پاکر یہاں آتے''

(منقول از خط خواجہ کمال الدین صاحب یکم فروری ۱۸۹۸ء)

لفظ کالُو کی تعبیر

جب میں لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل میں مُلازم تھا۔ اور مزنگ میں رہا کرتا تھا اُن ایام میں مَیں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ ایک شخص جس کا کالُو نام ہے۔ ہمارے زنانخانہ میں بے تکلف اندر آگیا ہے۔ اور میری بیوی نے اُس سے پردہ نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت ایک غیور مَرد کے واسطے کہاں تک قابلِ برداشت ہے۔ جس کے

گھر میں خاندانی عادت سخت پردہ قایم رکھنے کی ہو۔ اِس واسطے اِس نظارہ سے
مجھے ایسا غصہ آیا۔ کہ بہ سبب رنج کے میں کانپ اُٹھا۔ اور بیدار ہوگیا۔ اِس خواب کے
نظارہ نے مجھے ایسا متوحش کر دیا۔ کہ مجھے اُس مکان سے بھی نفرت ہوگئی۔ جس میں وہ
خواب دیکھا تھا۔ اور مَیںنے اِرادہ کیا۔ کہ اس مکان کو چھوڑ دوں۔ کیونکہ وہ کرایہ پر لیا
ہُوا تھا۔ جب مَیںنے اپنی بیوی سے اِس کا ذکر کیا۔ تو اُس نے مجھے مشورہ دیا۔ کہ خوابوں
کی تعبیریں ہوتی ہیں۔ ظاہر پر حمل نہیں ہوسکتا۔ چونکہ مکان بظاہر ہر طرح سے
آرام دہ ہے۔ اِس واسطے اتنی بات پر چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ آپ پہلے اپنا
خواب بخدمت حضرت مسیح موعود ؑ قادیان لکھ بھیجیں۔ اور اس کی تعبیر دریافت
کریں۔ پھر جو وہ ارشاد فرماویں گے، اُس کی تعمیل ضروری ہوگی۔ مجھے یہ مشورہ
پسند آیا۔ اور مَیں نے حضرت ؑ کی خدمت میں اُسی روز ڈاک میں خط بھیجا۔ خواب کی
ساری کیفیت عرض کی۔ اور اپنا ارادہ تبدیل مکان بھی لکھ دیا۔ جس پر حضرت علیہ السلام کا
جواب آیا۔ کہ اِس خواب کی وجہ سے مکان تبدیل نہ کریں۔ اگر آپ کے گھر میں حمل
ہے۔ تب اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ کالو۔ کالا در اصل
عربی الفاظ ہیں۔ اِس کے معنے ہیں نگاہ رکھنے والا۔ یہ خدا تعالیٰ کا نام ہے۔
کالو کے گھر میں آنے کی یہ تعبیر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل مرحلہ حمل میں آپکی بیوی کا
نگہبان ہوگا۔ اور فرزندِ نرینہ عطاء کریگا۔ حسن اتفاق سے ان دنوں ہمارے گھر
میں حمل تھا۔ جس کی حضرت صاحب ؑ کو کوئی خبر نہ دی گئی تھی۔ چنانچہ اسی تعبیر کے
مطابق ایامِ حمل کے پُورا ہونے پر میرے گھر میں لڑکا پیدا ہُوا۔ رؤیاء کی تعبیر کرنا
بھی ہر کسی کا کام نہیں۔ خُدا کے خاص بندوں کو یہ علم بخشا جاتا ہے ؛

پُرانی نوٹ بک سنہ ۱۸۹۹ء

اسلامی نام سے بُلاؤ

سردار سُندر سنگھ صاحب جب قادیان میں آکر مُسلمان ہو گئے۔ اور اُن کا

اِسلامی نام فضل حق رکھا گیا۔ تو اُن دنوں پہلی عادت کے مطابق اُنہیں کسی نے ایکدفعہ سُندر سنگھ کے نام سے بُلایا۔ اِسپر حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ یہ جائز نہیں ہے یہ گُناہ ہے، کہ اُنہیں سُندر سنگھ کر کے پُکارا جائے۔ اَب اُنہیں فضل حق کے نام سے ہی بُلانا چاہیئے۔ لیکن شیخ عبداللہ صاحب کمپونڈر جن کا پہلا نام دیوانچند تھا جب کبھی حضرت صاحبؑ اُنہیں خط لکھا کرتے تھے۔ تو شناخت کے واسطے عبدُاللہ دیوانچند دونوں نام لفافے پر لکھ دیتے تھے۔ تاکہ پوسٹ مَین کو خط کے پہنچانے میں غلطی نہ لگے+

فرمایا "خُدا اُن سے محبّت کرتا ہے۔ جو اُس کی عظمت و عزّت کے واسطے جوش رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ ایک باریک راہ سے جاتے ہیں۔ اور ہر کس و ناکس اُن کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ جب تک خُدا کے لئے جوش نہ ہو۔ کوئی لذت اِنسان کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اِنسان کے دِل میں اللہ تعالیٰ کے لئے ذاتی جوش نہ ہو۔ اَور نفس کی ملونی اور اپنے دُنیوی فوائد و منافع کے خیال سے اِنسان خالی نہ ہو جائے۔ تَب تک اُس کی کوئی عبادت و صدقہ قابلِ قبوُل نہیں ہوتا۔ جو شخص خدا کیلئے جوش رکھتا ہے۔ وہ اپنے اَبنائے جنس سے بڑھ جاتا ہے۔ ایسے لوگ خُدا سے برکتیں پاتے ہیں"+

اِستخارہ

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک شخص کو اِستخارہ کا یہ طریق بھی بتلایا۔ کہ پہلی رکعت میں سُورہ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۔ پڑھیں۔ دُوسری صورت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اور اَلتَّحِیَّات میں اپنے مطلب کے واسطے دُعا کریں"+

پُورانی نوٹ بُک ۱۸۹۹ء

فرمایا "ہر مومن کی قبر کو اُس کے درجہ ایمان کے مطابق رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کے ساتھ قرب عطاء کیا جاتا ہے۔ چونکہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے ساتھ کامل یگانگت اور اتحاد رکھتا ہے۔ اِس واسطے اس کے متعلق کہا گیا۔ کہ وہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائیگا"۔

فرمایا" لفظ اِنْسَان دراصل اُنْسَانِ ہے۔ یعنی دو۲ اُنس۔ اِنسان میں دو۲ اُنس یعنی دو۲ محرکات ہیں۔ ایک خُدا کی طرف، ایک شیطان کی طرف۔ کبھی اِنسان نیچے جاتا ہے۔ کبھی اُوپر جاتا ہے"۔

فرمایا" آسمانی علوم تقویٰ کے ساتھ کھُلتے ہیں۔ جو شخص واقعی اپنے میں تبدیلی کرے۔ اُسے نئی حیات ملیگی۔ تب وہ خدا کے معارف پائیگا۔ ایسے ہی اِنسان اِس قابل ہوں گے۔ کہ وہ اِس سلسلہ کو آگے چلائیں"۔

فرمایا" انبیاءؑ سب شہید ہوتے ہیں۔ گو تلوار سے قتل نہ کئے جائیں۔ شہید کی شہد کیساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ اُس کی موت میں مرارت نہیں ہوتی"۔

فرمایا" صدیق کمال درجہ پر پہنچکر ظلِّ نبوّت میں آجاتا ہے"۔

فرمایا" داؤد نبی کا قول ہے۔ کہ مَیں بچّہ تھا، بُوڑھا ہو گیا۔ اِتنی عمر میں مَینے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کوئی صالح خدا کو پہچاننے والا محتاج ہو، یا اُس کی اولاد ٹکڑے مانگے۔ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اُن کے گھر کے کُتّے بھی بھُوکے نہیں مرتے۔ قُرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ ایک دیوار تھی جس کے مالک ایسے بچے تھے۔ کہ اُن کا باپ صالح تھا۔ اِس واسطے اُس دیوار کو گرنے سے بچانے کے واسطے خضر و موسیٰ نے مزدوروں کی طرح کام کیا۔ کَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ بچّے خود کیسے چال چلن کے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی ہے"۔

فرمایا" کاش کہ کوئی مُصوّر اُس زمانہ میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تصویر کھینچ لیتا۔ اگرچہ وہ گنہگار ہوتا، مگر ہم تو دیکھ لیتے"۔

بیعتیں

ایک شخص نے عرض کی۔ کہ اگر ایک شخص کسی پیر کا پہلے سے مُرید ہے۔ تو کیا جائز

ہے۔ کہ وہ بعد اس کے کسی اور پیر کی بیعت کرے۔ فرمایا" اگر پہلی بیعت کسی اچھے آدمی کی نہ تھی۔ تو وہ خود ہی قابلِ فسخ تھی۔ اور اگر اچھے آدمی کی تھی۔ تو دُوسری بیعت نورٌ علیٰ نور ہے۔ ایک چراغ کے ساتھ دُوسرا چراغ جلانے سے روشنی بڑھتی ہے۔ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے کئی متفرق جگہ بیعتیں کی تھیں "۔

پُورانی نوٹ بُک ۱۸۹۹ء (قریب جولائی اگست دا اکتوبر)

مَوقعہ شناسی

۲۱ر اگست ۱۸۹۹ء صبح۔ فرمایا" نرمی کے ساتھ لوگوں کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ یہ سِلسلہ حق پر ہے۔ کبھی وعظ کے ساتھ، خُلق کے ساتھ، کبھی کتاب دکھانے سے، حکمت کے ساتھ اور فساد سے بچ کر جیسا موقعہ ہو، مخالفوں کو سمجھاتے رہنا چاہیئے "۔

مُجدّدِ زمانہ

فرمایا" احادیث سے ثابت ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد آیا کریں گے۔ یہ ہمارا فرض نہیں۔ کہ ہم اُن مُجدّدوں کا شمار کر کے دکھائیں جو آچکے۔ مُسلمانوں میں یہ ایک تسلیم شدہ اَمر ہے۔ اور عیسائیوں کے بھارِی فِتنہ کے سبب جو اِس زمانہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر اس وقت کے مجدّد کا نام مسیح نہ ہوگا، تو پھر اور کیا ہوگا۔ کیا یہ لوگ ہماری عداوت کے سبب حدیث اور واقعات کے بھی منکر ہو جائیں گے "۔

جماعت میں کمزوری

فرمایا" جماعت میں جو لوگوں میں باہمی تنازعات ہو جاتے ہیں، یہ اُن کے اخلاق کی کمی ہے۔ اور جو وصیّت ہم کرتے ہیں، اُس پر عمل نہ کرنے کے سبب سے ہے "۔

نرمی ضروری

عاجز راقم (مفتی محمد صادق) کو مخاطب کر کے فرمایا" لاہور کی جماعت کو کہہ دیں کہ

مخالفوں کے ساتھ سختی نہ کریں، ہم خدمت گار ہیں۔ ہمارا کام سختی نہیں۔ نرمی کیساتھ سمجھانا چاہیئے۔ مخالف بھی جانتے ہیں۔ کہ فتح ہماری ہے۔ اِس وقت بہادر وہی ہے جو فتح پائے، یا جان بچاکر نکل جائے۔"

الہامات

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلٰوۃ والسلام:۔

۲۷ر اگست ۱۸۹۹ء۔ (۱) خُدا نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تیرا نام بڑھاوے۔ اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔"

(۲) "آسمان سے کئی تخت اُترے۔ مگر تیرا تخت سب سے اُونچا بچھایا گیا۔"

۲۸ر اگست ۱۸۹۹ء "دشمنوں سے مُلاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔"

میری ایک رؤیاء

ایک دفعہ میںنے اپنی ایک کمزوری کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلٰوۃ والسلام کیخدمت میں شکایت کی۔ کہ مجھ میں یہ کمزوری ہے۔ اور مَیں اِس میں بار بار گرتا ہوں۔ اور اس سے نکلنے کی توفیق نہیں پاتا۔ حضورؑ نے دُعاء کا وعدہ فرمایا۔ ۳۱ر اگست ۱۸۹۹ء کی رات مجھے رؤیاء ہوا۔ کہ مَیں قادیان میں ہوں۔ ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں۔ ایک اور چارپائی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلٰوۃ والسلام بیٹھے ہیں۔ اور دونوں چارپائیوں کے درمیان قریباً تین چارپائیوں کی چوڑائی کا فاصلہ ہے۔ ایک رسّی ہے جس کا ایک سرا میرے پاؤں سے باندھا ہوا ہے۔ اور دُوسرا سرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پاؤں سے ایسی طرح بندھا ہوا ہے۔ کہ مَیں قدم اُٹھا نہیں سکتا۔ جب تک کہ حضرت صاحبؑ پہلے قدم نہ اُٹھائیں۔ گویا میرا قدم حضرت صاحبؑ کے قدم کے ماتحت کردیا گیا ہے۔ (فقط) اُس وقت سے وہ کمزوری مُجھ سے دُور ہوگئی۔ اور پھر اُس نے مجھے نہ ستایا۔

مُریدین

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی (ثم امرتسری) کا ذکر ہوا۔ جو صاحب کشف و الہامات تھے۔ فرمایا "اُن جیسے کئی ایک اصحاب میرے مُریدین میں ہیں"۔

ایوب بیگ

مرزا ایوب بیگ صاحب (مرحوم برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) جو کہ آج کل بیمار ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا "نیک اور غریب مزاج آدمی ہے"۔

الٰہی مدد

فرمایا "جب میں قرآن شریف کی تفسیر لکھتا ہوں، تو مضمون ٹھنڈی ہوا کی طرح میرے آگے آگے چلتا ہے"۔

اِنہماک نہ ہو

فرمایا "مومن کو چاہیئے۔ دُنیوی اسباب کے مہیّا کرنے میں حد سے نہ بڑھے۔ بلکہ کچھ خدا کا خانہ بھی خالی رہنے دے۔ تاکہ اُس کی مدد نازل ہو۔ مسلمان میں برکت اسی واسطے ہے۔ کہ وہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اس کے بہت سے کام فرشتے کر دیتے ہیں۔ جب ادیس قرنی عبادت میں لگ جاتے۔ تو ان کے اونٹ فرشتے چرایا کرتے تھے"۔

نوکری

۱۸۹۶ء۔ فرمایا "نوکر بھی آدھا مُشرک ہوتا ہے"۔

برکتِ قرآن

فرمایا "قرآن شریف نے لوگوں کو انسان اور مذہب کو ایک علم اور فلسفہ بنایا ہے"۔

جوش میں نہ آؤ

فرمایا۔"جب لوگ سخت کلامی سے تمہارا دِل دکھانا چاہیں۔اور جوش دلانا چاہیں تو چاہیئے۔کہ اُن کی باتوں کا اثر تم اپنے پر نہ ہونے دو۔اور سکون اور متانت پر قایم رہو"

تعبیر

فرمایا۔ ایک دفعہ ہارون رشید نے خواب میں دیکھا۔کہ اُس کا مُنہ کالا ہے۔ وہ بہت گھبرایا۔علماء سے تعبیر دریافت کی۔کوئی خوش کن تعبیر نہ کر سکا۔آخر ایک عالم نے قرآن شریف سے اِس کی تعبیر کی کہ بادشاہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔(آیت وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ (النحل)

۱۷ مارچ ۱۹۳۱ء۔صبح دس بجے کے قریب ایک کھیت میں لکھتے لکھتے مَیں تھک کر لیٹ گیا۔رؤیا ہُوئی جیسے ریل کی گاڑی میں ایک سیٹ پر ایک بابو لیٹا ہوُا ہے۔ایک سیٹ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہیں۔ایک طرف ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کھڑے ہیں۔حضرت صاحبؑ اس بابو کی طرف جُھکے گویا بابو کچھ کہنا ہے جسے حضرت صاحبؑ توجہ سے سُننا چاہتے ہیں۔تب اُس بابو نے ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب کے متعلق کہا۔"ایں کہیا اِہ بھی پُورانے آدمیاں وچوں ہین" ترجمہ "مَیں نے کہا۔یہ بھی سابقین اوّلین میں سے ہیں"

پُورانی نوٹ بک دسمبر ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء

ایک ہی خواہش

جنوری ۱۸۹۷ء۔مسجد مبارک میں بیٹھے ہُوئے مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ مَیں اپنی تمام خواہشوں کے عوض میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درُود بھیجا کروں گا۔میرے واسطے دعا کیجائے۔

حضورؑ نے ہاتھ اُٹھاکر تمام حاضرین کے ساتھ دُعاء کی۔

اِس درخواست کی تحریک مجھے ذیل کی حدیث کے پڑھنے سے ہُوئی تھی:۔

(نوٹ۔ غلطی سے یہ حدیث اسجگہ پر درج نہیں ہو سکی۔ قارئین کرام اب اس حدیث کو کتاب ہذا کے صفحہ ۴۳۲ پر ملاحظہ فرماویں)

تزکیۂ نفس

۱۸۹۹ء کا ذکر ہے۔ عاجز ان دنوں لاہور میں ملازم تھا۔ کسی رخصت کی تقریب پر حضور مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فرمایا۔ "قرآن شریف میں آیا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ اُس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ تزکیہ نفس کے واسطے صحبت صالحین اور نیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔ جھُوٹ وغیرہ اخلاق رذیلہ دُور کرنے چاہئیں اور جو راہ پر چل رہا ہے۔ اُس سے راستہ پُوچھنا چاہیئے۔ اپنی غلطیوں کو ساتھ ساتھ درست کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ غلطیاں نکالنے کے بغیر املاء درست نہیں ہوتا۔ ویسا ہی غلطیاں نکالنے کے بغیر اخلاق بھی درست نہیں ہوتے۔ آدمی ایسا جانور ہے۔ کہ اسکا تزکیہ ساتھ ساتھ ہوتا رہے۔ تو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔ ورنہ بہک جاتا ہے"؛

پُرانی نوٹ بُک ۱۹۰۰ء

فرمایا "یہ ہیکل بدنی خدا کے واسطے بنائی گئی ہے۔ اس کو خراب نہ کرو۔ اسکو پاک صاف کرو۔ انسان کا دل ملائکہ کے نزول کی جگہ ہے"

فرمایا۔ "انسان کا دِل بیت اللہ ہے"

فرمایا "جو چیز مرکب ہوتی ہے۔ وہ عالم خلق سے ہے۔ اور جو غیر مرکب ہو وہ عالم امر سے ہے۔ عرش عالم امر سے ہے۔ رُوح (کلام الٰہی) بھی عالم امر سے ہے"

فرمایا "کوئی شخص دُنیا سے نہیں جاتا مگر حسرت کے ساتھ، مردِ کامل کو یہ

حسرت ہوتی ہے کہ کاش ایک اور دینی خدمت ہو جاتی "
حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا ایک دستی خط جو اسی نوٹ بک پر انہوں نے غالباً لاہور کے احمدی احباب کے نام پنسل سے لکھا تھا۔
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ مَیں کئی روز بہت بیمار رہا۔ صحت خراب ہو گئی ہے۔ تین روز ہوئے بشیر محمود کو سخت بخار ہوا۔ فرمایا۔ مینے دُعا کرنیکا ارادہ کیا۔ تو میرے دِل میں آیا۔ کہ آپ (مجھے مخاطب کر کے فرمایا) بیمار ہیں۔ اور مولوی نور الدین صاحبؓ بھی بیمار ہیں۔ پھر تینوں کے لئے دُعا کی۔ الہام ہوا۔ اِنِّی مَعَ الْاَتْبَاعِ وَالْاَوْلَادِ۔ یعنی تیری اولاد اور تیرے پیروؤں کے حق میں تیری دعا سُنی گئی۔ شیخ نور احمدؐ صاحب ڈاکٹر کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ ام الصبیان کا دورہ ہو گیا۔ حالت یاس کی پیدا ہو گئی۔ حضرتؑ نے دُعا کی۔ الہام ہوا۔ انا اللہ ذو المنن۔ لڑکا اچھا ہو گیا۔ شیخ صاحب کو مبارک باد دیدیں۔ برادران ایسا رحیم دُعا گو اور شفیع دُنیا میں کوئی اور بھی ہے؟ مبارک ہے۔ وہ جو اُس کے فتراک سے وابستہ ہو۔ سلام برادران کو۔ عبد الکریم ۶ر نومبر
فرمایا ''مسلمانوں میں بھی اب لوگ ذات اور قومیت کا تکبر کرتے ہیں مَیں اس قومیت کی ہیکل کو بھی توڑنا چاہتا ہوں۔ مجھے اِس سے دشمنی ہے۔ فرید الدین عطار نے لکھا ہے۔ کہ سادات میں سے اولیاء کم ہوئے۔ اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان میں رعونت اور تکبر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہماری قوم مغل ہے۔ اور لوگ اس کا بھی تکبر کرتے ہیں۔ مگر خدا نے ہمارے لئے اس لفظ کی ہی تکذیب کر دی ہے۔ کیونکہ بذریعہ وحی الٰہی ہمیں ابناء فارس کہا گیا ہے۔ رد علیہ رجلٌ من اھل فارس۔ الفارس من اھل بیتی۔ سلمان رجلٌ من اھل بیت۔

پورانی نوٹ بک سنہ ۱۹۰۰ء

پیدائش مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ میری پیدائش

کا مہینہ پھاگن تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور پچھلی رات کا وقت تھا۔

نوٹ:۔ سال آپؑ کو یاد نہ تھا۔ پچھلے سالوں کی جنتریاں اب طیار ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کونسا سال تھا۔

۶؍مارچ ۱۹۰۶ء

صبح کی سیر کے واسطے حضورؑ باہر تشریف لے گئے۔ حسب معمول کئی ایک احباب ساتھ ہو گئے۔ گاؤں کے قریب کھیتوں میں ایک صاحب حضرت صاحبؑ کے واسطے دودھ لائے۔ حضورؑ نے وہیں کھیت میں زمین پر بیٹھ کر دودھ پیا۔

فرمایا۔ دُنیا کے واسطے ایک کوڑی بھی صرف کی جائے، تو اسراف میں داخل ہے۔ دین کے واسطے لاکھوں بھی خرچ ہو جائیں تو کوئی اسراف نہیں۔

الہام

۱۹۰۰ء۔ فرمایا" تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ الہام ہوا:۔

" اِنَّا لِلّٰہِ ہمارا بھائی اِس دُنیا سے چل دیا"

مصداق ذہن میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ عزا پرسی کرتا ہے۔ اور اِظہار ہمدردی کرتا ہے"۔

الہام

۶؍جون ۱۹۰۰ء۔ عِند ذٰلِکَ او شک الردی۔ ترجمہ (ایسے وقت موت نزدیک ہو جاتی ہے)

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر

قادیان میں کچھ ہیضہ سے بیمار ہوئے۔ اور موتیں ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تیس سال قبل بھی ایک دفعہ ایسے ہیضہ کے واقعات

ہوئے تھے ؏

الہام

۷؍جون ۱۹۰۰ء - انا کذلک نجزی المحسنین۔

جو ہماری طرف آتے ہیں ہم اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں ؏
سخت گرمی کے ایام تھے۔ حضرت صاحبؑ کی طبیعت علیل تھی۔ اور گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ کہ چراغ خادم لڑکا جو امرتسر یا لاہور سے آیا تھا۔ عین سخت ضرورت کے وقت برف لایا۔ حضرت صاحبؑ نے اسپر شکر کا سجدہ اسی وقت کیا ؏

درست جہاد

۷؍جون ۱۹۰۰ء۔ فرمایا ”سید احمدؒ صاحب بریلوی نے اور اسمٰعیل شہید نے جو سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔ وہ بالکل جائز اور درست تھا۔ کیونکہ سکھ بہت ظلم کرتے تھے۔ ظالم کے واسطے تبلیغ کی ضرورت نہیں“ ؏

منارہ

جون ۱۹۰۰ء فرمایا ”منارہ کا بنانا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی اِس سے پوری ہوتی ہے۔ جیساکہ حضرت عمرؓ نے پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے ایک صحابی کو سونے کے کڑے پہنائے تھے۔ ہم نے دُعاء کی ہے۔ جو شخص منارۃ المسیح کے واسطے روپیہ دیگا۔ خدا اُس کو کسی نہ کسی ذریعہ سے واپس دے گا“ (عاجز راقم کو کئی گنا اس سے زیادہ وصول ہوا۔ صادق)

پورانی نوٹ بک ۱۹۰۱ء

ایک قسم الہام

فرمایا ”جب تصنیف و تحریر کیوقت بے تکلف مضامین اور الفاظ آتے جائیں

بلکہ بعض الفاظ پہلے لکھ لئے جاتے ہیں، ان کے معنے بعد میں لغت دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک سلسلہ الہام کا معلوم ہوتا ہے۔"

حقیقتِ دُعاء

فرمایا "جب دُعاء اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ تو اس کی حقیقت کی مثال ظلّی طور پر اِس طرح ہے۔ کہ گویا دُعاء کرنیوالا خدا بن جاتا ہے۔ اور اُس کی زبان گویا خدا کی زبان ہوتی ہے۔

ایں دُعائے شیخ

مگر یہ حالت خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اِنسان کے اختیار میں کچھ نہیں۔
دُعاء حق ہے۔ اِس میں اِنسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی چادر کے نیچے مخفی ہو جاتا ہے۔ عبودیت کو ربوبیت کے ساتھ قدیم سے ایک رشتہ ہے جس کا نام خلافت ہے"۔

الہام

الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء:۔
"سالِ دیگر را کہ مے داند حساب
تا کجا رفت آنکہ با ما بود یار"

پختہ قبر

سوال ہؤا۔ کیا قبر کا پختہ کرنا جائز ہے۔ فرمایا "نیت پر منحصر ہے۔ مثلاً بعض جگہ سیلاب آنے سے قبریں بہ جاتی ہیں۔ بعض جگہ بجّو اور کُتّے قبروں سے مُردے نکال لیتے ہیں۔ اگر ایسے وجوہ پیش آجائیں۔ تو پختہ کر دینا مناسب ہے۔ کیونکہ میّت کے لئے بھی ایک عزت ہے۔ نمود کے واسطے گنبد بنانا جائز نہیں۔ مگر حفاظت ضروری ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے گرد

پختہ عمارت ہے۔ ایسا ہی بعض اولیاء اور صلحاء کی قبریں بھی پختہ ہیں۔ الٰہی مصلحت نے ان کے لئے یہی چاہا اور ایسے ہی اسباب مہیّا ہو گئے ؂

بیعت کی ضرورت

فرمایا "ہمارا بیعت لینا عام صوفیاء کی طرح نہیں۔ بلکہ ہم نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہم اَمرِ الٰہی سے بیعت لیتے ہیں"

شخصی تدبیر

فرمایا "انبیاء کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ شخصی تدبیر نہیں کرتے۔ بلکہ نوع کے پیچھے پڑتے ہیں۔ تاکہ جماعتوں کی جماعتیں ہدایت پائیں۔ اور سلسلہ حقّہ میں داخل ہوں۔ شخصی تدبیر چنداں کامیاب نہیں ہوتی۔ جس میں مبلغ کسی خاص آدمی کے پیچھے پڑا رہے۔ کہ اسی کو ضرور ہدایت ہو جائے"

خارقِ عادت زندگی

فرمایا "جو شخص چاہتا ہے۔ کہ خدا کو راضی کر لے۔ اور معجزات دیکھے۔ اُسے چاہیئے۔ کہ وہ اپنی زندگی کو خارق عادت بنا لے۔ جب وہ خدا کی خاطر خارق عادت کام کرے گا۔ تو خدا تعالیٰ اس کی خاطر خارق عادت نشانات دکھلائیگا"

فرمایا "حاکم اگر تم پر ظلم کرتا ہے۔ تو حاکم کو بُرا نہ کہو۔ بلکہ اپنی حالت کی اِصلاح کرو۔ اپنی اصلاح کرنے سے حاکم کی خود ہی اصلاح ہو جائیگی۔ یا اللہ تعالیٰ اُس کے شر سے بچانے کے لئے کوئی راہ نکال دے گا۔ اِنسان دراصل اپنی ہی بدعملیوں کی سزا پاتا ہے۔ ورنہ دُوسرا کوئی اُسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ مومن کیساتھ خدا تعالیٰ کا ستارہ ہوتا ہے۔ اور اُس کی حفاظت کیجاتی ہے۔ تم نہ خُدا کے حقوق تلف کرو۔ اور نہ بندوں کے حقوق تلف کرو۔ اسی میں امن ہے۔ جس بات کو

خدا قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ خود اس کی جڑھ لگا دیتا ہے۔ اور اس کے قیام کے واسطے سامان مہیّا کر دیتا ہے۔ مومن کے واسطے دُنیا سجن ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کی قید کے اندر رہتا ہے۔ اپنی ہوا وُ ہوس کی پیروی کیواسطے آزاد نہیں پھرتا۔ سچی خوشحالی خدا کی طرف رجُوع کرنے سے ہی حاصِل ہوتی ہے۔"

پُورانی نوٹ بک سنہ ۱۹۰۲ء

سچّی طلب ضروری

فرمایا۔ "جو لوگ یہاں آکر رہتے ہیں۔ ان میں بھی اگر سچی طلب اور سچّی متابعت نہ ہو تو دیر تک رہنا بھی بیفائدہ ہے۔ آدمی کو چاہیئے۔ کہ حق کو قبول کرے۔ اور خدا تعالیٰ کو سب باتوں پر مقدم کرلے۔ جب تک اِنسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپکو بالکل وقف نہیں کر دیتا۔ اُس کی ایک ذرہ بھر بھی عزت نہیں۔ چاہیئے کہ آدمی افتان و خیزان جاکر چشمہ پر اپنا لب رکھ دے۔ تب اللہ تعالیٰ اُسے سیراب کر دیگا۔ صدق و صفاء کے ساتھ عہد کرو۔ کہ عزّت جائے، وجاہت جائے، جان جائے جو کچھ بھی ہو، خدا کو نہ چھوڑوں گا۔ حضرت اِبراہیمؑ کی طرح ہر وقت قربانی کے لئے مومن کو طیار رہنا چاہیئے۔ خدا ہزاروں ابراہیم بنانا چاہتا ہے۔ اُس کے حضور میں بُخل نہیں۔ ایک بھاری پَنڈ (گٹھری) اُٹھائے ہُوئے تم تنگ دروازے سے داخل نہیں ہو سکتے۔ پہلے اِس پَنڈ کو پھینکو، پھر اندر داخل ہو جاؤ۔ ہمارِی جماعت کو چاہیئے سچّی توبہ کرے۔ خُدا کے کلام کو سامنے رکھو۔ پاک چشمے سے پانی پیو۔ رزق کے واسطے بیفائدہ ٹکریں نہ مارو۔ رزقکم فی السماء"

فرمایا۔ "تکمیلِ نفس کی ضرورت ہے۔ ہمّت کرکے انسان سب کچھ کر لیتا ہے۔"

روزہ

فرمایا۔ "مَیں بچپن سے روزے رکھنے کا عادی ہوں۔ ایک دفعہ بچپن میں روزہ

رکھا۔ بیمار ہو گیا۔ مگر اس کے بعد ۲۹ روزے پورے رکھے۔ تکلیف نہیں ہوئی۔ تب میرے لئے خوشی کی عید تھی۔ روزے کے خاص برکات ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہر میوے میں جُدا ذائقہ ہے۔ ایسا ہی ہر عبادت میں جُدا لذت ہے۔ اِن عبادات میں رُوحانیّت ہے۔ جس کو انسان بیان نہیں کر سکتا۔ اگر شوق ہو، تو آلام اور تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ چاہیئے۔ کہ عبادت میں اِنسان کی رُوح نہایت درجہ رقیق ہو کر پانی کی طرح بہ کر خدا سے جا ملے"۔

جماعت کی ترقی

فرمایا" ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ نیکی میں فرشتوں کی طرح ہو جائے۔ خدا نے اُن کے لئے ترقی کے بہت سے سامان رکھے ہیں۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ سب سے بہتر یہ جماعت ہے، جس نے ہم کو دیکھا۔ اور ہماری باتوں کو سُنا۔ خدا کی طرف رجُوع کر کے کوئی شخص ذلیل نہیں ہوتا۔ بدکاروں کی گالیاں تمہارے لئے کسی ذلت کا موجب نہیں۔ جو شخص سچے دِل سے خدا کی طرف آتا ہے۔ وہی حقیقی عزت حاصل کرتا ہے"۔

مسیح موعودؑ کا کام کیا تھا

۱۸ر جنوری ۱۹۰۵ء کو جبکہ مَیں قادیان کے ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھا۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں ایک رقعہ لکھا تھا۔ جس کا اصل بمعہ جواب دَرج کرنا مناسب ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا:۔

رقعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مُرشدنا ومھدینا مسیح موعودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

صاحبزادہ میاں محمود احمدؓ کا نام برائے امتحان (مڈل) آج ارسال کیا جائیگا۔

جس فارم کی خانہ پُری کرنی ہے۔ اس میں ایک خانہ ہے۔ کہ اِس لڑکے کا باپ کیا کام کرتا ہے۔ مَیں نے وہاں لفظ نبوت لکھا ہے۔

کان میں طنین ہوتا ہے۔ گولیوںؔ کا کھانا اگر مناسب ہو، تو ارسال فرمائیں حضورؑ کو بار بار تکلیف دیتے بھی شرم آتی ہے۔ اگر مناسب ہو، تو اس کا نسخہ تحریر فرمائیں۔ مَیں خود بنالوں + والسلام

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام محمدؐ صادق عفاء اللہ عنہ ۱۸ ؍جنوری ۱۹۰۵ء

جواب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ:۔

نبوت کوئی کام نہیں، یہ لِکھ دیں۔ کہ فرقہ احمدؐیہ جو تین لاکھ کے قریب ہے۔ اِس کے پیشوا اور امام ہیں۔ اِصلاح قوم کام ہے + غلام احمدؐ عفی عنہ

پس مَیں نے اُس فارم پر حضرتؑ کا نام یوں لکھا:۔

National Reformaition and lesdership of Ahmadyya sect (300,000 mambers.)

پُورانی نوٹ بک ۱۹۰۵ء

سارِی اُمّت عیسیٰ بن جائے

فرمایا ''آج کل کے مسلمان عیسیٰ کو اُمّتی بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہم ساری اُمّت کو عیسیٰ بنانا چاہتے ہیں۔ یہی فرق ہم میں اور اُن میں ہے۔''

نوٹ۔ ۵۱ ایک دفعہ مَیں بیمار ہوگیا تھا۔ معدہ میں کچھ خرابی تھی۔ بخار ہو جاتا تھا۔ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایک نسخہ کے تازہ اجزاء ہر روز منگوا کر ایک گولی اپنے دست مبارک سے بنا کر مجھے بھیجتے تھے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دی۔ اِسکے اجزاء مجھے اس وقت معلوم نہ تھے۔ بعد میں حضرت صاحبؑ نے مجھے بتلا دیئے تھے ؛ (صادق)

پُرانی نوٹ بک ستمبر، اکتوبر ۱۹۰۵ء

تکرار

فرمایا۔ بعض لوگ طعن کرتے ہیں۔ کہ میری تحریر میں تکرار ہوتا ہے۔ جو بات مَیں ایک دفعہ لکھ چکا ہوتا ہوں وُہی پھر لکھ دیتا ہوں۔ اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ شائد مَیں بھُول گیا ہوں۔ اِس واسطے دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ مَیں تو نہیں بھُولتا۔ مجھے یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ پڑھنے والا بھُول گیا ہوگا۔ اس واسطے پھر لکھ دیتا ہوں"۔

فرمایا کرتے تھے "استخارہ جائز ہے۔ اِستخارہ کے معنے خدا سے خبر طلب کرنا۔ اور استخارہ کے معنے کسی کام میں برکت اور خیر طلب کرنا"۔

پُرانی نوٹ بک ۱۹۰۵ء

زیارت قبور

فرمایا "زیارت قبور میں بھی ثواب ہے۔ اِس سے انسان کو اپنا آخری مقام یاد آجاتا ہے۔ چاہیئے۔ کہ اِنسان اپنے لئے بھی خدا سے دُعا کرے۔ اور اہلِ قبر کیواسطے بھی خدا سے دُعا کرے۔ اِنسان زندہ ہو، یا مُردہ ہر حال میں دُعا کا محتاج ہے۔ درُود شریف جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پڑھا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اپنی برکات نازل کرے۔ اور اپنی رحمتیں بھیجے۔ قبور کے دیکھنے سے اِنسان کا دل نرم ہوتا۔ اور اپنا انجام یاد آجاتا ہے"۔

پُرانی نوٹ بک اگست، ستمبر ۱۹۰۵ء

مضمُون خط سے خبر

۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ فرمایا "کل اچانک میری زبان پر جاری ہوُا "سینتالیس برس کی

عمر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون"۔ مجھے مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا خیال ہوا۔ اور ان کے متعلق ہوا۔ مگر آج ہی ایک شخص کا خط آیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "میری بُری عادتیں ابتک دُور نہیں ہوئیں ۴۷ برس کی عمر ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون"۔

فرمایا "میرا تجربہ ہے۔ بعض دفعہ کسی آنیوالے کے خط کے مضمون سے پہلے ہی بذریعہ الہام اطلاع ہو جاتی ہے"۔

سب اللہ کے ہاتھ میں

۱۸ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں کسی کا دخل نہیں۔ چاہے تو ککھ سے فائدہ پہنچادے۔ چاہے تو لاکھ سے بھی کچھ حاصل نہ ہو"۔

تنکا

فرمایا "بعض دفعہ کسی اڑے ہوئے کام کے متعلق دُعاء کی جاتی ہے، تو ہمیں ہمارے بھائی غلام قادر صاحب خواب میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے، اپنے غلاموں اور بندوں پر فضل کرتا۔ اور ان کی مشکلات کو دُور کرتا ہی نام پر بعض دفعہ تعبیر ہوتی ہے۔ اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ دراصل فرشتہ ہی ہوتا ہے۔ ظلّی طور پر دوسرے کی صورت دِکھائی دیتی ہے"۔

حِلم

فرمایا "جو شخص حلم اختیار کرتا ہے۔ اور جھگڑے سے بچتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُس کا حق باقی رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اُس کی نصرت کرتا ہے"۔

تحریک فرشتگان

فرمایا "دُور دُور سے بیعت کے خطوط آ رہے ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی واعظ نہیں جو اُن لوگوں کو سمجھائے۔ خود بخود لوگوں کو تحریک ہو رہی ہے۔ خُدا تعالیٰ کے فرشتے کام کرتے ہیں"۔

احمدی بادشاہ

فرمایا۔" ہمیں ایک دفعہ وہ بادشاہ بھی دکھائے گئے جو اس سلسلہ میں داخل ہوں گے وہ دس گیارہ سال کی عمر کے لڑکے تھے۔ نابالغوں کی سی شکل و صُورت۔ تعداد میں چھ سات تھے۔ یہ کشف تاویل طلب ہے"۔

حق پھیلانے کا ایک حیلہ

فرمایا" لوگوں کو کسی حیلے سے کتابیں پڑھائی جائیں۔ مثلاً کتابیں اِس شرط پر مُفت تقسیم کی جائیں۔ کہ کتاب لینے والا امتحان دے۔ شائد اِسی طرح کوئی پڑھے اور حق کو سمجھے۔ پھر سوالات کے درمیان ایسے سوال کیئے جائیں۔ کہ وفات عیسیٰؑ کا قطعی ثبوت کیا ہے"۔

اِصلاحِ خُون

فرمایا" یونانی میں مُنڈی بوٹی اور کاہو کی تعریف کی گئی ہے۔ یہ اشیاء مصفّیٰ خون ہیں کلورا فارم کے ساتھ ان کا مزہ درست کر لینا چاہیئے"۔

لطیف جسم

فرمایا" بعد الموت اِنسان کو ایک اور جسم عطاء ہوتا ہے۔ جو اس جسم کے علاوہ ہے۔ وہ ایک نورانی، جلالی، لطیف جسم ہوتا ہے۔ شہداء کے متعلق بھی لکھا ہے۔ وہ فوراً داخلِ جنّت ہو جاتے ہیں، دُوسرے مومن بھی۔ خدا کی راہ میں جو لوگ کسی قسم کی قُربانی کرتے ہیں۔ اور فوت ہو جاتے ہیں۔ وہ داخل جنّت ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک دن تجلّیِ عظیم کا بھی ہے۔ جس میں حشر اجساد ہوگا"۔

لطیف رُوحانی جسم کے متعلق ہمارا اپنا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ عین بیداری کی حالت میں اِنسان ہزاروں کوس پر اُس کے ساتھ پہنچ سکتا ہے۔ اور تمام

اعضاء کام کرتے ہیں۔ اور مُردوں کے ساتھ گفتگو ہوتی ہے۔ اُسی طرح جیساکہ زندوں کے ساتھ ؞

ایسا ہی رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کو معراج بھی ایک لطیف رُوحانی جسم کے ساتھ عین حالت بیداری میں ہوا تھا"؞

باب ہشتم

سولہ۱۶ ڈائریاں مشتمل بر حالات و تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر کردہ عاجز راقم جو اخبارات میں چھپتی رہیں بطور نمونہ

ڈائری حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب عاجز راقم سنہ ۱۹۰۱ء میں ہجرت کرکے قادیان چلا آیا۔ تو میری عادت تھی۔ کہ کاغذ پنسل اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ و السلام کی صُحبت میں جو باتیں ہوتیں، اُنہیں نوٹ کرلیتا۔ اور بعد میں ترتیب دے کر اخبار میں زیر عنوان "ڈائری" چھپوا دیتا۔ اُس وقت سلسلہ حقّہ کا ایک ہی اخبار تھا۔ یعنی الحکم۔ اُن میں سے سولہ۱۶ ڈائریاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صحبتوں اور مقدس کلام کا نمونہ ہیں۔ درج ذیل کیجاتی ہیں:۔

الہام کے درجات

اپریل سنہ ۱۹۰۱ء۔ منشی الٰہی بخش صاحب وغیرہ لوگوں کی اپنی بعض حالتوں سے ہو کا کھا جانے

کی نسبت گفتگو تھی۔ اِسپر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔کہ "عام طور پر رؤیاء اور کشف اور الہام ابتدائی حالت میں ہر ایک کو ہوتے ہیں۔مگر اس سے انسان کو یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔کہ وہ منزلِ مقصود کو پہنچ گیا ہے۔اصل میں بات یہ ہے۔کہ فطرتِ انسانی میں یہ قوت رکھی گئی ہے۔کہ ہر ایک شخص کو کوئی خواب یا کشف یا الہام ہو سکے۔چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ کفار ہنود اور بعض فاسق فاجر لوگوں کو بھی خوابیں آتی ہیں۔اور بعض دفعہ سچی بھی ہو جاتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود ان لوگوں کے درمیان اس حالت کا کچھ نمونہ رکھ دیا ہے۔جو کہ اولیاء اللہ اور انبیاءؑ میں کامل طور پر ہوتا ہے۔تاکہ یہ لوگ انبیاءؑ کا صاف انکار نہ کر بیٹھیں کہ ہم اس علم سے بیخبر ہیں۔اتمام حجت کے طور پر یہ بات ان لوگوں کو دی گئی ہے۔تاکہ انبیاءؑ کے دعاوی کو سنکر حریف اقرار کرلے۔کہ ایسا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے۔کیونکہ جس بات سے اِنسان بالکل ناآشنا ہوتا ہے۔اس کا وہ جلدی سے اِنکار کر دیتا ہے۔مثنوی رُومی میں ایک اندھے کا ذکر ہے۔کہ اُس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آفتاب دراصل کوئی شئے نہیں۔لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔اگر آفتاب ہوتا تو کبھی مَیں بھی دیکھتا۔آفتاب بولا۔کہ اے اندھے۔تُو میرے وجُود کا ثبوت مانگتا ہے۔تو پہلے خُدا سے دُعا کر کہ وہ تجھے آنکھیں بخشے۔تو اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔اگر وہ انسان کی فطرت میں یہ بات نہ رکھ دیتا، تو نبوۃ کا مسئلہ لوگوں کی سمجھ میں کیونکر آتا۔ابتدائی رؤیاء یا الہام کے ذریعہ سے خدا بندہ کو بُلانا چاہتا ہے۔مگر وہ اس کے واسطے کوئی حالت قابلِ تشفّی نہیں ہوتی۔چنانچہ بلعم کو الہام ہوتے تھے۔مگر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ ثابت ہوتا ہے۔کہ اس کا رفع نہیں ہوا تھا۔یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ کوئی برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ابھی تک نہیں بنا تھا۔یہاں تک کہ وہ گر گیا۔ان الہامات وغیرہ سے اِنسان کچھ نہیں بن سکتا۔اِنسان خدا کا بن نہیں سکتا، جبتک کہ ہزاروں مَوتیں اسپر نہ آویں۔اور بیضۂ بشریّت سے وہ نکل نہ آوے۔اس راہ میں قدم مارنیوالے

انسان تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دین العجائز رکھتے ہیں۔ یعنی بڑھیا عورتوں کا سا مذہب۔ نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار کر لیتے ہیں۔ اُنہوں نے تقلیدی امر کو مضبوط پکڑا ہے۔ اور اسپر قائم ہیں۔ دُوسرے وہ لوگ ہیں۔ جو اس سے آگے بڑھ کر معرفت کو چاہتے ہیں۔ اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں۔ اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ اور اپنی معرفت میں انتہائی درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور کامیاب اور بامُراد ہو جاتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے دین العجائز کی حالت میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور اس سے آگے بڑھے۔ اور معرفت میں قدم رکھا۔ مگر اس منزل کو نباہ نہ سکے۔ اور راہ ہی میں ٹھوکر کھا کر گر گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ ان لوگوں کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے۔ جس کو پیاس لگی ہُوئی تھی۔ اور اُس کے پاس کچھ پانی تھا۔ پر وہ پانی گدلا تھا۔ تاہم اگر وہ پی لیتا تو مرنے سے بچ جاتا کسی نے اُس کو خبر دی۔ کہ پانچ سات کوس کے فاصلہ پر ایک چشمہ صاف ہے۔ پس اُس نے وہ پانی جو اُس کے پاس تھا۔ پھینک دیا۔ اور وہ صاف چشمہ کیواسطے آگے بڑھا۔ پر اپنی بے صبری اور بدبختی اور ضلالت کے سبب وہاں نہ پہنچ سکا۔ دیکھو اُس کا کیا حال ہُوا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور اس کی ہلاکت نہایت ہولناک ہوئی۔ یا ان حالتوں کی مثال اِس طرح ہے۔ کہ ایک کنوآں کھودا جا رہا ہے۔ پہلے تو وُہ صرف ایک گڑھا ہے۔ جس سے کُچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ آنے جانے والوں کے واسطے اُس میں گر کر تکلیف اُٹھانے کا خطرہ ہے۔ پھر وہ اور کھودا گیا۔ یہاں تک کہ کیچڑ اور خراب پانی تک وہ پُہنچا۔ پَر وہ کُچھ فائدہ مند نہیں۔ پھر جب وہ کامل ہوُا۔ اور اس کا پانی صفا ہو گیا۔ تو وہ ہزاروں کے واسطے زندگی کا موجب ہو گیا۔ یہ جو فقیر اور گدی نشین بنے بیٹھے ہیں۔ یہ سب لوگ ناقص حالت میں ہیں۔ انبیاءؑ مُصفّٰا پانی کے مالک ہو کر آتے ہیں۔ جب تک خدا کی طرف سے کوئی کُچھ لیکر نہ آوے۔ تب تک بیہُودہ ہے۔ الٰہی بخش صاحب اگر موسیٰ بنتے ہیں۔ تو اُن سے پُوچھنا چاہیئے۔ کہ اُن کے

مُوسیٰ بننے کی عِلّتِ غائی کیا ہے۔ جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ مزدُور کی طرح ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ اور علوم پھیلاتے ہیں۔ اور کبھی تنگی نہیں کرتے۔ اور سُست اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھتے"

(۲) ڈائری اِمام ہمام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

الہامی مضامین

خطبہ الہامیہ اور تفسیر سُورۂ الحمد جو اُن دنوں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام لِکھ رہے تھے۔ اس کے متعلق فرمایا "اب ہم اس طرح قلم برداشتہ لکھتے جاتے ہیں۔ کہ گویا ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کیا لکھ رہے ہیں۔ یہ بھی ایک سِلسِلہ الہام کا معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلّف مضامین اور الفاظ آتے جاتے ہیں"

تازہ الہامات

۱۸۔ اپریل ۱۹۰۱ء کو آپؑ نے ایک الہام سُنایا تھا:۔

"سال دیگر را کہ مے داند حساب * تاکجا رفت آنکہ با ما بود یار"

۹۔ مئی ۱۹۰۱ء کو آپؑ نے یہ الہام سُنایا: "آج سے یہ شرف دِکھائیں گے ہم"

تفسیر کون لکھّے

اِس بات کا ذِکر آیا۔ کہ آج کل لوگ بغیر سچے علم اور واقفیّت کے تفسیریں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اِس پر فرمایا:۔

"تفسیر قرآن میں دخل دینا بہت نازک امر ہے۔ مبارک اور سچّا دخل اس کا ہے جو خدا کے رُوح القدس سے مدد لیکر دخل دے۔ ورنہ علوم مروجہ کی شیخی پر لکھنا دُنیا داروں کی چالاکیاں ہیں"

پختہ قبر

ایک شخص کا سوال پیش ہوا۔ کہ میرا بھائی فوت ہوگیا ہے میں اسکی قبر پکی بناؤں، یا نہ بناؤں۔ فرمایا۔ "اگر نمود اور دکھلاؤ کے واسطے پکی قبریں اور نقش ونگار اور گنبد بنائے جاویں۔ تو یہ حرام ہیں۔ لیکن اگر خشک مُلا کی طرح یہ کہا جاوے۔ کہ ہر حالت اور ہر مقام میں کچی ہی اینٹ لگائی جاوے۔ تو یہ بھی حرام ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ عمل نیت پر موقوف ہیں۔ ہمارے نزدیک بعض حالات میں پکی کرنا درست ہے۔ بعض جگہ سیلاب آتا ہے۔ بعض جگہ قبریں سے میت کو کُتے اور بجو وغیرہ نکال لے جاتے ہیں۔ مُردے کے لئے بھی ایک عزت ہوتی ہے۔ اگر ایسے وجوہ پیش آجاویں۔ تو اس حد تک کہ نمود اور شان نہ ہو۔ بلکہ صدمے سے بچانے کے واسطے قبر کا پختہ کرنا جائز ہے۔ اللہ اور رسُول نے مومن کی لاش کے واسطے بھی عزت رکھی ہے۔ ورنہ اگر عزت ضروری نہیں۔ تو غسل دینے کفن دینے خوشبو لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجوسیوں کی طرح جانوروں کے آگے پھینک دو۔ مومن اپنے لئے ذِلت نہیں چاہتا۔ حفاظت ضروری ہے۔ جہاں تک نیت صحیح ہے، خُدا تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا۔ دیکھو مصلحت الٰہی نے یہی چاہا۔ کہ حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پختہ گنبد ہوں۔ اور کئی بزرگوں کے مقبرے پُختہ ہیں۔ مثلاً نظام الدین، فرید الدین، قطب الدین، معین الدین رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سب صلحاء تھے۔"

محرم میں رسُومات سے بچو

ایک شخص کا تحریری سوال پیش ہُوا۔ کہ محرم کے دنوں میں امامین کی رُوح کو ثواب دینے کے واسطے روٹیاں وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ "عام طور پر یہ بات ہے۔ کہ طعام کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ شرک کی رسُومات نہیں چاہئیں۔ رافضیوں کیطرح رسُومات کا کرنا جائز نہیں ہے۔"

حالتِ بیعت

ایک شخص کا سوال پیش ہوُا۔ کہ اگر آپؑ کو ہر طرح سے بزرگ مانا جاوے۔ اور آپؑ کیساتھ صدق اور اخلاص ہو۔ مگر آپؑ کی بیعت میں انسان شامل نہ ہووے۔ تو اسمیں کیا حرج ہی۔ فرمایا۔ ”بیعت کے معنے ہیں اپنے تئیں بیچ دینا۔ اور یہ ایک کیفیت ہے جِسکو قلب محسوس کرتا ہے۔ جبکہ انسان اپنے صدق اور اخلاص میں ترقی کرتا کرتا اِس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جاوے، تو وہ بیعت کے لئے خود بخود مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب تک یہ کیفیت پیدا نہ ہو جاوے، تو اِنسان سمجھ لے۔ کہ ابھی اس کے صدق اور اِخلاص میں کمی ہے“

دخلِ شیطان سے پاک الہام

اِس بات کا ذکر آیا۔ کہ لاہوری علماء نے الٰہی بخش مُلہم سے یہ سوال کیا ہے۔ کہ آیا تمہارا الہام تلبیس ابلیس سے معصوم ہے یا نہیں۔ جِس کے جواب میں الٰہی بخش نے کہا۔ کہ میرا الہام دخلِ شیطان سے پاک نہیں۔ اِسپر حضرت اقدس امامؑ معصوم نے فرمایا۔ ”یہ لوگ نہیں جانتے۔ کہ اس میں کیا بھیدّ ہے۔ اور کسی کا الہام یا کشف شیطان کے دخل سے کہاں تک پاک ہوتا ہے۔ اِنسان کے اندر دو۲ قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس سے خدا کی نافرمانی دیدہ دانستہ کرتا ہے۔ اور بے باکی سے گناہ کرتا ہے۔ ایسے لوگ مجرم کہلاتے ہیں۔ یعنی خدا سے اُنکا بالکل قطع تعلق ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کے ہو جاتے ہیں۔ اور دُوسرے وہ لوگ جو ہر چند بدی سے بچتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ بسبب کمزوری کے کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ سو جسقدر انسان گناہوں کو چھوڑتا۔ اور خدا کی طرف آتا ہے۔ اُسی قدر اُس کی خواب اور کشف دخلِ شیطانی سے پاک ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ اُن تمام دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ جو شیطان کے اندر آنے کے ہیں۔ تب اس میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں آتا۔

جب تم سنو کہ کسی کو الہام ہوتا ہے۔ تو پہلے اُس کے الہامات کی طرف مت جاؤ۔ الہام کچھ شے نہیں، جب تک اِنسان اپنے تئیں شیطان کے دخل سے پاک نہ کرلے۔ اور بیجا تعصبوں اور کینوں اور حسدوں سے اور ہر ایک خُدا کو ناراض کرنیوالی بات سے اپنے آپکو صاف نہ کرلے۔ دیکھو اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ایک حوض ہے۔ اور اس میں بہت سی نالیاں پانی کی گرتی ہیں۔ پھر اُن نالیوں میں سے ایک کا پانی گندہ ہے۔ تو کیا وہ سب پانی کو گندہ نہ کر دیگا۔ یہی راز ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ ہاں اِنسان کو ان کمزوریوں کے دُور کرنے کے واسطے استغفار بہت پڑھنا چاہیئے۔ گناہ کے عذاب سے بچنے کے واسطے استغفار ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک قیدی جرمانہ دیکر اپنے تئیں قید سے آزاد کرالیتا ہے"۔

(۳) ڈائری اِمام علیہ السّلام

بیعت امرِ آلہی سے

۱۷ مئی ۱۹۰۱ء۔ سوال ہُوا۔ کیا آپؑ دُوسرے صُوفیا اور مشائخ کی طرح عام طور پر بیعت لیتے ہیں، یا بیعت لینے کے لئے آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ فرمایا۔ "ہم تو امرِ آلہی سے بیعت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اشتہار میں بھی یہ الہام لکھ چکے ہیں۔ کہ اِنّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ الخ"

گناہ دُور کرنے کا ذریعہ

فرمایا۔ "جذبات اور گناہ سے چھوٹ جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دِل میں پیدا کرنا چاہیئے۔ جب سب سے زیادہ خدا کی عظمت اور جبروت دِل میں بیٹھ جاوے۔ تو گناہ دُور ہو جاتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کے خوف دِلانے سے بسا اوقات لوگوں کے دِل پر ایسا اثر

ہوتا ہے۔ کہ وہ مر جاتے ہیں۔ تو پھر خوف الٰہی کا اثر کیونکر نہ ہو۔ چاہیئے کہ اپنی عمر کا حساب کرتے رہیں۔ ان دوستوں کو اور رشتہ داروں کو یاد کریں، جو انہیں میں سے نکل کر چلے گئے۔ لوگوں کی صحت کے ایام یونہی غفلت میں گزر جاتے ہیں۔ ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ خوف الٰہی دل پر غالب رہے۔ جب تک انسان طول امل کو چھوڑ کر اپنے پر موت وارد نہ کرلے۔ تب تک اس سے غفلت دور نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ خدا اپنے فضل سے نور نازل کروے۔ جو ئندہ یابندہ“

آنحضرتؐ کا سلام بنام مسیح موعودؑ

فرمایا ”حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب مسیح آوے تو اس کو میرا سلام کہنا۔ اس حدیث کے مطلب میں غور کرنا چاہیئے۔ اگر مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود تھے۔ تو خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ملاقات معراج میں کی تھی۔ اور نیز حضرت جبریلؑ ہر روز وہاں سے آتے تھے۔ کیوں نہ اُن کے ذریعہ سے اپنا سلام پہنچایا۔ اور پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعداز وفات آسمان پر ہی گئے تھے۔ اور وہیں پر حضرت مسیحؑ بھی تھے۔ اور حضرت مسیحؑ کو تو خود رسول کریمؐ کے پاس سے ہو کر زمین پر اُترنا تھا۔ تو پھر اسکے کیا معنے ہوئے، کہ زمین والے ان کو آنحضرتؐ کا سلام پہنچائیں۔ کیا اس صورت میں حضرت عیسےٰؑ ان کو یہ جواب نہ دیں گے۔ کہ میں تو خود اُن کے پاس سے آتا ہوں اور تم یہ سلام کیسا دیتے ہو۔ یہ تو وہی مثال ہوئی۔ کہ گھر سے میں آؤں اور خبریں تم دو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول کریمؐ اور آپ کے اصحابؓ کا یہی عقیدہ اور مذہب تھا۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ اور دنیا میں واپس نہیں آ سکتے۔ اور آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے بروزی رنگ میں ہوگا“

اللّٰھم ایدہ وانصرہ واخذل اعداءہ۔

آمین

سچی لذت

سوال ہوا کہ خواہشات کی طرف لوگ جلد جھک جاتے ہیں۔ اور ان سے لذّت اُٹھاتے ہیں۔ جن سے خیال ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں بھی ایک تاثیر ہے۔ فرمایا:۔
"بعض اشیاء میں نہاں در نہاں ایک ظل اصلی شَے کا آجاتا ہے۔ وہ شَے طفیلی طور پر کچھ حاصل کر لیتی ہے۔ مثلاً راگ اور خوش الحانی۔ لیکن دراصل سچی لذت اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا اور کسی شَے میں نہیں ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ دُوسری چیزوں سے محبت کرنیوالے آخر اپنی حالت سے توبہ کرتے اور گھبراتے اور اضطراب دکھاتے ہیں۔ مثلاً ایک فاسق اور بدکار سزا کیوقت اور پھانسی کیوقت اپنے فعل سے پشیمانی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت کرنیوالوں کو ایسی اِستقامت عطا ہوتی ہے۔ کہ وہ ہزار ایذائیں دیئے جائیں، مارے جائیں، قتل کیئے جائیں، وہ ذرا جُنبش نہیں کھاتے۔ اگر وہ شَے جو اُنھوں نے حاصل کی ہے، اصل نہ ہوتی، اور فطرت انسانی کے مناسب نہ ہوتی، تو کروڑوں موتوں کے سامنے ایسے استقلال کیساتھ وہ اپنی بات پر قائم نہ رہ سکتے۔ یہ اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ کہ فطرت اِنسانی کے نہایت ہی قریب یہی بات ہے، جو ان لوگوں نے اختیار کی ہے۔ اور کم از کم قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمیوں نے اپنے سوانح سے اِس بات کی صداقت پر مُہر لگا دی ہے۔"

دُنیا میں جنّت

فرمایا: "آئیندہ زندگی میں مومن کیواسطے بڑی تجلّی کے ساتھ ایک بہشت ہے۔ لیکن اِس دنیا میں بھی اس کو ایک مخفی جنّت ملتی ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ دنیا مومن کے لئے سِجن یعنی قید خانہ ہے، اس کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ ابتدائی حالت میں جبکہ ایک اِنسان اپنے آپکو شریعت کی حدُود کے اندر ڈالدیتا ہے۔ اور وہ اچھی طرح اس کا عادی نہیں ہوتا۔ تو وہ وقت اس کے لئے تکلیف کا ہوتا ہے۔ کیونکہ

وہ لا مذہبی کی بے قیدی سے نکلکر نفس کے مخالف اپنے آپکو احکام الٰہی کی قید میں ڈال دیتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ وہ اس سے ایسا انس پکڑتا ہے۔ کہ وہی مقام اس کیلئے بہشت ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو قید خانہ میں کسی پر عاشق ہوگیا ہو۔ پس کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ وہ قید خانہ سے نکلنا پسند کریگا"؟

اپنی زبان میں دُعاء

سوال ہوُا۔ کہ آیا نماز میں اپنی زبان میں دُعاء مانگنا جائز ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ "سب زبانیں خدانے بنائی ہیں۔ انسان اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ نماز کے اندر دُعائیں مانگے۔ کیونکہ اس کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ تاکہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلام الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو۔ اور اس کے معنے یاد رکھو، اور دُعاء بیشک اپنی زبان میں مانگو۔ جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ اور پیچھے لمبی دُعائیں کرتے ہیں۔ وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دُعاء کا وقت نماز ہے۔ نماز میں بہت دُعائیں مانگو"۔

حاکم کو بُرا نہ کہو

۱۸ رمئی ۱۹۰۱ء فرمایا "اگر حاکم ظالم ہو۔ تو اس کو بُرا نہ کہتے پھرو۔ بلکہ اپنی حالت میں اِصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دیگا۔ یا اُسی کو نیک کر دیگا۔ جو تکلیف آتی ہے۔ وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کیساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے، کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔ اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو"۔

اوروں کو چندہ دینا

۲۰ رمئی ۱۹۰۱ء۔ کہیں سے خط آیا۔ کہ ہم ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ اور تبرکاً

آپؑ سے بھی چندہ چاہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ "ہم تو دے سکتے ہیں۔ اور یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ مگر جبکہ خود ہمارے ہاں بڑے بڑے اہم اور ضروری سلسلے خرچ کے موجود ہیں، جن کے مقابل میں اِس قسم کے خرچوں میں شامل ہونا اسراف معلوم ہوتا ہے۔ تو ہم کس طرح سے شامل ہوں۔ یہاں جو مسجد خدا بنا رہا ہے اور وہی مسجد اقصیٰ ہے۔ وہ سب سے مقدم ہے۔ اب لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اِس کے واسطے روپیہ بھیجکر ثواب میں شامل ہوں۔ ہمارا دوست وہ ہے، جو ہماری بات کو مانے نہ وہ کہ جو اپنی بات کو مقدم رکھے"۔

حضرت ابو حنیفہؓ کے پاس ایک شخص آیا، کہ ہم ایک مسجد بنانے لگے ہیں آپ بھی اس میں کچھ چندہ دیں۔ اُنہوں نے عذر کیا۔ کہ مَیں اس میں کچھ نہیں دے سکتا۔ حالانکہ وہ چاہتے۔ تو بہت کچھ دیدیتے۔ اس شخص نے کہا۔ کہ ہم آپ سے بہت نہیں مانگتے صرف تبرکاً کچھ دیدیجئے۔ آخر انہوں نے ایک دَونی کے قریب سِکّہ دیا۔ شام کے وقت وہ شخص دَونی لیکر واپس آیا، اور کہنے لگا۔ کہ یہ تو کھوٹی نکلی ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہُوئے۔ اور فرمایا۔ خوب ہُوا۔ دراصل میرا جی نہیں چاہتا تھا، کہ مَیں کچھ دوں مسجدیں بہت ہیں۔ اور مجھے اس میں اسراف معلوم ہوتا ہے"۔

(۴) ڈائری امام علیہ الصّلوٰۃ والسلام

تمثیل عطر

جون ۱۹۰۱ء۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ دین کی تائید میں عجیب در عجیب پُر زور مضامین کے لکھے جانے پر گفتگو تھی۔ فرمایا "مہوتسو کے جلسہ اعظم مذاہب کیواسطے جب ہم نے مضمون لکھا۔ تو طبیعت بہت علیل تھی۔ اور وقت بہت تنگ تھا اور ہم نے مضمون بہت جلدی کیساتھ اسی تکلیف کی حالت میں لیٹے ہُوئے لکھایا۔ اسپر خواجہ کمال الدین صاحب نے کچھ ناپسندیدگی کا منہ بنایا۔ اور پسند نہ کیا کہ مذاہب کے

اتنے بڑے عظیم الشان جلسہ میں وہ مضمون پڑھا جاوے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مضمون کے غالب رہنے کی خبر دی گئی۔ اور بالآخر جب وہ مضمون پڑھا گیا، تو مخالفین نے بھی اس جلسہ میں اقرار کیا۔ کہ اسلام کی فتح ہوگئی۔ شروع میں اس مضمون پر راضی نہ ہونیوالے دوست کی مثال اس شخص کی طرح ہے۔ جس کو ایک دفعہ دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ تو اُسے کہا گیا۔ کہ واپس ہوتے ہوئے ہمارے واسطے فلاں عطار کی دوکان سے عطر کی ایک شیشی لیتے آنا۔ جب وہ شخص دہلی میں اس عطار کی دوکان پر پہنچا۔ تو اُس نے دیکھا کہ قسم قسم کے عطر نہایت خوبصورت شیشیوں میں بھرے پڑے ہیں۔ اور دوکان خوشبو سے مہک رہی ہے۔ اور لوگ اپنی اپنی ضرورت کیموافق عطر خرید رہے ہیں۔ پس اُس نے بھی فرمائش کے مطابق ایک شیشی عطر کی خریدی۔ پر اس قدر خوشبودار عطروں کے پاس ہونے کے سبب اس کو اپنی خریدی ہوئی شیشی چنداں خوشبودار معلوم نہ ہوئی۔ یہانتک کہ اُس نے جرأت کر کے عطار کو شکایت کے طور پر کہا۔ کہ یہ شیشی عطر کی تو مجھ کو بہت دُور لے جانی ہے۔ اور لوگ شوق سے آکر اس کو دیکھیں گے۔ کہ یہ مشہور دوکان سے آئی ہے۔ پر افسوس کہ تُونے اپنے نام کی عزت کے لائق مجھے عطر نہیں دیا۔ جو بہت خوشبودار اور لطیف ہوتا۔ عطار نے جواب دیا۔ کہ تُو اس کو لیجا۔ اور ایسا نہ سمجھ کہ یہ ادنیٰ عطر ہے۔ باہر جاکر تُو اس کی قدر و قیمت کو معلوم کرے گا۔ پس وہ وہاں سے چل پڑا۔ اور اپنے وطن کی راہ لی اور اس شیشی کو اپنے ساتھ رکھا۔ وہ جس راہ سے گزرتا تھا۔ اُس راہ پر پیچھے سے آنیوالے اس عطر کی خوشبو کو پاتے۔ اور آپس میں کہتے۔ کہ یہاں سے کوئی شخص نہایت خوشبودار عطر لیکر گزرا ہے۔"

القادیان

یہ بات پیش ہوئی۔ کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضورؑ کے اِس الہام (وحی) میں کہ انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ لفظ قادیان پر ال کیوں آیا ہے۔

حضرت اقدس امام علیہ السلام نے فرمایا۔" اول تو اور بھی کئی ایک گاؤں کا نام قادیان ہے۔اس واسطے ال آیا ہے۔اور دوم یہ کہ یہ لفظ اصل میں قاضیان تھا۔یعنی اس گاؤں کا پہلا نام قاضیان تھا۔اور اس نام میں خدا تعالیٰ نے ایک پیشگوئی رکھی ہوئی تھی۔کہ اس جگہ وہ شخص پیدا ہوگا۔جو حَکَماً عَدلاً ہوگا۔اس لئے ایک وضعی مادہ کے محفوظ رکھنے کے واسطے اس لفظ پر ال لایا گیا ہے"

تکبّر کو توڑو

۳۔جون ۱۹۰۱ء۔اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی تعریف میں جو فرمایا ہے:۔
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "ایک تو اس کے یہ معنے ہیں۔کہ قرآن شریف کی ایسی تاثیر ہے۔کہ اگر پہاڑ پر وہ اُترتا تو پہاڑ خوفِ خدا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔اور زمین کے ساتھ مل جاتا۔جب جمادات پر اس کی ایسی تاثیر ہے۔تو بڑے ہی بیوقوف وہ لوگ ہیں۔جو اس کی تاثیر سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔اور دُوسرے اِس کے یہ معنے ہیں۔کہ کوئی شخص محبتِ الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کرسکتا۔کہ جبتک دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔اوّل تکبّر کو توڑنا جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اُونچا کیا ہوا ہوتا ہے۔گر کر زمین سے ہموار ہو جائے۔اسی طرح انسان کو چاہیئے۔کہ تمام تکبّر اور بڑائی کے خیالات کو دُور کرے۔عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے۔اور دوسرے یہ ہے۔کہ پہلے تمام تعلقات اس کے ٹوٹ جاویں۔جیساکہ پہاڑ ٹوٹ کر مُتصدِّعًا ہو جاتا ہے۔اینٹ سے اینٹ جُدا ہو جاتی ہے۔ایسا ہی اس کے تعلقات جو موجب گندگی اور الٰہی نارضامندی کے تھے۔وہ سب تعلقات ٹوٹ جائیں۔اور اب اس کی مُلاقاتیں اور دوستیاں اور محبتیں اور عداوتیں صرف اللہ تعالےٰ کے لئے رہ جائیں"۔

رسُول اللہ صلعم سے سلام کا مطلب

فرمایا۔ "حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو السّلام علیکم کہا ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی۔ کہ باوجود لوگوں کی سخت مخالفتوں کے اوران کے طرح طرح کے بد اور جانستاں منصوبوں کے وہ سلامتی میں رہیگا۔ اور کامیاب ہوگا۔ ہم کبھی اس بات پر یقین اور اعتقاد نہیں کر سکتے۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی طور سے سلام فرمایا۔ آنحضرتؐ کے لفظ لفظ میں معارف اور اسرار ہیں"

(۵) ڈائری حضرت امام صادق علیہ السلام

رُعبِ عدالت

جُون سنہ ۱۹۰۱ء۔ عدالتوں کا ذکر اور عدالتوں میں گواہوں کا وکلاء اور حاکموں کے رعب میں آجانیکا کچھہ ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ "عدالتوں میں اکثر گواہوں پر حاکموں اور وکیلوں کا ایسا رُعب پڑ جاتا ہے۔ کہ وہ انسانوں کے حقوق کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اور کچھہ نہ کچھ بیجا اور غلط بات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ جس سے ظلم پیدا ہوتا ہے۔ عدالتوں کا رعب بھی ایک شرک ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ"

ایک جج کے متعلق رؤیاء

فرمایا۔ "بعض انگریز مقدمات کے فیصلہ کرنے میں بہت چھان بین کرنے اور غور سے سوچ سوچکر فیصلہ کرتے ہیں۔ قدرت کی بات ہے۔ کہ مَیں مرزا صاحب (والد صاحب) کے وقت میں زمینداروں کے ساتھ ایک مقدمہ پر امرتسر میں کمشنر کی عدالت میں

تھا۔ فیصلہ سے ایک دن پہلے کمشنر زمینداروں کی رعایت کرتا ہوا، اور اُنکی شرارتوں کی پرواہ نہ کرکے عدالت میں کہتا تھا۔ کہ یہ غریب لوگ ہیں۔ تم ان پر ظلم کرتے ہو۔ اس رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ انگریز ایک چھوٹے سے بچّہ کی شکل میں میرے پاس کھڑا ہے۔ اور مَیں اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ صبح کو جب ہم عدالت میں گئے۔ تو اس کی حالت ایسی بدلی ہوئی تھی۔ کہ گویا وہ پہلا انگریز ہی نہ تھا۔ اُس نے زمینداروں کو بہت ہی ڈانٹا۔ اور مقدمہ کا ہمارے حق میں فیصلہ کیا۔ اور ہمارا سارا خرچہ بھی اُن سے دلایا۔"

حاکم کیسا ہو

فرمایا "حاکم کے لئے دین کا ایک حصّہ یہ ہے۔ کہ وہ مقدمات میں اچھی طرح غور کرے۔ تاکہ کسی کا حق تلف نہ ہو جائے۔"

احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہونا

فرمایا "دیکھو جبتک انسان مستقل مزاج اور ٹھنڈی طبیعت کا نہ ہو۔ تو ان زمینی حاکموں کے سامنے کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ تو کیا حال ہوگا۔ اُسوقت جبکہ احکم الحاکمین کے سامنے لوگ کھڑے کئے جاویں گے۔"

مصلوب بموجب توریت

فرمایا "توریت کی رُو سے جو زنا کا نطفہ ہو، وہ ملعون ہوتا ہے۔ اور جو صلیب دیا جائے۔ وہ بھی ملعون ہوتا ہے۔ تعجّب ہے، کہ عیسائیوں نے اپنی نجات کے واسطے کفارہ کا مسئلہ گھڑ لیا۔ اور یہ تسلیم کرلیا۔ کہ یسوع صلیب پر جاکر ملعون ہوگیا۔ جب ایک لعنت کو اُنہوں نے یسوع کیواسطے رَوا رکھا ہے۔ تو پھر دُوسری لعنت کو بھی کیوں روا نہیں رکھ لیتے۔ تاکہ کفارہ زیادہ پختہ ہو جائے۔ جب لعنت کا لفظ آگیا

توپھر کیا ایک اور کیا دو۔ مگر قرآن شریف نے ان دونوں لعنتوں کا ردّ کیا ہے۔ اور دونوں کا جواب دیا ہے۔ کہ اُن کی پیدائش بھی پاک تھی۔ اور اُن کا مرنا عام لوگوں کی طرح تھا۔ صلیب پر نہ تھا"

ترکِ دُنیا

فرمایا "متّقی خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے۔ اور دُنیا اس کے پیچھے خود بخود آتی ہے۔ پر دُنیا دار۔ دُنیا کی خاطر رنج اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ پھر بھی اُسے دُنیا میں آرام نہیں ملتا۔ دیکھو صحابہؓ نے دُنیا کو ترک کیا۔ اور وہ دُنیا میں بھی بڑے مالدار ہُوئے۔ اور عاقبت کا بھی پھل کھایا؛

صادِق و کاذِب میں پہچان

سوال ہوُا۔ کہ بعض مخالف بھی الہامات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو صادِق اور کاذب میں کیا شناخت ہوئی۔ فرمایا "یہ بہت آسان ہے۔ وہ ہمارے مقابل میں آکر یہ دعویٰ شائع کریں۔ کہ اگر ہم سچے ہیں، تو ہمارا مخالف ہم سے پہلے مرجائے۔ تو ہمیں پختہ یقین خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ کہ اگر ایک دس برس کا بچہ جس کے واسطے زندگی کے تمام سامان موجود ہوں۔ اور کثیر حصہ اس کی عمر کا باقی ہووے، یہ دعویٰ کر کے ہمارے بر خلاف کھڑا ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے ہم سے پہلے موت دیگا"

(۶) ڈائری امام ہمام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

"تقویٰ کی باریک راہیں"

جون ۱۹۰۱ء۔ فرمایا "تقویٰ والے پر خُدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ تقویٰ خالص ہو۔ اور اس میں شیطان کا کچھ حصّہ نہ ہو۔

ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں۔ اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو۔ تو خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے۔ وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے۔ ورنہ ساری دُنیا اکٹھی ہو جائے۔ تو ان کو ایک ذرہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی۔ چونکہ وہ دُنیا میں نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوتا ہے۔ کہ خدا کی راہ میں تکالیف اُٹھانے کا نمونہ بھی لوگوں کو وہ دکھائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردد نہیں ہوتا۔ کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں۔ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا۔ کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے۔ مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دُکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور اس میں خود ان کے لئے نیکی ہے۔ کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انبیاء اور اولیاء کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی جیسی کہ یہود کو لعنت اور ذلت ہو رہی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی۔ مگر دیکھو جنگ حنین میں حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اِس میں یہی بھید تھا۔ کہ آنحضرت کی شجاعت ظاہر ہو۔ جبکہ حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے۔ کہ مَیں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانیکا کسی نبی کو موقعہ نہیں ملا۔ ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں۔ کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جاویں۔ کہ ہم نماز و روزہ کے پابند ہیں۔ یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا۔ چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔ تقویٰ کا مضمون باریک ہے۔ اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو۔ خدا اس کے عمل کو واپس اُلٹا کر اسکے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تجھے کہے۔ کہ تُو نے قلم چُرایا ہے۔ تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے۔ یہ طیش اس واسطے ہوُا کہ رُوبحق نہ تھا۔ جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ

آجائیں۔ وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کیطرح ہیں مگر اصل تقویٰ ہے۔
اِس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔ جو
متقی ہے، اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں۔ اور اگر تقویٰ نہیں، تو الہامات بھی قابلِ
اعتبار نہیں۔ اُن میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے
سے نہ پہچانو۔ بلکہ اُسکے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو۔ اور اندازہ کرو۔
سب طرح سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاءؑ کے نمونہ
کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے۔ سب کا مدعا یہی ہے۔ کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ ان
اولیاءہ الا المتقون۔ مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔
کمال نبیؐ کا کمال اُمت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔
صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسلئے آنحضرتؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہوئے۔ کمالاتِ نبوت ختم
ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے۔ اور معجزات
دیکھنا چاہے۔ اور خارق عادت دیکھنا منظور ہو۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی زندگی
بھی خارق عادت بنالے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی
طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کیلئے
ہر ایک تکلیف اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اِس راہ پر قدم اُٹھاتا
ہے۔ تو شیطان اسپر بڑے بڑے حملے کرتا ہے۔ لیکن ایک حد پر پہنچکر آخر شیطان
ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے۔ کہ جب اِنسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ
خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظاہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے مختصر خلاصہ
ہماری تعلیم کا یہی ہے۔ کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے"۔

مسیح ناصری کی پیدائش

مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا "ہمارا ایمان اور
اعتقاد یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں

ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ اُن کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا
خدا مُردہ خدا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی دُعاء قبول نہیں ہوتی، جو یہ خیال کرتے ہیں۔
کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ نہیں پَیدا کر سکتا۔ ہم ایسے آدمیوں کو دائرہ اسلام
سے خارج سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو یہ دکھانا چاہتا
تھا۔ کہ تمہاری حالتیں ایسی ردّی ہوگئی ہیں۔ کہ اَب تم میں کوئی اس قابل نہیں، جو
نبی ہو سکے۔ اِس واسطے آخری خلیفہ موسوی کو اللہ تعالیٰ نے بے باپ پَیدا کیا۔ اور
ان کو سمجھایا۔ کہ اب شریعت تمہارے خاندان سے گئی۔ اسی کی مثل آج یہ سِلسلہ
قائم کیا ہے۔ کہ آخری خلیفہ محمدیؐ یعنی مہدی و مسیح کو سیدوں میں سے نہیں بنایا۔
بلکہ فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک کو خلیفہ بنایا۔ تاکہ یہ نشان ہو۔ کہ نبوّت
محمدیؐ کی گدی کے دعویداروں کی حالتِ تقویٰ اب کیسی ہے"۔

شخصی تبلیغ چنداں مُفید نہیں

فرمایا "انبیاءؑ کا قاعدہ ہے۔ کہ شخصی تدبیر نہیں کرتے۔ نوع کے پیچھے پڑتے
ہیں۔ جہاں شخصی تدبیر آئی وہاں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ
علیہ السلام کے ساتھ یہ حال ہوُا"۔

(۷) ڈائری حضرت اقدس امام علیہ السلام

تمہید۔ قادیان آنے کی ضرورت

۱۷؍ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء کی رات کو حضرت اقدسؑ مقدمہ دیوار پر گورداسپور گئے ہوئے
تھے۔ اس رات کو گرمی کی شدّت تھی۔ اکثر لوگ بے خوابی سے پریشان ہو رہے
تھے۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جو جماعت انبیاء
کی طرح فطرتاً آگ سے پناہ چاہنے والے اور برد میں سلامتی چاہنے والے تھے۔

اپنے بالاخانہ پر ٹہل رہے تھے۔ کہ آپکو ٹھنڈے پانی کی خواہش ہوئی۔ کوچہ میں چند نوجوان احتیاطاً حفاظت کیلئے پہرہ دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مولوی صاحبؓ نے اُن کو فرمایا۔ کہ کوئی ایسا باہمت تم میں ہے۔ جو تازہ ٹھنڈا پانی کنوئیں سے لائے۔ ایک جوان حصولِ ثواب کا خواہشمند دوڑا ہوا گیا۔ اور پانی لے آیا۔ مگر مولوی صاحبؓ تیسری چھت پر اور دروازے بند۔ ناچار مولوی صاحب نے اُوپر سے کپڑا لٹکایا۔ اور پانی اُوپر کھینچا۔ اور مولوی صاحب نے پانی پیا۔ اور فرمایا۔ کہ اتنی دیر میں پانی کی آب جاتی رہتی ہے۔ یہ سارا قصّہ صرف اِس آخری فقرہ کی خاطر مَیں نے بیان کیا ہے۔ جو حضرت مولوی صاحب کے منہ سے نکلا ہے۔ اللہ اللہ اگر تم چشمہ کے سر پر بیٹھ کر چشمہ کا پانی پیؤ۔ تو اس کی کیا کیفیّت ہوتی ہے۔ اور اگر اس پانی کو دُور لیجاؤ۔ اور اس پر بہت زمانہ گذر جائے۔ تو پھر رفتہ رفتہ اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ شریعت کی مثال عالم کشف میں پانی کے ساتھ ہے۔ دیکھو یہود کا حضرت عیسےٰؑ کے زمانہ تک کیا حال ہوا۔ اور پھر نصاریٰ و یہود نے آنحضرتؐ کے وقت کیا کیا۔ کیا کرتوتیں دکھائیں۔ دُور کیوں جاؤ۔ اِس زمانہ میں مسلمانوں نے حضرت اِمام مہدیؑ کیساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ لوگ چشمۂ ہدایت سے ایسی نفرت کرنیوالے اور دُور بھاگنے والے ہوئے۔ کہ قرآن کے ہوتے ہوئے ان کے پاس کوئی قرآن نہیں۔ اور نُور کے ہوتے ہوئے ان کے درمیان کوئی نور نہیں۔ یہ سب اِس وجہ سے ہے۔ کہ یہ لوگ اس چشمہ سے دُور جا پڑے ہیں۔ ورنہ شریعت کا پانی ابتک ویسا ہی صاف اور پاک ہے۔ جَیسا کہ پہلے تھا۔ جس کا جی چاہے مسیح موعودؑ کے قدموں میں رہ کر اس بات کو آزمالے صدق اور اخلاص کیساتھ اِس پاک امامؑ کی صحبت اِنسان کو کیا کچھ انعام کا مستحق کرتی ہے۔ اِس پاک اور خدانما مجلس کی گفتگو ایک ادنیٰ سا نمونہ تم اس ڈائری میں دیکھتے ہو۔ اور اس کی مثال بھی اسی پانی کی سی ہے۔ جو چشمہ سے دُور کسی کیواسطے بھیجا جاوے۔ اول تو سب باتوں۔ کیفیتوں اور حالات کو اِنسان لکھ ہی کب سکتا ہے۔ پھر اگر لکھا بھی جاتا ہے۔ تو اصل لفظ سارے کے سارے بعینہٖ کہاں محفوظ رہتے ہیں۔ بعض دفعہ

حضرت اقدسؑ کی بات کا صرف مطلب ہی یاد رہتا۔ جس کو میں اپنے لفظوں میں لکھ لیتا تھا۔ اور بعض دفعہ حضرت کے الفاظ بعینہٖ یاد بھی رہتے تھے۔ یا اکثر ساتھ ساتھ لکھ لئے جاتے تھے۔ مگر بہر حال وہ بات کہاں جو موجود میں حاصل ہوتی ہے۔ حاضر و غائب کیونکر یکساں ہو سکتے ہیں۔ اپنا حرج کر کے امام کی خدمت میں اکثر آنیوالے اور اپنے دنیوی فوائد کو مقدم رکھکر گھر میں بیٹھ رہنے والے کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔ میرے دوستو! اُٹھو کمر ہمت چست کرو۔ دُنیا کے خیالات کو لات مارو۔ دُعا مانگو کہ امامؑ کی خدمت میں اکثر رہنے کی تمہیں توفیق حاصل ہو۔ اب میں ڈائری شروع کرتا ہوں:۔

ڈائری

حافظ محمدؐ یُوسف

١٩۔ جولائی ١٩٠١ء حافظ محمدؐ یُوسف صاحب کا ذکر آیا۔ کہ بعض باتوں پر اعتراض کرتے تھے۔ فرمایا "ان کو تو سرے سے سب باتوں سے انکار ہے۔ جبکہ قرآن شریف نے صداقت نبوّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں لوتقول والی دلیل پیش کی ہے۔ حافظ صاحب اس سے انکار کرتے ہیں تو پھر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تُو اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر لوگوں کو سُنائے۔ اور اس کو میری طرف منسوب کرے۔ اور کہے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ حالانکہ وہ خدا کا کلام نہ ہو۔ تو تُو ہلاک ہو جائے گا۔ یہی دلیل صداقت نبوّت محمدیہ مولوی آل حسن صاحب اور مولوی رحمت اللہ صاحب نے نصاریٰ کے سامنے پیش کی تھی، تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔ اور اب یہی دلیل قرآنی ہم اپنے دعویٰ کی صداقت میں پیش کرتے ہیں۔ حافظ صاحب اور ان کے ساتھی اکبر بادشاہ کا نام لیتے ہیں۔ مگر یہ ان کی سراسر غلطی ہے۔ تقول کے معنے ہیں۔ کہ جھوٹا کلام پیش کرنا۔ اگر اکبر باشاہ نے ایسا

دعویٰ کیا تھا۔ تو اس کا کلام پیش کریں۔ جس میں اُس نے کہا ہو۔ کہ مجھے خدا کی طرف سے یہ یہ الہام ہوئے ہیں۔ ایسا ہی روشن دین جالندھری اور دوسرے لوگوں کا نام لیتے ہیں۔ مگر کسی کے متعلق یہ نہیں پیش کر سکتے۔ کہ اُس نے کون سے جھوٹے الہامات شائع کیے ہیں۔ اگر کسی کے متعلق ثابت شدہ معتبر شہادت کیساتھ حافظ صاحب یا ان کے ساتھی یہ ثابت کر دیں۔ کہ اُس نے جھوٹا کلام خدا پر لگایا حالانکہ خدا کی طرف سے وہ کلام نہ ہو۔ اور پھر ایسا کرنے پر اس نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر عمر پائی ہو۔ یعنی ایسے دعوے پر وہ ۲۳ سال زندہ رہا ہو۔ تو ہم اپنی ساری کتابیں جلا دیں گے۔ ہمارے ساتھ کینہ کرنے میں ان لوگوں نے ایسا غلو کیا ہے۔ کہ اِسلام پر ہنسی کرتے ہیں۔ اور خدا کے کلام کے مخالف بات کرتے ہیں۔ گو ان کی ایسی بات کرنے سے قرآن جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہم کو جھٹلاتے ہیں۔ مگر تعصب بُرا ہے۔ ایسی بات بولتے ہیں۔ جس سے قرآن شریف پر زد ہو۔ ہمارا تو کلیجہ کانپتا ہے، کہ مسلمان ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ مسلمان تھے۔ کہ بظاہر ضعیف حدیث میں بھی اگر کوئی سچائی پاتے تو اس کو قبول کرتے، اور مخالفوں پر حجت میں پیش کرتے۔ اور ایک یہ ہیں کہ قرآن کی دلیل کو نہیں مانتے ہم تو حافظ صاحب کو بلاتے ہیں۔ کہ شائستگی سے خلق و محبّت سے چند دن یہاں آکر رہیں۔ ہم ان کا حرجانہ دینے کو تیار ہیں۔ نرمی سے ہمارے دلائل کو سُنیں۔ اور پھر اپنا اِعتراض کریں۔ مولوی احمد اللہ صاحب کو بھی بیشک اپنے ساتھ لائیں'':

براہین احمدیّہ کی پیشگوئیوں پر غور

بابو محمدؐ صاحب نے عرض کی۔ کہ حافظ محمدؐ یوسف صاحب اعتراض کرتے تھے۔ کہ مولوی عبد الکریم صاحب نے الحکم میں یہ کفر لکھا ہے۔ کہ یہ وہ احمدؐ عربی ہے۔ فرمایا۔ ''حافظ صاحب سے پُوچھو۔ کہ براہین احمدیّہ میں جو میرا نام محمدؐ لکھا ہے۔ اور مسیح

بھی لکھا ہے۔ اور تم لوگ اس کو پڑھتے رہے۔ اور اس کتاب کی تعریف کرتے رہے۔ اور اس کے ریویو میں لمبی چوڑی تحریریں لکھتے رہے۔ تو اس کے بعد کونسی نئی بات ہوئی ہے۔ مولوی نذیر حسین دہلوی نے اس کتاب کے متعلق خود میرے سامنے کہا تھا۔ کہ اسلام کی تائید میں جیسی عمدہ یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس وقت منشی عبدالحق صاحب بھی موجود تھے۔ اور بابو محمدؐ صاحب بھی موجود تھے۔ یہ وہ زمانہ براہین کا تھا۔ جبکہ تم خود تسلیم کرتے تھے۔ کہ اس میں کوئی بناوٹ وغیرہ نہیں۔ اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا۔ تو کیا انسان کے لئے ممکن تھا۔ کہ اتنی مدت پہلے سے اپنی پٹڑی جمائے۔ اور ایسا لمبا منصوبہ سوچے۔ اب چاہیئے، کہ یہ لوگ اس نفاق کا جواب دیں۔ کہ اُس وقت کیوں ان لوگوں کو یہی باتیں اچھی معلوم ہوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ کہ مہدی جو آنیوالا ہے۔ اسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام، اور اس کی ماں کا نام میری ماں کا نام ہوگا۔ اور وہ میرے خلق پر ہوگا۔ اس سے آنحضرتؐ کا یہی مطلب تھا۔ کہ وہ میرا مظہر ہوگا۔ جیساکہ ایلیاء نبی کا مظہر یُوحنّا نبی تھا۔ اِسکو صُوفی بروز کہتے ہیں۔ کہ فلاں شخص مُوسیٰؑ کا مظہر اور فلاں عیسیٰؑ کا مظہر ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ اٰخرین مِنھُم سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو مہدی کیساتھ ہوں گے۔ اور وہ قائم مقام صحابہؓ کے ہونگے۔ اور ان کا امام یعنی مہدی قائم مقام حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوگا۔ فقط

(۸) ڈائری حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام

افراط و تفریط کا بدلہ

کسی مقام پر ایسی کثرت بارش کا ذکر تھا جس سے بہت نقصان کا اندیشہ ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا ”جیساکہ لوگ احکام الٰہی کے معاملہ میں افراط و تفریط کرتے ہیں۔

اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی ان کیساتھ افراط و تفریط کا معاملہ کرتا ہے"۔

وظیفۂ استغفار

ایک شخص نے پُوچھا۔ کہ مَیں کیا وظیفہ پڑھا کروں۔ فرمایا "استغفار بہت پڑھا کرو۔ اِنسان کی دوؔ ہی حالتیں ہیں۔ یا تو وہ گناہ ہی نہ کرے۔ اور یا اللہ تعالیٰ اسکو گناہ کے بد انجام سے بچالے۔ سو استغفار پڑھنے کے وقت دونوں معنوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی پَردہ پوشی چاہے۔ اور دوسرا یہ کہ خدا سے توفیق چاہے۔ کہ آیندہ گناہوں سے بچالے۔ مگر استغفار صرف زبان سے پُورا نہیں ہوتا، بلکہ دِل سے چاہیئے۔ نماز میں اپنی زبان میں بھی دُعا مانگو یہ ضروری ہے"۔

تقویٰ سے مُراد کیا ہے

فرمایا "تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑھ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں۔ ہر ایک باریک در باریک گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں۔ کہ جس امر میں بدی کا شُبہ بھی ہو۔ اس سے بھی کنارہ کرے"۔

دِل کی مثال

فرمایا "دل کی مثال ایک بڑی نہر کی سی ہے۔ جس میں سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔ جن کو سُوا کہتے ہیں۔ یا راجباہا کہتے ہیں۔ دِل کی نہر میں سے بھی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔ مثلاً زبان وغیرہ۔ اگر چھوٹی نہر یعنی سُوئے کا پانی خراب اور گندہ اور مَیلا ہو۔ تو قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ بڑی نہر کا پانی خراب ہے۔ پس اگر کسی کو دیکھو کہ اس کی زبان یا دست و پا۔ وغیرہ میں سے کوئی عضو ناپاک ہے۔ تو سمجھو کہ اس کا دِل بھی ایسا ہی ہے"۔

غیروں سے علیحدگی کی ضرورت

اپنی جماعت کا غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا "صبر کرو۔ اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے۔ اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے۔ اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دُنیا میں رُوٹھے ہوئے، اور ایک دُوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے۔ تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کے لئے ہے۔ تم اگر ان میں ملے جُلے رہے۔ تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے، وہ نہیں رکھیگا۔ پاک جماعت جب الگ ہو، تو اس میں ترقی ہوتی ہے"

معراج کی حقیقت

حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی بابت کسی نے سوال کیا۔ فرمایا "سب حق ہے معراج ہوئی تھی۔ مگر یہ فانی بیداری اور فانی اشیاء کیساتھ نہ تھی۔ بلکہ وہ اور رنگ تھا۔ جبرئیل بھی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا۔ اور نیچے اترتا تھا۔ جس رنگ میں اُس کا اُترنا تھا۔ اُسی رنگ میں آنحضرتؐ کا چڑھنا ہوا تھا۔ نہ اُترنے والا کسی کو اُترتا نظر آتا تھا نہ چڑھنے والا کوئی چڑھتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ حدیث شریف میں جو بخاری میں ہے آیا ہے۔ ثم استیقظ۔ یعنی پھر جاگ اُٹھے"

طوفانِ نوحؑ کی حقیقت

حضرت نوحؑ کی کشتی کا ذکر تھا۔ فرمایا "بائیبل اور سائنس کی آپس میں ایسی عداوت ہے۔ جیسی کہ دو سوکنیں ہوتی ہیں۔ بائیبل میں لکھا ہے۔ کہ وہ طوفان ساری دنیا میں آیا۔ اور کشتی تین سو ہاتھ لمبی اور پچاس ہاتھ چوڑی تھی۔ اور اسمیں

حضرت نوحؑ نے ہر قسم کے پاک جانوروں میں سے سات جوڑے، اور ناپاک میں سے دو جوڑے ہر قسم کے کشتی میں چڑھائے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اوّل تو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کیا۔ جب تک رسُول کے ذریعہ سے اس کو تبلیغ نہ کی ہو۔ اور حضرت نوحؑ کی تبلیغ ساری دُنیا کی قوموں تک کہاں پہنچی تھی۔ جو سب غرق ہو جاتے۔ دوّم۔ اتنی چھوٹی سی کشتی میں جو صرف تین سَو ہاتھ لمبی اور ۵۰ ہاتھ چوڑی ہو۔ ساری دُنیا کے جانور بہائم چرند پرند سات سات جوڑے یا دو دو جوڑے کیونکر سما سکتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب میں تحریف ہے۔ اور اس میں بہت سی غلطیاں داخل ہو گئی ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ بعض سادہ لوح علماء اسلام نے بھی ان باتوں کو اپنی کتابوں میں درج کر لیا ہے۔ مگر قرآن شریف ہی ان بے معنی باتوں سے پاک ہے۔ اِسپر ایسے اِعتراض وارد نہیں ہو سکتے۔ اس میں نہ تو کشتی کی لمبائی چوڑائی کا ذکر ہے۔ اور نہ ساری دُنیا پر طوفان آنیکا ذِکر ہے۔ بلکہ صرف الارض یعنی وہ زمین جس میں نوحؑ نے تبلیغ کی۔ صرف اس کا ذکر ہے۔ لفظ ارارات جسپر کشتی ٹھیری اصل ارا ریت ہے۔ جسکے معنے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی کو دیکھتا ہوں۔ ریت پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے لفظ جودی رکھا ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ میرا جود و کرم۔ یعنی وہ کشتی میرے جود و کرم پر ٹھیری"۔

جہاد مدافعت کے لئے تھا

فرمایا "نادان مولوی ذرا ذرا بات پر جہاد کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حالانکہ جہاد تو آخر الحیل تھا۔ یہ اس کو اول الحیل بناتے ہیں۔ کوئی بدذات کسی طرح بھی باز نہ آوے۔ تب حکم تھا۔ کہ تلوار چلاؤ۔ اور یہ بات صاف ہے۔ کہ جب تمام مسائل سُنائے جائیں۔ روشن دلائل دئے جاویں۔ پھر بھی خدا کا نمکحرام خدا کے نشانات کا مُنکر باز نہ آوے۔ اور دین میں سدِ راہ بنے۔ تو ایسے کیلئے خس کم

جہاں پاک کہنا بیجا نہیں۔ پیغمبر خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خود تلوار نہیں اُٹھائی۔ صرف مدافعت کے لئے ایسا کیا گیا۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انہوں نے تلوار اُٹھائی۔ اور آخر وہ تلوار انہیں کی اُن پر پڑی"۔

ایک شخص نے کہلا بھیجا۔ کہ مَیں ہندوستان سے کوئی مولوی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ جو آپ کے ساتھ گفتگو کرے۔ مگر مولوی لوگ قادیان آنا پسند نہیں کرتے آپ بٹالہ میں آجاویں۔ فرمایا" قادیان سے وہ لوگ اِسی واسطے نفرت رکھتے ہیں۔ کہ مَیں قادیان میں ہوں۔ پھر اگر مَیں بٹالہ میں ہوُا، تو بٹالہ اُن کے لئے نفرت کا مقام بنجائیگا۔ قادیان میں وہ ہمارے پاس نہ ٹھہریں۔ کسی اور کے پاس جہاں چاہیں، قیام کریں۔ یہاں دہریئے موجود ہیں اُن کے پاس ٹھہریں ہم بحث کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا مطلب صرف سمجھا دینا ہے۔ اگر ایک دفعہ اُن کو تسلّی نہ ہووے۔ پھر سُنیں، پھر سُنیں"۔

فرمایا" اِس دُنیا سے اُس جہان میں جانے کے لئے مُردوں کے واسطے تو ایک راہ بنا ہوُا ہے۔ اور مُردے ہمیشہ جایا کرتے ہیں۔ مگر اس کے سوا اور کوئی دوسری سڑک نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ بھی اسی مُردوں والی سڑک کی راہ گئے۔ جو مُردوں میں جا بیٹھے۔ ورنہ حضرت یحییٰؑ کے پاس کیونکر جا بیٹھے"۔

فرمایا" تقویٰ کا اثر اِسی دُنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف اُدہار نہیں نقد ہے۔ بلکہ جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے۔ اسیطرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے"۔

(۹) ڈائری حضرت امام علیہ السّلام

بندش دیوار کی خبر احادیث میں

دیوار کے مقدمہ کی فتحیابی پر فرمایا" اس دیوار کیوجہ سے قریباً ڈیڑھ سال راستہ

بند رہ کر ایک محاصرہ ہمیں رہا ہے۔ اس کی خبر بھی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ جو حدیث میں موجود ہے"

آسمان سے مُراد

اِس بات پر کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مسیح کا نزول ہوگا۔ فرمایا" جو شے اُوپر سے یعنی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ سب کی نظریں اُس کی طرف پھر جاتی ہیں۔ اور سب آسانی سے اُس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ چیز جلد مشہور ہو جاتی ہے۔ پس اس لفظ میں ایک استعارہ ہے۔ کہ مسیح کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیگا۔ کہ بہت جلد اس کی شہرت ہو گی۔ چنانچہ یہ امر اس زمانہ کے اسباب ریل، ڈاک، مطبع وغیرہ سے ظاہر ہے"

قرآن کافی ہے

فرمایا" کُل چیزیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اگر انسان عقلمند ہو۔ تو اس کے لئے وہ کافی ہے"

قرآن شریف میں آئندہ کی ضروریات موجود ہیں

فرمایا۔" یورو پین لوگ جب معاہدہ کرتے ہیں تو اس کی ترکیب عبارت ایسی رکھدیتے ہیں۔ کہ دراز عرصہ کے بعد بھی نئی ضرورتوں اور واقعات کے پیش آنے پر بھی اسمیں اِستدلال اور استنباط کا سامان موجود ہوتا ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں آئندہ کی ضرورتوں کے مواد اور سامان موجود ہیں"

نظر نیچی رکھو

فرمایا" مومن کو نہیں چاہیئے۔ کہ دریدہ دہن بنے، یا بے محابا اپنی آنکھ کو

اُٹھائے پھرے۔ بلکہ یغضوا من ابصارھم پر عمل کرکے نظر نیچی رکھنی چاہیئے
اور بدی کے اسباب سے بچنا چاہیئے"

تقلید کی ضرورت

ایک دفعہ ایک واعظ ایسے طرز پر حضرتؑ کے سامنے گفتگو کرتا تھا۔ کہ گویا اس کے نزدیک حضرتؑ بھی فرقہ وہابیہ کے طرفدار ہیں۔ اور اپنے تئیں بار بار حنفی اور وہابیوں کا دشمن ظاہر کرتا تھا، اور کہتا تھا۔ کہ حق کا طالب ہوں۔ اسپر حضرتؑ نے فرمایا" اگر کوئی محبت اور آہستگی سے ہماری باتیں سُنے۔ تو ہم بڑی محبت کرنیوالے ہیں۔ اور قرآن اور حدیث کے مطابق ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی اس طرح فیصلہ کرنا چاہے کہ جو اَمر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہو۔ اُسے قبول کریگا۔ اور جو ان کے برخلاف ہو۔ اُسے رَد کردیگا۔ تو یہ امر عین سر در عین مدعا ہے۔ اور عین آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید کو چھوڑنا ایک اباحت ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص مجتہد نہیں ہے۔ ذرا سا علم ہونے سے کوئی متابعت کے لائق نہیں ہو جاتا۔ کیا وہ اس لائق ہے۔ کہ سارے متقی اور تزکیہ کرنیوالوں کی تابعداری سے آزاد ہو جاوے۔ قرآن شریف کے اسرار سوائے مطہر اور پاک لوگوں کے اور کسی پر نہیں کھولے جاتے۔ ہمارے ہاں جو آتا ہے۔ اُسے پہلے ایک حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں یہ چاروں مذہب اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں۔ اور اسلام کے واسطے ایک چار دیوار۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حمایت کے واسطے ایسے اعلیٰ لوگ پیدا کئے۔ جو نہایت متقی اور صاحبِ تزکیہ تھے۔ آجکل کے لوگ جو بگڑتے ہیں۔ اِس کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ اماموں کی متابعت چھوڑ دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کو دو قسم کے لوگ پیارے ہیں۔ اوّل وہ جنکو اللہ تعالیٰ نے خود پاک کیا اور علم دیا۔ دوم وہ جو ان کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان لوگوں کی تابعداری کرنیوالے بہت اچھے ہیں۔ کیونکہ ان کو تزکیہ نفس عطاء کیا گیا تھا۔ اور

رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے قریب کے ہیں۔ مَیں نے خود سُنا ہے۔ کہ بعض لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سخت کلامی کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔"

ایک الہام

(از نوٹ بک مولوی شیر علی صاحب)

۱۵ راگست سنہ ۱۹۰۱ء کی صبح کو الہام ہوا:۔

والی اراى بعض المصائب تنزل ۔

(۱۰) ڈائری حضرت امام آخر الزمان علیہ السّلام

اچھّی زِندگی

۲۶ راگست سنہ ۱۹۰۱ء۔ صبح بوقت سیر۔ فرمایا:" اچھی زندگی وہ ہے۔ جو عمدہ ہو۔ اگرچہ تھوڑی ہو۔ حضرت نوحؑ کے مقابلہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر نہایت مفید تھی۔ تھوڑے سے عرصہ میں آپؐ نے بڑے بڑے مفید کام کیئے۔ انبیاءؑ کے اقوال میں ایک اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ قوت قدسیّہ رکھتے ہیں۔ یہ قوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ تھی۔ دیکھو۔ ایک آدمی کو راہ پر لانا اور سمجھانا کیسا مشکل ہوتا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کروڑوں آدمی راہ پر آ گئے۔ اس وقت دُنیا میں تمام مذاہب کے مقابلہ پر سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ بعض جغرافیہ دانوں نے مسلمانوں کی تعداد کم لِکھی ہے۔ مگر محققین نے بڑے بڑے ثبوت دیکر اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ کِسی بات کا اثر دو طرح پر ہوتا ہے۔ اعتقاداً و عملاً۔ اِعتقادی طور پر سارے مسلمان کلمہ طیّبہ لا الٰہ الا اللّٰہ پر قائم ہیں۔ اور عملی طور پر مثلاً سؤر کا نہ کھانا تمام

مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فرقہ یا ملک کے ہوں۔ سب میں نہائیت شدّت کیساتھ اِسپر عمل ہوتا ہے۔ بدی کے ارتکاب میں سے جھوٹ بولنا سب سے زیادہ آسان اور جلدی ہوسکنے والا ہے۔ کیونکہ زناء چوری وغیرہ کے واسطے قوت، مال، ہمت، دلیری چاہیئے۔ مگر جھُوٹ کے واسطے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صرف زبان ہلا دینی پڑتی ہے۔ باوجود اس کے صحابہؓ میں جھوٹ ثابت نہیں۔ آنحضرتؐ کے صحابہؓ میں سے کِسی نے بھی جھوٹ نہیں بولا۔ دیکھو کتنا بڑا اثر ہے۔ لیکن اس کے مقابل حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کو دیکھو۔ اپنے نبی کا عین اُس کی گرفتاری کے وقت اِنکار کردیا۔ ایک نے تیس روپے لیکر اس کو پکڑوا دیا۔ ایک حواری کہتا ہے۔ کہ مسیحؑ نے اتنے نشان دکھائے، کہ اگر لکھے جاویں۔ تو دُنیا میں نہ سمائیں۔ دیکھو یہ کتنا بڑا جھُوٹ ہے۔ جو باتیں اِس دُنیا میں ہوئیں، اور دکھاتے وقت سما گئیں۔ وہ بعد میں کیونکر نہ سما سکتیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں سب سے زیادہ قبول ہوئیں۔"

شرائطِ قبولیّتِ دُعاء

فرمایا "قبولیّتِ دُعا کیواسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ تب کسی کیواسطے دُعا قبول ہوتی ہے۔ شرطِ اوّل یہ ہے۔ کہ اتقاء ہو۔ یعنی جس سے دُعاء کرائی جائے۔ وہ دُعا کرنیوالا متقی ہو۔ تقویٰ احسن و اکمل طور پر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ میں کمال تقویٰ تھا۔ اصول تقویٰ کا یہ ہے۔ کہ انسان عبودیت کو چھوڑ کر الوہیت کے ساتھ ایسا ملجاوے۔ جیساکہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ ملکر ایک ہو جاتے ہیں۔ اُس کے اور خُدا کے درمیان کوئی شئے حائل نہ رہے۔ امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک یقینی بدیہی یعنی ظاہر دیکھنے میں ایک بات بُری یا بھلی ہے۔ دوم یقینی نظری۔ یعنی ایسا یقین تو نہیں۔ مگر پھر بھی نظری طور پر دیکھنے میں وہ امر اچھا یا بُرا ہو۔ سوم۔ وہ امور جو مشتبہ ہوں۔ یعنی ان میں شُبہ ہو۔ کہ شاید یہ بُرے ہوں۔ پس متقی وہ ہے۔ کہ اس احتمال اور شبہ سے بھی بچے۔ اور تینوں مراتب کو

طے کرے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ کہ شبہ اور احتمال سے بچنے کے لئے ہم دس باتوں میں سے نو۹ باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہیئے، کہ احتمالات کا سدِ باب کیا جاوے۔ دیکھو ہمارے مخالفوں نے اِس قدر تائیدات اور نشانات دیکھے ہیں۔ کہ اگر اُنمیں تقویٰ ہوتا۔ تو کبھی رُو گردانی نہ کرتے۔ ایک

کریم بخش

کی گواہی ہی دیکھو۔ جس نے رو رو کر اپنے بڑھاپے کی عمر میں جبکہ اُس کی موت بہت قریب تھی۔ یہ گواہی دی۔ کہ ایک مجذوب گلاب شاہ نے پہلے سے مجھے کہا تھا۔ کہ عیسیٰؑ قادیان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ لدھیانہ میں آویگا، اور تو دیکھیگا۔ کہ مولوی اس کی کیسی مخالفت کریں گے۔ اس کا نام غلام احمدؑ ہوگا۔ دیکھو یہ کیسی صاف پیشگوئی ہے۔ جو اُس مجذوب نے کی۔ کریم بخش کے پابند صوم و صلوٰۃ ہونے اور ہمیشہ سچ بولنے پر سینکڑوں آدمیوں نے گواہی دی۔ جیساکہ ازالہ اوھام میں مفصّل درج ہے۔ اب کیا تقویٰ کا یہ کام ہے۔ کہ اس گواہی کو جھٹلایا جاوے۔ تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے۔ اس میں ایک مصرع الہامی درج ہوا۔ وہ یہ ہے:-

الہامی مصرع

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے :: "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

اس میں دُوسرا مصرع الہامی ہے۔ جہاں تقویٰ نہیں، وہاں حسنہ حسنہ نہیں۔ اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ قرآن بھی اُنہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوتا ہے، جو تقویٰ اختیار کریں۔ ابتداء میں قرآن کے دیکھنے والوں کا تقویٰ یہ ہے۔ کہ جہالت اور حسد اور بخل سے قرآن شریف کو نہ دیکھیں، بلکہ نُورِ قلب کا تقویٰ ساتھ لیکر صدق نیّت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔ **دُوسری شرط** قبولیّت دُعاء کے واسطے یہ ہے۔ کہ جس کے واسطے اِنسان دُعاء کرتا ہو۔ اُس کے لئے قلب میں اضطرار پیدا ہو۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ

صاف وقت، لیلۃ القدر کے معنے

تیسری شرط یہ ہے۔ کہ وقت اصفی میسر آوے۔ ایسا وقت کہ بندہ اور اسکے رب میں کچھہ حائل نہ ہو۔ قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے۔ کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوسم یہ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا۔ یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے بعد وہ زمانہ آیا۔ جبکہ ملائکہ کا نزول ہوُا۔ کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ اُس کیساتھہ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے۔ جو ملائک اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم۔ لیلۃ القدر اِنسان کے لئے اسکا وقت اصفی ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عائیشۃؓ کو کہتے۔ کہ ارحنا یا عائشۃؓ۔ یعنی اے عائیشہؓ مجھ کو راحت و خوشی پہنچا۔ اور بعض وقت آپؐ بالکل دُعا میں مصروف ہوتے۔ جیساکہ سعدیؒ نے کہاہے۔ وقت چنیں بودے کہ بجبرئیل و میکائیل پرداختے و دیگر وقت باحفصہ و زینب در ساختے۔

جتنا جتنا وقت اِنسان خدا کے قریب آتا ہے۔ یہ وقت اسے زیادہ میسر آتا ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے۔ کہ پوُری مدت دعا کی حاصل ہو۔ یہاں تک خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبت و اخلاص والے کو جلدی نہیں چاہیئے۔ بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیئے۔

(۱۱) ڈائری حضرت امام آخرالزمان علیہ السلام

مُخالفین کے اقسام

۲۸ راگست سنہ ۱۹۰۱ءکی صبح کو حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ "ہمارے مخالف ۲ دو قسم کے

لوگ ہیں۔ ایک تو مسلمان مُلّا مولوی وغیرہ۔ دُوسرے عیسائی انگریز۔ دونوں اس مخالفت میں اور اسلام پر ناجائز حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں۔ آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دکھایا گیا۔ اور الہام کی صورت پیدا ہوئی۔ مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اس طرح سے تھا۔ کہ اُن میں بہت لوگ ہیں، جو سچائی کی قدر کریں گے۔ اور مُلّا مولویوں وغیرہ کے متعلق یہ تھا۔ کہ اُن میں سے اکثر کی قوت مسلوب ہوگئی ہے۔"

دُعاء میں رقت آمیز الفاظ

دُعاء کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا "دُعاء کے لئے رقت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مناسب نہیں۔ کہ انسان مسنون دُعاؤں کے ایسا پیچھے پڑے کہ ان کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے۔ اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتباع سنت ضروری ہے۔ مگر تلاش رِقت بھی اتباع سنت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو، دعا کرو۔ تاکہ دعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مخذول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بننا چاہیئے۔ مسنون دُعاؤں کو بھی برکت کیلئے پڑھنا چاہیئے۔ مگر حقیقت کو پاؤ۔ ہاں جسکو زبان عربی سے واقفیت اور فہم ہو، وہ عربی میں پڑھے"۔

حُقّہ نوشی

حُقّہ نوشی کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا "اس کا ترک اچھا ہے۔ ایک بدعت ہے منہ سے بُو آتی ہے۔ ہمارے والد صاحب مرحوم اس کے متعلق ایک شعر اپنا بنایا ہوا پڑھا کرتے تھے۔ جس سے اس کی بُرائی ظاہر ہوتی ہے"۔

رُویائے قے

۲۶ یا ۲۷ اگست یا اس کے قریب ایک دن حضرت ؑ نے فرمایا "ہم نے

رؤیا میں دیکھا ہے۔ کہ ایک شخص نے قے کی ہے۔ اور اسپر کپڑا دے کر اس کو چھپاتا ہے"۔

جھوٹی کرامتیں

ایک صاحب جن کے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے چلا آتا ہے۔ اور ہزاروں ان کے مرید ہیں۔ اور وہ خود بھی پیر تھے۔ مگر ان سلسلوں کو ترک کر کے اس سلسلہ احمدیہ میں شامل ہیں۔ اُنہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ زمانہ پیری میں ہم لوگوں کی اکثر جھوٹی کرامتیں مشہور تھیں۔ اور بہت لوگ ہمارے مرید اور معتقد تھے۔ میں نے ایک دفعہ اپنے بھائی سے ذکر کیا، اور دل میں کئی بار خطرہ گذرا۔ کہ ہمارے والد صاحب کی جو کرامتیں مشہور ہیں، وہ بھی اِسی طرح کی ہوں گی۔ جس طرح کہ ہماری ہیں۔ پھر ہمنے سوچا، کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور دوسرے بزرگوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ غرض میں اِسی خیال میں ترقی کرتا ہوُا قریب تھا۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بدگمان ہو جاتا۔ اور معاذ اللہ خدا تعالیٰ کا بھی اِنکار کر دیتا۔ کہ خوش قسمتی سے آپکی زیارت نصیب ہوئی۔ اور حق مِلگیا۔ اِسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ "بے شک ان گدّی نشینوں اور اس قسم کے پیروں کے ایمان خطرہ میں ہیں۔ لیکن اِس قسم کی جھوٹی کرامتیں دکھانیوالے، اور جھوٹی کرامتوں کے مشہور ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ کہ سب جھوٹے ہی ہیں۔ اور تمام سلسلہ اولیاء کا اور بزرگانِ دین کا سب مکاری اور فریب پر مبنی تھا۔ بلکہ ان جھوٹے ولیوں کا وجود اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ دُنیا میں سچے ولی بھی ضرور ہیں۔ کیونکہ جب تک کوئی سچی بات نہ ہو۔ تب تک جھوٹی بات نہیں بنائی جاتی ؛

مثلاً اگر دنیا میں سچا اور اصل سونا نہ ہوتا۔ تو کیمیا گر کبھی جھُوٹا سونا نہ بناتا۔ اگر سچے ہیرے اور موتی کانوں سے نہ نکلتے۔ تو جھوٹے ہیرے اور موتی بنانیکا خیال کِسی کو نہ پیدا ہوتا۔ ان جھُوٹوں کا ہونا خود اس بات کی دلیل ہے۔ کہ سچے ضرور ہیں"؛

خدائی تلوار والا الہام

۲ ستمبر ۱۹۰۱ء۔ فرمایا "آج ہم نے رؤیاء میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دربار ہے۔ اور ایک مجمع ہے۔ اور اس میں تلواروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ سب سے بہتر اور تیز تلوار وہ تلوار ہے۔ جو تیری تلوار میرے پاس ہے۔ اِس کے بعد ہماری آنکھ کھل گئی۔ اور پھر ہم نہیں سوئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ جب مبشر خواب دیکھو، تو اس کے بعد جہاں تک ہو سکے، نہیں سونا چاہیئے۔ اور تلوار سے مراد یہی حربہ ہے۔ جو کہ ہم اس وقت اپنے مخالفوں پر چلا رہے ہیں۔ جو آسمانی حربہ ہے"

فلسفی اور نبی میں فرق

فرمایا "فلسفی میں اور نبی میں یہ فرق ہے۔ کہ فلسفی کہتا ہے، کہ خدا ہونا چاہیئے۔ نبی کہتا ہے، خُدا ہے۔ فلسفی کہتا ہے۔ کہ دلائل ایسے موجود ہیں۔ کہ خدا کا وجود ضرور ہونا چاہیئے۔ نبی کہتا ہے۔ کہ مَیں نے خود خُدا سے کلام کیا ہے۔ اور مجھے اُس نے بھیجا ہے۔ اور مَیں اس کی طرف سے اس کو دیکھ کر آیا ہوں"

(۱۲) ڈائری حضرت امام ہمام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

فتحیابی کی چابی

ستمبر ۱۹۰۱ء۔ نبی بخش بٹالوی کا ذکر آیا۔ کہ اُس نے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک اخبار نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔ اِس پر حضرت اقدس نے فرمایا "بعض لوگ انبیاء اور مرسلین من اللہ کی کامیابیوں کو دیکھکر یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ شائد ان لوگوں کی کامیابی بسبب اُن کی لفاظیوں اور قوت بیانیوں اور فصاحتوں اور بلاغتوں کے

ہے آؤ ہم بھی ایسا ہی کریں۔ اور اپنا سلسلہ جمالیں۔ مگر وہ لوگ غلطی کھاتے ہیں۔ انبیاءؑ کی کامیابی بسبب اس تعلق کے ہوتی ہے۔ جو ان کو خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔ آدمؑ سے لیکر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوئی۔ فتح کی کنجی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فتح صرف اسی کو ہو سکتی ہے۔ جس کا قدم تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے۔ تو اس کیساتھ زمین و آسمان الٹ سکتے ہیں۔

اِن مسلمانوں پر افسوس

فرمایا ”مسلمانوں پر افسوس ہے۔ کہ انہوں نے یہ تو مان لیا۔ کہ آخری زمانہ کے یہود بھی مسلمان ہوں گے۔ پھر یہ نہ مانا کہ آخری زمانہ کا مسیح بھی ان میں سے ہوگا۔ گویا انکے نزدیک امت محمدؐیہ میں صرف شر ہی رہ گیا ہے۔ اور خیر کچھ بھی نہیں“

خُدا نے مسیح موعودؑ کے حق میں کیا کہا

کسی نے ذکر کیا۔ کہ نبی بخش بٹالوی کہتا ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب اپنے خطبوں میں مرزا صاحب کے متعلق بڑا غلو کرتے ہیں۔ اور اسی پر مرزا صاحب نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ہمارا درجہ بڑا ہے۔ فرمایا ”براہین احمدؐیہ کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب کہاں تھے۔ اس میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ قل ان کنتم تحبّون اللہ فا تبعونی یحببکم اللہ۔ اور انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی اور تیرا مخالف جہنم میں گریگا۔ وغیرہ۔ مولوی عبدالکریم صاحب اسکے مقابلہ میں کیا کرسکتے ہیں، جو خُدا نے کہا ہے“

فرمایا ”انبیاء کے کلام میں الفاظ کم ہوتے ہیں، اور معانی بہت“

پانچھزار دُعا قبول

فرمایا ”جس قدر دُعائیں ہماری قبول ہو چکی ہیں۔ وہ پانچھزار سے کسی صورت میں

کم نہیں۔"

شیطان کی ہلاکت کا وقت

فرمایا "شیطان نے آدمؑ کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا۔ اور اس کا اِستیصال چاہا تھا۔ پھر شیطان نے خدا سے مہلت چاہی۔ اور اس کو مہلت دِی گئی۔ الیٰ وقت المعلوم۔ بہ سبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا۔ کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔ ابتک وہ ڈاکوؤں کی طرح پھرتا رہا۔ لیکن اب اس کی ہلاکت کا وقت آگیا ہے۔ ابتک اخیار کی قلت اور اشرار کی کثرت تھی۔ لیکن شیطان ہلاک ہوگا۔ اور اخیار کی کثرت ہوگی۔ اور اشرار چوہڑے چماروں کی طرح ذلیل بطور نمونہ کے رہ جائیں گے۔"

مُسلمانوں میں دوؔ غیرتیں

فرمایا "اعمال دوؔ قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو بہشت و دوزخ کی امید و بیم سے ہوتے ہیں۔ دوؔ باتیں مسلمانوں میں طبعی جوش کے طور پر ابتک موجود ہیں۔ ایک سؤر کے گوشت کی حرمت خواہ مسلمان کیسا ہی فاسق ہو سؤر کے گوشت پر ضرور غیرت دکھائیگا۔ اور دوسرے حرمین شریفین کی عزت۔ یہی وجہ ہے، کہ کسی قوم کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی۔ کہ حرمین پر ہاتھ ڈالنے کی دلیری کرے۔"

شیطان کا وجود

اِس بات کا ذکر ہوا۔ کہ نیچری لوگ شیطان کے ہونے کے منکر ہیں حضرتؑ نے فرمایا "اِنسان کو اپنی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ احق بالامن وہ لوگ ہیں۔ جو خدا کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی ماہیت و حقیقت کو حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ اب دیکھو، چار چیزیں غیر مرئی بیان ہوئی ہیں۔ خدا، ملائک، ارواح۔ شیطان یہ چاروں چیزیں لا یدرک ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ان میں سے خدا اور رُوح کو تو

مان لیا جاوے۔ اور ملائک اور شیطان کا انکار کیا جاوے۔ اِس اِنکار کا نتیجہ تو رفتہ رفتہ حشر اجساد کا انکار۔ اور الہام کا انکار۔ اور خدا کا اِنکار ہوگا۔ اور ہوتا ہے۔ بسا مرتبہ انسان نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر اُسے جذبات کہاں سے کہاں لیجاتے ہیں۔ اور باوجود عقل اور سمجھ کے بے اختیار سا ہو کر فسق و فجور میں گرتا ہے۔ یہ کشاکش کیا ہے۔ خدا نے اِنسان کو اس مُسافرخانہ میں بڑے بڑے قویٰ کے ساتھ بھیجا ہے۔ چاہیئے۔ کہ یہ ان سب سے کام لے۔"

حشر اجساد

فرمایا" حشر اجساد پر جو لوگ تعجب کرتے ہیں۔ اُن سے سوال کرنا چاہیئے۔ کہ پہلی پیدائش میں جبکہ اُس نے نُطفہ سے اِنسان بنایا۔ کونسی آسانی تھی، کہ وہ تو ہوگیا اور دُوسری پیدائش میں اس کے مقابل کونسی مشکل ہوگی۔ جو خدا نہ کرسکیگا۔"

مُصفّا کنوئیں کی تمثیل

فرمایا" اِنسان کو چاہیئے۔ کہ تمام دُنیا کو کالعدم جانے۔ نہ کسی تعریف سے خوش ہو۔ اور نہ کسی ہجو سے غمگین ہو۔ نور کا طالب ہو۔ اور اس کنوئیں کیطرح ہوجاوے۔ جس میں مصفا پانی بھرا ہو۔ ایک ایسا نکتہ اس کے دل میں آجاوے۔ کہ سوائے خدا کے اور کوئی اُس کا نہیں ہے۔ اسوقت یہ جانے کہ آج میری زندگی کا پہلا دِن ہے۔"

رحمانیت کا کام

فرمایا" اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت جسکا ذِکر دُعائے سورۃ فاتحہ میں ہے۔ کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ رحمٰن سے مُراد ہے، وہ خدا جو ایسے لوگوں کو مطلب پر پہنچا دیتا ہے۔ جن کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ وہ شخص جو چاروں طرف سے بالکل نا امید ہوگیا ہے۔ وہ جو اپنی ذمہ داریوں میں بالکل نکما نکلا ہے،

وہ جو بالکل یاس میں ہے۔ اس کا کام بنانیوالا رحمٰن ہے۔ وہ جس کی کشتی ٹوٹ گئی ہے۔ اور وسط دریا میں گرا پڑا ہے۔ اور اس کا کوئی ساتھی نہیں جو اُسے بچاوے۔ اور اس کے ہاتھ اور پاؤں نہیں کہ وہ دُوسرا قدم آگے کو مارے۔ کون ہے جو اُسے بچاوے۔ وہ خدا کی صرف رحمانیت کے رحم سے بچ سکتا ہے۔"

دینی اِمتحان

فرمایا:۔ "دسمبر کے آخر میں جو احباب کیواسطے اِمتحان تجویز ہُوا ہے۔ اس کو لوگ معمولی بات خیال نہ کریں۔ اور کوئی اسے معمولی عذر سے نہ ٹالدے۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان بات ہے۔ اور چاہیئے۔ کہ لوگ اِس کے واسطے خاص طور پر اِس کی تیاری میں لگ جاویں۔"

(۱۳) ڈائری حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام

غیروں کے پیچھے نماز منع

۱۰۔ دسمبر ۱۹۰۰ء۔ سیّد عبداللہ صاحب عرب نے سوال کیا۔ کہ مَیں اپنے ملک عرب میں جاتا ہوں۔ وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں۔

فرمایا:۔ "مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" عرب صاحب نے عرض کیا۔ وہ لوگ حضورؑ کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اور انکو تبلیغ نہیں ہُوئی۔

فرمایا:۔ "ان کو پہلے تبلیغ کر دینا۔ پھر وہ مصدق ہو جائیں گے یا مکذب۔" عرب صاحب نے عرض کیا۔ کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سخت ہیں۔ اور ہماری قوم شیعہ ہے۔

فرمایا:۔ "تم خدا کے بنو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ آپ اس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔"

اب اسلام کی ترقّی

فرمایا ”آج کل تمام مذاہب کے لوگ جوش میں ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اب ساری دنیا میں مذہب عیسوی پھیل جاوے گا۔ برہمو کہتے ہیں۔ کہ ساری دنیا میں برہموؤں کا مذہب پھیل جائیگا۔ اور آریہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مذہب سب پر غالب آجاوے گا۔ مگر یہ سب جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن میں سے کسی کے ساتھ نہیں۔ اب دنیا میں اِسلام کا مذہب پھیلیگا۔ اور باقی سب مذاہب اِس کے آگے ذلیل اور حقیر ہو جائینگے“

دُعاء سے حلِّ مشکلات

فرمایا۔ جو بات ہماری سمجھ میں نہ آوے، یا کوئی مشکل پیش آوے۔ تو ہمارا طریق یہ ہے۔ کہ ہم تمام فکر کو چھوڑ کر صرف دُعاء میں اور تضرع میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تب وہ بات حل ہو جاتی ہے“

ایک شاعر اور بزّاز

فرمایا ”افسوس ہے۔ کہ لوگ جوش اور سرگرمی کے ساتھ قرآن شریف کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جیساکہ دُنیادار اپنی دُنیاداری پر یا ایک شاعر اپنے اشعار پر غور کرتا ہے۔ ویسا غور قرآن شریف پر نہیں کیا جاتا۔ بٹالہ میں ایک شاعر تھا۔ اُس کا ایک دیوان ہے۔ اُس نے ایک دفعہ ایک مصرع کہا۔ ع

صبا شرمندہ مے گردد بہ رُوئے گل نگہ کردن

مگر دُوسرا مصرع اُس کو نہ آیا اور دُوسرے مصرع کی تلاش میں برابر چھ مہینے سرگردان و حیران پھرتا رہا۔ بالآخر ایک دن ایک بزاز کی دوکان پر کپڑا خریدنے گیا۔ بزاز نے کئی تھان کپڑوں کے نکالے، پر اُس کو کوئی پسند نہ آیا۔ آخر بغیر کچھ خریدنے کے جب اُٹھ کھڑا ہُوا۔ تو بزاز ناراض ہوا۔ اور کہا کہ تم نے اتنے تھان کھلوائے۔ اور بے فایدہ

تکلیف دی۔ اِسپر اس کو دُوسرا مصرع سُوجھ گیا۔ اور اپنا شعر اس طرح سے پُورا کیا۔ شعر

صبا شرمندہ مے گردد بروئے گل نگہ کردن
کہ رختِ غنچہ را واکرد و نتوانست تہ کردن

جسقدر محنت اُس نے ایک مصرع کیلئے اُٹھائی۔ اتنی محنت اب لوگ ایک آیت قرآنی کے سمجھنے کیلئے نہیں اُٹھاتے۔ قرآن جواہرات کی تھیلی ہے۔ اور لوگ اِس سے بیخبر ہیں۔"

(۱۴) دار الامان کی ایک شام

مخفی ایمان

۱۴ نومبر ۱۹۰۱ء۔ حضرت اقدسؑ بعد از نماز مغرب حسب معمول بیٹھے تھے۔ ایک شخص پیش ہوا۔ جو دل سے مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر بعض وجوہات کے سبب سے بظاہر حالت کفر میں رہتا تھا۔ اِسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا "دُنیا چند روزہ ہے۔ شہادت کو چُھپانا اچھا نہیں۔ دیکھو۔ بادشاہ کے پاس جب کوئی تحفہ لے جاوے۔ مثلاً سیب ہی ہو۔ اور سیب ایک طرف سے داغی ہو تو وہ اس تحفہ پر کیا حاصل کر سکیگا۔ مخفی ہونے میں بہت سے حقوق تلف ہو جاتے ہیں مثلاً نماز باجماعت، بیمار کی عیادت، جنازہ کی نماز، عیدین کی نماز، وغیرہ۔ یہ سب حقوق مخفی رہ کر کیونکر ادا کئے جا سکتے ہیں۔ مخفی رہنے میں ایمان کی کمزوری ہے۔ انسان اپنے ظاہری فوائد کو دیکھتا ہے۔ مگر وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔ کیا تم ڈرتے ہو۔ کہ سچی شہادت کے ادا کرنے سے تمہاری روزی جاتی رہیگی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فی السمآء رزقکم وما توعدون فو رب السماء والارض انه لحق کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے۔ یہ سچ ہے۔ زمین پر خُدا کے سوا کون ہے۔ جو اس رزق کو بند کر سکے، یا کھول سکے۔ اور فرماتا ہے۔ وھو یتولی الصالحین۔ نیکوں کا وہ آپ والی بنجاتا ہے۔ پس کون ہے جو مرد صالح کو ضرر دے سکے۔ اور اگر کوئی تکلیف یا مصیبت اِنسان پر آپڑے۔ من یتق اللہ

یجعل له مخرجا۔ جو خدا کے آگے تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے ہر ایک تنگی اور تکلیف سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے۔ اور فرمایا۔ ویرزقه من حیث لا یحتسب۔ وہ متقی کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے رزق آنیکا خیال و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ وعدوں کے سچا کرنے میں خدا سے بڑھکر کون ہے۔ پس خدا پر ایمان لاؤ۔ خدا سے ڈرنیوالے ہرگز ضائع نہیں ہوتے۔ یجعل له مخرجا۔ یہ ایک وسیع بشارت ہے۔ تم تقویٰ اختیار کرو۔ خدا تمہارا کفیل ہوگا۔ اُس کا جو وعدہ ہے، وہ سب پورا کر دے گا۔ مخفی رہنا ایمان میں ایک نقص ہے۔ جو مصیبت آتی ہے۔ اپنی کمزوری سے آتی ہے۔ دیکھو آگ دُوسروں کو کھا جاتی ہے۔ پر ابراھیمؑ کو نہ کھا سکی۔ مگر خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کھلتی۔ معجزات دیکھنے ہوں، تو تقویٰ اختیار کرو۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو ہر وقت معجزات دیکھتے ہیں۔ دیکھو آجکل میں عربی کتاب اور اشتہار لکھ رہا ہوں۔ اسکے لکھنے میں میں سطر سطر میں معجزہ دیکھتا ہوں۔ جبکہ میں لکھتا لکھتا اٹک جاتا ہوں، تو مناسب موقع فصیح و بلیغ پُر معانی و معارف، فقرات و الفاظ الہام ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح عبارتیں کی عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ میں اس کو لوگوں کی تسلی کے لئے پیش نہیں کر سکتا۔ مگر میرے لئے یہ ایک کافی معجزہ ہے۔

پچاس ہزار معجزہ

اگر میں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں۔ کہ مجھسے پچاس ہزار معجزہ خدا نے ظاہر کرایا۔ تب بھی جھوٹ ہرگز نہ ہوگا۔ ہر ایک پہلو میں ہم پر خدا کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے۔ عجیب تر اُن لوگوں کے دل ہیں۔ جو ہم کو مُفتری کہتے ہیں۔ مگر وہ کیا کریں۔ ولی را ولی مے شناسد۔ کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکر پہچانے۔ رات کو چور چوری کے لئے نکلتا ہے۔ اگر راہ میں گوشہ کے اندر کسی ولی کو دیکھے۔ جو عبادت کر رہا ہو۔ وہ یہی سمجھیگا۔ کہ یہ بھی میری طرح کوئی چور ہے۔ خدا عمیق در عمیق چھپا ہوا ہے

اور ایسا ہی وہ ظاہر در ظاہر ہے۔ اس کا ظہور اتنا ہوا۔ کہ وہ مخفی ہو گیا۔ جیسا سورج کہ اس کی طرف کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ خدا کا پتہ حق الیقین کے طور پر نہیں پا سکتے۔ جبتک کہ تقوٰی کی راہ سے قدم نہ ماریں۔ دلائل کیساتھ ایمان نہیں قوی ہو سکتا۔ بغیر خدا کی آیات دیکھنے کے ایمان پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اچھا نہیں کہ کچھ خدا کا ہو۔ اور کچھ شیطان کا ہو۔ صحابہؓ کو دیکھو۔ کس طرح اپنی جانیں نثار کیں۔ ابو بکرؓ جب ایمان لایا، تو اس نے دُنیا کا کونسا فائدہ دیکھا تھا۔ جان کا خطرہ تھا۔ اور ابتلاء بڑھتا جاتا تھا مگر صحابہؓ نے صدق خوب دکھایا۔ ایک صحابی کا ذکر ہے، وہ کمبل اوڑھے بیٹھا تھا۔ کسی نے اس کو کچھ کہا حضرت عمرؓ پاس سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ اس شخص کی عزت کرو۔ مَیں نے اس کو دیکھا۔ کہ یہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ اور اسکے آگے پیچھے کئی کئی نوکر چلتے تھے۔ صرف دین کی خاطر اس نے سب سے ہجرت کی۔ دراصل یہ آنحضرتؐ کی رُوحانیت کا زور تھا۔ جو صحابہؓ میں داخل ہوا۔ اُن کا کوئی جھوٹ ثابت نہیں۔ ہر امر میں ایک کشش ہوتی ہے۔ دیکھو۔ دیوار کی اینٹوں میں ایک کشش ہے۔ ورنہ اینٹ اینٹ سے الگ ہو جائے۔ ایسی ہی ہر جماعت میں ایک کشش ہوتی ہے۔ یہ ہوتا آیا ہے۔ کہ ہر نبی کی جماعت میں سے کچھ لوگ مُرتد بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسا ہی موسیٰؑ۔ اور عیسیٰؑ۔ اور آنحضرتؐ کی جماعت کیساتھ ہوا۔ ان لوگوں کا مادہ خبیث ہوتا ہے۔ اور ان کا حصہ شیطان کیساتھ ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ اس صداقت کے وارث ہوتے ہیں، وہ اس پر قائم رہتے ہیں۔ غرض خدا کی راہ میں شجاع بنو۔ انسان کو چاہیئے۔ کبھی بھروسہ نہ کرے۔ کہ کل رات مَیں زندہ رہوں گا۔ بھروسہ کرنیوالا ایک شیطان ہوتا ہے۔ انسان بہادر بنے۔ یہ بات زور بازو سے نہیں ملتی۔ دُعا کرے اور دُعا کراوے۔ صادقوں کی صحبت اختیار کرے۔ سارے کے سارے خدا کے ہو جاؤ دیکھو کوئی کسی کی دعوت کرے، اور نجس ٹھیکرے میں روٹی لیجائے تو اُسے کون کھائیگا۔ وہ تو اُلٹا مار کھائے گا۔ باطن بھی سنوارو، اور ظاہر بھی درست کرو۔ انسان اعمال سے ترقی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ کا رُتبہ سمجھنے سے انسان ترقی کر سکتا ہے۔"

(۱۵) ڈائری حضرت امام ہمام علیہ السلام

پہلے عوام پکڑے جاتے پھر خواص

۱۷- اپریل ۱۹۰۲ء بعد نماز مغرب فرمایا " طاعون کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اکثر غریب مرتے ہیں اور امراء اور ہمارے بڑے بڑے مخالف ابھی تک بچے ہوئے ہیں۔ لیکن سنت اللہ یہی ہے۔ کہ آئمۃ الکفر آخر میں پکڑے جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے وقت جسقدر عذاب پہلے نازل ہوا۔ ان سب میں فرعون بچا رہا۔ قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا۔ یعنی ابتداء عوام سے ہوتی ہے۔ اور پھر خواص پکڑے جاتے ہیں۔ اور بعض کے بچانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے آخر میں توبہ کرنی ہوتی ہے۔ یا اُنکی اولاد میں سے کسی نے اسلام قبول کرنا ہوتا ہے "

جامع کمالات صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

فرمایا جو کمالات متفرقہ تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے۔ وہ سب حضرت رسول کریمؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریمؐ سے ظلی طور پر ہم کو عطاء کئے گئے۔ اور اسی لئے ہمارا نام آدمؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، نوحؑ، داؤدؑ، یوسفؑ، سلیمانؑ، یحییٰؑ، عیسےٰؑ وغیرہ ہے۔ چنانچہ ابراہیم ہمارا نام اس واسطے ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے مقام میں پیدا ہوئے۔ کہ وہ بُت خانہ تھا۔ اور لوگ بُت پرست تھے۔ اور اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے۔ کہ قسم قسم کے خیالی اور وہمی بتوں کی پرستش میں مصروف ہیں۔ اور واحدانیت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ پہلے انبیاء ظل تھے نبی کریمؐ کی خاص خاص صفات کے۔ اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ کے ظل ہیں۔ مولانا رُوم نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

نام احمدؑ نام جملہ انبیاء است ❊ چوں بیامد صد نو و ہم پیش ما است

نبی کریمؐ نے گویا سب لوگوں سے چندہ وصول کیا۔ اور وہ لوگ تو اپنے اپنے مقامات۔ اور حالات پر رہے۔ پر نبی کریمؐ کے پاس کروڑوں روپے ہو گئے"۔

ہندو اسلام کی طرف متوجہ ہونگے

فرمایا" معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس عالمگیر طوفان وباء میں یہ ہندوؤں کی قوم بھی اسلام کی طرف توجہ کرے گی۔ چنانچہ جب ہم نے باہر مکان بنانے کی تجویز کی تھی۔ تو ایک ہندو نے آکر ہم کو کہا تھا۔ کہ ہم تو قوم سے علیحدہ ہو کر آپ ہی کے پاس رہا کریں گے۔ اور نیز دو دفعہ ہمنے رؤیا میں دیکھا۔ کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ اوتار ہیں۔ اور کرشن ہیں۔ اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں۔ اور ایکدفعہ الہام ہوا۔" ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو۔ تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔ رودر کے معنے نذیر اور گوپال کے معنے بشیر کے ہیں"۔

شانِ اُمّتِ محمدیّہ

فرمایا" عیسائیوں نے جو شور مچایا تھا۔ کہ عیسےٰؑ مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اور وہ خدا تھا۔ اِس واسطے غیرتِ الٰہی نے جوش مارا۔ کہ دنیا میں طاعون پھیلائے۔ اور ہمارے مقام کو بچائے۔ تاکہ لوگوں پر ثابت ہو جائے۔ کہ اُمتِ محمدؐی کی کیا شان ہے۔ کہ احمدؐ کے ایک غلام کی اس قدر عزت ہے۔ اگر عیسےٰؑ مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ تو اب عیسائیوں کے مقامات اِس بلا سے بچائے۔ اس وقت غیرتِ الٰہی جوش میں ہے۔ تاکہ عیسےٰؑ کی کسرِ شان ہو جس کو خدا بنایا گیا ہے۔ ؎

چہ خوش ترانہ زد ایں مطرب مقام شناس ❊ کہ درمیان غزل قول آشنا آورد

قرآن شریف نے یہود کا رد کیا

قرآن شریف اور احادیث میں جو حضرت عیسےٰؑ کے نیک اور معصوم ہونیکا ذکر ہے۔

اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ دوسرا کوئی نیک یا معصوم نہیں۔ بلکہ قرآن شریف اور حدیث نے ضرورتاً یہود کے منہ کو بند کرنیکے لئے یہ فقرے بولے ہیں۔ کہ یہود نعوذ باللہ مریم کو زناکار عورت، اور حضرت عیسےٰؑ کو ولد الزنا کہتے تھے۔ اس لئے قرآن شریف نے ان کا ذب کیا۔ کہ وہ اس کہنے سے باز آویں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی برکات

فرمایا "حضرت رسول کریمؐ کے ہزاروں جسمانی برکات بھی تھے۔ آپؐ کے جُبّہ سے بعد وفات آپؐ کے لوگ برکات چاہتے تھے۔ بیماریوں میں لوگوں کو شفا دیتے تھے۔ اور بارش نہ ہوتی، تو دُعا کرتے تھے۔ اور بارش ہو جاتی تھی۔ ایک لاکھ سے زیادہ آپؐ کے اصحابی تھے۔ بہتوں کی جسمانی تکلیفات آپکی دُعاؤں سے دُور ہو جاتی تھیں عیسےٰؑ کو نبی کریمؐ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے جس کے ساتھ چند آدمی تھے انکا حال بھی انجیلوں سے ظاہر ہے۔ کہ وہ کس مرتبہ رُوحانیت کے تھے۔"

اس زمانہ کا فرعون اور ابوجہل

فرمایا "ابوجہل اُس اُمت کا فرعون تھا۔ کیونکہ اُس نے بھی نبی کریمؐ کی چند دن پرورش کی تھی۔ جیسا کہ فرعون موسیٰؑ نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی، اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتدا میں براہین پر ریویو لکھ کہ ہمارے سلسلہ کی چند دم پرورش کی۔

اہل حدیث و یہود

حضرت اقدسؑ نے اپنا ایک پُرانا الہام سُنایا۔ یا یحيٰ خذ الکتٰب بالقوة والخیر کلہ فی القراٰن۔ اور فرمایا۔ کہ "اس میں ہمکو یحيٰؑ سے نسبت دی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت یحيٰؑ کو یہود کی اُن اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ جو کتاب اللہ توریت کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور حدیثوں پر بہت گرویدہ ہوئے تھے۔ اور ہر بات میں احادیث کو پیش کرتے تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہلحدیث کے ساتھ ہوا۔ کہ ہم قرآن پیش کرتے، اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔"

اذان کے وقت پڑھنا جائز

ایک شخص اپنا مضمون اِشتہار دربارہ طاعون سنا رہا تھا۔ اذان ہونے لگی تو وہ چُپ ہوگیا۔ فرمایا "پڑھتے جاؤ، اذان کے وقت پڑھنا جائز ہے"۔

طاعون زدہ جگہ میں جانا گناہ ہے

ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ میرے اہل خانہ اور بچے ایک ایسے مقام میں ہیں۔ جہاں طاعون کا زور ہے۔ مَیں گھبرایا ہوُا ہوں۔ اور وہاں جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا:۔ "مت جاؤ۔ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ پچھلی رات کو اُٹھکر اُن کیلئے دُعا کرو۔ یہ بہتر ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم خود جاؤ۔ ایسے مقام پر جانا گناہ ہے"۔

الہام بالفاظ قرآن

حضرت اقدس کو الہام ہوُا۔ انت معی وانّی معک۔ انّی بایعتک بایعنی ربّی

فرمایا "اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔ کہ قرآن شریف کو حل کیا جاوے۔ اِس واسطے اکثر الہامات جو قرآن شریف کے الفاظ میں ہوتے ہیں۔ اُن کی ایک عملی تفسیر ہوجاتی ہے"۔

اِس سے خداتعالیٰ یہ دکھانا چاہتا ہے۔ کہ یہی زندہ اور بابرکت زبان ہے۔ اور تاکہ ثابت ہوجائے۔ کہ تیرہ سَو سال اس سے قبل بھی اسی طرح یہ خدا کا کلام نازل ہوُا۔

طاعون کے متعلق قرآن شریف میں پیشگوئی

فرمایا "اس آیت قرآن کریم میں اس زمانہ اور طاعون کے متعلق پیشگوئی ہے۔ والمرسلٰت عرفًا۔ فالعٰصفٰت عصفًا۔ والنّٰشرٰت نشرًا۔ فالفٰرقٰت فرقًا۔ فالملقیٰت ذکرًا۔ عذرًا۔ اونذرًا۔ نشر کے معنے چیرڈالنا۔ مِنشار اسی سے نکلا ہے۔ یعنی پھر وہ پوری تباہی لائیں۔

قسم ہے ان ہواؤں کی جو آہستہ چلتی ہیں۔ یعنی پہلا وقت ایسا ہوگا۔ کہ کوئی کوئی

واقعہ طاعون کا ہوجایا کرے۔ پھر وہ زور پکڑے، اور تیز ہو جاوے۔ پھر وہ ایسی ہو۔ کہ لوگوں کو پراگندہ کردے، اور پریشان خاطر کردے۔ پھر ایسے واقعات ہوں۔ کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق اور تمیز کردیں۔ اُسوقت لوگوں کو سمجھ آجائیگی۔ کہ حق کس امر میں ہے۔ آیا اس امام کی اطاعت میں یا اسکی مخالفت میں۔ یہ سمجھ میں آنا بعض کیلئے صرف حجت کا موجب ہوگا۔ (عذرًا) یعنی مرتے مرتے ان کا دل اقرار کرجائیگا۔ کہ ہم غلطی پر تھے۔ اور بعض کیلئے (نذرًا) یعنی ڈرانیکا موجب ہوگا۔ کہ وہ توبہ کرکے بدیوں سے باز آویں"۔

(۱۶) ڈائری

الہام۔ خدا کا روزہ و افطار

۱۸۔اپریل ۱۹۰۲ء۔ فرمایا کہ "آج رات کو یہ الہام ہوا۔ انی مع الرسول اقوم الوم من یلوم۔ افطر و اصوم۔ یعنی مَیں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اسکی مدد کرونگا۔ اور جو اسکو ملامت کریگا۔ اسکو ملامت کرونگا۔ روزہ افطار کرونگا۔ روزہ رکھونگا۔ یعنی کبھی طاعون بند ہوجائیگی۔ اور کبھی زور کرے گی"۔

اشتہار متعلق طاعون

نماز جمعہ کے بعد انجمن حمایت اسلام کا اشتہار دربارہ دُعا برائے دفعیہ طاعون آپؑ کو دکھایا گیا جس کی تحریک پر آپؑ نے طاعون کا مختصر اردو اشتہار لکھا۔

دشمنوں سے گفتگو

قادیان میں ایک بدگو، بد باطن مخالف آیا ہوا تھا۔ اسنے احباب میں سے ایک کو بُلایا۔ وہ اس کیساتھ بات کرنے کو گیا حضرتؑ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "ایسے خبیث مفسد کو اتنی عزت نہیں دینی چاہیئے۔ کہ اُس کیساتھ تم میں سے کوئی بات کرے"۔

طاعون کے متعلق خوابوں کا جمع کرنا

فرمایا "مختلف لوگوں کو جو رؤیاء ہوئے ہیں۔ کہ قادیان میں طاعون نہیں ہوگی۔

ان خوابوں کو جمع کر کے شائع کر دینا چاہیئے"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس ضروری ہے

مولوی محمد احسن صاحب ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کرتے تھے۔ اُنکو فرمایا۔ کہ "اصل میں ہمارا منشاء یہ ہے۔ کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس ہو۔ اور آپؐ کی تعریف ہو۔ اور ہماری تعریف اگر ہو۔ تو رسُول اللہؐ کے ضمن میں ہو" فرمایا "وفاتِ مسیح یا ایسے مسائل کے متعلق پہلے لوگ جو کچھ کہہ گئے۔ انکے متعلق ہم حضرت موسیٰؑ کی طرح یہی کہتے ہیں۔ کہ علمھا عند ربی۔ یعنی گذشتہ لوگوں کے حالات سے اللہ تعالیٰ بہتر واقف ہے۔ ہاں حال کے لوگوں کو ہم نے کافی طور پر سمجھا دیا ہے۔ اور حجت قائم کر دی ہے"

مفتری کو لمبی مہلت نہیں ملتی

فرمایا "خدا تو چور کا بھی دشمن ہے۔ اگر مَیں مفتری ہوتا۔ تو وہ مجھے اتنی مہلت کیوں دیتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عادت میں ہے۔ کہ موافق مخالف ہر طرح کے لوگ دُنیا میں ہوں، تاکہ ایک نظارۂ قدرت ہو۔ جن دنوں لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اور لوگوں نے غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے شور مچایا۔ کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ ان دنوں میں یہ الہام ہوا تھا۔ ؎

دشمن کا بھی خوب وار نکلا ٭ تس پر بھی وہ وار پار نکلا

یعنی مخالفوں نے تو یہ شور مچایا ہے۔ کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ مگر جلد فہیم لوگ سمجھ جائیں گے۔ اور ناواقف شرمندہ ہوں گے"

خدا کے وعدے آخر پورے ہو جاتے ہیں

فرمایا "مکہ والوں کو فتح کا وعدہ دیا گیا۔ تو ان کو تیرہ سال اس کے انتظار میں گذر گئے۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا دن آگیا۔ اور دشمن ہلاک ہو گئے۔ ورنہ وہ کہا کرتے تھے۔ متیٰ ھذا الفتح"

فرمایا "اللہ تعالیٰ تمحیص کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ جیسے دوسرے پیروں کا حال ہے۔ ہمارے پاس بھی ہر طرح کے گندے اور ناپاک لوگ نہ شامل ہو جائیں۔ اسواسطے اس قسم کے ابتلاء بھی درمیان میں آجاتے ہیں"

زیور پر زکوٰۃ

۲۶ر اپریل۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ فرمایا "جو زیور استعمال میں آتا ہے۔ اور کوئی بیاہ شادی پر مانگ کر لے جاتا ہے۔ تو دیدیا جاوے۔ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے"

غیر احمدی امام کا اقتداء ناجائز

سوال ہوا۔ کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضورؑ کے حالات سے واقف نہیں، تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ فرمایا "پہلے تمہارا فرض ہے۔ کہ اُسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر، ورنہ اُس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر خاموش رہے، نہ تصدیق کرے، اور نہ تکذیب۔ تو وہ بھی منافق ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو"

موجودہ عیسائی دین دراصل پولوسی مذہب ہے

۲۷ر اپریل ۱۹۰۳ء۔ فرمایا "جیسا کہ یہودی فاضل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ یہ بات صحیح ہے۔ کہ موجودہ مذہب نصاریٰ جسمیں شریعت کا کوئی پاس نہیں۔ اور سؤر کھانا اور غیر مختون رہنا وغیرہ تمام باتیں شریعت موسوی کے مخالف ہیں۔ یہ باتیں اصل میں پولوس کی ایجاد ہیں۔ اور اس واسطے ہم اس مذہب کو عیسوی مذہب نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ دراصل یہ پولوسی مذہب ہے۔ اور ہم تعجب کرتے ہیں۔ کہ حواریوں کو چھوڑ کر، اور انکی رائے کے برخلاف کیوں ایسے شخص کی باتوں پر اعتماد کر لیا گیا۔ کہ جس کی ساری عمر یسوع کی مخالفت میں گذری تھی۔ مذہب عیسوی میں پولوس کا ایسا ہی حال ہے۔ جیسا کہ باوا نانک صاحب کی اصل باتوں کو چھوڑ کر قوم سکھ گورو گوبند سنگھ کی باتوں کو پکڑ بیٹھی ہے۔ کوئی سند ایسی

نہیں مل سکتی جس کے مطابق عمل کر کے پولوس جیسے آدمی کے خطوط اناجیل اربعہ کے ساتھ شامل کئے جا سکتے۔ مگر۔ پولوس خواہ مخواہ معتبر بن بیٹھا تھا۔ ہم اسلام کی تاریخ میں کوئی ایسا آدمی نہیں پاتے جو خواہ مخواہ صحابی بن بیٹھا ہو"

دار کی حفاظت

۲۸ر اپریل۔ حضرت اقدسؑ کو الہام ہوا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ فرمایا۔ دار کے معنے نہیں کھلے۔ کہ اس سے مراد صرف یہ گھر ہے۔ یا قادیان میں جتنے ہمارے سلسلہ کے متعلق گھر ہیں۔ مثلاً مدرسہ اور مولوی صاحبؓ کا گھر وغیرہ ؀

بڑوں پر عذاب بعد میں آنا

۳۰ر اپریل ۱۹۰۲ء۔ آج رات کو الہام ہوا۔ لولا الامر لھلك النمر۔ یعنی اگر سُنت اللہ اور امر الٰہی اس طرح پر نہ ہوتا۔ کہ ائمۃ الکفر اخیر میں ہلاک ہوا کریں۔ تو اب بھی بڑی بری لوگ جلد تباہ ہو جاتے۔ لیکن چونکہ بڑے مخالف جو ہوتے ہیں۔ اُنمیں ایک خوبی عزم اور ہمت اور لوگوں پر حکمرانی اور اثر ڈالنے کی ہوتی ہے۔ اس واسطے ان کے متعلق یہ امید بھی ہوتی ہے۔ کہ شاید لوگوں کے حالات سے عبرت پکڑ کر توبہ کریں۔ اور دین کی خدمت میں اپنی قوتوں کو کام میں لاویں ؀

بڑی لذّت

فرمایا "اس بات میں بڑی لذت ہے۔ کہ انسان خدا کے وجود کو سمجھے۔ کہ وہ ہے۔ اور رسولؐ کو برحق جانے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنے گذارے کے مطابق اپنی معیشت کو حاصل کرے۔ اور دنیا کی بہت مرادیا بیوں کی خواہش کے پیچھے نہ پڑے ؀

باب نہم

آج سے چھتیس ۳۶ سال قبل کے حالات

۱۸۹۹ء میں میں نے ایک خط ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم کو افریقہ بھیجا تھا۔ جس میں اُن ایام کی صحبتِ مسیح موعودؑ کا ذکر تھا۔ وہ خط حسن اتفاق سے محفوظ رہا۔ اور حضرت اکمل نے کہیں سے حاصل کر کے اپنے ایڈیٹوریل نوٹ کیساتھ درج کیا۔ اب اسے اس کتاب میں شامل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی بہت سی مفید باتیں درج ہیں:۔

اکمل صاحب کا نوٹ

معزز ناظرین! یہ وہ وقت ہے۔ جب ہمارا صادق عثمانی دوست (ایڈیٹر بدر) اپنے محبوب کے عشق میں سرگردان تھا۔ وہ اُس پروانہ کی مانند تھا۔ جو شمع کے گرد بڑی بیتابی سے اِدھر اُدھر پھرتا۔ اور آخر پھر اس میں گر اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ اور وہ اس بچہ کی مانند تھا۔ جو بدرِ کامل کو دیکھ کر ہمک ہمک کر اُوپر اُٹھتا۔ اور اُس تک پہنچنے میں مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔ یہ ابتدائی زمانہ بھی کیا ہی پُر لذت زمانہ تھا۔ جب ہمارا دوست جب کوئی موقعہ پاتا، تو دیوانہ وار اُٹھ دوڑتا۔ نہ رات دیکھتا نہ دن۔ آخر عشق صادق نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور وہ قطرہ سمندر میں آکر مل گیا۔ یا یوں کہیئے۔ کہ جس لڑی کا موتی تھا اسمیں پرو دیا گیا۔ اُن پچھلے زمانے کی باتیں بہت پیاری لگتی ہیں۔ اور پھر اسپر نظر کرنے سے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ پیر برکت علی صاحب کی عنایت سے مجھے ایک پُرانا مسودہ مل گیا ہے۔ جو آج پیشکش کیا جاتا ہے۔ ناظرین

مطلع رہیں۔ کہ سب سے پہلے ڈائری لکھنے والا میرا صادق بھائی ہے۔ یہ مبارک رسم انہیں کے پُر صدق ہاتھوں سے پڑی ہے؛ (اکمل)

جُدائی کی گھڑیاں

مکرمی و مخدومی اخویم ڈاکٹر رحمت علی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہمیشہ آپکے ساتھ اور آپ کی جماعت افریقہ کے ساتھ ہو۔ مثل مشہور ہے۔ کہ جس کو لگتی ہے، وہی جانتا ہے۔ اور دُوسرا کیا جانے۔ اِمام پاکؑ کے قدموں سے دُوری کے سبب جو کچھ آپ کے دِل کا حال ہے۔ اس کو مَیں خوب سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ ایسی اشیاء کے اندازہ کیواسطے میرا دل بھی ایک پیمانہ ہے۔ مَیں مانتا ہوں۔ کہ کوئی مضبوط ہو۔ اور وہ ایسے صدموں کو کم فیل کرے۔ اور کوئی میرے جیسا کمزور ہو، اور وہ ذراسی بات پر سرگردان ہوجائے مگر شارٹ سائیٹ کے چشموں کی طرح ہر ایک شارٹ سائٹڈ دوسرے شارٹ سائٹڈ کے چشموں کو دیکھتے ہی فوراً تاڑ جاتا ہے۔ کہ یہ بھی اس مرض میں میرا ہی ساتھی ہے۔ سو کیا ہُوا۔ کہ ہم آپ سے بہت دُور ہیں۔ اور ہمیں آپکی ملاقات اور زیارت سے کوئی وافر حصّہ نہیں ملا۔ بہرحال دل را بدل رہیست۔ اور مَیں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ احباب افریقہ کے مخلصین کے قلوب کس جوش میں بھرے ہُوئے ہیں۔ دراصل ملک افریقہ نے ہمارے بہت سے عزیزوں کو ہم سے جُدا کیا ہے۔ اور آئے دن ہمارے جگر کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا اور ایسا ٹکڑا وہاں کھینچا جاتا ہے۔ کہ ہماری آنکھیں بھی اُس کے پیچھے پیچھے کھچی ہُوئی افریقہ کو چلی جاتی ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے۔ ہماری جماعت کی رونق اور میرا مخلص دوست میاں نبی بخش صاحب ہم سے افریقہ کی خاطر جُدا ہُوا۔ اور اب پھر ایک صدمہ کے اُٹھانے کیواسطے ہمیں تیاری کر لینے کی صدا دی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہمارا جرنیل عبدالرحمٰن خدا اس کو اسکے نام کی طرح عبدالرحمٰن بنائے۔ ہم سے جُدا ہونیوالا ہے۔ بارہا دل اس مکرم دوست کے واسطے دردمند ہوتا ہے۔ اور سچے دل

سے اس کے واسطے دُعا نکلتی ہے۔ کہ خدا اس کیساتھ ہو۔ اور اس معاملہ میں دین و دنیا کے حسنات اُسے عطاء فرمائے۔ آمین۔ اور ابھی معلوم نہیں۔ کہ اس افریقہ کی خاطر ہمیں اور کس کس سے جدا ہونا پڑیگا شاید کہ اسی واسطے اس کا نام شروع سے افریقہ رکھا گیا تھا۔ کہ یہ ہمارے لئے فراق کا موجب ہوُا۔ بارے فرق اور تفریق اور فراق اس کے نام اور اس کی نیچر میں پایا جاتا ہوُا معلوم ہوتا ہے۔ مَیں حیران ہوں۔ کہ مَیں کیا لکھنے بیٹھا تھا، اور کدھر نکل گیا۔ مگر جب یہ بات درمیان میں آگئی ہے۔ تو مَیں اس بات کے کہے بغیر رک نہیں سکتا۔ کہ ہماری جانیں قربان ہو جائیں اُس پیارے کے نام پر جو احمدؐ کا غلام، پر ہمارا لیڈر آقا ہے۔ کہ اسکی جوُتیوں کی غلامی کے طفیل ہمارے سارے دُکھ مبدّل بہ راحت ہو گئے۔ اور ہمارے سارے غم مبدّل بہ خوشی ہو گئے۔ ہمارا ملنا اور جُدا ہونا۔ سب خدا کے لئے ہوگیا۔ اور ہمارا سفر اور حضر سب دین کیلئے بن گیا۔ اور ہم خدا کی محبت کے قلعہ میں ایسے آگئے۔ کہ شیطان کا کوئی تیر ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہ ہم کو ہم و غم میں ڈالے۔ خیر تو گذشتہ دو دنوں کیواسطے مجھے توفیق عطاء ہوئی تھی۔ کہ مَیں تھوڑی دیر کیواسطے اس پاک سرزمین کی آب و ہوا کے ذریعہ سے اپنی بیماریوں کی مدافعت کیلئے سعی کروں۔ تو آج واپس آکر مَیںنے سوچا کہ جو میوے اس بہار کے میں لایا ہوں۔ ان کیساتھ اپنے پیارے رحمت علی کی دعوت کروں۔ تاکہ کسی کی دلی دُعاء میرے واسطے بھی رحمت کا موجب ہو جائے۔ لیکن انہی دنوں مکرمی مخدومی سید حامد شاہ صاحب حامد کا ایک عنایت نامہ جو میرے نام آیا تھا۔ اس میں انہوں نے فرمایا تھا۔ کہ دارالامن کے تازہ حالات سے کچھ ہمیں اطلاع دو۔ اس واسطے میں چاہتا ہوں۔ کہ راستہ میں ان کی ملاقات کرتا ہوُا، آپکے پاس پہنچوں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ وہ اس عریضہ کو دیکھ کر بہت ہی جلد آپکی خدمت میں ارسال فرماویں گے۔"

انگریزی پڑھنے کا ثواب

تین سال کے اندر طلب نشان والی پیشگوئی کے اشتہار کا انگریزی میں ترجمہ ہوکر

لاہور میں طبع ہونے کے واسطے آیا ہوا تھا۔ اس کو لیکر ہفتہ کی شام کو مَیں یہاں سے روانہ ہوا۔ اور چھینہ کے اسٹیشن پر اُتر کر دارالامان کو روانہ ہوا۔ راستہ میں سے شیخ چراغ علی صاحب جو کہ شیخ حامد علی صاحب کے چچا ہیں، نہایت مہربانی سے میرے ساتھ ہوئے۔ اور میرا بوجھ اٹھایا۔ اور مجھے راستہ دکھایا۔ اور ہم دارالامان میں پہنچے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ نماز فجر کیوقت حضور اقدسؑ کی زیارت مسجد میں ہوئی جس سے قلب کو نور حاصل ہوا۔ اور بعد نماز فجر آپؑ نے وہ انگریزی اِشتہار اوّل سے آخر تک سُنا۔ عبارت انگریزی پڑھ کر اور ہر ایک فقرہ کیساتھ ترجمہ کر کے مَیں نے سُنایا۔ اور اسکے بعد آپؑ اندر تشریف لے گئے۔ اور پھر ۹ بجے کے قریب سَیر کے واسطے تشریف لائے۔ ملتے ہی فرمایا۔ "آپ نے اس کام میں خوب ہمت کی"۔ فرمایا کہ "اِس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ کہ ہمنے انگریزی نہیں پڑھی۔ کہ وہ آپ لوگوں کو ثواب میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ انگریزی اگر ہم پڑھے ہوئے ہوتے۔ تو اُردو کی طرح اسکے بھی دو چار صفحے ہر روز ہم لکھدیا کرتے۔ مگر خدا نے چاہا، کہ جیسے آپ ہیں اور مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ آپ لوگوں کو بھی یہ ثواب دیا جائے"۔

مینے عرض کی، کہ یہ ہمت اور ثواب تو مولوی محمد علی صاحب کا ہی ہے۔ فرمایا۔ کہ "عالمگیر کے زمانہ میں مسجد شاہی کو آگ لگ گئی۔ تو لوگ دَوڑے دَوڑے بادشاہ سلامت کے پاس پہنچے۔ اور عرض کی۔ کہ مسجد کو تو آگ لگ گئی۔ اِس خبر کو سُنکر وہ فوراً سجدہ میں گرا اور شکر کیا۔ حاشیہ نشینوں نے تعجب سے پُوچھا۔ کہ حضور سلامت یہ کونسا وقت شکرگذاری کا ہے۔ کہ خانۂ خدا کو آگ لگ گئی ہے۔ اور مسلمانوں کے دِلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ تو بادشاہ نے کہا۔ کہ مَیں مدت سے سوچتا تھا۔ اور آہ سرد بھرتا تھا۔ کہ اتنی بڑی عظیم الشان مسجد جو بنی ہے اور اِس عمارت کے ذریعہ سے ہزارہا مخلوقات کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کاش کوئی ایسی تجویز ہوتی۔ کہ اِس کارِ خیر میں کوئی میرا بھی حصہ ہوتا۔ لیکن چاروں طرف سے مَیں اس کو ایسا مکمل اور بے نقص دیکھتا تھا۔ کہ مجھے سُوجھ نہ سکتا۔ کہ اس میں میرا ثواب کس طرح ہو جاوے سو آج خدا نے میرے واسطے حصول ثواب کی ایک راہ نکال دی۔

واللہ السمیع العلیم"۔

آریہ ترمپورتی

پھر لیکھرام کے متعلق دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ فرمایا " اسلام پر حملہ کرنے میں اور مسلمانوں کا بجادل دکھانے میں آریوں کے درمیان ایک طرح کی ترمپورتی تھی۔ جن میں سے سب سے بڑھکر لیکھرام تھا۔ اور اس کے بعد اندرمن اور الکھ دھاری تھے "

فرمایا " دیانند بھی تھا۔ مگر اس کو ایسا موقع نہیں تھا۔ اور نہ وہ اس طرح سے کتابیں لکھتا تھا "

فرمایا " ان تینوں نے اور خصوصاً لیکھرام نے بڑی بے ادبیاں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا طریق ہے۔ کہ جس راہ سے کوئی بدی کرے۔ اُسی راہ سے گرفتار کیا جاتا ہے۔ چونکہ لیکھرام نے زبان کی چھری کو اسلام اور اس کے برخلاف حد سے بڑھکر چلایا۔ اس واسطے خدا نے اس کو چھری سے سزا دی " فرمایا " لیکھرام کے معاملہ میں غیب کا ہاتھ کام کرتا ہوا صاف دکھائی دیتا ہے "

ایک شخص کا شدھ ہونے کے لئے اس کے پاس آنا۔ اُس کا اُسپر بھروسہ کرنا۔ یہانتک کہ اپنے گھر میں بلا تکلف اُس کو لے جانا۔ شام کے وقت دیگر مُلاقاتیوں کا چلا جانا ان کا اکیلا رہ جانا پھر عین عید کے دُوسرے دن اُس کا اس کام کے لئے عازم ہونا لیکھرام کا لکھتے لکھتے کھڑے ہو کر انگڑائی لینا۔ اور اپنے پیٹ کو سامنے نکالنا۔ اور چھری کا وار کاری پڑنا۔ مرتے وقت آخیر دم تک اُس کی زبان کو خدا نے ایسا بند کرنا۔ کہ باوجود ہوش کے اور اس علم کے کہ ہم نے اُس کے برخلاف پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے اِس شبہ کا اظہار بھی نہ کرنا۔ کہ مجھے مرزا صاحب پر شک ہے۔ پھر آجتک اُس کے قاتل کا پتہ نہ چلنا۔ یہ سب خدا کے فضل ہیں۔ جو ہیبتناک طور پر اسکی قدرت اور طاقت کا جلوہ دکھا رہے ہیں "

شعبدہ بازی

فرمایا " لیکھرام بڑا ہی زبان دراز تھا۔ اور اس کے بعد ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا۔

کیونکہ اِذَا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ ۔ اب اللہ تعالیٰ زمین کو ایسے وجود سے پاک رکھیگا" فرمایا۔ کہ" دنیا کے اندر جو نشانات حضرت موسیٰؑ یا دیگر انبیاء نے اِس طرح کے دکھائے جیساکہ سونٹے سے رسّی کا بنانا۔ یہ سب شبہ میں ڈالنے والی باتیں ہیں خصوصاً اس زمانہ کے درمیان جبکہ ہر طرح کی شعبدہ بازیاں مداری لوگ دکھلاتے ہیں۔ کہ اِنسان کی سمجھ میں ہرگز نہیں آتا۔ کہ یہ امر کس طرح سے ہوگیا۔ اور انگریز لوگ ایسے ایسے کرتب شعبدہ بازی کے دکھاتے ہیں۔ کہ مرا ہوُا آدمی واپس آجاتا ہے۔ اور ٹوٹی ہوئی چیزیں ثابت دِکھائی دیتی ہیں۔ جیساکہ آئینِ اکبری میں بھی ابوالفضل نے ایک قصہ بیان کیا ہے۔ کہ ایک شعبدہ باز آسمان پر لوگوں کے سامنے چڑھ گیا۔ اور اُوپر سے اُس کے اعضاء ایک ایک ہوکر گرے۔ اور اس کی بیوی ستی ہوگئی۔ لیکن وہ آسمان سے پھر اُتر آیا، اور اُس نے اپنی بیوی کیلئے مطالبہ کیا۔ اور ایک وزیر پر شبہ کیا۔ کہ اس نے چھپا رکھی ہے۔ اور یہ اسپر عاشق ہے۔ اور پھر اُس کی تلاشی کی اجازت بادشاہ سے لے کر اُسی کی بغل سے نکالی"

فرمایا" ایسی صورتوں میں پھر سوائے اس کے اور کچھ بات باقی نہیں رہتی ہے کہ انسان ایمان سے کام لے۔ اور انبیاء کے کاموں کو خدا کیطرف سے سمجھے۔ اور شعبدہ بازوں کے کاموں کو دھوکا اور فریب خیال کرے۔ اور اِس طرح سے یہ معاملہ بہت نازک ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو جو معجزہ عطاء فرمایا ہے، وہ اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور اصول تمدن کا ہے۔ اور اُس کی بلاغت اور فصاحت کا ہے جس کا مقابلہ کوئی انسان کر نہیں سکتا۔ اور ایسا ہی معجزہ غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کا ہے۔ اس زمانہ کا کوئی شعبدہ بازی کا استاد ہرگز ایسا کرنیکا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نشانات کو ایک تمیز صاف عطا فرمائی ہے۔ تاکہ کسی شخص کو حیلہ حجت بازی کا نہ رہے۔ اور اس طرح خدا نے اپنے نشانات کھول کھولکر دکھائے ہیں۔ جن میں کوئی شک و شبہ اپنا دخل نہیں پیدا کر سکتا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ کوئی اعتراض کرتا تھا۔ کہ میرزا صاحب نے لیکھرام کو آپ مروا ڈالا۔ فرمایا یہ ایک بیہودہ اور جھوٹ بات ہے۔

نگران لوگوں کو یہ تو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور کعب کو کیوں قتل کرا دیا تھا؟

فرمایا ”ہماری پیشگوئیاں سب اقتداری پیشگوئیاں ہیں۔ اور یہ نشان ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتی ہیں“

معجزانہ فصاحت

فرمایا ”لوگوں کی فصاحت و بلاغت الفاظ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور اس میں سوائے قافیہ بندی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے ایک عرب نے لکھا ہے۔ کہ سافرت الی روم وانا علیٰ جملٍ ما توم۔ مَیں رُوم کو روانہ ہُوا۔ اور مَیں ایک ایسے اونٹ پر سوار ہُوا جس کا پیشاب بند تھا۔ یہ الفاظ صرف قافیہ بندی کے واسطے لائے گئے ہیں یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے۔ کہ اس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پرودئے گئے ہیں۔ اور اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں۔ کہ کوئی ایک جگہ سے اُٹھا کر دُوسری جگہ نہیں رکھا جا سکتا۔ اور کسی کو دوسرے لفظ سے بدلا نہیں جا سکتا۔ لیکن باوجود اسکے قافیہ بندی اور فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں“

آجکل کے صُوفیاء

ایک شخص نے کسی صُوفی گدّی نشین کی تعریف کی۔ کہ وہ آدمی بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو سمجھایا جاوے، تو اُمید کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ حق بات کو پا جاوے۔ اور عرض کی۔ کہ میرا اُس کیساتھ ایک ایسا تعلق ہے کہ اگر حضورؑ مجھے ایک خط اُن کے نام لکھدیں تو مَیں لیجاؤں۔ اور امید ہے۔ کہ ان کو فائدہ ہو۔ فرمایا ”آپ دو چار دن اور یہاں ٹھہریں مَیں انتظار کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ خود بخود استقامت کیساتھ کوئی بات دل میں ڈال دے۔ تو مَیں آپکو لکھدوں“

پھر فرمایا۔ کہ ”جب تک ان لوگوں کو استقامت حسن نیّت کے ساتھ چند دن کی

صحبت نہ حاصل ہو جاوے۔ تب تک مشکل ہے۔ چاہیئے۔ کہ نیکی کیواسطے دل جوش مارے۔ اور خدا کی رضاء کے حصول کے لئے دل ترساں ہو۔"

اس شخص نے عرض کی۔ کہ ان لوگوں کو اکثر یہ حجاب بھی ہوتا ہے۔ کہ شاید کسی کو یہ معلوم ہو جاوے۔ تو لوگ ہمارے پیچھے پڑ جاویں۔ فرمایا" اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ایسے لوگ لا الہ الا اللہ کے قائل نہیں ہوتے۔ اور سچے دل سے اس کلمہ کو زبان سے نکالنے والے نہیں ہوتے۔" فرمایا" جب تک زید و بکر کا خوف درمیان میں ہے۔ تب تک لا الہ الا اللہ کا نقش دل میں نہیں جم سکتا۔"

کلمہ کا اثر

فرمایا" یہ جو رات دن مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کہنے کے واسطے تائید اور تاکید ہے۔ اس کیوجہ یہی ہے۔ کہ بغیر اس کے کسی شخص میں شجاعت پیدا نہیں ہو سکتی جب آدمی لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ تو تمام انسانوں اور چیزوں۔ اور حاکموں اور افسروں اور دشمنوں اور دوستوں کی قوت اور طاقت ہیچ ہو کر انسان صرف اللہ کو دیکھتا ہے۔ اور اس کے سوائے سب اسکی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ پس وہ شجاعت اور بہادری کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اور کوئی ڈرانیوالا۔ اُس کو ڈرا نہیں سکتا۔

فراست

فرمایا" فراست بھی ایک چیز ہے۔ جیساکہ ایک یہودی نے دیکھتے ہی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کہدیا۔ کہ میں ان میں نبوت کے نشان پاتا ہوں اور ایسا ہی مباہلہ کیوقت عیسائی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ آئے۔ کیونکہ اُن کے مشیر نے ان کو کہدیا تھا۔ کہ میں ایسے مُنہ دیکھتا ہوں۔ کہ اگر وہ پہاڑ کو کہینگے۔ کہ یہاں سے ٹل جا۔ تو وہ ٹل جائیگا۔"

فرمایا" اگر کسی کے باطن میں کوئی حصہ رُوحانیت کا ہے۔ تو وہ مجھ کو قبول کریگا۔"

کتابِ تعلیم

فرمایا۔ کہ" مَیں چاہتا ہوں۔ کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں، اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کریں۔ اس کتاب کے تین حصّے ہوں گے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضورؑ میں ہمارے کیا فرائض ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ہمارے نفس کے کیا کیا حقوق ہمپر ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہمپر کیا کیا حقوق ہیں "

کراماتِ اولیاء

فرمایا" زمانہ نبوّت تو نورٌ علےٰ نور تھا۔ اور ایک آفتاب تھا۔ لیکن اسکے بعد کے اولیاؤں کے جو خوارق و کرامات بتلائے جاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ انکشاف نہیں رکھتے اور ان کی تاریخ کا صحیح پتہ نہیں لگ سکتا۔ چنانچہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے کرامات اُنکے دو۲ سو سال بعد لکھے گئے۔ اور علاوہ اس کے ان لوگوں کو یہ موقع مقابلہ دشمن کا نہیں ملا اور نہ اُن کو ایسا فتنہ پیش آیا، جیسا کہ ہم کو "

ایسی ہی باتوں پر سیر کا وقت ختم ہوا۔ اور رُوحوں کو ایک تازگی حاصل ہوئی.....

مجلس امام

حضرت اقدسؑ پھر روٹی کے وقت تشریف لائے۔ مگر وہی حضرت رسُول کریمؐ کی مجلس کا نمونہ کہ جسطرح کی باتیں شروع ہوگئیں، ہوتی رہیں۔ ملانوں کی نفس پرستیوں اور طلاق اور حلالہ کی منحوس رسم کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اور علمائے زمانہ پر افسوس ہوتا رہا۔ اور مولوی برہان الدین صاحب نے ان بدیوں کے دُور کرنے میں اپنے کارناموں کا تذکرہ کیا۔ جن کو جماعت شوق سے سُنتی رہی۔ اسکے بعد حضور اقدسؑ ظہر اور عصر کی نماز میں ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ اور مغرب سے عشاء کے پڑھ چکنے تک باہر تشریف فرما رہے۔ اور مغرب کے بعد آپؑ نے ایک مخلص کا ایک خط سُنا۔ اور دو۲ اخبارین سنیں

ایک تو سیالکوٹ کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے۔ اور اس کو سنکر بہت محظوظ ہوئے۔ مَیں اُمّید کرتا ہوں۔ کہ لکھنے والے کا اجر قائم ہوگیا۔ خصوصاً ڈاکٹر لوقا کے لفظ پر بہت خوش ہوئے۔ اور اس کے ڈاکٹر ہونے کے متعلق زیادہ تحقیقات کرنے کے واسطے اس عاجز کو ارشاد صادر فرمایا۔ اور دوم اخبار عام آریوں کی بدزبانی پر ایک ایڈیٹوریل ہندو اڈیٹر کا لکھا ہوُا تھا۔ غالباً دونوں مضمون الحکم میں بھی نکل جائیں گے۔ اور آپ انکو مُلاحظہ فرمائیں گے۔ دونوں قابل پڑھنے کے ہیں۔

نظم حامد

اسی وقت حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کی ایک نظم حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھی۔ جو کہ انہوں نے اپنے خط میں لکھی تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک عزیز کے واسطے دُعا کے لئے التجا تھی۔ نظم کو سُنکر حضرت اقدسؑ بمعہ جماعت بہت خوش ہوئے۔ اور حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اس کو کہیں چھپوا دینا چاہیئے۔ لہذا وہ الحکم میں چھپنے کیلئے دی گئی۔ امید ہے۔ کہ آپ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوں گے۔ اسکے دو تین شعر میں بھی آپکو سُناتا ہوں:۔

ڈنکا بجا جہاں میں مسیحا کے نام کا ❦ خادم ہے دینِ پاک رسولِ انام کا
بٹتا ہے قادیاں میں زر و مال احمدی ❦ لنگر لگا ہوُا ہے وہاں فیض عام کا
نُور محمدی سے چمکتا ہے وہ مکاں ❦ کچھ رنگ ہی جُدا ہے وہاں صبح و شام کا

ڈاکٹر لوقا

عشاء کی نماز کے بعد حضور اقدسؑ اندر تشریف لے گئے۔ اور مَیں نے مولوی محمدؐ علی صاحب کی امداد میں تھوڑی دیر اشتہاروں کا کام کر کے اُنہیں کے زیر سایہ بیت السلام میں رات کاٹی۔

نماز فجر کے وقت حضرت اقدسؑ تشریف لائے۔ اور نماز کے بعد اندر چلے گئے۔

اور اس کے بعد نو ۹ بجے کے قریب سیر کیواسطے تشریف لائے۔ اور احباب ہمہ گوش ہوکر ساتھ ہو لیئے۔ وہی رات والے مضمون، ڈاکٹر لوقا کا ذکر درمیان آیا میاں اللہ دیا صاحب لدھیانوی بھی اتفاقاً ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی تصدیق کی۔ کہ لوقا ڈاکٹر تھا۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں تھا۔ اس واسطے زیادہ تحقیقات کیلئے میاں الہ دیا صاحب کو بھی ارشاد ہؤا۔ اسی پر بہت دیر تک گفتگو ہوتی چلی گئی۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ عربی میں لق چٹنی کو بھی کہتے ہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ انگریزی میں لِق چاٹنے کو کہتے ہیں۔ فرمایا۔ چٹنی تک تو بات پہنچ گئی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ مرہم پٹی تک بھی بات نکل آئے۔ فرمایا۔ کہ انگریزی کتابوں اور تاریخ کلیسا سے اُس کے حالات کے متعلق تحقیقات کرنی چاہیئے۔ یہ ایک نئی بات نکلی ہے؛

کشفِ قبُور

پھر فرمایا۔ کہ کچھ مشکل امر نہیں ہے، اگر ہم چاہیں تو لوقا پر توجہ کریں۔ اور اس سے سب حال دریافت کریں۔ مگر ہماری طبیعت اس امر سے کراہت کرتی ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوائے کسی اور کیطرف توجہ کریں۔ خدا تعالیٰ آپ ہمارے سب کام بناتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو کشفِ قبور لیئے پھرتے ہیں۔ یہ سب جھوٹ اور لغو اور بیہودہ بات ہے۔ اور شرک ہے۔ ہم نے سُنا ہے۔ کہ اس طرف ایک شخص پھرتا ہے اور اس کو بڑا دعویٰ کشفِ قبور کا ہے۔ اگر اس کا علم سچّا ہے۔ تو چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس آئے۔ اور ہم اس کو ایسی قبروں پر لیجائیں گے۔ جن سے ہم خوب واقف ہیں۔ مگر یہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ اور اُن کے پیچھے پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ سعید آدمی کو چاہیئے۔ کہ ایسے خیالات میں اپنے اوقات کو خراب نہ کرے۔ اور اس طریق کو اختیار کرے۔ جو اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کے صحابہؓ نے اختیار کیا؛

گدّی نشینان

اس کے بعد صاحبزادہ سراج الحق صاحب نے ایک اشتہار پڑھا جو کہ اُنکے

بھائی صاحب نے اپنے سلسلہ کے عرس کیواسطے مریدین کو دیا ہے۔ اس میں ہر قسم کے کھانوں اور ہر قسم کے کھیل تماشوں اور ناچ رنگوں اور آتش بازیوں کا نقشہ بڑی مصفا عبارت اور رنگین فقروں میں کھچا ہوا تھا۔ اسپر گدی نشینوں کے حالات پر افسوس ہوتا رہا۔ اور مولوی برہان الدین صاحب نے اپنے مشاہدہ کی چند گدیوں اور ان کی مجلسوں کا نقشہ کھینچکر احباب کو خوش کیا۔ چونکہ اس میں سرود سے حظ اُٹھانے اور سرور لینے کا ذکر تھا۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ انسان میں ایک ملکہ احظاظ کا ہوتا ہے۔ کہ وہ سرود سے حظ اُٹھاتا ہے۔ اور اُس کے نفس کو دھوکہ لگتا ہے۔ کہ میں اس مضمون سے سرور پا رہا ہوں۔ مگر دراصل نفس کو صرف حظ درکار ہوتا ہے۔ خواہ اس میں شیطان کی تعریف ہو یا خدا کی۔ جب یہ لوگ اسمیں گرفتار ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ تو ان کیواسطے شیطان کی تعریف یا خدا کی سب برابر ہو جاتی ہے +

آئندہ ملنے والے

اسپر آج کا سیر ختم ہوا۔ لیکن کل کے سیر میں سے ایک بات رہ گئی تھی جسکو اَب عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ ابھی ہمارے مخالفوں میں سے پہلے سے ایسے آدمی بھی ہیں۔ جن کا ہماری جماعت میں شامل ہونا مقدر ہے۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ پر فرشتے ان کو دیکھکر ہنستے ہیں۔ کہ تم بالآخر انہی لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ ہماری مخفی جماعت ہے۔ جو کہ ہمارے ساتھ ایک دن مل جائے گی۔

پھر کھانیکے وقت حضور بھی تشریف لائے۔ اور روٹی کھانے کے بعد حضور اقدس نے ایک تقریر فرمائی۔ جو دلوں کے واسطے نور اور ہدایت حاصل کرنے کا موجب ہوئی۔ جو کچھ اسمیں سے مَیں ضبط رکھ سکا وہ آپکو سُناتا ہوں۔ آپ توجہ سے سُنیں۔ اس زمانہ کے فتنہ و فساد کا ذکر تھا:۔

ضرورت مبلغین

فرمایا ''ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنۂ اسلام پر

پڑا ہؤا ہے۔ اسکے دُور کرنے میں کچھ حصہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے۔ کہ اس فتنہ کے دُور کرنے میں ہر ایک حصہ لے۔ اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں چاہیئے۔ کہ اپنی تقریر اور علم کے ساتھ اور ہر ایک قوت کیساتھ جو اسکو دیگئی ہے۔ مخلصانہ کوشش کر کے ان باتوں کو دُنیا سے اُٹھاوے۔ اگر اسی دنیا میں کسی کو آرام اور لذت ملگئی، تو کیا فائدہ۔ اگر دنیا میں بھی اجر پا لیا تو حاصل کیا؟ عقبیٰ کا ثواب لو جس کا اِنتہا نہیں۔ ہر ایک کو خدا کی توحید و تفرید کیلئے ایسا جوش ہونا چاہیئے، جیسا خود خدا کو اپنی توحید کا جوش ہے۔ غور کرو، کہ دُنیا میں اِس طرح کا مظلوم کہاں ملیگا۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی گند اور گالی اور دشنام نہیں۔ جو آپؐ کیطرف نہ پھینکی گئی ہو۔ کیا یہ وقت ہے۔ کہ مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ رہیں۔ اگر اس وقت میں کوئی کھڑا نہیں ہوتا۔ اور حق کی گواہی دیکر جھوٹے کے منہ کو بند نہیں کرتا۔ اور جائز رکھتا ہے۔ کہ کافر بے حیائی سے ہمارے نبیؐ پر اتہام لگائے جائیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرتے جائیں تو یاد رکھو۔ وہ بیشک بڑی بازپرس کے نیچے ہے۔ چاہیئے کہ جو کچھ علم اور واقفیت تمکو حاصل ہے۔ وہ اس راہ میں خرچ کرو۔ اور لوگوں کو اس مصیبت سے بچاؤ۔ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ اگر تم دجّال کو نہ مارو، تب بھی وہ مر تو جائیگا مثل مشہور ہے۔ ہر کمالے را زوالے۔ تیرھویں صدی سے یہ آفتیں شروع ہوئیں۔ اور اب وقت قریب ہے کہ اسکا خاتمہ ہو جائے۔ ہر ایک کا فرض ہے۔ کہ جہاں تک ہوسکے، پوری کوشش کرے۔ اور نُور اور روشنی لوگوں کو دکھائے۔

خُدا کے لئے جوشیلے بنو

خدا کے نزدیک ولی اللہ اور صاحبِ برکات وہی ہے۔ جس کو یہ جوش حاصل ہو جائے۔ خدا چاہتا ہے۔ کہ اُس کا جلال ظاہر ہو۔ نماز میں جو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہا جاتا ہے۔ وہ بھی خدا کے جلال کے ظاہر ہونے کی تمنّا ہے۔ خدا کی ایسی عظمت ہو۔ کہ اس کی نظیر نہ ہو۔ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے

یہی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ خدا نے ترغیب دی ہے۔ کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھاوے۔ کہ اس کی عظمت کے برخلاف کوئی شئے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ جو اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں۔ وہی مرید کہلاتے ہیں۔ اور وہی برکتیں پاتے ہیں۔ جو خدا کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے واسطے جوش نہیں رکھتے۔ ان کی نمازیں جھوٹی ہیں۔ اور ان کے سجدے بیکار ہیں جب تک خدا کے لئے جوش نہ ہو۔ یہ سجدے صرف منتر جنتر ٹھہریں گے۔ جن کے ذریعے سے یہ بہشت کو لینا چاہتا ہے۔ یاد رکھو۔ کوئی جسمانی بات جس کیساتھ کیفیت نہ ہو۔ فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ خدا کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے۔ ایسے ہی تمہارے رکوع اور سجود بھی نہیں پہنچتے۔ جب تک ان کے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ خدا کیفیت کو چاہتا ہے۔ خدا اُن سے محبت کرتا ہے۔ جو اس کی عزت اور عظمت کے لئے جوش رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ ایک باریک راہ سے جاتے ہیں۔ اور کوئی دُوسرا ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ جب تک کیفیت نہ ہو۔ اِنسان ترقی نہیں کرسکتا۔ گویا خدا نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اُس کیلئے جوش نہ ہو کوئی لذت نہیں دیگا۔ ہر ایک آدمی کیساتھ ایک تمنا ہوتی ہے۔ پر مومن نہیں بن سکتا جب تک ساری تمناؤں پر خدا کی عظمت کو مقدم نہ کرلے۔ ولی قریب اور دوست کو کہتے ہیں۔ جو دوست چاہتا ہے۔ وہی یہ چاہتا ہے۔ تب یہ ولی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا:۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

چاہیئے۔ کہ یہ خدا کیلئے جوش رکھے۔ پھر یہ اپنے ابنائے جنس سے بڑھ جائیگا خدا کے مقرب لوگوں میں سے بن جائیگا۔ مُردوں کی طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ مُردہ کے منہ میں ایک شئے ایک طرف سے ڈالی جاتی ہے۔ تو دوسری طرف سے نکلجاتی ہے۔ اِسی طرح شقاوت کے وقت کوئی چیز اچھی ہو، اندر نہیں جاتی

ایک مصلح کا وقت

یاد رکھو! کوئی عبادت اور صدقہ قبول نہیں جبتک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے

جوش نہ ہو، ذاتی جوش نہ ہو۔ جس کیساتھ کوئی ملونی ذاتی فوائد اور منافع کی ہو بلکہ ایسا ہو کہ خود بھی نہ جانے، کہ یہ جوش میرے اندر کیوں ہے۔ بہت ضرورت ہے۔ کہ ایسے لوگ بکثرت پیدا ہوں۔ مگر سوائے خدا کے ارادہ کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ اِس طرح دینی خدمات میں مصروف ہوئے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ خدا پر کوئی اِحسان نہیں کرتے۔ جیساکہ ہر ایک فصل کے کاٹنے کا وقت آجاتا ہے۔ ایسا ہی مفاسد کے دُور کرنے کا اب وقت آگیا ہے۔ تثلیث پرستی حد کو پہنچ گئی ہے۔ صادق کی توہین و گستاخی انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ رسُول اللہؐ کی قدر مکھی اور زنبور جتنی بھی نہیں کی گئی۔ زنبور سے بھی آدمی ڈرتا ہے۔ اور چیونٹی سے بھی اندیشہ کرتا ہے۔ مگر حضرت نبی کریمؐ کو بُرا کہنے میں کوئی نہیں جھجکا۔ کذبوا بآیاتنا کے مِصداق ہو رہے ہیں۔ جتنا منہ اُن کا کُھل سکتا ہے۔ اُنہوں نے کھولا۔ اور منہ پھاڑ کر سب وشتم کیا۔ اب وہ وقت واقعی آگیا ہے کہ خدا ان کا تدارک کرے۔ ایسے وقت میں وہ ہمیشہ ایک آدمی کو پَیدا کرتا ہے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ وہ ایسے آدمی کو پیدا کرتا ہے۔ جو اس کی عظمت و جلال کے لئے بہت ہی جوش رکھتا ہو۔ باطنی مدد کا اُس آدمی کو سہارا ہوتا ہے۔ دراصل سب کچھ خدا تعالیٰ آپ کرتا ہے۔ مگر اُس کا پَیدا کرنا صرف ایک سُنّت کا پُورا کرنا ہوتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے۔ خدا نے عیسائیوں کو قرآن کریم میں نصیحت کی تھی۔ کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں۔ پر اُنہوں نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا۔ اور پہلے وہ صرف ضالین تھے۔ اب مضلین بھی بن گئے۔ خدا کے صحفِ قدرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب بات حد سے گذر جاتی ہے۔ تو آسمان پر تیاری کی جاتی ہے۔ یہی اس کا نشان ہے۔ کہ یہ تیاری کا وقت آگیا ہے۔ سچے نبی، رسُول، مجدد کی بڑی نشانی یہی ہے، کہ وہ وقت پر آوے۔ ضرورت کے وقت آوے۔ لوگ قسم کھا کر کہیں کیا یہ وقت نہیں کہ آسمان پر کوئی تیاری ہو۔ مگر یاد رکھو۔ کہ خدا سب کچھ آپ کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت

اگر سب کے سب حجروں میں بیٹھ جاویں۔ تب بھی کام ہو جاویگا۔ اور دجال کو زوال آ جاویگا۔ تلك الایام نداولها۔ اس کا کمال بتاتا ہے۔ کہ اب اس کے زوال کا وقت ہے۔ اس کا ارتفاع ظاہر کرتا ہے۔ کہ اب وہ نیچا دیکھیگا۔ اُس کی آبادی اُس کی بربادی کا نشان ہے۔ ہاں ٹھنڈی ہوا چل پڑی ہے۔ خدا کے کام آہستگی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہوتی۔ تو پھر بھی مسلمانوں کو چاہیئے تھا۔ کہ دیوانہ وار پھرتے اور تلاش کرتے۔ کہ مسیح اب تک کیوں نہیں آیا۔ یہ کسر صلیب کے لئے آیا ہے۔ ان کو چاہیئے نہیں تھا۔ کہ یہ اس کو اپنے جھگڑوں کیلئے بلاتے۔ اُس کا کام کسرِ صلیب ہے۔ اور اسی کی زمانہ کو ضرورت ہے۔ اور اسی واسطے اس کا نام مسیح موعودؑ ہے۔ اگر ملانوں کو نوع انسان کی بہبودی مدِنظر ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ ان کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ ہم نے فتوئے لکھکر کیا بنا لیا ہے۔ جس کو خدا نے کہا کہ ہو جاوے اس کو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ نہ ہووے۔ یہ ہمارے مخالف بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ مشرق و مغرب میں ہماری بات کو پہنچا دیتے ہیں۔ ابھی ہمنے سُنا ہے۔ کہ گولڑے والا پیر ایک کتاب ہمارے برخلاف لکھنے والا ہے۔ سو ہم خوش ہیں۔ کہ اسکے مُریدوں میں سے جسکو خبر نہ تھی اس کو بھی خبر ہو جاوے گی۔ ان کو ہماری کتابوں کے دیکھنے کے لئے ایک تحریک پیدا ہو گی۔ اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے۔ اور ہمارے دِلوں پر ایک اثر چھوڑ گئے۔ کہ مَیں لاہور میں جاکر بھی اپنے تئیں اسکے سبب وجد میں پاتا تھا۔ ایک اور وقت میں فرمایا۔ کہ یہ جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں ذلیل لوگ عزت پا جائینگے۔ سو یہ بات چوہڑوں اور چماروں کے عیسائی ہونے سے پُوری ہوئی۔ کہ اُن کو انگریزی کی تعلیم دیکر اور انگریزی نام رکھکر دفتروں میں افسر کیا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے خاندانی اُن کے سامنے خادم ذلیل کیطرح کھڑے ہوتے ہیں ؂

وحدتِ شہود

صاحبزادہ سراج الحق نے ایک لطیفہ سنایا۔ کہ مَیں وحدت وجود کے مسئلہ کا

قائل تھا۔ اور شہودیوں کا سخت مخالف۔ جب میں پہلے پہل حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی خدمت میں پہنچا۔ تو مَیں نے آپؑ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ ایک سمندر ہے۔ جسمیں سے سب شاخیں نکلتی ہیں۔ مگر ہمیں شہودیوں والی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے شروع ہی میں جو کہا گیا ہے۔ الحمدللہ ربّ العالمین۔ عٰلمین کا رب۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب اور ہے، اور عالم اور ہے۔ ورنہ اگر وحدت وجود والی بات صحیح ہوتی تو رب العین کہا جاتا۔

ظہر اور عصر کے وقت حضور اقدسؑ پھر تشریف لائے۔ اور عصر کے بعد جُدائی کا کڑوا گھونٹ میں نے پیا۔ بعدہٗ پھر وہی لاہور کی گلیاں اور وُہی میں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار۔ محمدؐ صادق۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

بابِ دہم

عاجز راقم کی چند روایات منقول از کتاب سیرۃ المہدی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؐ صاحب نے اپنی تالیف کردہ کتاب سیرۃ المہدی میں چند روایات عاجز کی بیان کردہ درج کی ہیں۔ انکو بھی یہاں نقل کر دیا جاتا ہے:۔

حضرت مسیح موعودؑ سفر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی سفر پر تشریف لے جانے لگتے تھے۔ تو عموماً مجھے فرما دیتے

تھے۔ کہ ساتھ جانے والوں کی فہرست بنالی جائے۔ اور ان دنوں میں جو مہمان قادیان آئے ہوئے ہوتے۔ ان میں سے بعض کیمتعلق فرمادیتے تھے۔ کہ ان کا نام لکھ لیں۔ اور اوائل میں حضرت صاحبؑ انٹر کلاس میں سفر کیا کرتے تھے۔ اور اگر حضرت بیوی صاحبہ ساتھ ہوتی تھیں تو ان کو اور دیگر مستورات کو زنانہ تھرڈ کلاس میں بٹھا دیا کرتے تھے۔ اور حضرت صاحبؑ کا یہ طریق تھا۔ کہ زنانہ سواریوں کو خود ساتھ جاکر اپنے سامنے زنانہ گاڑی میں بٹھاتے تھے۔ اور پھر اس کے بعد خود اپنی گاڑی میں خدام کیساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ اور جس اسٹیشن پر اترنا ہوتا تھا۔ اس پر بھی خود زنانہ گاڑی کے پاس جاکر اپنے سامنے حضرت بیوی صاحبہ کو اُتارتے تھے۔ مگر دَورانِ سفر میں سٹیشنوں پر عموماً خود اُتر کر زنانہ گاڑی کے پاس دریافت حالات کے لئے نہیں جاتے تھے۔ بلکہ کسی خادم کو بھیجد یا کرتے تھے۔ اور سفر میں حضرت صاحبؑ اپنے خدام کے آرام کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ اور آخری سالوں میں حضورؑ عموماً ایک سالم سیکنڈ کلاس کمرہ اپنے لئے ریزرو کروالیا کرتے تھے۔ اور اس میں حضرت بیوی صاحبہ اور بچوں کے ساتھ سفر فرماتے تھے۔ اور حضورؑ کے اصحاب دوسری گاڑی میں بیٹھتے تھے۔ مگر مختلف سٹیشنوں پر اُتر اُتر کر وہ حضور سے ملتے رہتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضورؑ الگ کمرے کو اس خیال سے ریزرو کروالیتے تھے۔ کہ تا کہ حضرت والدہ صاحبہ کو علیحدہ کمرہ میں تکلیف نہ ہو۔ اور حضورؑ اپنے اہل و عیال کیساتھ اطمینان کیساتھ سفر کرسکیں۔ نیز آخری ایام میں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر کے وقت عموماً ہر سٹیشن پر سینکڑوں ہزاروں زائرین کا مجمع ہوجاتا تھا۔ اور ہر مذہب و ملت کے لوگ بڑی کثرت کیساتھ حضور کو دیکھنے کے لئے جمع ہوجاتے تھے۔ اور مخالف و موافق ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ اس لئے بھی کمرہ کا ریزرو کروانا ضروری ہوتا تھا۔ تاکہ حضورؑ اور حضرت والدہ صاحبہ وغیرہ اطمینان کیساتھ اپنے کمرے کے اندر تشریف رکھ سکیں۔ اور بعض اوقات حضورؑ ملاقات کرنے کے لئے گاڑی سے باہر نکلکر سٹیشن پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ مگر عموماً گاڑی ہی میں بیٹھے ہوئے کھڑکی میں سے ملاقات فرمالیتے تھے۔ اور

ملنے والے لوگ باہر سٹیشن پر کھڑے رہتے تھے۔ نیز مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ جس سفر میں حضرت ام المومنین حضورؑ کے ساتھ نہیں ہوتی تھیں۔ اُس میں مَیں حضورؑ کے قیام گاہ میں حضورؑ کے کمرے کے اندر ہی ایک چھوٹی سی چارپائی لیکر سو رہتا تھا۔ تاکہ اگر حضورؑ کو رات کیوقت کوئی صُورت پیش آئے۔ تو میں خدمت کر سکوں چنانچہ اس زمانہ میں چونکہ مجھے ہوشیار اور فکرمند ہو کر سونا پڑتا تھا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضرت صاحبؑ مجھے کوئی آواز دیں، اور مَیں جاگنے میں دیر کروں۔ اس لئے اسوقت سے میری نیند بہت ہلکی ہوگئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر کبھی مجھے آواز دیتے تھے اور میری آنکھ نہ کھلتی تھی۔ تو حضورؑ آہستہ سے اُٹھکر میری چارپائی پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور میرے بدن پر اپنا دست مبارک رکھ دیتے تھے۔ جس سے مَیں جاگ پڑتا تھا۔ اور سب سے پہلے حضورؑ وقت دریافت فرماتے تھے۔ اور حضورؑ کو جب الہام ہوتا تھا۔ حضورؑ مجھے جگا کر نوٹ کروا دیتے تھے۔ چنانچہ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ حضرتؑ نے مجھے الہام لکھنے کے لئے جگایا مگر اُسوقت اتفاق سے میرے پاس کوئی قلم نہیں تھا۔ چنانچہ میںنے ایک کوئلہ کا ٹکڑا لیکر اس سے الہام لکھا۔ لیکن اس وقت کے بعد سے مَیں ہمیشہ باقاعدہ پنسل یا فونٹین پین اپنے پاس رکھنے لگا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی سیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً صبح کیوقت سَیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور عموماً بہت سے اصحاب حضورؑ کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے بعض طالب علم بھی حضورؑ کے ساتھ جانے کے شوق میں۔ کسی بہانہ و حیلے سے اپنے کلاس رُوم سے نکل کر حضورؑ کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ اساتذہ کو پتہ لگتا تھا۔ تو تعلیم کے حرج کا خیال کر کے بعض اوقات ایسے طلباء کو بلا اجازت چلا جانے پر سزا وغیرہ بھی دیتے تھے۔ مگر بچوں کو کچھ ایسا شوق تھا۔ کہ وہ عموماً موقع پا کر نکل ہی جاتے تھے۔

ملکہ کا راج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایکدفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھہ خفا ہُوا جسپر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی بڑی بیوی کے پاس جاکر میری ناراضگی کا ذکر کیا۔ اور حضرت مولوی صاحب کی بیوی نے مولوی صاحب سے ذکر کردیا۔ اسکے بعد میں جب مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا تو اُنہوں نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب آپکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہاں ملکہ کا راج ہے" بس اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہا۔ مگر مَیں اُن کا مطلب سمجھہ گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں۔ کیونکہ ایکطرف تو ان دِنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریہ متمکن تھیں۔ اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحبؓ کا اس طرف اِشارہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے ہیں۔ اور گویا گھر میں حضرت ام المومنین کی حکومت ہے۔ اور اس اشارہ سے مولوی صاحبؓ کا مقصد یہ تھا۔ کہ مفتی صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیئے؛

حضرت مسیح موعودؑ کا حلم اور کرم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے مجھہ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کیساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضورؑ کیساتھ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کرلیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا۔ اور وہ سردیوں کے دن تھے۔ اور میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی۔ مَیں نے حضرتؑ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ کہ حضورؑ رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے۔

حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسا ارسال فرمائے۔ اور ساتھ ہی پیغام بھیجا۔ کہ رضائی محمود کی ہے، اور دُھسا میرا۔ آپ انمیں سے جو پسند کریں رکھ لیں۔ اور چاہیں تو دونو رکھ لیں۔ مینے رضائی رکھ لی، اور دُھسا واپس بھیجدیا۔

نیز مفتی صاحب نے بیان کیا۔ کہ جب مَیں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا۔ تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مَیں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا۔ تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا، وہ یُونہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے کوئی رُومال بھی تو ساتھ لانا تھا۔ جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا مَیں کچھ انتظام کرتا ہوں۔ اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔ ایکدفعہ سفر جہلم کے دَوران میں جبکہ حضورؑ کو کثرت پیشاب کی شکایت تھی۔ حضورؑ نے مُجھ سے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب! مجھے پیشاب کثرت کیساتھ آتا ہے۔ کوئی برتن لائیں۔ جس میں مَیں رات کو پیشاب کر لیا کروں۔ مَیں نے تلاش کر کے ایک مٹی کا لوٹا لا دیا۔ جب صبح ہوئی تو مَیں لوٹا اُٹھانے لگا۔ تاکہ پیشاب گرا دوں۔ مگر حضرت صاحبؑ نے مجھے روکا اور کہا۔ کہ نہیں آپ نہ اُٹھائیں میں خود گرا دونگا۔ اور باوجود میرے اصرار کے ساتھ عرض کرنے کے آپؑ نے نہ مانا۔ اور خود ہی لوٹا اُٹھا کر مناسب جگہ پیشاب کو گرا دیا۔ لیکن اس کے بعد جب پھر یہ موقعہ آیا۔ تو میں نے بڑے اصرار کیساتھ عرض کیا۔ کہ مَیں گراؤں گا۔ جس پر حضرت صاحبؑ نے میری عرض کو قبول کر لیا۔ نیز مفتی صاحب نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت صاحبؑ نے ایک دفعہ دو گھڑیاں عنایت فرمائیں۔ اور کہا کہ یہ عرصے سے ہمارے پاس رکھی ہُوئی ہیں۔ اور کچھ بگڑی ہوئی ہیں۔ آپ اُنہیں ٹھیک کرا لیں۔ اور خود ہی رکھیں ؛

قلم جس سے حضرت صاحبؑ لکھا کرتے تھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلک کے قلم سے لکھا کرتے تھے۔ اور ایک وقت میں چار چار پانچ پانچ قلمیں بنوا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ تاکہ جب ایک قلم گھس جاوے۔ تو دوسری کے لئے انتظار نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ اس طرح روانی میں فرق آتا ہے۔ لیکن ایک دفعہ جبکہ عید کا موقع تھا۔ مَیں نے حضورؑ کی خدمت میں بطور تحفہ دو۲ ٹیڑھی نبّیں پیش کیں۔ اس وقت تو حضرت صاحبؑ نے خاموشی کے ساتھ رکھ لیں۔ لیکن جب مَیں لاہور واپس گیا۔ تو دو۲ تین۳ دن کے بعد حضرتؑ کا خط آیا۔ کہ آپ کی وہ نبیں بہت اچھی ہیں۔ اور اب مَیں اُن ہی سے لکھا کروں گا۔ آپ ایک ڈبیہ ویسے نبوں کی بھیجدیں۔ چنانچہ مَیں نے ایک ڈبیہ بھجوا دی۔ اور اسکے بعد اس قسم کی نبیں حضورؑ کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ لیکن جیسا کہ ولائتی چیزوں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد مال میں کچھ نقص پیدا ہو گیا۔ اور حضرت صاحب نے مجھ سے ذکر فرمایا۔ کہ اب یہ نب اچھا نہیں لکھتا۔ جس پر مجھے آئندہ کیلئے اس ثواب سے محروم ہو جانے کا فکر وامنگیر ہوا۔ اور مَیں نے کارخانے کے مالک کو ولائت میں خط لکھا۔ کہ مَیں اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تمہارے کارخانہ کی نبیں پیش کیا کرتا تھا۔ لیکن اب تمہارا مال خراب آنے لگا ہے۔ اور مجھ کو اندیشہ ہے۔ کہ حضرت صاحب اس نب کے استعمال کو چھوڑ دینگے۔ اور اس طرح تمہاری وجہ سے مَیں اس ثواب سے محروم ہو جاؤں گا۔ اور اس خط میں مَیں نے یہ بھی لکھا۔ کہ تم جانتے ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں؟ اور پھر مَیں نے حضور کے دعوے وغیرہ کا ذکر کر کے اسکو اچھی طرح تبلیغ بھی کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد اس کا جواب آیا۔ جسمیں اُس نے معذرت کی۔ اور ٹیڑھی نبوں کی ایک اعلیٰ قسم کی ڈبیہ مُفت ارسال کی۔ جو مَیں نے حضرت کے حضور پیش کر دیں۔ اور اپنے خط اور

اس کے جواب کا ذکر کیا۔ حضور یہ ذکر سُنکر مسکرائے۔ مگر مولوی عبدالکریم صاحب جو اسوقت حاضر تھے۔ ہنستے ہوئے فرمانے لگے۔ کہ جسطرح شاعر اپنے شعروں میں ایک مضمون سے دُوسرے مضمون کی طرف گریز کرتا ہے۔ اسی طرح آپنے بھی اپنے خط میں گریز کرنا چاہا ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں نہوں نے پیش کرنیکا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کے دعاوی کا ذکر شروع کر دیا۔ لیکن یہ کوئی گریز نہیں۔ زبردستی ہے:۔

نمازِ استسقاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں ایک دفعہ نماز استسقاء ہوئی تھی جس میں حضرت صاحب بھی شامل ہوئے تھے۔ اور شاید مولوی محمدؐ احسن صاحب مرحوم امام ہوئے تھے۔ لوگ اس نماز میں بہت روئے تھے۔ مگر حضرت صاحب میں ضبط کمال کا تھا۔ اسلئے آپؑ کو میں نے روتے نہیں دیکھا۔ اور مجھکو یاد ہے۔ کہ اس کے بعد جلد بادل آکر بارش ہو گئی تھی۔ بلکہ شاید اُسی دن بارش ہو گئی تھی:۔

رقّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمدؐ صادق صاحب نے بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے۔ اور وہ اس طرح۔ کہ ایک دفعہ آپ اپنے خدام کیساتھ سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستے کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ کچھ قرآن شریف پڑھکر سُنائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے قرآن شریف

پڑھکر سُنایا۔ تواس وقت میں نے دیکھا۔ کہ آپکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مَیں نے بہت غور سے دیکھا۔ مگر مَیں نے آپؑ کو روتے نہیں پایا۔ حالانکہ آپؑ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ بالکل درست ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بہت کم روتے تھے۔ اور آپؑ کو اپنے آپ پر بہت ضبط حاصل تھا:

اور جب کبھی آپ روتے بھی تھے۔ تو صرف ایک حد تک روتے تھے۔ کہ آپکی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔ اس سے زیادہ آپکو روتے نہیں دیکھا گیا:

اللہ دین فلاسفر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ اللہ دین عُرف فلاسفر نے جن کی زبان کچھ آزاد واقع ہوئی ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی کچھ گستاخی کی۔ جس پر حضرت مولوی صاحب کو غصہ آگیا۔ اور انہوں نے فلاسفر صاحب کو ایک تھپڑ مار دیا۔ اس پر فلاسفر صاحب اور تیز ہوگئے۔ اور بہت برا بھلا کہنے لگے۔ جسپر بعض لوگوں نے فلاسفر کو خوب اچھی طرح زدوکوب کیا۔ اس پر فلاسفر نے چوک میں کھڑے ہوکر بڑے زور سے رونا چلّانا شروع کیا۔ اور آہ و پکار کے نعرے بلند کئے۔ یہ آواز اندرون خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کانوں تک جا پہنچی اور آپؑ بہت ناراض ہُوئے۔ چنانچہ جب آپؑ نماز مغرب کے قبل مسجد میں تشریف لائے۔ تو آپؑ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار تھے۔ اور آپ مسجد میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ اُس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی موجود تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اس طرح کسی کو مارنا بہت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اور یہ بہت بُری حرکت کی گئی ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے فلاسفر کے گستاخانہ رویّہ اور اپنی بریّت کے متعلق کچھ عرض کیا۔ مگر حضرت صاحب

نے غصّے سے فرمایا۔ کہ نہیں یہ بہت ناواجب بات ہوتی ہے۔ جب خدا کا رسُول آپ لوگوں کے اندر موجود ہے۔ تو آپ کو خودبخود اپنی رائے سے کوئی فعل نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ مجھ سے دریافت کرنا چاہیئے تھا۔ وغیر ذالك۔ حضرت صاحب کی اس تقریر پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رو پڑے اور حضرت صاحب سے معافی مانگی اور عرض کیا۔ کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں۔ اور اس کے بعد مارنے والوں نے فلاسفر سے معافی مانگ کر اُسے راضی کیا۔ اور اسے دودھ وغیرہ پلایا؛

گیارھواں باب

عاجز راقم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظرِ شفقت

مجھے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیمتعلق الہام ہوُا۔ اِمامًا ونعمۃً۔ (غالباً ۱۹۰۵ء میں) حضورؑ میرے امام تھے، اور میرے لئے ایک بڑی نعمت تھے۔ روحانی اور جسمانی انعامات مجھے حضورؑ سے حاصل ہوتے رہتے۔

ایک دفعہ جبکہ مَیں بہت بیمار ہوگیا۔ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے۔ اور میری والدہ مرحومہ بھی یہاں تشریف لائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر میری صحت کے لئے دُعا کیواسطے تحریک کی۔ حضورؑ نے فرمایا۔ کہ ہم تو ان کیلئے دُعا کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپکو خیال ہوگا۔ کہ صادق آپکا بیٹا ہے۔ اور آپکو بہت پیارا ہے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے۔ کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے۔

خطبہ الہامیہ کو یاد کرنا

جب حضرت صاحبؑ نے خطبہ الہامیہ پڑھا۔ تو حضورؑ نے فرمایا۔ کہ بعض نوجوان

اس کو یاد کرلیں۔ چنانچہ حافظ صوفی غلام محمدؐ صاحب (مبلغ ماریشس) نے اس کا بہت سا حصہ یاد کیا۔ عاجز نے بھی چند سطریں یاد کیں۔ اور ایک شام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حضورؑ کے فرمانے سے کھڑے ہو کر سُنائیں ؛

ایک دفعہ جب مَیں لاہور سے قادیان آیا ہُوا تھا۔ پچھلی رات کو تھوڑی سردی ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے خادم لڑکے کے ہاتھ دو۲ کپڑے بھیجے۔ ایک گرم پشمینہ کی چادر اور ایک رُوئی دار دُلائی (جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ صاحب کی تھی) اور کہلا بھیجا۔ ان میں سے جو ایک پسند ہو رکھ لیں، یا دونوں رکھ لیں۔ مَیں نے دُلائی رکھ لی اور چادر واپس کی۔ اِس خیال سے کہ چادر بہت قیمتی تھی۔ اور نیز اس خیال سے کہ دُلائی صاحبزادہ صاحب کی مستعملہ تھی ؛

وضوء کیواسطے پانی لادِیا

ایک دفعہ مَیں وضوء کے واسطے پانی کی تلاش میں لوٹا ہاتھ میں لئے اُس دروازے کے اندر گیا۔ جو مسجد مبارک میں سے حضرت صاحبؑ کے اندرونی مکانات کو جاتا ہے۔ تاکہ وہاں حضرت صاحبؑ کے کسی خادم کو لوٹا دے کر پانی اندر سے منگواؤں۔ اتفاقاً اندر سے حضرت صاحبؑ تشریف لائے۔ مجھے کھڑا دیکھکر فرمایا۔ آپکو پانی چاہیئے۔ مَیںنے عرض کی ہاں حضور۔ حضورؑ نے لوٹا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا۔ میں لادیتا ہوں۔ اور خود اندر سے پانی ڈالکر لے آئے۔ اور مجھے عطاء فرمایا ؛

آموں کی دعوت

گاہے حضورؑ اپنے باغ سے آم منگوا کر خدام کو کھلاتے۔ ایک دفعہ عاجز راقم لاہور سے چند یوم کی رخصت پر قادیان آیا ہُوا تھا۔ کہ حضورؑ نے عاجز راقم کی خاطر ایک ٹوکرا آموں کا منگوایا۔ اور مجھے اپنے کمرہ (نشست گاہ) میں بُلاکر فرمایا۔ کہ مفتی صاحب! یہ مَیںنے آپکے واسطے منگوایا ہے۔ کھالیں۔ مَیں کتنے کھا سکتا تھا۔ چند ایک مَیں نے

کھالئے۔ اِسپر تعجب سے فرمایا۔ کہ آپنے بہت تھوڑے کھائے ہیں" ؛

مخدوم نے خدمت کا نمونہ دکھایا

مجھے یاد ہے، کہ ایک دفعہ میَں لاہور سے قادیان آیا ہُوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحبؑ نے مسجد مبارک میں بٹھایا جوکہ اُسوقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا۔ کہ آپ بیٹھئے میَں آپکے لئے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہکر آپؑ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا۔ کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیجدینگے۔ مگر چند منٹ کے بعد جبکہ کھڑکی کھلی، تو میَں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اپنے ہاتھ سے سینی اُٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کہ آپ کھانا کھائیے میَں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے۔ کہ جب حضرت ہمارے مقتدا۔ پیشوا ہوکر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں۔ تو ہمیں آپس میں ایک دُوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے ؛

عاجز کے مکان پر تشریف لے گئے

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ خدام ایک مقدمہ میں شہادت کے واسطے ملتان تشریف لے گئے۔ اور واپسی پر لاہور میں ایک دو روز ٹھیرے۔ تو عاجز راقم بیمار تھا۔ حضورؑ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ حضورؑ نے دریافت کیا۔ کہ مفتی صاحب ملنے نہیں آئے۔ کیا سبب ہے۔ کسی نے عرض کی کہ وہ بیمار ہیں۔ چل نہیں سکتے۔ اِسپر حضورؑ خود میرے مکان پر محلہ ستھیاں میں تشریف لائے۔ دیر تک میرے پاس بیٹھے رہے۔ پانی منگواکر کچھہ پڑھ کر اُس میں دم کیا۔ اور مجھے پلایا۔ اور اُٹھتے ہوئے فرمایا۔ آپ بیمار ہیں۔ بیمار کی دُعاء بھی قبول ہوتی ہے۔ آپ ہماری کامیابی کے واسطے دُعاء کریں ؛

راقم کے متعلق حضرت صاحبؑ کی ایک تحریر

ایک دفعہ اخباری اور اشتہاری مناظرہ میں شیخ محمدؐ چٹو صاحب لاہوری نے عاجز کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے۔ جسپر حضرت صاحبؑ نے شیخ صاحب کو ایک نوٹس دیا جو درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"بعد دُعاء کے واضح ہو۔ کہ بدؔر کے اخبار مورخہ ۲رجنوری ۱۹۰۷ء نمبر ۱ میں جو میری طرف سے آپکی طرف ایک مضمون چھپا تھا۔ اسکے جواب میں کسی شخص نے اخبار ۲۴رجنوری کو ایک مضمون طبع کراکر اور رجسٹری کراکر میری طرف بھیجا ہے۔ اور آخیر پر آپ کا نام لکھدیا ہے۔ گویا اس تحریر کے آپ ہی راقم ہیں۔ اور اس میں مجھے مخاطب کر کے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ کس طرح سمجھا جائے۔ کہ یہ آپکی طرف سے مضمون ہے۔ اِسپر آپکے دستخط نہیں۔ اور قرآن شریف میں ہے۔ کہ اگر کوئی فاسق یعنی بدکار خبر دیوے۔ تو تحقیق کرلینا چاہیئے۔ کہ وہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس فقرہ سے کاتب مضمون نے میرے دوست عزیز القدر مفتی محمدؐ صادق ایڈیٹر اخبار کو جو ایک صالح اور متقی آدمی ہیں۔ فاسق اور بدکار آدمی قرار دیا ہے۔ مَیں باور نہیں کرسکتا۔ کہ ایسی ناپاک تہمت کا لفظ جس کے رُو سے خود ایسا انسان فاسق ٹھہرتا ہے۔ آپکے منہ سے نکلا ہو۔ اور ہر ایک اہل علم کو معلوم ہے۔ کہ شریعت اِسلام کا یہ فتویٰ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو کافر یا فاسق کہے۔ اور وہ اس لفظ کا مستحق نہ ہو۔ تو وہ کفر اور فسق اسی شخص کیطرف لوٹ آتا ہے۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے قانون کی رُو سے بھی کسی کو فاسق یا بدکار کہنا ایسے صاف طور پر ازالہ حیثیتِ عرفی میں داخل ہے۔ کہ ایسا شریر انسان ایک ہی پیشی میں جیل خانہ دیکھ لیتا ہے۔ پس کچھ شک نہیں۔ کہ اگر مفتی صاحب عدالت میں ازالہ حیثیتِ عرفی کی نسبت نالش کریں، تو ایسا بدقسمت اور جاہل انسان جس نے ان کی نسبت یہ ناپاک لفظ بولا ہے۔ فوجداری جرم میں بے چون وچرا سزا پاسکتا ہے۔ مگر آپ پر مَیں نیک ظن کرتا ہوں۔ مجھے اُمید نہیں اور ہرگز امید نہیں۔ کہ ایسا لفظ آپکے منہ سے نکلا ہو۔ چونکہ

آپ محض ناخواندہ ہیں۔اور بوجہ ناخواندہ ہونے کے اخباروں اور رسالوں کو پڑھ نہیں سکتے۔ اس لئے مجھے یقین ہے۔کہ آپ اس نالائق حرکت سے بری ہیں۔ بلکہ کسی خبیث اور ناپاک طبع اور نہایت درجہ کے بدفطرت کا یہ کام ہے۔کہ بغیر تفتیش کے نیکوں اور راستبازوں کا نام بدکار اور فاسق لکھتا ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں، کہ آپ مجھے براہِ مہربانی اطلاع دیں گے۔کہ کس پلید طبع اور بدفطرت کے مُنہ سے یہ کلمہ نکلا ہے۔حالانکہ مفتی صاحب چاہیں۔تو عدالت میں چارہ جوئی کریں۔کیونکہ بدکار اور فاسق ہونے کی حالت میں ان کے اخبار کی بدنامی ہے۔اور علاوہ سزا دلانے کے دیوانی نالش سے اپنا خرچہ بھی لے سکتے ہیں۔اور ایسی تحریر جس میں ایسے گندے اور ناپاک الفاظ ہیں۔ مَیں کسی طرح آپکی طرف منسوب کر ہی نہیں سکتا۔آپکی بڑی مہربانی ہوگی۔اگر آپ ایسے ناپاک طبع کے نام سے اطلاع دیں گے۔آئیندہ اگر آپ کچھ لکھنا چاہیں، تو اس حالت میں اعتبار کیا جاوے گا۔جب کہ اس تحریر پر آپ کے دستخط ہونگے۔ مجھے خیال آتا ہے۔کہ شائد آپکے کسی ناپاک طبع پوشیدہ دشمن نے آپکی طرف سے ظاہر کرنے کے لئے خود یہ لفظ بدکار اور فاسق کا لکھ دیا ہے۔اور محض چالاکی سے آپکی طرف اس ناپاک اور گندے لفظ کو منسوب کر دیا ہے۔ تا آپکو اس پیرانہ سالی کی عمر میں کسی سخت سزا میں پھنساوے۔براہِ مہربانی جلد اس کا جواب دیں۔"

مَیں ہوں آپکا دِلی خیر خواہ

مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود

" یاد رہے۔کہ مَیں نے اپنے ہاتھ سے یہ چند سطریں لکھکر اخبار میں چھپوائی ہیں۔اور اسی غرض سے یہ تحریر دستخطی اپنی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔آپ بھی جو کچھ میرے جواب میں چھپوائیں۔اصل پرچہ دستخطی اپنا جسپر دو گواہوں کی شہادت ہو۔اور آپکے دستخط ہوں، ساتھ بھیجدیں۔"

مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود

(شیخ محمدؐ چٹو صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کی۔ وہ لکھنا اور پڑھنا نہ جانتے تھے)

ایک مقدمہ کے دَوران میں اپنی جماعت میں سے چند آدمیوں کی شہادت کی ضرورت تھی۔ اس میں گواہوں کی فہرست میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود میرا نام وکلا کے سامنے پیش کیا اور یہ فرمایا۔"مفتی صاحب تو گداز ہیں۔ ان کو اس شہادت میں ضرور شامل کرنا چاہیئے"۔ اس کا ذکر بعد میں مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے کیا۔

غالباً ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ اخباروں میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ شاہِ جاپان کو ایک نئے مذہب کی تلاش ہے۔ اور اس غرض کے لئے جاپان میں ایک کانفرنس ہونیوالی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی مجلس میں جب اس کا ذکر ہوُا۔ تو حضورؑ نے فرمایا۔ کہ"ہم ایک مضمون لکھکر مفتی محمدؐ صادق صاحب کو وہاں بھیجدینگے۔ تاکہ یہ اُس کانفرنس میں ہمارا مضمون پڑھ دیں"۔ پھر فرمایا۔ مفتی صاحب ایک بہادر آدمی ہیں۔ اس کے بعد اس کانفرنس کی زیادہ وقعت کا چرچا ہوُا۔ اور تجویز ہوُئی۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم اور مولوی محمدؐ علی صاحب بھی وہاں بھیجے جائیں۔ لیکن اُن دنوں قاری سرفراز حسین صاحب جاپان پہنچے۔ اور انہوں نے وہاں سے ہندوستان کے اخباروں کو خط لکھے۔ کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ یہاں کوئی کانفرنس ہونے والی نہیں۔ اس واسطے یہ بات درمیان ہی میں رہ گئی۔

جب مَیں پہلے پہل ہجرت کر کے قادیان آیا تو برابر ایک سال تک میرا اور میرے اہل و عیال کا کھانا دونوں وقت لنگر سے آتا رہا۔ میں نے کئی بار حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ چونکہ اَب مَیں یہاں ملازم ہوں۔ اور صورت مہمانی کی نہیں ہے۔ اِسلئے میرے واسطے مناسب ہے۔ کہ مَیں اپنے کھانے کا خود انتظام کروں مگر حضرت صاحبؑ نے اجازت نہ دی۔ ایک سال کے بعد جب مَینے ایسا رقعہ لکھا۔ اور اس میں مینے یہ اصرار کیا۔ کہ مَیں اِس واسطے اپنا اِنتظام علیحدہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میرا بوجھ جو لنگر پر ہے، وہ خفیف ہو کر مجھے ثواب حاصل ہو۔ اس کے جواب میں حضرت صاحبؑ نے مجھے لِکھا۔ کہ"چونکہ آپ باربار لکھتے ہیں، اِسواسطے میں آپکو اجازت دیتا ہوں۔ اگرچہ آپ کے لئے لنگر سے کھانا لینے کی صُورت میں بھی

آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہ تھی"؛

جن ایام میں مَیں دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور میں ملازم تھا۔ اور بعض دینی خدمات کے خیال سے یا صرف حضرت صاحب کی ملاقات کے شوق میں بار بار قادیان آتا تھا۔ بلکہ بعض مہینوں میں ایسا ہوتا۔ کہ ہر اتوار میں قادیان آجاتا۔ ان ایام میں عموماً حضرت صاحب مجھے واپسی کے وقت دو روپے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ آپکی اس دینی خدمت میں ہم بھی ثواب لینا چاہتے ہیں۔ اُن ایّام میں دو روپے میں لاہور قادیان کی آمد و رفت ہو جاتی تھی؛

الحکم نمبر ۲۳ جلد ۶ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۲ء

مفتی محمدؐ صادق صاحب کو فرمایا۔ جبکہ انہوں نے مسٹر ویب کا ایک خط سُنایا۔ کہ ان کو لکھدو کہ عمر گذر جاتی ہے۔ جو کرنا ہے، اب کرلو۔ دن بدن قویٰ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ دس برس پہلے جو قویٰ تھے، وہ آج کہاں ہیں۔ گذشتہ کا حساب کچھ نہیں۔ آئندہ کا اعتبار نہیں۔ جو کچھ کرنا ہو آدمی کو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھ کر کرنا چاہیئے اب اِسلام کی خدمت کرلو۔ اول واقفیت پیدا کرو، کہ ٹھیک اسلام کیا ہے۔ اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے۔ وہ ایک معجزہ اور نِشان ہو جاتا ہے۔ جو جمعیت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا مزا نہیں آتا۔ کیونکہ توکل علی اللہ کا پُورا لطف نہیں رہتا۔ اور جب توکل پر کام کیا جائے۔ اللہ مدد کرتا ہے۔ اور یہ باتیں رُوحانیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب رُوحانیت انسان کے اندر پیدا ہو، تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صحابہؓ کی وضع بدل دی۔ یہ سارا کام اس کشش نے کیا جو صادق کے اندر ہوتی ہے۔ یہ خیالات باطل ہیں۔ کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے۔ خدا پر توکل کرکے جب ایک کام شروع کیا جائے۔ اور اصل غرض اُس سے دین کی خدمت ہو۔ تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے۔ اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔ ۳۔۹۔۱۹۰۲

عاجز راقم کی تبدیلی مدرسے سے ایڈیٹری البدر کیطرف

جب مارچ ۱۹۰۲ء میں برادرم محمد افضل خاں صاحب مرحوم کی وفات ہوئی۔ اور عاجز راقم کی خدمات تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری سے اخبار البدر کی ایڈیٹری کی طرف منتقل کی گئیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی طرف سے مفصلہ ذیل اعلانات شائع ہوئے۔ جو اخبار البدر جلد ا نمبرا مورخہ ۶ ر اپریل ۱۹۰۵ء سے نقل کئے جاتے ہیں:-

اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَیں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں۔ کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے اُن کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آ گیا ہے۔ یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن، جوان، صالح، اور ہر یک طور سے لائق، جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائم مقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔

میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اُٹھی ہے۔ کہ اس کو ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے۔ اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین

خاکسار مرزا غلام احمد ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ علی صاحبہا التحیہ والسلام۔ ۳۰ ر مارچ ۱۹۰۵ء

میرا دل گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ کہ قادیان سے کوئی مفید سلسلہ جاری ہو، اور وہ رُک جائے۔ البدر کے چند روزہ وقفہ کا رنج تھا۔ سر دست اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے تدبیر نکالی ہے۔ کہ میاں معراج الدین عمر جنکو دینی اُمور میں اللہ تعالیٰ نے خاص جوش بخشا ہے۔ اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور نصرت اللہ یوں جلوہ گر ہوئی۔ کہ اسکی ایڈیٹری

کے لئے میرے نہایت عزیز مفتی محمدؐ صادق صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان کو منتخب کیا گیا۔ اور اس تجویز کو حضرت امامؑ نے بھی پسند فرمایا۔ مَیں یقین کرتا ہوں۔ کہ ہمارے احباب اس نعم البدل پر بہت خوش ہونگے ؛

نورالدین

لاہور سے ہمارے حصّہ میں مفتی صاحب آئے

ذیل کی عبارت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ کی ایک مراسلت سے اقتباساً لیگئی ہے۔ جو الحکم جلد ۴ نمبر ۲ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی تھی:۔

حضرتؑ کبھی پسند نہیں کرتے کہ خدام ان کے پاس سے جائیں۔ آنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اور جانے پر اکراہ سے رخصت دیتے ہیں۔ اور کثرت سے آنے جانیوالوں کو بہت ہی پسند فرماتے ہیں۔ اب کی دفعہ دسمبر میں بہت کم لوگ آئے۔ اسپر بہت اظہار افسوس کیا۔ اور فرمایا " ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بنجائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں۔ اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں۔ اور آنے سے ذرا بھی نہ اُکتائیں "۔ اور فرمایا " جو شخص ایسا خیال کرتا ہے۔ کہ آنے میں اُسپر بوجھ پڑتا ہے۔ یا ایسا سمجھتا ہے۔ کہ یہاں ٹھیرنے میں ہمپر بوجھ پڑتا ہوگا۔ اُسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے۔ کہ سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے۔ تو ہماری مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہمپر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے۔ جسے دلوں سے دُور پھینکنا چاہیئے۔ مَیں نے بعض کو یہ کہتے سُنا ہے۔ کہ ہم یہاں بیٹھکر کیوں حضرت صاحبؑ کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں، یونہی روٹی بیٹھکر کیوں توڑا کریں۔ وہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے۔ کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں "۔ ایک روز حکیم فضل الدین صاحبؓ نے عرض کیا۔ کہ حضورؑ میں یہاں نکما بیٹھا کیا کرتا ہوں۔

مجھے حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں۔ وہاں درس قرآن کریم ہی کروں گا یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ کہ میں حضورؑ کے کسی کام نہیں آتا۔ اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت نہ ہو۔ فرمایا۔ "آپکا یہاں بیٹھنا ہی جہاد ہے۔ اور یہ بیکاری ہی بڑا کام ہے" غرض بڑے دردناک اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنیوالوں کی شکایت کی۔ اور فرمایا۔ "یہ عذر کرنے والے وہی ہیں جنہوں نے حضور میں سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عذر کیا تھا۔ ان بیوتنا لعورۃ۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی۔ کہ ان یریدون الا فرارا۔ برادران میں بھی بہت کڑھتا ہوں اپنے ان بھائیوں کے حال پر جو آنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور میں بارہا سوچتا ہوں۔ کہ کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں۔ جو اُن کو یقین دلا سکوں۔ کہ یہاں رہنے میں کیا فائدے ہوتے ہیں۔ علم صحیح اور عقائد صحیح بجز یہاں رہنے کے میسّر آہی نہیں سکتے۔ ایک مفتی صادق صاحب کو دیکھتا ہوں (سلمہ اللہ و بارک علیہ و فیہ) کہ کوئی چھٹی مل جائے یہاں موجود مفتی صاحب تو عقاب کیطرح اِسی تاک میں رہتے ہیں۔ کہ کب زمانہ کے زور آور ہاتھوں سے کوئی فرصت غصب کریں اور محبوب اور مولیٰ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔ اے عزیز برادر خدا تیری ہمّت میں استقامت اور تیری کوششوں میں برکت رکھے۔ اور تجھے ہماری جماعت میں قابل اقتدار اور قابل فخر کارنامہ بنائے۔ حضرتؑ نے بھی فرمایا۔ لاہور سے ہمارے حصّہ میں تو مفتی صادق صاحب ہی آئے ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ کیا مفتی صاحب کو کوئی بڑی آمدنی ہے۔ اور کیا مُفتی صاحب کی جیب میں کسی متعلق کی درخواست کا ہاتھ نہیں پڑتا۔ اور مفتی صاحب تو ہنوز نوعمر ہیں اور اس عُمر میں کیا کیا امنگیں نہیں ہوا کرتیں۔ پھر مفتی صاحب کی یہ سیرت اگر عشق کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا وجہ ہے۔ کہ وہ ساری زنجیروں کو توڑ کر دیوانہ وار بٹالہ میں اُتر کر نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن۔ نہ سردی نہ گرمی۔ نہ بارش نہ اندھیری۔ آدھی آدھی رات کو یہاں پیادہ پا پہنچتے ہیں۔ جماعت کو اس نوجوان عاشق کی سیرت سے سبق لینا چاہیئے ؛

۲۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع

کیا تھا۔ جس میں حضور نے اپنی الہامی پیشگوئی "ایک عزت کا خطاب" کے پورا ہونے کے متعلق تشریح فرمائی۔ کہ پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوتی ہیں۔ اسمیں حضور نے اپنا ایک خواب بھی بیان کیا ہے۔ جس میں میرا نام آتا ہے۔ اور کچھ میرا ذکر بھی ہے۔ اس واسطے اُسے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ مینے ابھی بیان کیا ہے۔ یہ میرا ہی خیال ہے۔ ابھی کوئی الہامی تشریح نہیں ہے۔ میرے ساتھ خدا تعالیٰ کی عادت یہ ہے۔ کہ کبھی کسی پیشگوئی میں مجھے اپنی طرف سے کوئی تشریح عنایت کرتا ہے۔ اور کبھی مجھے میرے فہم پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔ مگر یہ تشریح جو ابھی مَیں نے کی ہے۔ اسکی ایک خواب بھی مؤید ہے۔ جو ابھی ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مینے دیکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مَینے خواب میں محبی اخویم مفتی محمدؐ صادق کو دیکھا ہے۔ اور قبل اس کے جو مَیں اس خواب کی تفصیل بیان کروں۔ اسقدر لکھنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ مفتی محمدؐ صادق میری جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ جن کا گھر بھیرہ شاہ پور میں ہے۔ مگر ان دنوں میں اُن کی ملازمت لاہور میں ہے۔ یہ اپنے نام کی طرح ایک محب صادق ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ میں اشتہار ۶ر اکتوبر ۱۸۹۹ء میں سہواً ان کا تذکرہ کرنا بھُول گیا۔ وہ ہمیشہ میری دینی خدمات میں نہایت جوش سے مصروف ہیں۔ خدا اُن کو جزائے خیر دے ؛

اب خواب کی تفصیل یہ ہے۔ کہ مَیں نے مفتی صاحب موصوف کو خواب میں دیکھا۔ کہ نہایت روشن اور چمکتا ہوا چہرہ ہے۔ اور ایک لباس فاخرہ جو سفید ہے۔ پہنے ہوئے ہیں۔ اور ہم دونو ایک بگھی میں سوار ہیں۔ اور وہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی کمر پر مَیں نے ہاتھ رکھا ہوا ہے ؛

یہ خواب ہے۔ اور اس کی تعبیر جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ ہے۔ کہ صدق جس سے مَیں محبت رکھتا ہوں۔ ایک چمک کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اور جیسا کہ میں نے صادق کو دیکھا ہے۔ کہ اس کا چہرہ چمکتا ہے۔ اسی طرح وہ وقت قریب ہے۔ کہ مَیں صادق سمجھا جاؤنگا۔ اور صدق کی چمک لوگوں پر پڑے گی۔

سنہ ۱۹۰۴ء میں جبکہ عاجز تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ اور مقدمہ کرمدین کے سبب سفر گورداسپور میں اکثر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اُن ایام میں گورداسپور میں مجھے ہلکا ہلکا بخار ہونے لگا۔ جو قریباً ہر وقت رہتا۔ اور مقدمہ کے بعد قادیان میں جب اس بخار کا سلسلہ زیادہ شروع ہو گیا۔ تو مَیں مدرسہ کے کام کی طرف بہت کم توجہ کر سکتا تھا اور اکثر مکان پر رہتا۔ اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ) کے زیر علاج تھا۔ مگر جب اُن کے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی دوائیں دینی شروع کیں۔ اور بالآخر جس دوائی سے فائدہ ہوا۔ وہ ایک گولی سی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے ہاتھ سے روزانہ بنا کر مجھے بھیجا کرتے تھے۔ اور باوجود میرے اصرار کے کہ مجھے نسخہ بتا دیا جائے۔ نسخہ نہ بتاتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مَیں خود ہی بنا کر بھیج دیا کرونگا۔ اور میں لینے کے واسطے اصرار اسواسطے کرتا تھا۔ کہ روزانہ حضرت صاحب کو گولی کے تیار کرنیکی تکلیف نہ ہو۔ اور آپ کا قیمتی وقت میرے لئے خرچ نہ ہو۔ بلکہ اہم دینی کاموں میں صرف ہو۔ لیکن حضور ازراہِ عنایت روزانہ خود ہی گولی بنا کر بھیجتے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اسمیں بھنگ۔ دھتورا۔ کونین۔ کافور۔ اور اس قسم کی دیگر ادویہ تھیں۔ جو اب حبّ جدید کے نام سے مشہور گولیاں قادیان کے دوائی فروشوں کے پاس ملتی ہیں؛

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی عادت ذرہ نوازی سے عاجز راقم پر جو نظر شفقت رکھتے تھے۔ اس کا ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی تالیف سیرت المہدی کے پیراگراف ۲۹۸ میں کیا ہے۔ اُس کو مَیں درج ذیل کرتا ہوں:۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس مجموعہ کی کاپیاں لکھی جا رہی تھیں۔ کہ مفتی صاحب امریکہ سے واپس تشریف لے آئے۔ اور اپنی بعض تقریروں میں انہوں نے یہ باتیں بیان کیں۔ خاکسار نے اس خیال سے کہ مفتی صاحب کا اس کتاب میں حصہ ہو جاوے انہیں درج کر دیا ہے:۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ یُوں تو حضرت صاحبؑ اپنے سارے خدام سے ہی بہت محبّت رکھتے تھے لیکن مَیں محسوس کرتا تھا۔ کہ آپؑ کو مفتی صاحب سے خاص محبّت ہے۔ جب کبھی آپؑ مفتی صاحب کا ذکر فرماتے۔ تو فرماتے "ہمارے مفتی صاحب" اور جب مفتی صاحب لاہور سے قادیان آیا کرتے تھے۔ تو حضرت صاحبؑ ان کو دیکھکر بہت خوش ہوتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میرے نزدیک محبّت اور اس کے اظہار کے اقسام ہیں۔ جنہیں نہ سمجھنے کیوجہ سے بعض وقت لوگ غلط خیالات قائم کر لیتے ہیں۔ انسان کی محبّت اپنی بیوی سے اور رنگ کی ہوتی ہے۔ اور والدین سے اور رنگ کی، رشتہ داروں سے اور رنگ کی ہوتی ہے اور دوسروں سے اور رنگ کی۔ رشتہ داروں میں سے عمر کے لحاظ سے چھوٹوں سے اور رنگ کی محبّت ہوتی ہے۔ اور بڑوں سے اور رنگ کی۔ خادموں کے ساتھ اور رنگ کی ہوتی ہے۔ اور دُوسروں کیساتھ اور رنگ کی۔ دوستوں میں سے بڑی عمر کے لوگوں کیساتھ محبّت اور رنگ کی ہوتی ہے چھوٹوں کیساتھ اور رنگ کی۔ اپنے جذباتِ محبّت پر قابُو رکھنے والوں کیساتھ اور رنگ کی ہوتی ہے۔ اور وہ جنکی بات بات سے محبّت ٹپکے اور وہ اس جذبہ کو قابُو میں نہ رکھ سکیں اُن کیساتھ اور رنگ کی وغیرہ وغیرہ۔ غرض محبّت اور محبّت کے اظہار کے بہت سے شعبے اور بہت سی صورتیں ہیں۔ جن کے نظرانداز کرنے سے غلط نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ اِن باتوں کو نہ سمجھنے والے لوگوں نے فضیلت صحابہؓ کیمتعلق بھی بعض غلط خیال قائم کیئے ہیں۔ مثلاً حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کی مقابلۃً فضیلت کے متعلق مُسلمانوں میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ مگر خاکسار کے نزدیک اگر جہات اور نوعیتِ محبت کے اصُول کو مدِنظر رکھا جاوے۔ اور اس علم کی روشنی میں آنحضرت صلعم کے اُس طریق اور ان اقوال پر غور کیا جاوے۔ جن سے لوگ عموماً استدلال پکڑتے ہیں۔ تو بات جلد فیصلہ ہو جاوے۔ حضرت علیؓ آنحضرت صلعم کے عزیز تھے۔ اور بالکل آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کیساتھ رہتے تھے۔ اِسلیئے انکے متعلق آپؐ کا طریق اور آپؐ کے الفاظ اور قسم کی محبّت کے حامل تھے۔ مگر حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے ہم عمر اور غیر خاندان سے تھے۔ اور سنجیدہ مزاج بزرگ آدمی تھے۔ اِس لیئے اُن کے ساتھ آپؐ کا طریق اور آپؐ کے الفاظ اور قسم

کے ہوتے تھے۔ ہر دو کو اپنے اپنے رنگ کے معیاروں سے ناپا جاوے۔ تو پھر موازنہ ہو سکتا ہے۔ مفتی محمدؐ صادق صاحب سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی ہی محبت تھی۔ جیسے اپنے چھوٹے عزیزوں سے ہوتی ہے۔ اور اسی کے مطابق آپؑ کا ان کے ساتھ رویہ تھا۔ لہذا مولوی شیر علی صاحب کی روایت سے یہ مطلب سمجھنا چاہیئے۔ اور نہ غالباً مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مفتی صاحب کے ساتھ مثلاً حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ یا مولوی عبدالکریم صاحبؓ جیسے بزرگوں کی نسبت بھی زیادہ محبت تھی۔

بارہواں باب

خطوط امام بنام غلام

اللہ تعالیٰ کا فضل ہو حکیم محمدؐ حسین صاحب قریشی (موجد مفرح عنبرین) پر اور انکی اولاد پر۔ حکیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے خدام میں سے ہیں۔ اور حضرت صاحبؑ کو جو ادویہ وغیرہ لاہور سے منگوانی ہوتی تھیں۔ وہ بعض دفعہ حکیم صاحب کے ذریعہ سے منگواتے تھے۔ اور بعض دفعہ منشی تاج الدین صاحب مرحوم[1] کے ذریعہ سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر حکیم صاحب موصوف نے اُن تمام خطوط کو جو انہیں وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھے تھے جمع کر کے ایک رسالہ کی صورت میں چھاپ کر شائع کیا تھا۔ اور اس رسالہ کا نام خطوط اِمام بنام غلام رکھا تھا۔ اُن کی طرح مَیں بھی اِس باب کا یہ نام رکھتا

---

[1] منشی صاحب مرحوم کے فرزند شیخ مظفرالدین صاحب آج کل پشاور میں سامان بجلی کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور مخلص احمدی ہیں۔ (مؤلف)

ہوں۔ مجھے حضرت صاحبؑ کے دستی خطوط سب سے پہلے جموں میں ملے تھے۔ جہاں میں ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۵ء تک مدرس رہا۔ مگر وہ خطوط محفوظ نہیں رہے۔ ان دنوں حضرت صاحبؑ کے ایک صاحبزادے مرزا افضل احمدؐ صاحب مرحوم بھی جموں پولیس میں ملازم تھے۔ اور وہ خطوط زیادہ تر انہیں کے حالات کے استفسار پر تھے ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۰ء تک عاجز لاہور میں پہلے قریب چھ ماہ مدرسہ انجمن حمایت اسلام شیرانوالہ دروازہ میں مدرس رہا۔ اور اس کے بعد ہجرت کر کے قادیان جانے تک دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب میں بطور کلرک ملازم رہا۔ اس عرصہ میں عاجز اکثر قادیان آتا رہتا تھا۔ اس واسطے خط و کتابت کی چنداں ضرورت نہ رہتی تھی۔ تاہم ان ایام میں جو خطوط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے عاجز کو پہنچے۔ اُنمیں سے بعض اب تک محفوظ ہیں۔ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ اور تین خطوط کا بطور نمونہ عکس بھی چھاپا جاتا ہے۔

بعض خطوط کے مضامین کی وضاحت کیواسطے مَیں ساتھ ہی اپنا خط بھی چھاپ دیتا ہوں جسکے جواب میں وہ خط ہے۔ تاکہ مطلب اچھی طرح سے سمجھ میں آئے :-

خط نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبّی عزیزی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب سلمہٗ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، عنایت نامہ پہنچا۔ مَیں آپ کے لئے ہمیشہ دعا کرتا ہوں۔ اور مجھے نہایت قوی یقین ہے۔ کہ آپ تزکیہ نفس میں ترقی کریں گے۔ اور آخر خدا تعالیٰ سے ایک قوت ملیگی۔ جو گناہ کی زہر۔ بلی ہوا، اور اُس کے اُبال بچائیگی۔ اور آج مجھے بیٹھے بیٹھے یہ خیال ہوا ہے۔ کہ کسی قدر عبرانی کو بھی سیکھ لوں۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے۔ تو زبان کا سیکھنا بہت سہل ہو جاتا ہے۔ آپنے مجھے انگریزی میں تو بہت مدد دی ہے۔ اور مَیں اُمّید رکھتا ہوں۔ کہ وقت ملنے پر مَیں جلد تر بہت کچھ انگریزی میں

دخل پیدا کر سکتا ہوں۔ اب اس میں بالفعل آپ سے یہ مدد چاہتا ہوں۔ کہ آپ عبرانی کے جُدا جُدا حروف سے مجھے ایک نمونہ کاملہ بھیجکر اطلاع دیں۔ اور اس کے ساتھ ایک حصہ ترکیب کا بھی ہو۔ اس نمونہ پر صورت حرف در فارسی صورت حرف در عبرانی :۔

ایسا کریں جس سے مجھے تین حرف کے جوڑنے میں قدرت ہو جائے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام   مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

ایک اور ضرورت ہے۔ کہ مجھے انگریزی کے شکستہ حروف کی شناخت کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر ایسی کوئی چھپی ہوئی کاپی مل سکے تو بہتر ہے۔ یعنی ایسی کاپی جسمیں انگریزی مفرد حرف شکستہ میں لکھے ہوئے ہوں۔ جو کتابی حروف کے مقابل پر لکھے گئے ہوں۔

باقی خیریت والسلام   مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

(لفافہ)   مقام لاہور۔ دفتر اکونٹنٹ جنرل آفس

بخدمت محبی عزیزی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب

از قادیان

Lahore.

خط نمبر ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہود۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔

آج رات عاجز نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک مکان میں بیٹھا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔ مجھے کیا پڑھنا چاہیئے۔ اتنے میں ابو سعید عرب کوٹھے پر سے نمودار ہوئے کہنے لگے :

طِب۔ طِب۔ طِب۔ طِب۔ طِب۔ رُوحانی اور جسمانی   فقط۔

اِس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ اور اس کو کس طرح سے پُورا کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک کتاب حدیث اور ایک کتاب طِب شروع کردو۔

عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ':۔

مولوی صاحبؓ نے صحیح فرمایا ہے۔ اس میں دونوں طب آگئے ہیں۔ بیشک۔ خدا مبارک کرے۔ ایک روپیہ پہنچا۔ والسلام

مرزا غلام احمدؑ عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۳

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء۔ اخبار بدر جب قادیان میں چھپتا تھا۔ تو اس کے مالک میاں معراج الدین صاحب عمر جو لاہور میں رہتے ہیں۔ اور ایڈیٹری پر عاجز مامور تھا۔ اور مجھے ۵۰ روپے تنخواہ ملتی تھی۔ رفتہ رفتہ بدر کا کام بڑھ گیا۔ اس واسطے مینے حضرت صاحبؑ کو لکھا۔ کہ اخبار پہلے آٹھ صفحہ کا تھا۔ اب بارہ۱۲ صفحہ کا ہے۔ خریداروں میں بھی تین سو کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اور میری محنت بڑھ گئی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کو لکھوں اور مجبور کروں۔ کہ میری تنخواہ میں ترقی کریں۔ اس کے جواب میں حضورؑ نے مجھے تحریر فرمایا:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ میرے دل میں یہ آتا ہے۔ کہ ہر یک کام صبر اور آہستگی سے عمدہ ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اسمیں مدد دیتا ہے۔ اِس لئے بہتر ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے ۲ دو ماہ اور صبر کریں۔ اور طرح طرح کے پیرایہ میں اپنی محنت اور کارگذاری اور اخبار کی ترقی کا اخبار میں ہی اِن مہینوں میں حال لکھتے رہیں۔ اِس طریق سے امید ہے کہ وہ خود ملزم ہو جائیں گے۔ اور آپکے وسیع اخلاق اور صبر کا آپ کو اجر ملیگا۔ اور بعد انقضاء ۲ دو ماہ کے اُنپر ظاہر کر دیں۔ کہ ابتک مَیں نے ان تمام تکالیف کی برداشت کی ہے۔ مگر اب یہ تکلیف فوق الطاقت ہے۔ اور ۲ دو ماہ کچھ زیادہ نہیں۔ یونہی گذر جائینگے۔ والسلام

مرزا غلام احمدؑ عفی عنہ

خط نمبر ۴

۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب چشمہ مسیحی تصنیف فرمائی۔ تو عاجز نے اجازت چاہی۔ کہ ساری کتاب اخبار بدر کے ایک ہی

نمبر میں شائع کردیجائے۔ تا ایک دفعہ لوگوں کو پہنچ جائے۔ اِس کے جواب میں حضورؑ نے لکھا:
السلام علیکم۔ بہتر ہے چھاپ دیں۔ والسلام مرزا غلام احمدؑ عفی عنہ

خط نمبر ۵ قریباً ۱۹۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میاں معراج الدین صاحب (پروپرائٹر اخبار بدر) نے ایک شخص داروغہ چراغ دین نام بدر کا خزانچی مقرر کرکے بھیجا ہے۔ عـلہ اُسکی تنخواہ مقرر کی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کو تحریری اجازت دی ہے۔ کہ عـلہ سے زیادہ بھی چاہے تو لے لے۔ اور زبانی اُس کو اختیار دیا ہے۔ کہ بدر کے واسطے تم قادیان میں میرے قائم مقام ہو۔

اوّل تو بدر میں نہ اتنا روپیہ ہے، اور نہ اتنا کام ہے۔ کہ دس روپیہ ماہوار کا بوجھ اور ڈالا جائے۔ لیکن وہ اپنے روپیہ کے مالک ہیں۔ میںنے ان کو کچھ کہنا مناسب نہ جانا۔ کیونکہ یہ روپیہ کا معاملہ ہے۔ اور شک و شبہ کا مقام ہے۔

لیکن اب مشکل یہ پڑی ہے۔ کہ وہ شخص مجنون ہوتا جاتا ہے۔ اور ساعت بساعت اس کا جوش بھڑکتا جاتا ہے۔ یہ حالت دراصل پہلے بھی اُس کی تھی۔ مگر اب بڑھتی جاتی ہے۔ دفتر کے لوگوں کو مارتا ہے۔ اور موقوف کرتا ہے۔ اخبار کے کام میں بہت حرج ہو رہا ہے۔ باہر بھی لوگوں سے لڑتا ہے۔ صبح سے میاں نجم دین۔ احمدؑ نور افغان۔ عرب صاحب محمدؐ نصیب کے ساتھ لڑائی کرچکا ہے۔ فحش گالیاں دیتا ہے۔ سب لوگ حیران ہیں۔ میرے نزدیک تو مناسب ہوگا۔ کہ اِس کو کسی طرح سے رخصت کیا جائے۔

آئندہ جو حکم ہو۔ محمدؐ صادق عفاء اللہ عنہ

جواب:۔

یہی مناسب ہے۔ کہ اس کو رخصت کردیں۔ اور بلاتوقف اس کی حالت کی اطلاع دے دیں؛ مرزا غلام احمدؑ عفی عنہ

خط نمبر ۶

جب مَیں قادیان کے ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ اُنہی ایام میں مقدمہ کرم دین پیش آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس مقدمہ کے دوران میں جب گورداسپور وغیرہ کو جانا ہوتا۔ تو ہمیشہ عاجز کو اپنے ہمرکاب رکھتے۔ اور عاجز حسب استطاعت ضروریات مقدمہ میں خدمات انجام دیتا رہتا۔ ان مقدمات کے خاتمہ پر حسب درخواست جماعت سیالکوٹ حضورؑ اکتوبر، نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ تو عاجز کو بھی بمعہ اہلبیتِ خود سیالکوٹ ساتھ جانے کا حکم ہوُا۔ اِس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ نے جو اسوقت سیالکوٹ میں تھے۔ مجھے خط لکھا کہ "میرے نزدیک آپکی غیبوبیت مدرسہ سے سخت مضرت پیدا کریگی۔ دُنیا کے انتظام دُنیا کے اصول کی پیروی سے چلتے ہیں۔ آخر مقدمات میں آپنے کیا عمل دکھایا ہے جس طرح وہاں قانون مسلم دُنیا کی پیروی کی ہے۔ یہاں بھی کرنی چاہیئے۔ حضرت صاحب کو آپ صاف کہیں کہ مدرسہ کا انتظام تباہ ہوگیا ہے۔ مدرسہ کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔ اور کم ہورہا ہے۔ ...." مَینے یہ خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجدیا۔ تاکہ حضورؑ چاہیں۔ تو مجھے سیالکوٹ ساتھ نہ لے جائیں۔ اس پر حضورؑ نے مجھے لکھا۔ (۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جو کچھ مقدمہ کا نتیجہ ہوُا ہے۔ وہ تو ایک آسمانی امر ہے۔ اور ہم بہرحال انجام بخیر کی توقع رکھتے ہیں۔ سیالکوٹ کے سفر کیلئے مَینے خود سوچ لیا ہے۔ اِس ہفتہ عشرہ کے سفر میں آپکو ساتھ لے جاؤں۔ آئندہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو خاتمہ سفر کا ہے۔ میری طبیعت بہت علیل ہے۔ سفر کے قابل نہیں۔ اگر سیالکوٹ والے اِس سفر سے معذور رکھتے تو بہتر تھا۔ چونکہ مصلحتِ وقت سے عیال اطفال ہمراہ ہونگے۔ اسوجہ سے اسباب بھی زیادہ ہوگا۔ اِس لئے مَینے تجویز کی ہے۔ کہ آپ اِس سفر میں کہ دس دن سے زیادہ نہیں ہوگا۔ میرے ہمراہ چلیں۔ اِن دس دنوں کو اُنہیں گورداسپور کے دنوں میں

شمار کریں۔ ہر یک کی رائے اور مصلحت خدا تعالیٰ نے جُدا جُدا بنائی ہے۔ اِس لئے مَیں نے اپنی رائے کے مناسب حال لکھا ہے۔ بیشک دُنیا کے تدابیر کی الگ ہے۔ اور مَیں اقرار کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔ میرے لئے کافی ہے۔ کہ خدا پر بھروسہ رکھوں۔ والسلام

مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۷ ۱۹۰۵ء / ۱۹۰۴ء

جبکہ عاجز اکثر ہلکے بخار میں گرفتار رہنے میں مبتلا تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر خود میرے علاج کیطرف توجہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں نے ایک گولی کیمتعلق جو حضورؑ نے مجھے کھانے کیواسطے دی کچھ لکھا۔ اور دوبارہ وہی گولی طلب کی۔ تو حضورؑ نے یہ جواب لکھا:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔

معلوم نہیں۔ کہ آپنے کس وقت گولی کھائی تھی۔ اور گولی کھانے کے بعد کیا اثر اُس کا رہا۔ طبیعت میں کیا حالت محسوس ہوئی۔ اور پہلے کی نسبت اُس گولی کے بعد کیا معلوم ہوا۔ اور گولی کس وقت کھائی۔ اور بخار کس وقت ہوا۔

مرزا غلام احمدؐ عفاء اللہ عنہ

خط نمبر ۸ مئی ۱۹۰۸ء لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مُرشدنا وہادینا مسیح موعود و مہدی معہود۔

السلام علیکم۔ اسٹیشن ریل کے قریب ایک انگریز سیاح سے ملنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ جسکو مَیں نے حضورؑ کے دعویٰ اور دلائل سے اِطلاع دی تو اُس نے حضورؑ کی مُلاقات کا بہت شوق ظاہر کیا۔ وہ اُسی وقت ساتھ آنا تھا۔ مگر مَیں نے کہا۔ کہ مَیں پہلے حضورؑ سے اجازت حاصل کرلوں۔ اگر مناسب ہو۔ تو بعد نماز ظہر مَیں اُن کو لے آؤں۔

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام۔ عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔

مجھے معلوم نہیں کہ کیسا اور کس خیال کا انگریز ہے۔ بعض جاسوسی کے عہدے پر ہوتے

ہیں۔ اور بعد ملاقات خلاف واقع باتیں لکھ کر شائع کرتے ہیں۔ صرف یہ اندیشہ ہے۔ جیساکہ قنصل رُومی کا انجام ہوُا۔ والسلام مرزا غلام احمدؑ

یہ انگریز پروفیسر ریگ تھا۔ اس کو میرے دوبارہ عرض کرنے پر حضرت صاحبؑ نے اجازت دے دی تھی۔ ملاقات کے مفصل حالات کے واسطے ملاحظہ ہو باب ۱۹

خط نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مُرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل مَیں پروفیسر سیاح کو ملا تھا جو حضورؑ کو ملنے کے واسطے آیا۔ اُس نے بعض اور انگریزوں سے حضورؑ کا ذکر کیا ہوُا تھا۔ ان میں سے ایک مجھے ملنے آیا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ انہوں نے بہت خواہش ظاہر کی۔ کہ اگر حضورؑ کی اجازت ہو۔ تو ہفتہ کے سہ پہر کو یعنی کل حضورؑ کی زیارت کیواسطے آویں۔ جیسا حکم ہو۔ ان کو اطلاع دی جاوے۔ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

کل مَیں نے مہندی لگانا ہے۔ انشاء اللہ۔ اور مہندی لگانے کے دن دو۲ بجے تک فراغت نہیں ہوتی۔ پھر بعض اوقات کوفت کے سبب بھی طبیعت قائم نہیں رہتی اس لئے آپ نہ پختہ طور پر بلکہ انشاء اللہ کے ساتھ پیر کا دن مقرر کریں۔ نماز ظہر کے بعد۔ والسّلام مرزا غلام احمدؑ

خط نمبر ۱۰۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء

مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ جو حضرت صاحبؑ کے جواب کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
چونکہ حضور سیٹھ صاحب (عبدالرحمٰن مدراسی) کو خود خط لکھا کرتے ہیں۔ اسواسطے چند لفافے جن پر ٹکٹ لگا ہے۔ اور سیٹھ صاحب کا پتہ انگریزی میں لکھا ہے۔ ارسال خدمت ہیں۔ ان لفافوں کے اندر کاغذ بھی ہیں ؎
عاجز پرسوں سے بیمار ہے۔ ریزش۔ بخار۔ سردرد۔ حضور دعا فرمائیں۔
حضورؑ کی جوتیوں کا غلام
عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہٗ

جواب:۔
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
آپ نے لفافے بھیجکر بہت آسانی کیلئے مجھے مدد دی۔ جزاکم اللہ خیراً۔ خدا تعالیٰ شفاء بخشے۔ والسّلام مرزا غلام احمدؐ

خط نمبر ۱۱۔ مئی ۱۹۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اگر اجازت ہو۔ تو عاجز ایک روز کیواسطے قادیان ہو آوے۔ اور دفتر وغیرہ کا حساب دیکھ آوے۔ صرف ایک دِن لگیگا۔ جیسا حکم ہو۔
حضور کی جوتیوں کا غلام
عاجز محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔
بیشک آپ ہو آدیں۔ اختیار ہے۔ والسّلام
مرزا غلام احمدؐ

خط نمبر ۱۲

وَيَنصُرُكَ اللّٰهُ نَصرًا عَزِيزًا ؎

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مولوی کرمدین بھیں کو اکثر اخباروں میں مضامین دینے کی عادت معلوم ہوتی ہے۔ زیادہ تر سراج الاخبار میں۔ ممکن ہے اوسکی کوئی تصنیف یا تالیف بھی ہو۔ اگر اوسکے مضامین پڑھے جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو اُس کے اپنے استعمال شدہ الفاظ۔ لئیم۔ بہتان۔ افترا وغیرہ مل جائیں جن سے مقدمہ میں بہت مدد مل سکے۔ اگر حضور مناسب خیال فرماویں۔ تو کسی شخص کو اس کام پر متعین فرماویں۔ کہ لاہور یا جہلم سے سراج الاخبار کے پُرانے فائل دیکھہ کر یہ کام پُورا کرے۔ والسّلام

حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمد صادق عفی عنہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء

مجتبی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اب تاریخ مقدمہ بہت نزدیک آگئی ہے۔ اب کوئی وقت نہیں ہے۔ ہاں دُوسری تاریخ میں ایسا ہوسکتا ہے۔ بالفعل یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ میری کتابوں میں سے یہ لفظ نکل آوے۔ خاص کر مواہب الرحمٰن میں۔ لغت کی کتابیں تو موجود ہیں۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہو جائیگی۔ والسّلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

خط نمبر ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجتبی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ براہ مہربانی اسوقت جہاں تک جلد ممکن ہو۔ تین باتوں کی نقل کر کے بھیجدیں۔ اوّل وہ انجیل جس کا رات کو ذکر ہوا تھا۔ اس کا نام اور باب، اور ایک وہ جس کا یہ مضمون ہے۔ کہ مسیح صلیب سے نہیں مرا۔ گلیل میں موجود ہے ؎

دُوسرے۔ پطرس کی تحریر معہ حوالہ۔

تیسرے۳۔ جرمن کے پچاس پادریوں کا قول۔ کہ مسیح صلیب سے نہیں مرا۔ شاید انسائیکلوپیڈیا میں یہ قول ہے۔

اِسوقت یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اگر جلد یہ تحریریں آجائیں تو بہتر ہوگا۔ والسّلام

غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مُرشدنا ومہدینا مسیح موعودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ دتا نان پُز کا لڑکا بھٹہ پر فوت ہوگیا ہے۔ اس کو کہلا بھیجا گیا ہے۔ کہ خود ہی غسل دیکر باہر باہر دفن کردے۔ اور خود بھی دس روز تک شہر میں نہ آوے۔ اطلاعاً گذارش ہے ؛ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

محمدؐ صادق ۱۰/اپریل ۱۹۰۴ء

مجبی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس طاعون کا مادہ بہت تیز ہے۔ ہرگز اُسے شہر میں نہ آنا چاہیئے۔ اور وہ لڑکا باہر کا باہر دفن کیا جائے۔ اور غالباً یہ نان پُز بھی متاثر ہوگا۔ شاید بعد اسکے وہ بھی طاعون میں گرفتار ہوجائے۔ بہتر ہے کہ اس کو بالکل رخصت کردیا جائے۔ سُنا ہے۔ کہ شیخ عبدالرحیم کے گھر میں اس کی لڑکی خدمت کرتی ہے۔ اگر چاہے تو وہ بھی ساتھ چلی جائے۔ اگر لڑکی رہنا چاہے، تو اس کو نہ ملے۔ مدرسہ کی صفائی کا بندوبست چاہیئے۔ انگیٹھی سے تپایا جائے۔ گندک کی دُھونی دیجائے۔ فینائل چھڑکی جائے۔ خُدا تعالیٰ فتنہ سے بچائے۔

والسّلام۔ خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ

مکرر یہ کہ نان پُز کا رخصت کردینا بہتر ہے تا اس کا اثر نہ پھیلے ؛

خط نمبر ۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرشدنا و مہدینا نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔ گذشتہ ہفتہ میں مینے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مَیں ذرا ہٹ کر خادموں کی طرح پاس کھڑا ہوں۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و بارک وسلم نے اپنے کپڑوں کی ایک بستنی کھولی، اور اس میں سے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بُوٹ نکالا۔ جو کہ بادامی رنگ کا مضبوط بنا ہوُا دکھائی دیتا تھا۔ اور اسپر بادامی ہی رنگ کے گول گول بٹن بھی لگے ہُوئے تھے۔ جو کہ صرف زیبائیش کیلئے لگائے جاتے ہیں میرے دلمیں یہ خیال ہے کہ یہ مَینے ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔ سو وہ بُوٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ بارک وسلم نے ہاتھ میں لیا۔ اور میری طرف دیکھ کر کچھ ناراضگی کے طور سے ارشاد فرمایا۔ کہ "کیوں جی یہ کیا" اِس فقرہ سے مَیں اپنے دل میں خواب کے اندر یہ سمجھا۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ کہ اس سے عمدہ قسم کے بُوٹ ہمیں تم سے آنے کی اُمید تھی۔ مگر مَیں شرمندگی سے خاموش ہوں۔ کہ اتنے میں میری آنکھ کُھل گئی۔ اسوقت سے میرے دل کو ایک تشویش ہے۔ اور اس خواب کی ایک تعبیر مینے یہ سمجھی ہے۔ کہ اِس سے مُراد اُس خدمت میں کمی اور نقص ہے۔ جو کہ مَیں حضورؑ اقدس کی کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں اپنے خطوط میں لکھا کرتا ہوں کہ مَیں حضور اقدسؑ نائب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جُوتیوں کا غلام ہوں۔ اور خواب میں بھی مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ گویا مَینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک جوتی بھیجی ہے سو مینے ایک تو یہ ارادہ کیا ہے کہ بجائے ۳ روپے کے جو مَیں ماہوار ارسال خدمت کیا کرتا ہوں آئیندہ ۱۰ روپیہ ماہوار ارسال کیا کروں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ مَیں ڈرتا ہوں۔ کہ اس الوالعزم نبی حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے سبب ہلاک نہ ہو جاؤں۔ مَیں یہ نہیں کہتا۔ کہ صرف دس۱۰ روپیہ ماہوار ہی ارسال کروں بلکہ اِس سے بھی زیادہ جو حضورؑ حکم فرماویں انشراح صدر کے ساتھ حاضر خدمت کرنے کو

طیار ہوں۔ اور تھوڑی رقم پر غریبی کیساتھ اپنا گذارہ کرنے کو راضی ہوں۔ اس رحمٰن رحیم اللہ کے واسطے جس نے آپ کو اس زمانہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا دیا۔ حضورؑ میرے لئے دُعاء اور شفاعت کریں۔ تا کہ مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ آپکی ہر ایک دُعاء کو قبول کرتا ہے۔ اور آپؑ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک ہیں۔ پس آپؑ میرے لئے سفارش کریں۔ اور مجھے وہ طریق سکھلائیں اور اون پر چلائیں جن سے مَیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کو راضی کرلوں۔

آپؑ کی جُوتیوں کا غلام محمدؐ صادق ۱۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء

بسم؛ محبّی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میںنے آپکا خط پڑھا۔ میں انشاء اللہ الکریم آپکے لئے دُعاء کرونگا۔ تا یہ حالت بدل جائے۔ اور انشاء اللہ دُعا قبول ہوگی۔ مگر مَیں آپکو ابھی صلاح نہیں دیتا۔ کہ اس تنخواہ پر آپ دسؔ روپیہ بھیجا کریں۔ کیونکہ تنخواہ قلیل ہے۔ اور اہل و عیال کا حق ہے۔ بلکہ مَیں آپکو تاکیدی طور پر اور حکماً لکھتا ہوں۔ کہ آپ اوسوقت تک کہ خدا تعالیٰ کوئی با گنجایش اور کافی ترقی بخشے یہی تین روپیہ بھیجدیا کریں۔ اگر میرا کانشنس اسکے خلاف کہتا تو مَیں ایسا ہی لکھتا۔ مگر میرا نور قلب یہی مجھے اجازت دیتا ہے۔ کہ آپ اُسی مقررہ چندہ پر قائم رہیں۔ ہاں بجائے زیادت کے درود شریف بہت پڑھا کریں۔ کہ وہی ہدیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اوس ہدیہ کے ارسال میں آپسے سُستی ہُوئی ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ ۱۸ مارچ ۹۸ء

خط نمبر ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود مہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل حضورؑ نے فرمایا تھا۔ کہ ضعف کیواسطے کوئی تجویز کیجائیگی۔ اِس واسطے یاد دلاتا ہوں۔ حالت یہ ہے (۱) دل دھڑکتا ہے۔

اور گھٹتا ہے (۲) پیشاب بار بار آتا ہے۔ (۳) دودھ ریح کرتا ہے۔ اور ریح بدبُودار ہوتی ہے۔ (۴) رات کو نیند نہیں آتی۔ پاؤں کے تلوؤں پر گھی ملوانے سے آرام ہوتا ہے۔ (۵) ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں ؛

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام عاجز محمد صادق عفا اللہ عنہ قادیان ۲ر دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء

میرے نزدیک بالفعل مناسب ہے۔ کونین ۔ زرلبسی۔ جائفل۔ زنجبیل۔ عرق کیوڑہ

ایک رتی۔ دو رتی۔ ایک رتی۔ ایک رتی۔ ۲ تولہ

تولہ ۲ تولہ تولہ تولہ دارہ نی خوراک

گولیاں (۹۶)

(۴۸ یوم کیلئے) دونو وقت استعمال کریں۔

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ؛۔

آپ جلد مجھے اِس بات سے اطلاع دیں کہ یورپ یا امریکہ کے عیسائیوں میں سے کوئی ایسا آدمی یا چند آدمی ہیں۔ جو ہمارے سلسلے میں داخل ہوئے اور صاف لفظوں میں اس کا اظہار کیا۔ ان کا نام پُورا معہ سکونت خوشخط اردو میں ابھی بھیج دیں۔ ضرورت ہے۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ گھر میں میرے ایام امیدواری ہیں۔ اور اب نواں مہینہ ہے۔ اور اُن کو گرمی کیوجہ سے بہت گھبراہٹ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اب طاعون دور ہو گئی ہے۔ اور گرمی سخت ہو گئی ہے۔ اسلئے یہ تجویز ہوئی۔ کہ آپ آج پہلے مکان مدرسہ میں چلے جائیں۔ کیونکہ اب کچھ بھی خطرہ نہیں ہے۔ اور میرے گھر کے لوگ اُس کمرہ میں آجائینگے۔ جہاں آپ رہتے ہیں۔ چونکہ کل آپ میرے ساتھ جائیں گے۔ اسلئے ابھی یہ تجویز ہونی چاہیئے۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ ۷ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

خط نمبر ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہود نائب رسول کریم

الصلوٰۃ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امابعد گذارش ہے۔ کہ اس عاجزنے گذشتہ تین۔ چار دنوں میں کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے اور اپنی کمزوریوں کا اظہار کرتے ہوئے استخارہ کیا ہے۔ اور اس کے بعد اپنے دینی اور دنیوی فوائد کو یہ عاجز اسی میں دیکھتا ہے۔ کہ حضور کی جوتیوں میں حاضر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس امر کیلئے اس عاجز کو انشراح صدر عطا فرمایا ہے۔ پھر جیسا حضور اقدس حکم فرماویں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپکی متابعت میں اللہ تعالیٰ کی رضاء ہے۔ میرے قلب کا میلان بعد دعائے استخارہ کے بالکل اسطرف ہو گیا ہے۔ اے خدا میرے گناہوں کو بخش دے۔ میری کمزوریوں کو دور فرما۔ اور مجھے صراط مستقیم پر چلا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔ اور آپ کے دشمنوں کو رُوسیاہ کرے۔ آمین ثم آمین۔ آج ۷ تاریخ ہے۔ اسواسطے اب لاہور خط لکھہ دینا چاہیئے۔

حضور کی جوتیوں کا غلام عاجز محمد صادق قادیان۔ ۷ جولائی ۱۹۰۱ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جبکہ آپکا دل استخارہ کے بعد قائم ہو گیا ہے۔ تو یہ امر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ خدا تعالیٰ آپکو مبارک کرے۔ ہمیں بہت خوشی اور عین مراد ہے۔ کہ آپ اس جگہ رہیں۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

بَارَكَ اللّٰهُ فِیْ اِرَادَتِكَ وَ یَغْفِرُلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ فضل دین بھیروی

ہماری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔ والسلام نُورُالدِّیْن (بھیروی)

خط نمبر ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - عاجز کو ہمیشہ کرایہ کے مکانات میں ادھر اُدھر بہت سرگردانی رہتی ہے - اور وہ بھی کوئی قریب نہیں ملتا - مدّت کی بات ہے - ایک دفعہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا - کہ غلام جیلانی والا مکان ملیگا - تو تم کو دیا جائیگا - مگر چونکہ اسجگہ مہمانخانہ کی تجویز ہے - اسواسطے مینے مناسب جانا - کہ یاد دلاؤں -

اب اسوقت دو جگہیں خالی ہیں - ایک تو سفید زمین جو مرزا سلطان احمدؐ سے حضور نے لی ہے - جہاں خیمہ لگا ہے - اگر وہ حضور مجھے مرحمت فرما دیں - تو مَیں اپنے خرچ سے وہاں مکان بنوالوں -

دوئم - بادرچی خانہ خالی ہو گیا ہے - اگر اُن میں سے کوئی جگہ مجھے عطا فرمانا مناسب خیال فرما دیں - تو ہر دو قریب ہیں - اور تکلیف بھی دور ہو -

یہ عاجز کا خیال ہے - پھر جو حضور مناسب خیال فرما دیں - اُسی میں خوشی ہے -

خطاکار عاجز محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - افسوس ہے - کہ اسوقت ایسی صورت ہے کہ اِن باتوں میں مجبوری ہے - جو حصّہ زمین سلطان احمدؐ کی زمین کا ملا ہے - بجز اسکے ملحق کرنے کے مہمانخانہ بالکل ناتمام ہے - جو ہرگز کافی نہیں ہے - اور دُوسری زمین، جہاں سے لنگر خانہ اٹھایا ہے - میر صاحب نے اپنی ضروریات کے لئے لے لی ہے - مگر مجھے آپکی حیرانی اور پریشانی کا بہت فکر ہے - امید کہ انشاء اللہ کوئی صورت پیدا ہو جائیگی - آپ مطمئن رہیں - والسّلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - بباعث حمل کچھ عرصہ سے میرے گھر میں ایسی تکلیف ہے - کہ گھر میں کھانا تیار ہو نہیں سکتا - روٹی تو تنور پر پکوا لی جاتی ہے - مگر ہانڈی کیواسطے دقت ہے - اسواسطے عرض پرداز ہوں - کہ کچھ عرصہ لنگر سے

سالن مرحمت فرمایا جایا کرے۔ والسّلام

حضور کی جوتیوں کا غلام عاجز محمدؐ صادق ۹ فروری ۱۹۰۴ء

میاں نجم الدین صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مفتی صاحب کو دو وقت لنگر سے سالن عمدہ دیدیا کریں۔ تاکید ہے۔ والسّلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہٗ

خط نمبر ۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرے لڑکے محمد منظور نے ایک خواب دیکھا ہے کہ "ایک چیل ہمارے مکان کے صحن میں بیٹھی ہے۔ اور ایک اُس کے ساتھ اور ہے۔ اور مجھے گیت سُناتی ہے۔ پھر وہ ایک کیڑا بن کر زمین میں گھس گئی۔"

"پھر باہر نکلی اور مجھے پنجہ مارنا چاہا۔ میںنے کہا میں تم کو روٹی دونگا۔ تب اُس نے پنجہ نہ مارا۔ اور میں نے روٹی دیدی۔ تب ہم نے اُس کے خوف سے مکان بدل لیا۔" تو وہ چیل وہاں بھی آگئی۔ اور کہنے لگی۔ میں سب شہروں اور گلیوں سے واقف ہوں۔ مگر تم مجھسے نہ ڈرو۔ تم کو کچھ نہ کہونگی۔ مجھے روٹی دیدیا کرو۔"

یہ لڑکے کا بیان ہے۔ اس کی تعبیر سے مطلع فرمادیں۔

اگر غلام جیلانی والے مکان کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ تو فی الحال میں وہی لے لوں۔ کیونکہ اس کی ہوا اُسکی نسبت جس میں ہم رہتے ہیں بہتر معلوم ہوتی ہے۔ وہ کرایہ کے متعلق تو اب تنگ نہیں کرتے۔ مگر اسمیں ہوا اور روشنی نہیں ہے۔ جیسا حضور فرمادیں۔ حضور کی جوتیوں کا غلام۔ عاجز محمدؐ صادق ۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چیل سے مُراد تو طاعون ہی معلوم ہوتی ہے۔ معبّرین نے چیل سے مراد فرشتہ

ملک الموت لکھا ہے۔کہ جو شکار کر کے آسمان کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خیر رکھے
ایسا نہ ہو۔کہ قادیان میں پھر طاعون پھیل جائے۔مکان کا بدلا لینا ضروری ہے والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۲۳ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ ہدیہ مرسلہ آپکا پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا
فی الدنیا و العقبیٰ۔

اگر خواجہ کمال الدین صاحب ملیں۔ تو آپ تاکید فرما دیں۔ کہ طہرانی صاحب کے ردّ
میں جو اشتہار بھیجا گیا ہے۔ اسکو موافقین اور مخالفین میں خوب مشہور کر دیں۔ لاہور
میں خوب اسکی شہرت ہو جانی چاہیئے۔ طہرانی صاحب کو بطور ہدیہ سر الخلافہ بھی دیدیں

والسلام خاکسار غلام احمدؐ عفی عنہ

مہر قادیان
۵ فروری ۱۸۹۷

بمقام لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل
بخدمت محبی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب کے پہنچے

مہر لاہور
۶ فروری ۱۸۹۷

خط نمبر ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب سلمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا چندہ جو محض محبت للّٰہ سے آپنے اپنے
ذمہ مقرر کیا ہوا ہے۔ مجھکو پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ تردد پیش آمدہ کے رفع
سے ضرور مجھے مطلع فرما دیں۔ کہ جو ڈاکٹر نے عمر کی نسبت جرح کیا تھا اُس کا تصفیہ
ہو گیا ہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام خاکسار غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ ۵ جون ۱۸۹۷ء

بمقام لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل

بخدمت محبی اخویم مفتی محمد صادق صاحب کلرک

خط نمبر ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ محبت نامہ آپ کا پہنچا۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور مکروہات دین و دُنیا سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔ فیصلہ عمر سے خوشی ہوئی۔ الحمد للہ۔ آپ کے اخلاص اور محبّت سے نہایت دل خوش ہے۔ خدا تعالیٰ ربّانی طاقت سے آپکو بے نظیر استقامت بخشے۔ والسلام خاکسار غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ ۱۸ جولائی ۱۸۹۶ء۔

بمقام لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل

عزیزی محبّی اخویم مفتی محمد صادق صاحب کلرک دفتر

خط نمبر ۲۶ (لفافہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبّی اخویم مفتی محمد صادق صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چونکہ قیمت کم تھی۔ آج احتیاطاً مبلغ پچاس روپیہ اور بھیجدئے گئے ہیں۔ آپ شیخ عبداللہ صاحب کو بہت تاکید کر دیں کہ نہایت احتیاط سے شربت کلورا فارم طیار کریں۔ اور کلکتہ سے جو دوائی منگوانی ہے۔ وہ ضرور کلکتہ سے منگوائی جاوے۔ تا عمدہ اور سستی آئے۔ زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ از قادیان ۱۸ ؍ مئی سنہ ۹۸ء

کلکتہ سے دوا لاہور میں بنام شیخ صاحب آنی چاہیئے۔ اور پھر کسی کے ہاتھ قادیان میں بھیجدی جائے۔

لفافہ بمقام لاہور دفتر اکونٹنٹ جنرل آفس

بخدمت محبّی اخویم مفتی محمد صادق صاحب کلرکِ دفتر

راقم خاکسار مرزا غلام احمدؐ از قادیان ۱۸ مئی سنہ ۹۸ء

خط نمبر ۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﷺ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اگر حضورؑ اجازت دیں ۔ تو میں بعض بڑی بڑی انگریزی اخباروں میں مضمون دیا کروں ۔ کہ زباندانی میں ترقی ہو کر دینی خدمات میں ترقی کا موجب ہو ۔ اور نیز آمدنی کا ایک ذریعہ ہے ۔ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام عاجز محمدؐ صادق لاہور ۱ جنوری ۱۸۹۸ء

مجبی اخویم مفتی صاحب سلمہٗ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت مناسب ہے ۔ اِس طرح پر انشاء اللہ زبان جلد صاف ہو جائیگی ۔ اور محاورات کا علم بخوبی ہو جائے گا ۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمدؐ ابدہ

خط نمبر ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﷺ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا و مسیح موعودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ (۱) جو دوائی حضورؑ نے عنایت فرمائی ہے اوسکے ساتھ کسی پرہیز کی ضرورت ہو ۔ تو ارشاد فرمائیں ۔

(۲) جو نب انگلینڈ سے منگوائے تھے ۔ اون میں سے دو مرحمت فرماویں ۔ اگر وہ قریب الاختتام ہوں تو اور منگوائے جائیں ۔ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

محمدؐ صادق ۱ ۔ جولائی ۱۹۰۲ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ پرہیز صرف ترشی اور بادی چیزوں سے ہے ۔ اور نب ابھی بہت ہیں ۔ شائد تین ماہ تک کافی ہوں گے ۔ والسلام

غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﷺ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا مسیح موعود مہدیٔ معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ گذشتہ رات کو جو حضورؑ نے حکم فرمایا تھا ۔ کہ جرمن زبان کو

اور آزماؤ۔ اِس امر کے واسطے آج رات میںنے استخارہ کیا۔ مَیںنے رؤیا دیکھے جو عرض کرتا ہوں۔

(۱) حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور اوس میں فرماتے ہیں۔ کہ نوحؑ نے ارادہ کیا تھا۔ کہ ایک ملک میں ایک عورت سے شادی کرے۔ مگر جب وہاں پہنچا۔ تو سب عورتوں کو نہایت خوبصورت دیکھ کر وہ ڈرا کہ مَیں ابتلا میں پڑونگا۔ تب وہاں سے چلا آیا۔ اور اوسے معلوم ہُوا۔ کہ ہر شئے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ بہت استغفار کرو۔

(۲) مَیںنے کچھ آپ کے سامنے بیان کیا ہے (یاد نہیں رہا) آپ نے فرمایا۔ تب تو نہیں چاہیئے۔

(۳) مَیںنے آپ حضورؑ کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا ہے (غالباً جرمن زبان پڑھنے کے متعلق) آپ نے جواب میں عبدالمجید کے ہاتھ مجھے ایک سنہری لونگ بھیجا ہے۔ جو عورتیں ناک میں لگاتی ہیں۔ اور اسپر سفید موتی جڑے ہوئے ہیں۔ میری بیوی نے بھی میرے واسطے استخارہ کیا تھا۔ اُس نے خواب میں دیکھا۔ کہ کچھ لوگ اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر ہمارے آدمیوں کو دے رہے ہیں؛

چند روز ہوئے مَیںنے رؤیا میں دیکھا تھا۔ کہ مَیں حضورؑ کے ساتھ کہیں جا رہا ہوں۔ حضورؑ کا لباس سفید ہے۔ اور حضورؑ کا نام الیگزنڈر (سکندر) بلے ٹیور ہے۔ اور تفہیم یہ ہے۔ کہ یہ جرمن لفظ ہے۔ اور اس کے معنے ہیں **صادق**۔ پھر رؤیا میں معلوم ہُوا۔ کہ اس کے معنے ہیں۔ شفا دہندہ؛

پس اگر حضورؑ کا حکم ہو۔ تو مَیں آج جرمن زبان کا پڑھنا شروع کر دوں۔

حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمد صادق ۱۹ مارچ ۱۹۰۳ء

عزیزی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ان خوابوں سے تو کچھ بھی اجازت محسوس نہیں ہوتی۔ بہتر ہے۔ ذرا صبر کریں۔ جب تک جرمن کی حقیقت اچھی طرح کھل جائے۔

معلوم نہیں۔ کہ جرمن سے کوئی عربی اخبار بھی نکلتا ہے۔ جیساکہ عربی اخبار امریکہ سے نکلتا ہے۔ کوئی اور کوئی سبیل اشاعت ڈھونڈنا چاہیئے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ایک شخص بسنت سنگھ نام ذیلدار ڈلہ ایک پروانہ سرکاری لیکر سب لوگوں سے لکھاتا پھرتا ہے۔ کہ وہ کہاں کے باشندے ہیں۔ یہاں کیوں سکونت اختیار کی ہے۔ کیا کام کرتے ہیں۔ ایک فہرست تیار کر رہا ہے۔ احباب نے لکھ دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخدمت میں رہنے کے واسطے یہاں سکونت پذیر ہیں۔ اور فلاں فلاں کام کرتے ہیں۔ غالباً یہ ضلع کی ایک معمولی فہرست ہے۔ اطلاعاً گذارش ہے۔ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق ۳ رمئی ۱۹۰۳ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ وہ تحصیلدار بٹالہ کا پروانہ ہے یا ڈپٹی کمشنر کا۔ تا اصل حال معلوم ہو سکے۔ اور دوسرے یہ ضرور لکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری جماعت میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ بعض تو وہ ہیں کہ مرید ہو کر اپنے وطن چلے جاتے ہیں۔ اور بعض نے اسی جگہ قادیان میں سکونت مستقل کرلی ہے۔ اور جو لوگ چلے جاتے ہیں اسی طرح آمد و رفت اُن لوگوں کی جاری رہتی ہے۔ کوئی آتا ہے اور کوئی چلا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگ جو مُرید ہوتے ہیں۔ اُن کے ناموں کو یاد رکھنے کیلئے یہاں ایک رجسٹر رکھا رہتا ہے۔ اور ایک شخص ان کے لکھنے پر مقرر ہے۔ والسلام خاکسار

مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☼ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

گلے کہ رُوئے خزاں را گہے نخواہد دید
بباغِ تُست اگر قسمتم رسا باشد

پناہِ بیضۂ اسلام۔ پہلوانِ ربّ جلیل۔ پنہِ ملّتِ الہدیٰ۔ خلیفۂ شاہِ ارض وسموات۔ مسیح خدائے قدیر۔ بعد از صد صلوٰۃ وسلام ایں نابکار وشرمسار برائے یک نظرِ رحمت بر درِ تو امید وار عرضگذار است کہ در اخبارے کہ از ملکِ امریکہ رسیدہ بُود خواندہ بودم کہ دَوائے جدید برائے دَرد گُردہ و امراض مثانہ وکثرت پیشاب نَو ایجاد شدہ است یک شیشۂ خورد کہ برائے تجربہ مفت مے فریسند طلب کردم ہماں ارسال خدمت اقدس است۔ والسلام۔ گداگرِ صاحبِ بیت الدُعاء۔

عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ ۱۴۔ جون ۱۹۰۳ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

جزاکم اللہ خیراً کثیراً فی الدنیا والآخرۃ۔ دَوا پہنچ گئی۔ ایک اشتہار بالوں کی کثرت کا شاید لندن میں کسی نے دیا ہے۔ اور مفت دوا بھیجتا ہے۔ آپ وہ دوا بھی منگوالیں کہ تا آزمائی جائے۔ لکھتا ہے۔ کہ اس سے گنجے بھی شفاء پاتے ہیں۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسُولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود ومہدی معہود ؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حسب الحکم تحقیقات کی گئی۔ کرمداد اور ایک طالبعلم عمر پندرہ سال شہادت دیتے ہیں۔ کہ ہم نے بدھ کی شام کو چاند دیکھا تھا۔ پہلے کرم داد نے دیکھا۔ اور کرمداد کے دکھانے سے اس طالبعلم نے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ چاند باریک دُھندلا اور شفق کے قریب تھا۔ اور بھی کئی لوگ مسجد میں موجود تھے۔ مگر باوجود ان کے

بتانے کے اورکسی کو نظر نہ آیا۔ اور جلد غائب ہوگیا۔ یہ اون کے بیانات ہیں۔ اُن کا تحریری حلفی بیان شامل ہذا ہے۔

جنتریوں میں بالاتفاق پہلی تاریخ جمعہ لکھی ہے۔ لاہور۔ امرتسر۔ بٹالہ۔ گورداسپور بھی میںنے خطوط لکھے ہیں۔ آئیندہ جو حضورؑ فیصلہ فرماویں۔

ایک اور عرض

سیالکوٹ سے مولوی مبارک علی صاحبؓ کا خط تاکیدی آیا ہے۔ کہ میری گواہی کی اونکو سخت ضرورت ہے۔ اور تاریخ ۲۵ رفروری مقرر ہے۔ جس کے واسطے مجھے ۲۳ کو یہاں سے چلنا چاہیئے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ حضور اقدسؑ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مَیں چلا جاؤں۔ سو مَیں طیار ہوں۔ سُنا گیا ہے۔ کہ سیالکوٹ میں تاحال کچھہ کچھہ طاعون بھی ہے۔ لیکن چھاؤنی سیالکوٹ میں نہیں ہے۔ اور مولوی مبارک علی صاحبؓ کا مکان بھی چھاؤنی میں ہے۔ پس اِس صورت میں مجھے کہاں رہنا مناسب ہوگا۔ وَالسَّلام حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق عفی عنہ ۲۰ رفروری ۱۹۰۴ء

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ مناسب ہے۔ کہ ایک دن کے لئے ہو آویں۔ دِل تو نہیں چاہتا کہ آپ جاویں۔ خیر ہو آویں۔ مگر شہر میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔

کرمداد کی شہادت میں ابھی شک ہے۔ امرتسر۔ لاہور سے شہادت آجائے تو بہتر ہے۔ بسا اوقات بادل کا ٹکڑہ خیال کے غلبہ سے ہلال معلوم ہوتا ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا ومہدینا مسیح موعود و مہدی معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قادیان کے اکثر حصّوں سے مدرسہ میں طلباء جمع

ہوتے ہیں۔ اور دن بھر خلط ملط رہتا ہے۔ چونکہ گاؤں کے بعض حصوں میں بیماری کا زور ہے۔ اسواسطے اگر حضور مناسب خیال فرماویں۔ تو میرا خیال ہے۔ کہ مدرسہ ایک ہفتہ کیلئے بند کر دیا جاوے۔ والسلام حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمد صادق عفی عنہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے نزدیک تو مناسب ہے۔ کہ دس روز تک ان کو رخصت دیجاوے۔ امید کہ دسؔ اپریل ۱۹۰۴ء تک تغیر موسم ہو جاویگا۔ اور اس عرصہ تک انشاء اللہ تعالیٰ طاعون نابود ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گذشتہ تجویز کے مطابق مدرسہ یکم مئی کو کھلنا چاہیئے مگر تاحال شہر کی صورت ایسی نظر نہیں آتی۔ کہ لڑکوں کو واپس بلانا مناسب ہو۔ اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدرسہ کچھ دن کیلئے اور بند کیا جائے۔ اور ابھی سے اس امر کی اطلاع طلباء کو بذریعہ ڈاک کر دی جائے۔ ورنہ دو تین روز تک طلباء واپس آنے شروع ہو جائیں گے۔ بعد اس کے کہ شہر میں بالکل امن ہو جائے۔ تین چار روز مدرسہ کی صفائی وغیرہ کے واسطے بھی مطلوب ہوں گے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ مدرسہ ۱۵ رمئی تک اور بند کیا جائے۔ اور طلباء کو اطلاع کر دی جائے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی محمدؐ علی صاحب سے بھی میں نے مشورہ کر لیا ہے۔ ان کی بھی یہی رائے ہے۔ پھر جو حکم حضورؑ کا ہو۔ والسلام

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام عاجز محمدؐ صادق عفی عنہ۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۰۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت مناسب ہے۔ ۱۵ رمئی ۱۹۰۴ء تک ضرور مدرسہ بند رہنا چاہیئے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مُرشدنا امامنا مہدینا و مسیحنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پہلے دو دن بخار نہیں ہؤا۔ پھر تین دِن ہؤا۔ آج صبح سے نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ نبض صاف نہیں۔ ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں۔ عرق بید و چرائتہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں۔ قبض اکثر رہتی ہے۔ دُودھ سے قبض نہیں کھلتی بلکہ دُودھ ریح کرتا ہے۔ اگر قبض کشا دوائی کھائی جائے۔ تو ایک دن آرام رہ کر پھر وہی حال ہو جاتا ہے۔ دُعاء کیواسطے عاجزانہ التماس ہے۔

مضمون لکھنے کیلئے بہت عمدہ کاغذ لاہور سے آئے ہیں۔ تھوڑے سے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ اُمید ہے۔ کہ جنابؑ کو پسند آئیں گے۔

سنسکرت کی لغات جو بڑی ہیں وہ بیس پچیس روپیہ کو مل سکتی ہیں۔ لیکن ایک لغت مبلغ چار روپیہ آٹھ آنے (للعہ) کو آتی ہے۔ اور امید ہے۔ کہ اُس سے ہمارا کام نکلجائیگا ترجمہ الفاظ انگریزی میں ہے۔ اگر حکم ہو تو منگوائی جائے۔

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام عاجز محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ ۲۹ نومبر ۱۹۰۷ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

انشاء اللہ تعالیٰ شفاء ہو جائے گی۔ برابر دُعاء کی جاتی ہے۔

(للعہ) کی ڈکشنری بذریعہ وی پی منگوالیں۔ آنے پر قیمت دیجائیگی۔ والسلام

مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۶

محبی اخویم مفتی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چونکہ ہمیں لنگر خانہ اور زنانہ باورچیخانہ کیلئے مرزا نظام الدین والہ حصہ مکان کی ضرورت ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اپنی طرف سے اسکے مکان کی قیمت دریافت کریں۔ یا شیخ یعقوب علی کی معرفت دریافت کریں۔ اور

آج ہی اطلاع دیں۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ (۶۔جنوری ۱۹۰۵ء بخط مفتی صاحب)

خط نمبر ۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی اخویم مفتی محمدؐ صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپکو معلوم ہے۔ کہ محمودؐ احمدؐ پڑھائی میں بہت کمزور ہے۔ اِس لئے میرے نزدیک یہ تجویز مناسب ہے۔ کہ آپ تجویز کردیں کہ ایک ہشیار طالب علم ایک وقت مقرر کرکے پڑھایا کرے۔ جو کچھ آپ مقرر کریں۔ اسکو ماہ بماہ دیا جائے گا۔ ضرور تجویز آج ہی کردیں۔ اور مجھ کو اِطلاع دیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۸

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

مجھے افسوس ہے۔ کہ مَیں نے پہلے اخویم مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو تاکید کی تھی کہ اِس جگہ سے کوئی ہماری جماعت میں سے نہیں جانا چاہیئے۔ اب ایک طرف میری طبیعت بیمار ہے۔ کھانسی سے دم اُلٹ جاتا ہے۔ اور طلب کرانے والے کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ طلب کرانا ملتوی کرادے۔ انکو لکھدیں کہ یہ بہت بے موقع ہے۔ اور میری نسبت لِکھدیں۔ کہ اونکی طبیعت سخت بیمار ہے۔ غرض مولوی مبارک علی اس کارروائی کو ملتوی کراسکتا ہے۔ اگر نیت نیک ہو۔ اور ان گواہوں کی جگہ ہماری جماعت کے سیالکوٹ میں بہت واقف موجود ہیں۔ سو ان کو تاکیداً لکھا جائے۔ کہ یہ تینوں سمن ملتوی کرادیں۔ وہ عدالت میں کہہ دیں۔ کہ مَیں ان کو طلب کرانا نہیں چاہتا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مرشدنا وھدینا امامنا ومسیحنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حسب الحکم چرائتہ کا پانی ہمراہ سفوف ست گلو وغیرہ اور

عرق بید کا استعمال کرتا ہوں۔ آج تین روز سے بخار نہیں ہے۔ مگر

موجودہ حالت { ضعف بہت ہے۔ دِل دھڑکتا ہے۔ دل گھٹتا ہے۔ پیشاب جلد جلد آتا ہے۔ آج رات ۱۲ بجے سوہ بجے تک نیند نہیں آئی۔ ریح فاسد بہت ہوتی ہے۔

موجودہ خوراک { پھلکا شوربا۔ دُودھ نصف سیر صبح نصف رات کو۔ دُودھ ریح بدبودار پیدا کرتا ہی۔ پاخانہ کھُل کر نہیں آتا۔ ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں۔ دل بہت کمزور اور دھڑکتا ہے۔ اس کے واسطے جو دوائی حکم کریں۔ دُعا کے واسطے عاجزانہ التماس ہے۔

حضورؑ کے خادم اور میرے دوست مولوی فضل الٰہی احمدؐ آبادی نے بڑے الحاح کیساتھ واسطے دُعاء کے لکھّا ہے۔ علیحدہ کاغذ پر بھی اونکا نام ارسال ہے۔

حسب الحکم اذا تناجیتم الرسُول مبلغ ایکروپیہ ارسال ہے اور امید ہی کہ قبول فرماوینگے؛

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عصہ واپس ہے۔ دُعا ہر روز بلاناغہ آپ کیلئے کیجاتی ہے تسلّی رکھیں ضعف کیلئے کوئی تجویز کیجائیگی۔ والسلام

(مرزا غلام احمد)

مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۱۴

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

مبلغ ایک روپیہ پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ۔ سورنجان شیریں کے ساتھ مصری ملاویں۔ سورنجان ایک تولہ۔ مصری چھ ماشہ صبح و شام دو دو ماشہ کھالیا کریں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

		سورنجان	مصری		
۹	خوراک	تولہ	½ تولہ	½۱ تولہ	۱۸ ماشہ	½۴ دن
۱۸	"	۲ تولہ	ایک تولہ	۳ تولہ		۹

خط نمبر ۱۵

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

گولی کے کھانے کے بعد پہلے دن تو بالکل بخار نہیں ہوا۔ دُوسرے دن خفیف سے ذرہ زیادہ اور تیسرے دِن خفیف۔ جس دن سے گولی کھاتا ہوں صبح کو بخار بالکل نہیں

ہوتا پہلے ہوتا تھا۔ پاخانہ بھی ٹھیک آجاتا ہے۔ بدن میں طاقت بھی محسوس ہوتی ہے۔ پھر جیسا حضور مناسب خیال فرماویں۔

مکان کے متعلق حضور نے کیا حکم فرمایا ہے۔ حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گولی بھیجتا ہوں۔ کھالیں۔ والسلام

مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرشدنا وہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کل گولی ایک بجے کھائی تھی۔ کوئی ایک گھنٹہ کے بعد خفیف سا بخار ہوا۔ شام کے قریب ذرا زیادہ ہوا۔ اور رات کو تھوڑا تھوڑا رہا۔ مناسب ہو۔ تو گولی پھر رحمت فرماویں

(۲) دوسری گذارش یہ ہے۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ پیر سراج الحق چند ماہ کے واسطے اپنے وطن کو جاتے ہیں۔ حضور کو معلوم ہے۔ جو تکلیف مکان کی مجھے ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو اُن کی واپسی تک یہ عاجز اس مکان میں رہے۔ والسلام حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب جاتے ہیں۔ تو کچھ مضایقہ نہیں۔ آپ اس مکان میں آجائیں۔ اور سنا ہے۔ کہ سری ناتھ مکان خرید کردہ کو بیچتا ہے۔ آپ بطور خود دریافت کریں۔ کہ کیا یہ سچ ہے۔ اور کس قدر قیمت پر بیچتا ہے۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی اس تحریر سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ بہ نسبت سابق بخار میں کچھ تخفیف ہے یا زیادہ ہے۔ یا بدستور ہے۔ کیونکہ اگر بہ نسبت سابق ایک ذرہ بھی تخفیف ہو۔ تو آپ گولی کھالیں۔ اور اگر بہ نسبت سابق گولی کھانے

سے زیادہ ہو۔ تو گولی نہیں کھانی چاہیئے۔ اور اگر حالت بدستور ہو۔ تو گولی کھالیں۔ اوّل اطلاع دیں۔ تا اگر مناسب ہو۔ تو گولی بھیج دوں۔ والسّلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مرشدنا و مہدینا مسیح موعودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حسب الحکم۔ میاں محمود احمدؐ صاحب کے واسطے اُستاد کی تجویز کی گئی ہے۔

رات کو بخار رہا۔ مولوی صاحب کے فرمانے پر کونین اور حضور والی گولی کھائی ہے۔ دعا۔ دعا۔ دعا۔

آج رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک دیوانہ آدمی میرے پیچھے دوڑا۔ میں بھاگا مگر اُسنے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ میں ایک لمبی چھڑی ہے۔ جس کے ساتھ مَیں اُسے مارتا ہوں۔ پر وہ نہیں چھوڑتا۔ پھر مَیں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی دیوانہ مُرغی بن گیا۔ اور میری چھڑی چاقو بن گئی ہے۔ مَیں نے چاقو اُس مُرغی کے گلے پر مارا۔ تو وہ مرگئی اور مَیں چلا آیا۔ والسّلام حضور کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۵ء

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دعا برابر کرتا ہوں۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ شفا دیگا۔ اور خواب نہایت عمدہ ہے۔ یہ صریح شفا پر دلالت کرتی ہے۔ بہت خوب ہے۔ والسّلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدیٔ معہودؑ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قاضی صاحب کے لڑکے کی وفات کی تحریک پر حضور نے جمعہ کے دن جو ہمدردی کا وعظ کیا تھا۔ اس کو مَیں نے اس طرح درج اخبار

کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کہ موجودہ واقعہ کا ذکر نہ ہو۔ اور عام طور پر جماعت احمدیہ کو ایک نصیحت ہو۔ کہ ہماری جماعت کا کوئی فرد شہید طاعون سے ہو۔ تو کس طرح ہمدردی کرنی چاہیئے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ بہ سبب نہ ہونے پریس کے ہمارا اخبار اب تک نکل نہیں سکا۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب نے اِس واقعہ کو اور جماعت کی غلطی کو صاف اور کھُلے لفظوں میں شایع کر دیا ہے۔

اب کیا حضور پسند کرتے ہیں۔ کہ میں بھی اِسی طرح لِکھدوں۔ اسمیں شماتت کا اندیشہ ہے۔ اور دشمن نکتہ چینی کرینگے۔ لیکن الحکم شایع ہو چکا ہے۔

یا مَیں اپنی پہلی تجویز کے مطابق اسکو عام نصیحت کے پیرایہ میں لِکھوں۔

والسلام حضور کی جوتیوں کا غلام محمدؐ صادق عفی عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرے نزدیک بہتر ہے۔ کہ کوئی ذکر نہ کیا جائے۔ صرف نصیحت کی تقریر لکھدی جائے۔ مرزا غلامؐ احمدؐ عفی عنہ

خط نمبر ۴۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبّی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپکے خط میں لکھا تھا۔ کہ گویا مینے آپکو کچھہ پینے کیلئے بتلایا ہے۔ حالانکہ مینے کچھ نہیں بتلایا۔ نسخہ مناسب یہ ہے۔

گلو تازہ ۲ تولہ۔ چرائتہ ۲ تولہ۔ پانچ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب آدھا سیر رہ جائے تو کسی گلی برتن میں جو نیا ہو رکھ چھوڑیں۔ اور ہر روز پانچ تولہ ہمراہ۔ عرق بید ا ماشہ۔ اور ست گلو ۲ ماشہ پی لیا کریں

خط نمبر ۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبّی اخویم مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو شخص روٹی پکانیوالا آیا ہے سُنا ہے۔

کہ وہ ایک سخت طاعون کی جگہ سے آیا ہے۔ اور کئی عزیز اُس کے مر گئے ہیں۔ اُس سے کم از کم دس روز تک پرہیز ضروری ہے۔ سُنا ہے۔ ایک لڑکا بھی ساتھ ہے۔ اور وہ بیمار ہے۔ شاید طاعون ہے۔ جلد نکال دیا جائے۔ اور جو بھانجا مولوی یار محمد صاحب کا مر گیا ہے۔ جلد اُس کو دفن کر دیا جائے۔ مولوی یار محمد صاحب جنازہ پڑھ لیں بہت مجمع جمع نہ ہو۔ بلاشبہ وہ طاعون سے مرا ہے۔ پوری احتیاط درکار ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپکا خط بطور یادداشت میںنے رکھ لیا ہے۔ چند ضروری مضمون جو لکھ رہا ہوں۔ اُن کے بعد انشاء اللہ اسکو لکھونگا۔ کیونکہ یہ مضمون غور کرنے کے لائق ہے۔ جلدی نہیں لکھ سکتا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۴۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود ومہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل کا واقعہ حضور اقدس نے سُنا ہی ہوگا۔ ابتدا اسکی یُوں تھی۔ کہ گاؤں کے بعض خبیث ہمارے طلباء کو گلی میں سے گذرتے ہوئے کھڑکی میں سے چھیڑا کرتے تھے۔ ایسا ہی..........

.. کل جو ایک نے چھیڑا جسکا نام مہتدا بتایا جاتا ہے۔ تو ایک لڑکا اس کو کھڑکی سے ہٹانے کیواسطے باہر گلی میں نکلا۔ انہوں نے اس کو مارنا چاہا۔ وہ بھاگتا ہوا واپس آیا۔........ محمدؐ صادق

السلام علیکم۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر اول یہ تدبیر سوچ لینا چاہیئے۔ کہ اس جگہ سخت بدمعاش لوگوں کا فرقہ ہے۔ اگر تھانہ سے کوئی شخص تفتیش حال کے لئے آیا۔ تو ہندو اور مسلمان دونو ملکر خلاف واقعہ بیانات کرینگے۔ اور پھر انہیں کے مطابق تھانہ دار رپورٹ کریگا۔ اوّل ان باتوں کو خوب سوچ لینا چاہیئے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمدؐ عفی اللہ

خط نمبر ۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

حضرت اقدس امامنا و مرشدنا مسیح موعود و مہدیٔ معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:-

ایک ڈبیا قلموں کی ارسالِ خدمت ہے۔ یہ اس نمونہ کے مطابق ہے جو کلکتہ کے ایک سوداگر کے ذریعہ انگلینڈ سے منگوائی گئی تھیں۔ ان کا رنگ ویسا نہیں ہے۔ مگر مضبوط ضرور ہیں۔ حضورؑ ان کا تجربہ کر کے مطلع فرماویں۔ نیز پُورانی قلموں میں سے ایک مرحمت فرماویں۔ حضورؑ کی جوتیوں کا غلام

عاجز محمدؐ صادق عفی عنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ڈبیا پہنچی۔ جزاکم اللہ خیرا۔ اور ایک قلم پُورانی ارسال ہے۔ والسلام غلام احمد عفی عنہ

خط نمبر ۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مرشدنا و مہدینا مسیح موعود و مہدی معہودؑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اپنی زندگی تو انشاء اللہ حضورؑ کے قدموں میں گذر رہی ہے۔ اور آئندہ بھی خدا سے دُعا ہے۔ کہ دین پر خاتمہ ہو۔ لیکن آئندہ اولاد کے واسطے بھی یہ حیلہ ہے۔ کہ ان کے لئے ایک مکان بنا دیا جائے۔ تو ان کے ذہن نشین ہو جاوے۔ کہ ہمارا وطن اور گھر اسی جگہ حضرت خلیفۃ اللہ کے قدموں میں ہے اور جس مکان کو حضورؑ نے ایک دفعہ دیکھا تھا۔ وہ طیار ہو گیا ہے۔ اور اب اس میں جانیکا ارادہ ہے۔ جس کیواسطے حضورؑ کی اجازت کا خواہاں ہوں۔

حضورؑ[2] دُعاء فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس مکان کو میرے اور میرے آل و اہل کیواسطے موجب برکت اور اپنی رضامندیوں کا ذریعہ بناوے۔

حضورؑ[3] کی سُنّت کے مطابق مَیں چاہتا ہوں۔ کہ اس مکان کا کچھ نام رکھوں۔ اور میرے خیال میں وہ نام بیت الصدق ہے۔ اگر حضورؑ کی اجازت ہو۔

حضورؑ کی جوتیوں کا غلام عاجز محمدؐ صادق عفا اللہ عنہ قادیان ۰۷-۸-۴

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛:-
مکان خدا مبارک کرے۔ آمین۔ نام بہت موزون ہے۔ ایک روپیہ آپکا پہنچ گیا ہے۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ عفی عنہ

۱۳ تیرھواں باب
فوٹو کب لئے گئے اور کہاں کہاں!

پہلا فوٹو

سب سے پہلا فوٹو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیا گیا۔ وہ غالباً ۱۹۰۱ء میں اِس ضرورت کیلئے تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ میں اشاعت کے واسطے ایک کتاب تصنیف کرنیکا ارادہ کیا تھا جس کا ترجمہ مولوی محمدؐ علی صاحب نے انگریزی میں کرنا تھا اور تجویز ہوئی کہ چونکہ یورپ میں ایسے قیافہ شناس اور مصوران تصاویر بھی ہیں۔ جو صرف تصویر کو دیکھکر کسی شخص کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوگا۔ کہ اوس کتاب کے ساتھ مصنف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دیجائیں۔ اِس غرض کے لئے لاہور سے ایک فوٹوگرافر منگوایا گیا۔ جس نے جو مطلوبہ تصویریں تھیں الگ الگ لیں۔ مگر بعد میں دُوسرے احباب کی درخواست پر ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔

فوٹو احمدؐ صادق

اِس کے بعد گویا کہ تصاویر کے لینے کی اجازت پاکر کئی ایک فوٹو لئے جاتے رہے۔ جن میں سے ایک گروپ فوٹو ایسا تھا۔ جن میں (عاجز) بَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور بعد میں فوٹو گرافر کو کہکر یہ دو فوٹو مینے پلیٹ پر سے الگ کرائے۔ اور احمدؑ صادق کا نام اُوپر لکھکر چھپوائے گئے۔

ضرورت شادی کے واسطے فوٹو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ فوٹو کی تصویر سے کئی ایک جائز فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے مثلاً یہ بھی ہے۔ کہ شادی کے موقعہ پر اگر ایسے اسباب مہیا نہ ہوسکتے ہوں۔ کہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ تو دیکھنے کے لئے ان کے فوٹو بھیجے جاسکتے ہیں :۔

فوٹو کے فوائد

تصاویر کے ذکر میں چند ایک باتوں کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

بڑا فکر کرنے والا

۱۔ مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر یورپ کے بعض بڑے آدمیوں کو دکھائی۔ تو انہوں نے کہا :۔

He is a great thinker یعنی بہت سوچنے والا آدمی ہے :۔

ایک اسرائیلی پیغمبر

۲۔ ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب مرحوم جن کی پانچ پشتیں جو سَو سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہو چکی ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ لاہور کے پاگل خانہ کے ڈاکٹر تھے، اُن ایام میں ایک انگریز وہاں آیا۔ جو تصویر دیکھ کر قیافہ شناسی کا مدعی تھا۔ کئی ایک لوگ بطور تماشہ بعض تصاویر اس کے پاس لے گئے۔ وہ بتلاتا رہا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ مَینے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر اُسکے آگے رکھی۔ اور اُس سے پُوچھا۔ کہ اس شخص کے متعلق آپکی کیا رائے ہے۔ وہ بہت دیر تک اس تصویر کو دیکھتا رہا۔ اور آخر اُس نے کہا کہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی تصویر ہے۔

میرا خیال ہے۔ کہ اسرائیلی کا لفظ اُسنے اس خیال سے بڑھایا۔ کہ عام طور پر یہودی اور عیسائی اِس بات کے معتقد نہیں۔ کہ اِسرائیلیوں کے بعد بھی کسی کو نبوّت ملی ہو:

امریکہ میں ہندوستانی بزرگ

۳- جب مَیں امریکہ میں تھا۔ تو ایک لیڈی کا ایک دُوسرے شہر سے مجھے خط آیا۔ کہ مجھے کشف میں ایک ہندوستانی بزرگ ملا کرتے ہیں۔ اور میری مشکلات میں میری رہنمائی کیا کرتے ہیں۔ کیا آپ مجھے یہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ وہ کون صاحب ہو سکتے ہیں۔ مَیں نے اُسے چند ایک فوٹو بھیجے جن میں ایک فوٹو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی تھا۔ اُسی پر نشان کر کے اُس لیڈی نے مجھے لکھ بھیجا۔ کہ یہ وہ بزرگ ہیں:

ایک انگریز نجومی

۴- ۱۹۰۷ء میں جبکہ عاجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمرکاب شملہ میں تھا۔ تو ایک دن مہاراجہ صاحب الور کی ملاقات کیواسطے مَیں انکی کوٹھی پر گیا۔ اور انکو تبلیغ کے لئے چند کتابیں بھی ساتھ لے گیا۔ اُنکے وٹینگ رُوم میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ وہاں دیوان عبدالحمید صاحب وزیر اعظم ریاست کپورتھلہ اور چند دیگر معززین بھی آ گئے۔ اور ایک انگریز بھی وہاں پہنچے۔ جنہوں نے بیان کیا۔ کہ مَیں مہاراجہ صاحب کا منجم ہوں۔ اِس بات کو سُنکر دیوان صاحب اور دوسرے لوگ اُس انگریز منجم سے باتیں دریافت کرتے رہے۔ مَیںنے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر ایک کتاب میں سے نکال کر اُس کے آگے رکھی جسکو بہت غور سے دیکھ کر اس نے کہا۔ یہ خدا کے کسی نبی کی تصویر ہے:

چودھواں باب

ایک قابل قدر شہادت۔ امریکن نو مسلم مسٹر ویب کے حالات اور پیر صاحب سندھ کا کشف

امریکہ میں ایک صاحب محمد الیگزنڈر رسل ویب نام تھے۔ جو کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیساتھ خط وکتابت کرنے سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کے اسلام کا جب بہت چرچا پھیلا۔ تو بعض متمول اہلِ ہند نے انہیں روپیہ بھیجکر ہندوستان بلوایا۔ اور مختلف شہروں میں اُن کے لیکچر کرائے۔ اور یہ تجویز ہوئی۔ کہ وہ واپس امریکہ جاکر تبلیغ اسلام کا کام کریں۔ اور ایک ہفتہ وار اخبار شائع کریں۔ جب وہ ہندوستان پہنچے۔ تو انہوں نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ وہ قادیان جائیں۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ سے ملیں۔ لیکن دوسرے مسلمانوں نے انہیں روکا۔ کہ ایسا کرنے سے عام لوگ آپکو چندہ نہ دیں گے۔ اس واسطے وہ قادیان نہ آئے۔ ان کے حالات کو مولوی حسن علی صاحب مرحوم نے جو ویب صاحب کے سفر ہندوستان میں شریک تھے۔ اپنی کتاب تائید حق میں شائع کیا ہے۔ جو کہ ہم اُن کے اپنے الفاظ میں درج کرتے ہیں:۔

"ملک امریکہ میں اسلام کیونکر پھیل رہا ہے۔ اس قصہ سے بہت حضرات پوری واقف نہیں ہوں گے۔ ملک امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیویارک میں ۱۸۴۶ء میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام الگزنڈر رسل ویب رکھا گیا۔ اس شخص کا باپ ایک نامی ومشہور اخبار کا ایڈیٹر ومالک تھا۔ ویب صاحب نے کالج میں پوری تعلیم پائی۔ اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چلکر ایک ہفتہ واری اخبار جاری کیا۔ ویب صاحب کی لیاقت علمی طرز وتحریر کا

شہرہ دُور دُور ہؤا۔ ایک روزانہ اخبار سینٹ جوزف مسوری ڈیلی گزٹ کے اڈیٹری کے معزز عہدہ پر وِب صاحب کی دعوت کی گئی۔ پھر اسکے بعد اور کئی اخباروں کی اڈیٹری کا کام وِب صاحب کے سپرد ہوتا رہا۔ کوئی صاحب لفظ اخبار کے کہنے سے کہیں رفیق ہند علیگڈھ اِنسٹیٹوٹ گزٹ یا اخبار عام کی اڈیٹری نہ سمجھ لیں۔ ہندوستان کے دیسی اخباروں کو امریکہ کے اخباروں سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک تین چار برس کے لڑکے کو ایک چالیس پچاس برس کے ذی علم و تجربہ کار شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ امریکہ کے اخباروں کی تعداد کا حساب ہزار سے نہیں ہوتا۔ بلکہ لاکھ سے۔ پھر اڈیٹر بھی اوسی لیاقت و دماغ کا آدمی ہوتا ہے۔ جو اگر ضرورت ہو تو وزارت کے کام کو بھی انجام دے سکے۔ جس اخبار کے وِب صاحب اڈیٹر تھے۔ وہ امریکہ میں دوسرے نمبر کا اخبار گنا جاتا تھا۔ یعنی ایک ہی اخبار ساری قلمرو میں ایسا تھا۔ جو وِب صاحب کے اخبار سے زیادہ درجہ اور نمبر کا تھا۔ وِب صاحب کی قابلیت اور لیاقت کا ایسا شہرہ ہؤا۔ کہ پریذیڈنٹ سلطنت امریکہ نے انکو سفارت کے معزز عہدہ پر مقرر کر کے جزیرہ فلیپائین کے پایہ تخت منیلا کو روانہ کیا۔ سفیر سلطنت گورنر کا ہم رتبہ ہوتا ہے۔

سنہ ۱۸۷۳ء میں مسٹر وِب نے دین عیسوی کو ترک کر دیا۔ انہوں نے دیکھا۔ کہ عیسائی مذہب سراسر خلاف عقل و عدل ہے۔ کئی برس تک وِب صاحب کا کوئی دین نہ تھا۔ لیکن انکو ایک قسم کی بے چینی تھی۔ دل میں خیال کیا۔ کہ اس جہان کے سارے ادیان پر غور کروں۔ شائد ان میں سے کوئی سچا مذہب ہو۔ پہلے پہل بدھ مذہب کی تحقیقات شروع کی۔ تحقیقات کامل کے بعد اُس مذہب کو تشفی بخش نہ پایا۔ اسی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب مجدّد زمان کے انگریزی اشتہارات کی یورپ و امریکہ میں خوب اشاعت ہو رہی تھی۔ وِب صاحب نے اس اشتہار کو دیکھا۔ اور مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کی۔ جس کا آخری نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ وِب صاحب نے دین اسلام قبول کر لیا۔

حاجی عبد اللہ عرب ایک میمن تاجر ہیں۔ جو کلکتہ میں تجارت کرتے تھے۔ جب اللہ تعالےٰ

نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا اُن کو سامان کر دیا۔ تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بسے۔ وہاں باغوں
کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا۔ بہت عمدہ عمدہ باغ تیار تو ہوگئے۔ لیکن عرب کے
بدوؤں کے ہاتھوں پھل ملنا مشکل ہوا۔ آخر بیچارے پریشانی میں مبتلا رہو گئے۔
جدہ میں آکر ایک مختصر پونجی سے تجارت شروع کردی۔ بمبئی سے تجارتی تعلق
ہونیکی وجہ سے ہندوستان میں بھی کبھی کبھی آجاتے ہیں۔ یہ بزرگ ایک نہایت
اعلیٰ درجہ کا مومن ہے۔ اللہ نے اس شخص کو مادرزاد ولی بنایا ہے۔ اس کمال و
خوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت ہی کم گذرا ہے۔ مثل بچوں کے دِل گناہوں سے
پاک صاف، خدا پر بہت ہی بڑا توکل۔ ہمت نہایت بلند۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کا وہ
جوش کہ صحابہؓ یاد آجائیں۔ اَے خُدا اگر عبداللہ عرب کے ایسے پانچسو مسلمانوں کی جماعت
بھی تُو قائم کردے۔ تو ابھی مسلمانوں کی دُنیا بھی بدل جائے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم
سے مجھ کو بھی کچھ تھوڑا سا جوش اہلِ اسلام کی خیر خواہی کا عنایت فرمایا ہے۔ لیکن
جب مَیں عبداللہ عرب کے جوش پر غور کرتا ہوں۔ تو سر نیچا کر لیتا ہوں۔ مجھ کو عبداللہ
عرب کیساتھ بڑا نیک ظن ہے۔ اور وہ بھی مجھے محبت سے ملتے ہیں۔ مجھ کو عبداللہ عرب
کے ساتھ رہنے کا عرصہ تک موقع ملا ہے۔ اگر مَیں اُن کی رُوحانی خوبیوں کو لکھوں
تو بہت طول ہو جائیگا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس
قِسم کے مسلمان موجود ہیں۔ اور مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ کی اِصلاح کیلئے قریب چار لاکھ
روپیہ چندہ ایک عبداللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔ بمبئی میں عبداللہ
عرب صاحب نے الگزنڈر رسل وب سفیر امریکہ کے مسلمان ہونیکا حال سُنا تو فوراً انگریزی
میں خط لکھوا کر وب صاحب کے پاس روانہ کیا۔ وب صاحب نے بھی ویسے ہی گرمجوشی کیساتھ
جواب دیا۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ اگر آپ کسی طرح منیلا آسکتے، تو امریکہ میں اشاعتِ اسلام
کے کام میں کچھ صلاح و مشورہ کیا جاتا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب کو حضرت پیر سید
اشہد الدین جھنڈے[۱] والے سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت عبداللہ عرب کے

۱؎ یہ پیر صاحب ضلع حیدرآباد سندھ تحصیل ہالہ میں رہتے ہیں۔ اِن کے لاکھوں لاکھ مرید ہیں۔ اور علاقہ سندھ
میں لوگ اِن کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ ان کی کرامات و بزرگی کے سب قائل ہیں۔

دِل میں ہے۔ مجھ سے اِسقدر تعریف ان کی بیان کی ہے۔ کہ مجھ کو بھی مشتاق بنا دیا ہے کہ ایک بار حضرت پیر سید اشہدالدین صاحب کی ملاقات ضرور کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا ہے۔ تو حاجی عبداللہ عرب صاحب اپنے پیرو مرشد سے صلاح ضرور ہی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد سے منیلہ جانے کے بارے میں استفسار کیا۔ استخارہ کیا گیا۔ شاہ صاحب نے کہا۔ کہ ضرور جاؤ۔ اس سفر میں کچھ خیر ہے۔ عبداللہ عرب صاحب نے مجھکو خط لکھا۔ کہ تو بھی منیلا چل۔ مَیں انگریزی نہیں جانتا۔ اور وبّ صاحب اُردو نہیں جانتے۔ ایک مترجم ضروری ہے۔ اور ایک نو مسلم سے ملنا ہی۔ نہ معلوم اس بیچارے کو دین اسلام کے بارہ میں کیا کچھ پُوچھنے کی حاجت ہو۔ مَیں اوس زمانہ میں کٹک میں تھا۔ کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے رہے۔ مُسلمانان کٹک نے مجھ کو جلد رخصت نہ دی۔ آخر وہ ایک یورپشین نو مسلم کو لیکر منیلا چلے گئے۔ اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپیہ سے بالا صرف ہؤا۔ وبّ صاحب سے ملاقات ہوئی تو یہ بات طے پائی۔ کہ وبّ صاحب سفارت کے عُہدہ سے استعفٰی داخل کریں۔ اور اشاعت اسلام کیلئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ جمع کریں۔ حاجی صاحب نے ہندوستان واپس آکر مجھ سے ملاقات کی۔ اَو میرے ذریعہ سے ایک جلسہ حیدرآباد میں قائم ہؤا۔ جس میں چھ ہزار روپیہ چندہ بھی جمع ہؤا۔ لیکن مینے حاجی صاحب سے کہہ دیا۔ کہ ابھی وبّ صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونیکو نہ لکھو۔ جب تک چندہ پُورا جمع نہ ہولے۔ حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سُنی۔ اور بمبئی سے تار دیا۔ کہ سب ٹھیک ہے۔ تم نوکری سے استعفٰی داخل کردو۔ چنانچہ وبّ صاحب نے ویسا ہی کیا۔ اور ہندوستان آئے۔ مَیں بمبئی سے ساتھ ہؤا۔ بمبئی۔ پُونہ۔ حیدرآباد۔ مدراس میں ساتھ رہا۔ حیدرآباد میں وبّ صاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ جناب مرزا غلام احمدؐ صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ اُونہیں کیوجہ سے مَیں مشرف بہ اسلام ہؤا۔ مَیں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ مرزا صاحب کی بدنامی وغیرہ کا جو قصہ مینے سُنا تھا۔ اُن کو سُنایا۔ وبّ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا۔ جس کا جواب آٹھ صفحہ کا حضرت نے

لکھکر بھیجا۔ اور مجھکو لکھا۔ کہ لفظ بلفظ ترجمہ کر کے وبّ صاحب کو سُنا دینا۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ وبّ صاحب نہایت شوق و ادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سُنتے رہے۔ خط میں حضرت نے اپنے اِس دعویٰ کو معہ دلیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علماء کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضرت نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ مجھ کو بھی تم سے (یعنی وب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ وب صاحب حاجی عبداللہ عرب کی اور میری ایک کمیٹی ہوئی۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ رائے یہی ہُوئی۔ کہ مصلحت نہیں ہے کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے۔ ایک ایسے بدنام شخص سے ملاقات کر کے اشاعت اسلام کے کام میں نقصان پہنچایا جائے۔ اب اِس بدفیصلہ پر افسوس آتا ہے۔ وبّ صاحب لاہور گئے۔ تو اسی خیال سے قادیان نہ گئے لیکن بہت بڑے افسوس کی بات یہ ہوئی۔ کہ ایک شخص نے وبّ صاحب سے پُوچھا۔ کہ آپ قادیان حضرت مرزا صاحب کے پاس کیوں نہیں جاتے۔ تو انہوں نے یہ گستاخانہ جواب دیا۔ کہ قادیان میں کیا رکھا ہؤا ہے۔ لوگوں نے وبّ صاحب کے اس نامعقول جواب کو حضرت اقدس تک پہنچا بھی دیا۔ غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سَیر کر کے وبّ صاحب تو امریکہ جا کر اشاعت اسلام کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ دو ماہ تک مَیں وبّ صاحب کے ساتھ رہا۔ وبّ صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے۔ اور اسلام کی سچی محبت اوس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ مجھسے جہاں تک ہوسکا اُن کے معلومات بڑھانے۔ خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروری کی تعلیم میں کوشش کی۔ اور شیخ محمد میرا ہی رکھا ہؤا نام ہے۔*

جیسا مَیں نے کہا تھا۔ ویسا ہؤا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا۔ لیکن اوا ہوتا ہؤا کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن نرود میخ آہنی در سنگ۔ لاکھوں روپیہ خلاف شرع شریف خرچ کرنے میں مسلمان مستعد و سرگرم ہی رہے۔ اور اُس بہت بڑے کام میں کچھ بھی نہ دیا۔ صرف رنگون اور حیدرآباد دکن سے تو کچھ کیا گیا۔ کل روپے جو میرے خیال میں

بھیجے گئے۔ وہ تیس ہزار ہونگے۔ جس میں حاجی عبداللہ صاحب عرب کا سولہ ہزار روپیہ ہوگا۔ بیچارہ غریب حاجی اس نیک کام میں لِس گیا۔

جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ کے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے۔ تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہُوئے۔ اور حضرت سید اشہدالدین صاحب کی خدمت میں جاکر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہُوا۔ کہ انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ سے اشاعت ہو رہی ہے۔ اُن سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوگا۔ دُوسرے دن حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی۔ اس پر حاجی صاحب نے بیان کیا۔ کہ جناب مرزا غلام احمدؐ صاحب کی علمائے پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے۔ ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے۔ اس بات کو سُنکر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا۔ اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور استخارہ کیا۔ خواب میں جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ کہ مرزا غلام احمدؐ اس زمانہ میں میرا نائب ہے۔ وہ جو کہے وہ کرو۔ صبح کو اُٹھکر شاہ صاحب نے کہا کہ اب میری حالت یہ ہے۔ کہ مَیں خود مرزا صاحب کے پاس چلونگا۔ اور اگر وہ مجھ کو امریکہ جانے کو کہیں تو مَیں جاؤنگا۔ جب کہ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سُنا۔ اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے۔ تو مناسب نہ سمجھا۔ کہ پیر صاحب خود قادیان جائیں۔ سب نے عرض کیا۔ کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپکی طرف سے کوئی دُوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبداللطیف صاحب اور حاجی عبداللہ عرب صاحب قادیان آئے۔ اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے۔ کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکہ میں عمدگی سے چلنے لگے۔ بیان مذکورہ بالا مَیں نے خود حاجی عبداللہ عرب صاحب سے سُنا ہے۔ اور جیسا کہ مَیں پہلے لکھ آیا ہوں۔ حاجی صاحب کو مَیں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا باخدا آدمی سمجھتا ہوں۔ اِسلئے اس خبر کو جھوٹ سمجھنے کی کوئی وجہ

نہیں ہے۔ جس حالت میں مرزا صاحب ایک بدنام شخص ہوئے ہیں۔ اور جھنڈے والے پیر صاحب ایک نامی آدمی ہیں۔ عبداللہ عرب صاحب کو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اپنے مُرشد کے بارے میں ایک ایسا قصہ تصنیف کریں۔ جس سے ظاہراً اُن کا نقصان ہی نقصان ہے۔

حاجی عبداللہ عرب صاحب سے مجھکو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ قسطنطنیہ میں سید فضل صاحب ایک باکمال بزرگ رہتے ہیں۔ جنکو سلطان رُوم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل صاحب کے بزرگوں میں ایک شیخ گزرے ہیں۔ (مَیں اُنکا نام وغیرہ آئندہ دریافت کر کے کسی دُوسرے رسالہ میں درج کرونگا۔) جو صاحب کشف و کرامات تھے۔ وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں۔ کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام تشریف لاوینگے۔ تو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی معین و مددگار ہوگی۔ اور وہ سب داخلِ اسلام ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب؂

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمانے پر بھینے ویب صاحب سے خط و کتابت کی جن میں سے دو خط بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

میرے پیارے بھائی۔ السلام علیکم۔ آپکا خط مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۰۲ء مجھے یہاں ۱۸ فروری ۱۹۰۲ء کو ملا۔ جس میں مسٹر براؤن کا ایک خط ہے۔

مسٹر براؤن کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی پاکیزگی نے اسکے سوچنے والے دل پر اثر کیا ہے۔ آپ اسکو اسلام کے اصول سکھاتے رہیں۔ اور اُمید ہے۔ کہ وہ کسی دن سچا پُرجوش مسلمان ہو جائیگا۔ بیشک ملک امریکہ میں اسلام پھیلانے کیلئے آپ کی راہ میں بہت مشکلات ہیں۔ لیکن آپ یقین رکھیں کہ اگر آپ کی سعی خالصۃً للہ ہے۔ تو ایک دن آپکو کامیابی ہو کر رہیگی۔ تاہم آپکو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اسلام کے متعلق بعض غلط عقائد جو عام مسلمان لوگوں میں آجکل شائع ہو رہے ہیں۔ انکی اشاعت آپ ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ ان عقاید کیوجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں پر ناراض ہے۔ اور اِسی لئے اس نے اپنا مُرسل حضرت مرزا غلام احمدؑ بھیجا ہے۔ تاکہ ایسے عقائد کی اصلاح

کرے۔ اب خدا تعالیٰ اسے برکت دیگا۔ اور ان لوگوں کو بھی برکت دیگا۔ جو اس کے پاک اور سچے اصولوں کی پیروی کرینگے۔ دوسروں سے اس نے اپنا منہ پھیر لیا ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی دُعائیں نہ سُنیگا جو اُس کے رسول کیساتھ جنگ کرنیکے لئے کھڑے ہونگے۔ پس آپ لوگوں کو ان پاک اصولوں کے مطابق تعلیم دیں جو کہ آپ ان رسائل اور کتب سے اخذ کرسکتے ہیں جو کہ مَیں آپکو وقتاً فوقتاً بھیجتا ہوں۔ تب آپکو اللہ تعالیٰ کامیاب کریگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی مرضی اِسی طرح ہے۔ اور اُسی کی مرضی بہر کیف پُوری ہوگی۔ اگر آپ اِس کام کو اختیار کریں گے تو مقدس انسان حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ کی دُعائیں آپکے شامل حال ہوں گی ؛

عیسائیوں نے جو غلط فہمیاں اِسلام کے متعلق ان ممالک میں شائع کر رکھی ہیں۔ ان کا دفعیہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ سچے اور پاک اصول اِسلام پر کتابیں اور رسالے لکھ کر ان ممالک میں شائع کئے جائیں۔ جیسا کہ آپکا خیال ہے۔ بہتر طریق یہی ہے کہ ایک اخبار امریکہ میں جاری رہتا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ اِس ملک کے مسلمان اپنی بات پر سچے نہ نکلے۔ اور انہوں نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا۔ اور آپکو مجبوراً اپنا اخبار بند کرنا پڑا۔ لیکن میرے پیارے دوست یہی تمہاری ٹھیک جزا تھی۔ آپنے برگزیدہ خدا کے متعلق ان لوگوں کی جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا۔ اور ان کے قابل شرم جھوٹ پر اعتبار کرنے سے آپنے ہند میں آکر اس شخص کی ملاقات سے اعراض کیا۔ حالانکہ صرف وہی ایک شخص قابلِ زیارت سارے ہند میں، نہیں بلکہ ساری دنیا میں تھا۔ پس خدا نے آپکو یہ سبق سکھایا۔ خدا نے آپکو جتلا دیا۔ کہ ایسے لوگوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے شاید میرے الفاظ آپکو ناگوار ہوں۔ مگر اَلحَقُّ مُرٌّ صحیح ہے مَیں مثال دیکر آپکو سمجھاتا ہوں۔ فرض کرو ایک شخص امریکہ کو جاتا ہے۔ اس کا یہ سفر صرف مذہب کی خاطر ہے۔ وہ اس پاک نیت سے سیر کرتا ہے۔ کہ بزرگ مسلمانوں سے ملاقات کرے۔ اور اپنے ملک میں اسلام پھیلانے کیلئے ان سے مدد لے۔ وہ سارے امریکہ میں پھرتا ہے۔ مگر وہ محمد وب کو ملنا نہیں پسند کرتا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ محمد وب کو اس کے ہموطن

اچھا نہیں سمجھتے۔ اس کے ہم مذہب اس کے حق میں اچھا کلمہ نہیں بولتے۔ وہ تمہارے شہر کے پاس سے گذرتا ہے۔ لیکن یہ شہر اس کے لئے کسی دلچسپی کا موجب نہیں ہے۔ آپ ایسے شخص کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ کیا اس نے برّاعظم امریکہ کے اکلوتے مسلمان کی ملاقات کا موقعہ ضائع نہیں کر دیا۔ مگر یہ مثال ابھی نامکمل ہے۔ کیونکہ آپ ابھی اسلام کی دہلیز پر ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحبؑ کو خدا تعالیٰ نے رُوحانی دنیا کا حاکم بنایا ہے۔ رُوحانی برکات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اِس بندے کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت پر بٹھایا ہے۔:

لیکن میرے پیارے دوست اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ توبہ کرنیوالوں کیطرف توجہ کرتا ہے۔ استقامت کے ساتھ استغفار کریں۔ تو اس کا بیحد رحم جوش میں آوے گا۔ اُسکے رحم کے ذریعہ سے تمام مشکلات دُور ہو سکتے ہیں۔ اُس کو سب طاقتیں ہیں۔ کوئی پتہ اُس کی اجازت کے بغیر ہل نہیں سکتا۔ اگر وہ چاہے، تو امریکہ میں کئی اخبار جاری ہو سکتے ہیں۔ آپ اِسلام کے پھیلانے کے لئے انتھک کوشش کریں۔ تب مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سب خواہشوں کو پُورا کر دیگا۔ جب حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا۔ تب ان کے مُرید بہت تھوڑے تھے۔ اور دشمن ہزاروں۔ تمام موٹے مولویوں نے انہیں کافر اور غیر مسلم کا فتویٰ دیا۔ لیکن خدا ہمیشہ ان کیساتھ ہے۔ اب انکے مُریدوں کی تعداد پچاس ہزار کے قریب ہے۔ دو مطبع قادیان کے گاؤں میں چل رہے ہیں۔ ایک اُردو اخبار بنام الحکم ہفتہ وار نکلتا ہے۔ انگریزی میگزین بھی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جسکا پہلا نمبر آپکو آگے روانہ کیا گیا تھا۔ اور دوسرا نمبر اب روانہ کیا جاتا ہے۔ آپ اسکو غور سے مطالعہ کریں۔ اور اپنے دوستوں کے درمیان اس کی اشاعت کریں۔ اسکا پڑھنا آپکے لئے بہت سے مسائل پر روشنی ڈالیگا۔ ایک بڑے فاضل مولوی صاحب یہاں ہر روز درس قرآن دیتے ہیں۔ کوئی سَو طالبعلم ہر روز انکے لیکچر میں حاضر ہوتا ہے۔ دو سال سے ایک ہائی سکول جاری ہے۔ جس میں دینی اور دنیوی تعلیم دی جاتی ہے۔ بس آپ دیکھ لیں کہ جسکو خدا رکھنا چاہے، اسکو کوئی تباہ نہیں کرسکتا۔

آپ نے عربی زبان کے سیکھنے میں کہانتک ترقی کرلی ہے۔ عربی کا سیکھنا ایک مسلمان کیلیئے لابد ہے۔ اپنے دوستوں کو ہمیشہ عربی پڑھنے کے لئے ہدایت کیا کریں۔ اس سے ان کو بہت فائدہ ہوگا ؛

مسٹر ڈوئی کے متعلق آپکا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ روپیہ جمع کرنے کے واسطے یہ سب کچھہ کرتا ہے۔ مَیں نے آپکا ذکر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اور آپکا السلام علیکم پہنچایا تھا۔ وہ آپکی خبر سنکر خوش ہیں۔ اور آپ کو السلام علیکم کہتے ہیں، اور آپکو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ آپ دین اسلام پر پکے رہیں۔ اور میگزین کو غور سے پڑھیں، اور دوستوں کے درمیان اس کی اشاعت کریں۔ ہمارے سب دوست آپکے خطوط سُنکر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور آپکی ترقی اسلام میں کامیابی کے خواہشمند ہیں ؛

آپ مولوی حسن علی صاحب کو جانتے ہیں۔ ہندوستان کے سفر میں وہ آپ کے ساتھی تھے۔ اُنہوں نے بھی آپکو اس بات کی ترغیب دی تھی۔ کہ آپ حضرت مرزا صاحبؑ کی ملاقات نہ کریں۔ لیکن آپکے امریکہ چلے جانے کے جلد بعد وہ قادیان آئے اور حضرتؑ کے مُریدوں میں شامل ہوئے۔ انہوں نے اپنی اس غلطی کا اقرار کیا۔ اور توبہ کی۔ اور ایک کتاب تصنیف کی جس میں انہوں نے مفصّل لکھا۔ کہ وبؔ صاحب کو مرزا صاحبؑ کی مُلاقات سے روکنے میں بڑا زور مَیںنے ہی دیا تھا۔ جس کی وجہ سے مَیں بہت پشیمان ہوں۔ ان کی کتاب شائع ہوچکی ہے۔ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام کا سچّا فرقہ وہی ایک ہے۔ جس کے بانی حضرت مرزا صاحبؑ ہیں۔ وہ بیچارے فوت ہوگئے ہیں۔ آپنے ان کی وفات کی خبر سُن لی ہوگی ؛

اب مَیں ایک نہایت ہی ضروری امر کی طرف آپکو متوجّہ کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پیارے بھائی آپکو اس امر کا تجربہ ہوچکا ہے۔ کہ ہند کے مسلمان اور اُن کے مولوی حضرت مرزا صاحبؑ کے عقائد کیساتھ کیسی مخالفت رکھتے ہیں۔ اگر یہ خیالات ایران یا روم کے مُسلمانوں کے آگے ظاہر کئے جائیں۔ تو ایک دفعہ تو وہ بھی ضرور انکی مخالفت کرینگے اگرچہ ہمیں امید ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ انجام میں کامیابی ہمارے لئے ہوگی۔ تاہم ممکن ہے کہ

ابتدا مشکلات سے تاریک نظر آوے پس آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ ہاتھ ملاکر آپ فی الحال کوئی خوشی کا منہ بظاہر نہیں دیکھ سکتے۔ اگر آپ حضرت مرسل من اللہ کے عقائد کی اشاعت اپنے ذمہ لیں تو ضرور ہوگا کہ آپ ایشیاء اور یورپ کے برائے نام مسلمانوں کی نفرت وکینہ کا نشانہ بننے کے لئے اپنے آپکو تیار کریں۔ کیونکہ وہ سب ہمیں مجنون کہتے ہیں۔ اور یہی نام آپکا بھی رکھا جاویگا۔ پس آپ تازہ مشکلات اور تکالیف اس راہ میں دیکھیں گے۔ اگر آپ اللہ کے رسول مرزا صاحبؑ کے دعاوی کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اپنے تئیں ایسے اعتقاد کی اشاعت کی جرأت رکھتے ہیں، تو آپکو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپکو برکت دے گا۔ تب آپکی عاقبت درست ہوجائیگی۔ اور دنیا میں اس سے بڑھ کوئی امر قابل رشک نہیں۔ کہ کسی کی عاقبت درست ہو جائے۔ اسپر خوب غور کریں۔ اور احتیاط سے قدم آگے بڑھائیں۔ نبیوں کی پیروی اُن کی زندگی کے ایام میں جبکہ لوگ سُنّت اللہ کے مطابق ان کی مخالفت میں تلے ہوئے ہوں۔ ایک بڑی قربانی چاہتی ہے۔ اِن باتوں پر غور کرکے مجھے اطلاع دیں ؎

آپکا سچّا خیر خواہ مفتی محمدؐ صادق

محمدؐ وب کا خط بنام مفتی محمدؐ صادق

ازمقام رور فورڈ ملک امریکہ مورخہ ۹، مارچ ۱۹۰۲ء

مائی ڈیئر برادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔

آپکا عنایت نامہ مورخہ ۲۲، فروری ۱۹۰۲ء مجھے ابھی ملا ہے۔ اور اسے پڑھکر مجھے بہت فرحت حاصل ہوئی ہے۔ مجھے اِس بات کا سننا تسکین بخش ہوا ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ میری ان کوششوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جو کہ مَیں اسلام کی شاندار صداقتوں کو یہاں پھیلانے میں کر رہا ہوں۔ چونکہ میرا کام مشکل اور بعض دفعہ نا امید کرنیوالا ہے۔ اِس واسطے یہ خبر پاکر مجھے فرحت حاصل ہُوئی۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ میرے واسطے دُعا مانگتے ہیں۔ جب مَیں ہندوستان گیا۔ تو مجھے یقین تھا کہ

ہمارے مسلمان بھائی میری حتی الوسع مدد کریں گے۔ میرے خیال میں یہ بات نہ آسکتی تھی۔ کہ مسلمان کہلا کر کوئی شخص میری مخالفت کریگا۔ اور میری کوششوں میں روک ڈالیگا۔ مَیں نے ان کو صاف کہدیا تھا۔ کہ بہت سے عیسائی میری مخالفت کرینگے۔ اور مجھے ناکام کرنے کے لئے الزام لگائیں گے۔ اور ہر قسم کی مخالفت کرینگے۔ مَینے انہیں سمجھا دیا تھا۔ کہ ان عیسائیوں کی باتوں کو نہ سُننا۔ اور یہ سوچنا کہ اُن کا مُدعا کیا ہے۔ لیکن جونہی یہاں کے عیسائیوں کی مخالفت کی خبر ہند میں پہنچی۔ وہاں کے بے ایمان مُسلمان میرے مخالف ہو گئے۔ اور ہر طرح مجھے تکلیف پہنچانیکی کوشش کی میرے ساتھ جو وعدے اُنہوں نے کئے تھے۔ اُن سب کو بھلا دیا۔ اور اپنے اقراروں کو توڑنے کیلئے صرف بہانے کے طلبگار ہوئے۔ لیکن اب مجھے سمجھ آئی ہے۔ کہ اُن لوگوں نے ایسا کیوں کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ اُن کا مذہبی علم صرف سطحی ہے سچائی کی روشنی اُن میں نہیں پائی جاتی۔ اور مقدس نبی صلعم کی وفاداری اُن کے دلوں میں نہیں ہے۔ خدائے قادر مطلق جانتا تھا۔ کہ میرے لئے کس امر میں بہتری ہے۔ اور اُس نے وہی کیا۔ جو میرے لئے بہتر تھا۔ غالباً میرے لئے یہ امر مفید نہ تھا۔ کہ وہ لوگ میرے ساتھ وفاداری کا تعلق قائم رکھتے۔ تو باوجود میری کوششوں کے یہاں بھی اسلام کی ایک ایسی ہی بگڑی ہوئی شکل قائم ہو جاتی۔ جیسی کہ ان لوگوں میں ہے۔ مجھے ابھی ایک نو مسلم کا خط ملا ہے۔ جس کی بابت مَیں خیال کرتا ہوں۔ کہ وہ اسلام کیلئے کارآمد ہوگا۔ اس کا نام جیمز ایل راجرز ہے۔ وہ مدّت تک پادری کا کام کرتا رہا ہے۔ لیکن اُسے عیسائیت پر شک آنے لگے۔ اور پھر اس مذہب کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ اسنے میری ایک تقریر پڑھی تھی جس سے اس کا شوق اور بھی بڑھا۔ بعض اسلامی کتابیں اسنے پڑھیں۔ اور سچائی کا نور اُس کے دل میں بیٹھ گیا۔ اب اُس نے اپنے آپکو مسلمان مشہور کر دیا ہے۔ اور وہ زیادہ علم حاصل کرنیکا شوق رکھتا ہے۔ اسمیں کچھہ شک نہیں۔ کہ اس کے پہلے دوست اس کے مخالف ہو جائیں گے۔ لیکن اُسے اس بات کی کچھہ پرواہ نہیں وہ بڑا سرگرم معلوم ہوتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ ہمارے لئے

بہت کام کریگا۔ مجھے یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ اُسے خط لکھیں اور کچھ کتابیں بھیجکر اسے فائدہ پہنچائیں۔ اور میگزین کے پرچے جو آپنے مجھے ارسال کئے تھے۔ وہ سب میں تقسیم کرچکا ہوں۔ اور میرے پاس سوائے اپنی کتابوں کے اور کچھ نہیں کہ مَیں بھیجوں۔ وہ اس ملک میں مجھ سے بہت دور رہتا ہے۔ دو دفعہ مَیں اُسے خط لکھ چکا ہوں۔ اور جہاں تک مجھ سے ہوسکیگا۔ مَیں اس کی مدد کروں گا:

مسٹر برون بھی ایک مسلمان ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ اسکو بھی خط لکھیں۔ تو آپکے خطوط نتیجہ آور ہوں گے۔ اس ملک کے مسلمانوں کو اس بات میں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ کہ ہند کے مسلمان بھائیوں کیساتھ خط وکتابت کریں کیونکہ اس سے دو ملکوں کے بھائیوں کے درمیان برادری کا تعلق پختہ ہوتا ہے۔ میں نے پہلے بھی کوشش کی تھی۔ ہند کے مسلمان اس امر کی طرف توجہ کریں۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ امریکہ کے لوگ قدرتاً بجائے عرب یا روم کے اسلام کا منبع ہندوستان کو سمجھتے ہیں۔ اہل امریکہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام عرب میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اسلام کی تعلیم کیلئے ان کی نظریں ہندوستان کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی بات ہے۔ کہ دوسرے مشرقی ممالک کی نسبت ہندوستان میں انگریزی خواں مسلمان زیادہ ہیں۔ اسواسطے انہیں یہ بات خوش آتی ہے۔ کہ کسی ہندوستانی بھائی کیساتھ خط وکتابت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ اگر آپ پسند کریں۔ تو بعض اہل امریکہ کے پتے آپکو لکھ بھیجوں گا:

مجھے اپنا پیارا بھائی حسن علی خوب یاد ہے۔ اور وہ وقت مجھے یاد ہے۔ جو کہ مینے اس کی پسندیدہ صحبت میں گذارا۔ اس نے اپنی سمجھ کے مطابق نیکی کی سعی کی۔ لیکن میری طرح اس نے بھی غلطی کھائی۔ مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی۔ کہ وہ مرنے سے پہلے حضرت مرزا صاحبؑ کیخدمت میں حاضر ہوچکا تھا۔ جب مَیں ہند میں تھا۔ تو اسنے میری مدد کی۔ اور مَیں پچھتاتا ہوں۔ کہ وہ اور مَیں دونوں ملکر اُسی وقت قادیان کیوں نہ گئے:

خدا نے مجھ پر اور میرے کنبے پر بڑی مہربانی کی۔ اور میں اس کا شکرگذار ہوں کہ اُس نے مجھے اسلام کی سچّی روشنی عطار فرمائی ؛

میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ جلد جلد مجھے خط لکھا کرینگے۔ اور خوشی سے ہر طرح آپ کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں ؛

حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ میرا سلام عرض کریں! اور ان سے اِلتجاء کریں۔ کہ میری کامیابی کے لئے دُعا فرماویں ؛

میں آپ کے لئے سلامتی اور امن کی دُعار کرتا ہوں ؛

آپکا بھائی۔ محمدؐ ایلکس وب

بنوں میں ایک بہت جوشیلے پادری ڈاکٹر پینل نام ہوا کرتے تھے۔ جنکو اشاعت عیسویت کا بڑا جوش تھا۔ اور انہوں نے اپنے کام کے واسطے بنوں کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں جب کہ عاجز راقم قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ ایک صبح پادری پینل صاحب بائیسکل پر سوار قادیان پہنچے۔ ایک اور نوجوان بھی اُن کے ساتھ دُوسرے بائیسکل پر سوار تھا۔ جس کو وہ اپنا بیٹا کہتے تھے۔ اور بظاہر وہ مسلمان تھا۔ پادری صاحب نے گیروی رنگ کے کپڑے دیسی طرز کے پہنے ہوئے تھے سر پر پگڑی تھی۔ پاؤں میں جرابیں نہ تھیں۔ اور سرحدی طرز کی ایک چپلی پہنے ہوئے تھے۔ مَیں انکی شکل دیکھتے ہی پہچان گیا۔ کہ یہ کوئی انگریز ہے۔ جو دیسی لباس پہنے ہوئے ہے۔ اور مینے انگریزی میں اُس سے بات شروع کی۔ لیکن انہوں نے جواب اردو میں دیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ چند ماہ پنجاب کے مختلف شہروں میں دورہ کر کے مسلمانوں کے صوفیار اور فقرار سے ملاقاتیں کریں۔ مَیں نے جلدی سے اُن کے ٹھہرانے کیلئے مدرسہ کے ایک کمرہ میں انتظام کر دیا۔ لنگر خانہ سے کھانا منگوایا گیا۔ جو انہوں نے بے تکلفی سے ہندوستانیوں کی طرح ہاتھ سے کھایا۔ اور پھر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے درسِ حدیث میں اور لوگوں کے درمیان چٹائی پر بیٹھ کر درس سنتے رہے ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت علیل ہونیکے سبب پادری صاحب کی ملاقات اُن سے نہ ہوسکی۔ اُن کا پروگرام قادیان میں صرف ایک ہی دن ٹھہرنیکا تھا۔ لیکن میں نے اُن کو نہایت مفصل احمدیت کی تبلیغ کی۔ اس تقریر کا ایک حصّہ اخبار الحکم جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر پینل نے اپنا ایک سفرنامہ بھی لکھا تھا۔ جس میں قادیان کا بھی ذکر تھا۔

بنوں کے مشہور مشنری ڈاکٹر پینل کے ذریعہ سے وہاں کے ایک مسلمان گل محمد نام عیسائی ہو گئے تھے۔ یہ گل محمد صاحب ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں ایک دفعہ قادیان بھی آئے۔ ان کا طرزِ گفتگو گستاخانہ اور بے باکانہ تھا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مباحثہ کے رنگ میں کچھ لمبی گفتگو کریں۔ مگر حضرت صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو مُنہ لگانا پسند نہیں کیا۔ اور اسکے ساتھ گفتگو کے وقت اس کو صرف گل محمد سے مخاطب کرتے تھے۔ جس پر وہ ناراض ہوا اور کہا۔ کہ سب مجھے مولوی گل محمد کہا کرتے ہیں۔ آپ بھی مجھے ایسا ہی کہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ مولوی ایک عزت کا لفظ علماء اسلام کیواسطے مخصوص ہے مَیں آپکو مولوی نہیں کہہ سکتا۔ عاجز راقم اس کے ساتھ بہت دیر تک مذہبی گفتگو کرتا رہا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب سے بھی اس کی گفتگو ہوئی۔ جب وہ قادیان سے چلا گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا میں دیکھا۔ کہ وہی گل محمد اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈال رہا ہے۔ اسکے بہت عرصہ بعد سُنا گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر پینل کے مرنے کے بعد دوسرے پادریوں نے اس گل محمد کو مشن ہاؤس سے اس الزام میں نکال دیا تھا۔ کہ وہ باوجود عیسائی ہونیکے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کا نبی مانتا تھا؛

۱۹۰۶ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بمعہ خدام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور جماعت سیالکوٹ نے تمام اخراجات ہر قسم کے برداشت کئے۔ اس سفر میں عاجز بمعہ اہل بیت خود حضرت کے ہمرکاب تھا۔ اور سٹیشن پر ٹکٹ وغیرہ

لینے کا انتظام عاجز کے سپرد تھا۔ اس وقت سیالکوٹ میں مقبولیت عام تھی اور ہزار ہا لوگ باہر سے حضرت صاحبؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ وہاں حضرت صاحبؑ نے ایک لیکچر بھی دیا۔ جس میں خصوصیت سے اپنا کرشن ہونا بھی بیان فرمایا۔ پیر جماعت علی شاہ اور بعض دُوسرے علماء نے بہت مخالفت کی۔ اور لوگوں کو روکا کہ آپؑ کے لیکچر میں نہ جائیں۔ لیکن پبلک نے کچھ پرواہ نہ کی اور جلسہ میں سب لوگ شامل ہوئے۔

انہیں ایام میں ایک دفعہ جبکہ حضرت صاحبؑ اپنے قیام گاہ پر جو سیّد حامد شاہ صاحب کے مکان میں تھا۔ لکچر کے واسطے مضمون لکھ رہے تھے۔ زائرین کا ایک بڑا گروہ اشتیاق زیارت میں نیچے گلی میں جمع ہو رہا تھا۔ سیّد حامد شاہ صاحب کے عرض کرنے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُوپر ایک کھڑکی میں چند منٹ کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور نیچے سے لوگوں نے زیارت کرلی۔ چونکہ انبوہ کثیر تھا۔ اور خطرہ تھا۔ کہ لوگ ایک دوسرے پر گر کر کسی کو چوٹ نہ آجائے۔ اس واسطے چند منٹ سے زیادہ حضورؑ وہاں نہ ٹھیرے۔

امریکہ کے نومسلم اینڈرسن جنہوں نے رسٹر وٹب کے ذریعہ سے میرے ساتھ خط وکتابت کی تھی۔ اپنے خط ۲۶ ستمبر ۱۹۰۴ء کے ذریعہ سے مسلمان ہوکر داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کا اسلامی نام احمدؐ تجویز فرمایا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاک کا کام میرے سپُرد ہوا۔ تو ڈاک میں جو اِس قسم کے خطوط ہوتے تھے۔ جن میں لوگ اپنے نوزائیدہ بچوں کا نام تبرکاً حضرت صاحبؑ سے رکھوانے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ کہ مَیں خود ہی حضورؑ کی طرف سے کوئی نام تجویز کر کے لکھ دیا کروں۔ چنانچہ ایسا ہی

ہوتا رہا ؁

گورداسپور میں ایک دفعہ مغرب کے بعد ایک خادم ایک چارپائی ایسے طرز پر بچھلانے لگا۔ جس سے پائنتی قبلہ کی طرف ہوتی تھی۔ حضرت صاحبؑ نے اس کو سختی سے منع فرمایا۔ حضورؑ خود کبھی قبلے کی طرف پاؤں نہیں کرتے تھے۔ اور دُوسروں کو بھی اِس سے روکتے تھے ؁

گورداسپور کا واقعہ ہے۔ غالباً ۱۹۰۲ء یا اس کے قریب ہوگا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک کاغذ پر قرآن شریف کی چند آیات بطور حوالہ کے لکھی گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی دوائی کی پڑیا بنانے کیواسطے جو کاغذ کی ضرورت ہُوئی۔ توحاضرین میں سے کسی نے وہی کاغذ اُٹھایا۔ اِسپر حضرت صاحبؑ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ قرآن شریف کی آیات کو پڑیاں بنانے میں اِستعمال نہ کرو۔ یہ بے ادبی ہے ؁

پندرھواں باب

رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو گئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ اور عاجز راقم کا خواب

اِس بات کا ذکر آیا۔ کہ جو شخص جماعت کے اندر رکوع میں آکر شامل ہو۔ اس کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے مولویوں کی رائے دریافت کی مختلف اسلامی فرقوں کے مذاہب اِس امر کے متعلق بیان کئے گئے۔

آخر حضرتؑ نے فیصلہ دیا۔ اور فرمایا۔ ہمارا مذہب تو یہی ہے۔ کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب۔ آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو۔ ہر حالت میں اسکو چاہیئے کہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ مگر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ تاکہ مقتدی سُن بھی لے، اور اپنا پڑھ بھی لے۔ یا ہر آیت کے امام اتنا ٹھہر جائے کہ مقتدی بھی اس آیت کو پڑھ لے۔ بہرحال مقتدی کو یہ موقعہ دینا چاہیئے۔ کہ وہ سُن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اُمّ الکتاب ہے۔ لیکن جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز میں ملنے کے لئے کرتا ہے۔ آخر رکوع میں آکر ملا ہے۔ اور اس سے پہلے نہیں رل سکا۔ تو اس کی رکعت ہوگئی۔ اگرچہ اُس نے سُورۃ فاتحہ اس میں نہیں پڑھی۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے رکوع کو پالیا۔ اُس کی رکعت ہوگئی۔ مسائل دو طبقات کے ہوتے ہیں۔ ایک جگہ تو حضرت رسُول کریمؐ نے فرمایا۔ اور تاکید کی۔ کہ نماز میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں۔ وہ ام الکتاب ہے۔ اور اصل نماز وہی ہے۔ مگر جو شخص باوجود اپنی کوشش کے اور اپنی طرف سے جلدی کرنے کے رکوع میں ہی آکر ملا ہے۔ تو چونکہ دین کی بنا آسانی اور نرمی پر ہے۔ اِس واسطے حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کی رکعت ہوگئی۔ وہ سُورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ دیر میں پہنچنے کے سبب رخصت پر عمل کرتا ہے۔ میرا دِل خُدا نے ایسا بنایا ہے کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہو جاتی ہے۔ اور میرا جی نہیں چاہتا۔ کہ میں اُسے کروں۔ اور یہ صاف ہے۔ کہ جب نماز میں ایک آدمی نے تین حصوں کو پُورا پالیا۔ اور ایک حصہ میں بہ سبب کسی مجبوری کے دیر میں رل سکا ہے۔ تو کیا حرج ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ رخصت پر عمل کرے۔ ہاں جو شخص عمداً سُستی کرتا ہے۔ اور جماعت میں شامل ہونے میں دیر کرتا ہے۔ تو اُس کی نماز ہی فاسد ہے ؎

سبحان اللہ اس امام حکم عدل کا فیصلہ ہر امر میں کیسا ناطق اور صاف اور صحیح ہے۔ اور دِلوں میں گھر کرنیوالا اور تمام شبہات کو مٹا دینے والا ہوتا ہے۔ خُدا تعالیٰ نے اس امام کو اس واسطے بھیجا ہے۔ کہ تمام اخلاقی مسائل میں فیصلہ کردے۔ اور ہر ایک اختلاف کو مٹا دے۔ اور تیرہ سَو برس کے جھگڑوں کا خاتمہ کردے۔ مبارک ہیں وہ جو اس کی فرمانبرداری کے جُوئے کو اپنی گردن پر رکھکر متفرق اماموں کے اختلافی مسائل کے شکوک اور شبہات سے نجات پاتے ہیں۔ اس جگہ مجھے اپنی ایک رؤیا یاد آئی ہے۔ جو ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے۔ کہ میںنے دیکھی تھی۔ اور اس طرح سے ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک میز لگی ہُوئی ہے۔ اور اس پر بڑی بڑی کتابیں پڑی ہیں۔ اور ایک شخص نہایت مصروفیت کیساتھ ان کتابوں کو دیکھ رہا ہے۔ کبھی اس کتاب کو کھولتا ہے۔ اور کبھی اُس کتاب کو۔ میںنے اس سے پوچھا۔ کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پہلے ہوئے ہیں یا امام بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں۔ سُنکر مَیں حیران ہوُا۔ اور مَیںنے دِل میں خیال کیا۔ کہ شاید اس بزرگ نے میرا سوال نہیں سمجھا۔ پس مَیں نے اپنے سوال کو دہرایا۔ اور ادب سے پھر عرض کیا۔ کہ امام بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں یا امام ابو حنیفہؒ۔ اس بزرگ نے پھر بھی یہی جواب دیا۔ کہ امام بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں۔ پھر تو میں بہت ہی حیران ہوُا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ ہم تو سُنا کرتے تھے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ پہلے ہوئے ہیں۔ اور اگر بالفرض امام بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں۔ جیساکہ یہ بزرگ فرما رہے ہیں۔ تو کتاب صحیح بخاری جسمیں حدیث شریف لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ درج ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی نظر سے ضرور گذری ہوگی۔ اور باوجود اس حدیث کے دیکھنے کے کبھی ممکن نہیں۔ کہ امام ابو حنیفہؒ جیسے بزرگ نے اُس کے برخلاف یہ فتویٰ دیا ہو۔ کہ امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ چونکہ ابو حنیفہؒ جیسے بزرگ متقی امام پر بدظنی کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اسواسطے مَیںنے جرأت کرکے تیسری دفعہ بڑے ادب کے ساتھ اپنا سوال اُس بزرگ

کے آگے پھر دوہرایا۔ کہ میں یہ پوچھتا ہوں۔ کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جو ہوئے
ہیں وہ پہلے ہوئے ہیں یا امام بخاریؒ پہلے ہوئے ہیں۔ تیسری دفعہ سوال کرنے
پر اس بزرگ نے سر اُوپر اٹھایا۔ اور میری طرف گھور کر دیکھا۔ اور جلدی کے ساتھ
درشتی سے کہا۔ کہ مَیں جو کہتا ہوں۔ کہ بخاریؒ پہلے ہوا ہے۔ یہ جواب سُنکر میں چُپ سا
ہو گیا۔ پھر میرے دل کو تشفی کہاں۔ مَیں نے سوچا۔ کہ اب ان سے اُن ہر دو اماموں کی
تاریخ وفات دریافت کر لی۔ پس مَیں نے پوچھا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ فوت کب ہوئے۔
اس بزرگ نے جواب دیا۔ تیرہویں صدی میں۔ یہ جواب سُنکر میں حیران ہوا۔ کہ
امام ابو حنیفہؒ کہاں اور تیرہویں صدی کہاں۔ پھر مَیں نے یہی سوال کہ امام ابو حنیفہؒ
فوت کب ہوئے ہیں۔ دو بارہ۔ سہ بارہ اسکے سامنے پیش کیا۔ مگر اُس نے ہر دفعہ
یہی جواب دیا۔ کہ تیرہویں صدی میں فوت ہوئے۔ اور تیسری دفعہ ذرہ درشتی سے
کہا۔ کہ میں جو کہتا ہوں۔ تیرہویں صدی میں۔ تب میں نے سوال کیا۔ کہ اچھا پھر
امام بخاریؒ کب فوت ہُوئے۔ تو اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ وہ تو قیامت تک
فوت نہیں ہو گا۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا میں جو علم مجھے عطا کیا گیا۔ وہ
صاف معلوم ہو رہا ہے۔ چونکہ امام آخر الزمان ان تمام جھگڑوں پر حکم ہو کر آیا ہے۔
جو کہ مختلف فرقوں نے آپس میں ڈال رکھے ہیں۔ اور خدا نے یہی پسند کیا ہے۔
کہ ہر ایک جو مومن کہلاتا ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت
رکھتا ہے۔ وہ اس رسول کے نائب مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہو۔ اور احمدی
کہلائے۔ اسواسطے ان تمام گذشتہ اماموں کے اجتہادات پر عمل کرنیکا زمانہ اب
چودہویں صدی میں گذر گیا۔ اور آج کے بعد کوئی اللہ کا پیارا یہ پسند نہ کریگا۔ کہ احمدی
کے سوا کوئی فرقہ (مثلاً حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی یا چشتی۔ قادری۔ سہروردی۔
نقشبندی یا مثلاً خانوادونکی شاخیں۔ قلندری یا شنکاری وغیرہ یا سنی یا شیعہ یا
بیاضیہ یا اہل حدیث وغیرہ وغیرہ) اپنے لئے پسند کرے۔ اور دن بدن ایسا ہو گا۔ کہ
تمام لوگ کثرت کیساتھ اس پاک سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے۔ اور صرف

برائے نام بطور نمونہ مغضوبیت اور مغلوبیت، جہاں میں بہت تھوڑے ایسے لوگ رہ جائینگے۔ جو کہ اس امام کو نہ مانتے ..... ہوں۔ اسواسطے پہلے تمام امام گویا اب اپنی عمروں کو پورا کر چکے اور فوت ہو گئے۔ مگر بخاری آمین چونکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ اِس واسطے وہ قیامت تک کبھی فوت نہیں ہو سکتا:

سولھواں باب

قربِ الٰہی کے مراتبِ ثلاثہ

یہ ایک بیش قیمت مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پُرانی تحریرں میں سے یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

قرب الٰہی کے مراتب ثلاثہ کی تفصیل معلوم کرنے کے واسطے تین قسم کی تشبیہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ اول قسم قرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ یعنی مومن جنکو دوسرے لفظوں میں بندۂ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں۔ سب چیز سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جیسے ایک نوکر با اخلاص و باصفا و باوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ وانعامات متکاثرہ وکمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اس قدر محبت واخلاص ویک رنگی میں ترقی کر جاتا ہے۔ جو بوجہ ذاتی محبت کے جو اس کے دِل میں پَیدا ہوتی ہے۔ اپنے آقا سے ہم طبیعت اور ہم طریق ہو جاتا ہے۔ اور اسکی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے۔ جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہوتا ہے۔ اِسی طرح بندۂ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کیساتھ ہوتی ہے۔ یعنی وہ بھی اپنے خلوص اور صدق وصفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اپنے

وجود سے بکلی فنا ہو کر اپنے مولا کریم کے رنگ میں ملجاتا ہے۔

۵ آنجا کہ محبتے نمک میریزد ؛ ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد
ایں نفس دنی کہ صد ہزارش دہن است ؛ خاموش شود چو عشق شور انگیزد
چوں رنگ خودی رود کے راز عشق ؛ یارش زکرم برنگ خویش آمیزد

سو ایسا خادم جو ہمرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے۔ طبعی طور پر ان سب باتوں سے متنفر ہو جاتا ہے جو اسکے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہیں۔ وہ نافرمانی کو اس جہت سے نہیں چھوڑتا۔ کہ اسپر سزا لازم ہوگی۔ اور تعمیل حکم اِس وجہ سے نہیں کرتا۔ کہ اس سے انعام ملیگا۔ اور کوئی قول یا فعل اس کا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہیں ہوتا۔ بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کیوجہ سے جو اس کی طبیعت میں رچ گئی ہے، صادر ہوتا ہے۔ اور بے اختیار اسی کیطرف اور اس کی مرضیات کیطرف کھینچا جاتا ہے۔ وہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دُوسری گال کا پھیرنا نخواہ نخواہ واجب نہیں جانتا۔ اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اُس کو کوئی ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے یک رنگی دِل سے فتویٰ پُوچھتا ہے۔ کہ اس وقت خاص میں اُس کے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے۔ اور اس بات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے۔ کہ کس طریق کے اختیار کرنے میں زیادہ ترخیر ہے۔ جو موجب خوشنودی حضرت باریتعالیٰ جلشانہ ہے۔ یا عفو میں یا انتقام میں۔ سو جو عمل موجودہ حالت کے لحاظ سے قرین بصواب ہو۔ اُسی کو بروئے کار لاتا ہے۔ اسی طرح اس کی بخشش اور عطا بھی سخاوت جمیلہ کے تقاضے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اطاعت کامل کیوجہ سے ہوتی ہے۔ اور اسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ میں خوب سوچ لیتا ہے۔ کیا اسوقت اس کی سخاوت یا ایسے شخص پر احسان و مروت مقرون بمرضی مولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہیں کرتا۔ اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ غرض احمقانہ تقلید سے وہ کوئی کام بھی نہیں کرتا۔ بلکہ سچی اور کامل محبت کیوجہ سے اپنے آقا کا مزا جدان ہو جاتا ہے۔ اور یک رنگی اور اتحاد کی روشنی جو اسکے دِل میں ہے۔ وہ ایک تازہ طور پر اس کو سمجھا دیتی ہے۔ کہ اس خاص وقت میں کیونکر اور کس طرح سے

کوئی کام کرنا چاہیئے۔ جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے موافق ہو۔ اور چونکہ اسکو اپنے منعم حقیقی سے عشق ذاتی پیدا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اطاعت اور فرمانبرداری اسکے سر پر کوئی آزار رساں بوجھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فرمانبرداری اس کیلئے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ جو بالطبع مرغوب اور بلا تکلف و تصنع اس سے صادر ہوتی رہتی ہے۔ اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت و سیرت اس کی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے۔ کہ جیسے خود اس کو پیاری ہے۔ سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جنکے سینے محبتِ غیر سے بالکل خالی و صاف ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کے لئے ہر وقت جان قربان کرنے کو طیار رہتے ہیں۔

سینہ مے بائد تہی از غیر یار ٭ دِل ہمی بائد پُر از یاد نگار
جاں ہمی بائد براہِ او فدا ٭ سر ہمی بائد بپائے او نثار
ہیچ مَیدانی چیست دینِ عاشقاں ٭ گو ئمت گر بشنوی عشاق وار
از ہمہ عالم فرو بستن نظر ٭ لوحِ دل شستن زغیر دوستدار

قرب کی دُوسری قسم ولد اور والد کی تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی اپنے اللہ جلشانہ کو ایسے دِلی جوش اور محبت سے یاد کرو۔ جیساکہ باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مخدوم اسوقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جب محبت میں غایت درجہ کی شدت واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور محبت جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفّا ہوتی ہے۔ دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑھ میں اِس طرح سے بیٹھ جاتی ہے۔ کہ گویا اس کی جُز ہے۔ تب جس قدر جوشِ محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے۔ وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا طبعیت سے ہمرنگ اور اس کی جُز ہو جاتا ہے۔ کہ تسلّی اور کوشش کا ذریعہ

ہرگز یاد نہیں رہتا۔ اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک رُوحانی نسبت محسوس ہوتی ہے۔ ایسا ہی اسکو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا ہے۔ اور جیسے بیٹا باپ کا حلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہراً رکھتا ہے۔ اور اس کی رفتار اور کردار اور خو اور بو بصفائی تام اُس میں پائی جاتی ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس یہی حال اس میں ہوتا ہے۔ اور اس درجہ اور قرب اوّل کے درجہ میں فرق یہ ہے۔ کہ قرب اوّل کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبّہ رکھتا ہے۔ وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رُو سے اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن یہ درجہ اپنی صفائی کی وجہ سے تعلق مادر زاد کے قائم مقام ہوگیا ہے۔ اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دوٗ انسان مساوی ہوتے ہیں۔ لیکن بلحاظ شدّت و ضعف خاص انسانی کے ظہور آثار میں متفاوت واقعہ ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ان دونوں درجوں میں تفاوت درمیانی ہے۔ غرض اس درجہ میں محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے۔ اور مناسبت اور مشابہت بال بال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہوجاتا ہے۔ مگر جو شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نِکلا ہے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی مشابہت اور ہی آب و تاب رکھتی ہے ؏

تیسری قسم کا قُرب ایک شخص کی صورت اور اسکے عکس سے مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے۔ تو تمام شکل اُس کی مع اپنے تمام نقوش کے جو اس میں موجود ہیں۔ عکسی طور پر اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے۔ ایسا ہی اس قسم ثالث قُرب میں تمام صفات اللہ صاحب قُرب کے وجود میں بتمامہٖ صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انعکاس ہر ایک قسم کے تشبّہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے۔ اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جیسے ایک شخص آئینۂ صاف میں اپنا مُنہ دیکھکر اس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے۔ کہ مطابقت و مشابہت اس کی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی تکلّف

یا حیلہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہو بہو مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ کس کے لئے میسر ہے۔ اور کون اس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے؟ اس کا جواب ہم انشاء اللہ العزیز الحکم کی اگلی اشاعت میں دینگے ؛

سترھواں باب

روسی کونٹ ٹالسٹائی کو تبلیغ

روسی ریفارمر کونٹ ٹالسٹائی کو تبلیغ عاجز راقم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کی اور آپؑ کے وصال کے بعد اپنے ولایت جانے سے قبل یورپ امریکہ کے جن بڑے بڑے لوگوں کو تبلیغ کی۔ انمیں سے ایک مشہور روسی ریفارمر کونٹ ٹالسٹائی بھی تھے۔ انکو جو خط لکھا گیا تھا۔ وہ بطور نمونہ کے درج ذیل ہے :-

جناب۔ مَیں نے آپ کے مذہبی خیالات کتاب برٹش انسکلو پیڈیا کے جلد ۳۲ میں پڑھے ہیں۔ جو کہ انہیں دنوں میں انگلستان میں طبع ہوئی ہے۔ اور اس بات کے معلوم کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ کے ممالک پر جو تاریکی تثلیث نے ڈال رکھی ہے۔ اس کے درمیان کہیں کہیں خالص موتی بھی پائے جاتے ہیں۔ جو کہ خدائے قادر ازلی ابدی ایک سچے معبود کے جلال کے اظہار کے لئے جھک رہے ہیں۔ سچی خوش حالی اور دُعاء کے متعلق آپ کے خیالات بالکل ایسے ہیں جیسے کہ ایک مومن مسلمان کے ہونے چاہئیں۔ مَیں آپ کے ساتھ ان باتوں میں بالکل متفق ہوں۔ کہ عیسیٰ مسیحؑ ایک روحانی معلم تھا۔ اور کہ اس کو خدا سمجھنا یا خدا سمجھ کر پرستش کرنا سب سے بڑا کفر ہے۔ علاوہ ازیں مَیں آپ کو اس امر سے

بھی بخوشی اِطلاع دیتا ہوں۔ کہ حضرت عیسےؑ کی قبر کے مل جانے سے کافی طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ وہ مرگیا یہ قبر کشمیر میں ملی ہے۔ اور اس تحقیقات کا اِشتہار حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ نے کیا ہے۔ جو کہ توحید الٰہی کے سب سے بڑھکر محافظ ہیں۔ اور جن کو خُدائے قادر کیطرف سے مسیح موعود ہونے کا خطاب عطا کیا گیا ہے کیونکہ ایک سچے خدا کی سچی محبّت میں وہ کامل پائے گئے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں منجانب اللہ ملہم۔ مصلح اور خدا کے سچے رسُول ہیں۔ وہ سب جو اس مسیح پر ایمان لائیں گے۔ خدا کی طرف سے برکتیں پائیں گے۔ پر جو کوئی انکار کریگا۔ اسپر غیور خدا کا غضب بھڑکے گا۔ مَیں آپ کو ایک علیحدہ پیکٹ میں خدا کے اس مقدس بندے کی تصویر بمعہ یسُوع کی قبر کی تصویر کے روانہ کرتا ہوں۔ آپکا جواب آنے پر مَیں بخوشی اور کتابیں آپ کو ارسال کروں گا:

مَیں ہوں آپ کا خیرخواہ

مفتی محمدؐ صادق از قادیان ۲۸ر اپریل ۱۹۰۳ء

اس خط کے جواب میں ۲۹ر جون کو مفصلہ ذیل خط کونٹ ٹالسٹائی کیطرف سے آیا:۔

بخدمت مفتی محمدؐ صادق صاحب

پیارے صاحب۔ آپکا خط بمعہ مرزا غلام احمدؐ صاحبؑ کی تصویر اور میگزین ریویو آف ریلیجنز کے ایک نمونے کے پرچے کے ملا۔ وفات عیسےؑ کے ثبوت اور اُس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بالکل بے فائدہ کوشش ہے۔ کیونکہ عقلمند انسان حیات عیسےؑ کا قایل کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ .... ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور اگر مرزا احمدؐ صاحبؑ کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کرینگے۔ تو مَیں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ میگزین کے نمونے کے پرچے میں مجھے دو۲ مضمون بہت ہی پسند آئے۔ یعنی گناہ سے کس طرح آزادی ہو سکتی ہے۔ اور آیندہ زندگی کے مضامین خصوصًا دُوسرا مضمون مجھے بہت پسند آیا۔ نہایت ہی شاندار اور صداقت سے بھرے ہوئے خیالات اِن مضامین میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ مَیں آپکا نہایت ہی شکرگذار ہوں۔ کہ آپنے مجھے

یہ پرچہ بھیجا - اور آپکی چٹھی کے سبب بھی مَیں آپکا بہت ہی شکر گذار ہوں -
مَیں ہوں آپکا مخلص ٹالسٹائی۔ از ملک رُوس ۵ رجون ۱۹۰۳ء

اس کا جواب مَیں نے پھر اُسے لکھا - کہ مسیح کی کیا ضرورت ہے - اور قبر مسیح ناصری کا مشتہر کرنا کس واسطے ضروری ہے - میرے بیان کیساتھ اُس نے اتفاق کیا - اور اس کے بعد بہاء اللہ اور بابی مذہب کے متعلق اسنے مجھ سے دریافت کیا - کہ اسکے متعلق آپ کی کیا رائے ہے - جس کا جواب مفصل اُسے لکھا گیا ؀

اٹھارھواں باب

پادری ڈاکٹر ڈوئی کے بعض حالات

غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے - جب میرے پاس ایک دفعہ کلکتہ کا عیسائی ہفتہ وار پرچہ ایپی فینی نام جو آیا - اس میں یہ ذکر تھا - کہ امریکہ میں ایک شخص ڈوئی نام ہے - جو نبوت کا مدعی ہے - اس پر میںنے ڈوئی کو خط لکھا - اور حالات دریافت کیے - اُسنے اپنا لٹریچر بھیجا - جو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا - حضور نے فرمایا - کہ اس کا اخبار منگوانا چاہیئے - اور آپ مجھے ترجمہ کر کے سنایا کریں حضرت نے مجھے غالباً ۱۲ دیئے - جو مَیںنے امریکہ بھیجکر اس کا ہفتہ وار انگریزی اخبار بنام لیوز آف ہیلنگ (اوراق شفاء) منگوانا شروع کیا - یہ شخص پادری تھا - پہلے آسٹریلیا میں رہتا تھا - پھر امریکہ چلا گیا - اور شکاگو میں اپنا ایک نیا مذہبی فرقہ بنایا - اور دعا اور توجہ کے ذریعہ سے بیماروں کو شفا دینے کا مدعی تھا - پھر اسنے دعویٰ کیا - کہ مَیں الیاس نبی ہوں - مَیں سہ بارہ دُنیا میں آیا - تاکہ پھر مسیح کی آمد ثانی کے واسطے لوگوں کو تیار کروں - اُس نے اپنے فرقے میں شراب کا پینا اور تمباکو کا پینا حرام کیا ہوا تھا - اور اپنے

مریدوں کی آمدنی پر دہ یکی وصول کرتا تھا۔ اپنے واسطے یہودی کاہنوں کی طرح ایک وردی بنائی تھی۔ بجائے گڈ مارننگ کے اسکے مرید آپس میں السلام علیکم کا انگریزی ترجمہ کہتے تھے مگر اسلام اور اہل اسلام کیساتھ دلی بغض رکھتا تھا۔

اس کا اخبار جو ہفتہ وار آتا تھا اس کے بعض حصے ترجمہ کر کے مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنایا کرتا تھا۔ اُسکی عبارتوں میں انبیاء کے متعلق بہت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ ہوتے تھے۔ یسوع کی بے گناہی کے اظہار میں سبکو گناہ گار کہا کرتا تھا۔ جیساکہ عموماً سب پادریوں کی عادت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ کے متعلق لکھا۔ موسیٰ نے بڑی غلطی کی۔ جو فرعون کو ناراض کر کے وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ فرعون کو راضی رکھتا۔ اور وہیں رہتا۔ تو کسی دن خود فرعون بن جاتا۔

ایسا ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات کے متعلق ہتک آمیز الفاظ لکھا کرتا تھا۔

کئی مہینوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا اخبار مسجد مبارک میں نمازہائے مغرب اور عشاء کے درمیان سُنتے رہے۔ ایک دفعہ اس نے مسلمانوں کے متعلق بہت سخت لفظ لکھے۔ کہ مَیں تمام مسلمانوں کو کچل ڈالوں گا۔ اور ہلاک کر دوں گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت جوش آیا۔ تب آپنے ایک اشتہار لکھا۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تم سچے ہو۔ تو میرے مقابلہ میں آؤ۔ خدا تمہیں ہلاک کریگا۔ کیونکہ تم سچائی پر نہیں ہو۔ اور مسیح ناصری فوت ہو چکا۔ اور اسکی قبر کشمیر میں ہے۔ وہ پھر نہیں آئے گا۔ جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ اور جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ یہ اشتہار انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ امریکہ بھیجا گیا۔ اور امریکہ کے اکثر اخباروں نے اُسے نقل کیا۔ اور شایع کیا۔ اور بعض اخباروں نے ڈوئی کی اور حضرت مسیح موعود کی تصویریں بھی شایع کیں۔ اور لکھا۔ کہ مسیحی اور احمدی پہلوان میں روحانی کشتی ہے۔ دیکھیں کون جیتتا ہے۔ ڈوئی نے اس اشتہار کا کچھ جواب نہ دیا۔ اپنے ایک لیکچر میں حضرت

اتنا ذکر کیا۔ جو اس کے اخبار میں شائع ہوا۔ کہ ہندوستان میں ایک محمدی مسیح ہے۔ وہ مجھے چیلنج دیتا ہے۔ مگر مجھے اسکی کیا پرواہ ہے۔ مَیں ایسی مکھیوں اور مچھروں کو پاؤں کے نیچے کچل کر مار دوں گا۔ جب اس نے ایسا کہا۔ تو اس کے ٹھیک ایک سال بعد اس کے پیرو اس سے باغی ہو گئے۔ مقدمہ کر کے اس کا تمام کاروبار اس سے چھین لیا۔ اور اس غم میں اس پر فالج گرا۔ اور وہ یکہ و تنہا بکر جبکہ اس کی بیوی اور لڑکا بھی اسکے پاس نہ تھے۔ بہت حسرت اور ناکامی کی حالت میں ... مر گیا۔ اس کا مفصل حال کتاب حقیقۃ الوحی میں درج ہے۔

امریکن اخباروں میں سلسلہ کا ذکر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چیلنج جو ڈوئی کے نام تھا... امریکہ میں پہنچا۔ اَور وہاں کے اخبارات نے کثرت کیساتھ اس پر ریویو کیا۔ اور مضامین لکھے اُن مضامین میں سے ایک بطور نمونہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے:۔

انگریزی عربی دعا کا مقابلہ

مفتی محمدؐ صادق صاحب قادیان ضلع گورداسپور واقع ملک ہندوستان نے ارگنٹ اخبار کے پاس ایک رسالہ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (جو کہ ہماری سمجھ میں قادیان کے رئیس اعظم ہیں) ریویو کیلئے بھیجا ہے۔ یہ رسالہ انگریزی زبان میں ہے۔ اور انگریزی بھی بہت ہی عمدہ انگریزی ہے۔ اس کا نام ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی کی تمام مسلمانوں کی تباہی کی پیشگوئی کا جواب۔

یہ رسالہ ایک ریویو کرنے والے ڈکس (میز) پر بنگس کے معمولی مضامین امریکہ کے لائق فائق عورتوں کے تاریخی ناولوں اور خشک نوجوانوں پروفیسروں اکانومکس یعنی انتظام مملک کی کتابوں کے ساتھ ملا جلا ہُوا جادو کی طرح اپنا اثر

کرتا ہے۔ اور عجیب طور سے پرانے زمانہ کی یاد دلاتا ہے۔ لیکن جب اس کی ورق گردانی کی جائے۔ تو اس کا یہ دلکش اثر اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا غلام احمدؑ صاحب کو جیساکہ اُن کا اپنا بیان ہے۔ خدا نے اس آخری زمانہ میں دُنیا کو نجات دینے کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں۔ کہ اُن کے ذریعہ سے ایک لاکھ آدمی کے قریب بدی کے راستے کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ڈیڑھ سو سے زیادہ آسمانی نشان اور خوارق عادت امور ہمارے ہاتھوں سے دکھا چکا ہے۔ جن کی خبر اُن کے وقوعہ سے پیشتر شایع کی گئی تھی۔ اور مَیں وُہی مسیح ہوں۔ جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔

ہمارا ہندوستانی دوست (مرزا غلام احمدؑ صاحب) ایک لائق اور باعمل مسلمان کی حیثیت سے عیسوی مذہب کے بانی کی الوہیت پر غور کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ جو ایک لحظہ کے لئے بھی عقل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ اور دراصل وہ اس سے بھی زیادہ کہتا ہے۔ کیونکہ اس نے قطعی طور پر ایک رسالہ کے دو صفحوں پر دکھایا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر بالکل نہیں مرا تھا۔ کیونکہ جوزف آرمیتھ اُسے ہوش میں لے آیا تھا۔ اسوقت مسیح نے یہی مصلحت خیال کی۔ کہ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر مشرقی بلاد میں چلا جائے۔ اور اپنی زندگی کے بقیہ دن وادیٔ کشمیر میں گذارے۔ پھر قادیان کا احمدی مسیح اپنے دلائل کو مضبوط کرنے کے واسطے ناظرین کی حیرت زدہ نظر کے سامنے ایک عجیب اثر انداز نظارہ پیش کرتا ہے۔ اور جس کی مجمل تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے۔ "یسوع مسیح کی قبر کوچہ خانیار سرینگر کشمیر میں۔" اس سے اسکی مراد وہ تصویر ہے۔ جو کہ اس رسالہ میں مسیح کی قبر کی دی گئی ہے)؛

اس مسئلہ سے فراغت پاکر میرزا غلام احمد صاحب نے زمین پر ایک دُوربین نظر دوڑائی ہے۔ جس میں اُن کو ایک خطرناک دشمن حقیقی دجال کی بدنصیب اور مہیب شکل جان الگزنڈر ڈوئی کے لباس میں نظر آئی ہے۔ اور وہ ہوائیں

جو کہ آسمان سے چلتی ہیں، مسٹر ڈوئی کی اس پیشگوئی کی خبر مرزا صاحبؑ کو پہنچ چکی ہیں، جو اس نے کل مسلمانوں کی تباہی کیلئے جو کہ اسکے صیہون میں داخل ہونے سے منکر ہیں کی ہے۔ احمدؑ اس پیشگوئی کا مختصراً یہ جواب دیتا ہے۔ کہ "مسلمان کیوں تباہ ہوں۔ اور کس لئے ہزاروں کا خون کیا جائے۔ اِدھر مَیں ایک بڑی بھاری جماعت کا سردار ہُوں۔ اودھر تم بہت سے پَیرو رکھتے ہو۔ اِس لئے یہ سوال کہ زمین میں خدا کا خلیفہ کون ہے۔ ہم دونوں میں ہی طے پا جانا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے اپنے خدا کو پکاریں۔ پھر جس کو جواب ملے۔ وہی مستحق خلافت کا قرار دیا جائے"۔

احمدؑ کے ان فقروں میں انس سے بھری ہوئی ایک عجیب آواز ہے۔ تاہم اس موجودہ دُعاء اور قدیم مقابلہ میں جو بعل کے پجاریوں اور الیاس پیغمبر کے درمیان ہؤا تھا۔ چند باتوں کا فرق ہے۔ کیونکہ یہ دُعاء آسمان سے آگ برسنے کے لئے نہ ہوگی بلکہ بقولِ احمدؑ خدا سے یہ دُعا کیجاویگی۔ کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ اوّل مرے؛ حقیقت میں یہ درخواست بہت ہی انصاف اور دلیری پر مبنی ہے۔ اور اس کیساتھ دیگر تفصیلات بھی اسی طرح راست اور واجب ہیں۔ احمدؑ کی یہ رائے ہے۔ کہ اگر مسٹر ڈوئی مدعی الیاس اس مقابلہ کو قبول کرے۔ تو کم از کم ہزار آدمیوں کے دستخط کیساتھ اسے شائع کردے۔ پھر اسی طرح سے احمدؑ بھی شائع کردیگا۔

اس کے بعد اسلام کا پہلوان نبی (یعنی مرزا صاحبؑ) یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ موجودہ حالت کے واقعات تمام کے تمام مسٹر ڈوئی ہی کیلئے مفید پڑے ہُوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ڈوئی اس سے دس برس چھوٹا ہے۔ ہاں احمدؑ صرف ایک ہی شرط لگاتے ہیں۔ کہ یہ منہ مانگی موت انسانی ہاتھ سے واقع نہ ہو، بلکہ کسی بیماری کے ذریعہ یا بجلی سے مرجائے یا سانپ کے ڈسنے وغیرہ سے ہو۔ مگر ہماری رائے میں اس شرط کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ اب ہم اس بات پر خاتمہ کرتے ہیں۔ کہ تقویٰ کو مدنظر رکھکر جان الگزنڈر ڈوئی مرزا غلام احمدؑ صاحبؑ کی اس دُعا کو قبول کرے۔

الاسکا کی سرحد پر جو بعض مال کے نرخنامہ کا جھگڑا ہے۔ اور استھمین نہر کے جو

مشکلات در پیش ہیں۔ کیا ان کے ساتھ یہ مقابلہ دُعا جس میں ایک طرف تو مدعی
الیاس کے ساتھ انگریزی درخواست پر جانزون۔ جانسون۔ اور اسمتھون۔ اور
براونون کے دستخط ہونگے۔ اور دوسری طرف قادیانی رئیس کیساتھ عربی دستاویز میں
ہند بادون سندھ بادون اور علی بابون کے دستخط ہونگے کچھ کم مسرت بخش ہرگز نہ ہوگا۔
درحقیقت ملک کنیڈا کے صلیب بردار ڈوکبروز اور جزائر فلپائن کی درجن بیری
کی مستقل مزاجی اور راشیا گورنمنٹ کو مشکلات میں ڈالنے والے فرامر جونس وغیرہ
ان نامور انسانوں کے ساتھ جنہوں نے آج کل اپنے کارنامے سے دُنیا کو اپنی طرف
متوجہ کر رکھا ہے۔ یہ انگریزی اور عربی دُعا کا مقابلہ ۱۹۰۲-۳ء کی سردیوں میں اس
زمانہ کا ایک لطیف اور دلکش منظر صفحہ عالم کے لئے ہوگا :

انیسواں باب

پروفیسر ریگ کو تبلیغ اور اس کا قبول اسلام

عاجز راقم کے ولایت جانیسے قبل جو اصحاب عاجز کے ذریعہ سے داخل اسلام
ہوئے۔ ان میں ایک صاحب پروفیسر ریگ بھی تھے۔ جنکو مَیںنے لاہور میں تبلیغ کی
تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخدمت میں انہیں پیش کیا تھا۔ یہ
صاحب بعد میں نیوزیلینڈ چلے گئے تھے۔ اور وہیں انہوں نے وفات پائی۔ انکے
متعلق ایک ڈائری میں اڈیٹر صاحب الحکم نے مفصلہ ذیل مضمون لکھا تھا۔ جو اخبار
الحکم مورخہ ۶ رجون ۱۹۰۸ء صہ ۵ جلد ۱۲ نمبر ۳۷ سے نقل کیا جاتا ہے :۔
"مسٹر ریگ جسکے نام نامی سے الحکم کے ناظرین کو مَیں قبل ازیں بذریعہ دو مضامین
بطور سوال وجواب انٹرویوس کرا چکا ہوں۔ ان کیمتعلق حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ

دیکھو وہ ہمارے پاس آیا تو آخر کچھ نہ کچھ تو تبادلہ خیالات کر ہی گیا۔

اِسپر حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب جنکو تبلیغ سلسلہ احمدیہ کی ایک قسم کی لو اور دھت لگی ہوئی ہے۔ اور بہت کم ایسے مقام ولایت میں ہوں گے جہاں کے محقق انگریزوں اور اخبارات کے ایڈیٹران وغیرہ کی اطلاع پاکر انہوں نے ان معاملات میں خط وکتابت نہ کی ہو۔ اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی تبلیغ ان کو نہ کی ہو ؛

امریکہ کے ڈوئی کی حسرت ناک تباہی اور لنڈن کے پگٹ کی مایوسانہ نامرادی بھی حضرت مفتی صاحب ممدوح ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے جس طرح ڈوئی اور پگٹ کا بیڑا غرق کر دیا۔ اِسی طرح کئی سعید روحوں کیواسطے باعث ہدایت بھی آپ ہی ہوئے۔ اور آپ ہی کی سچی مخلصانہ کوششوں اور جوش تبلیغ حق کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ یورپ اور امریکہ کے بعض انگریزوں اور لیڈیوں نے حضرت اقدسؑ کی صداقت کو مان لیا۔ اور اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کی غرض مفتی صاحب موصوف کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ ساری احمدی دنیا ان کے نام نامی سے واقف اور ان کے اخلاص صدق و وفا سے آگاہ ہے۔ یہ شخص جو پروفیسر ریگ کے نام نامی سے مشہور ہے۔ یہ بھی آپ ہی کی سعی اور جوش کا نتیجہ ہے۔ آپنے آج کے تذکرہ پر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضورؑ اسکے خیالات میں حضورؑ کی ملاقات کے بعد عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ :۔

پہلے وہ ہمیشہ جب اپنے لکچروں میں اجرام سماوی وغیرہ کی تصاویر دکھاتا اور کبھی مسیحؑ کی مصلوب تصویر پیش کیا کرتا تھا۔ تو یہ کہا کرتا تھا۔ کہ یہ مسیح کی تصویر ہے۔ جس نے دنیا پر رحم کرکے تمام دُنیا کے گناہوں کے بدلے میں ایک، اپنی اکلوتی جان خُدا کے حضور پیش کی اور تمام دُنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر دنیا پر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا۔ مگر اب جبکہ اس نے حضورؑ سے ملاقات کی۔ اور لکچر دیا۔ تو مسیح کی مصلوب تصویر دکھاتے ہوئے صرف یہ الفاظ کہے کہ یہ تصویر صرف عیسائیوں کے

واسطے موجب خوشی ہوسکتی ہے۔ سچی تعریف اور ستایش کے لائق وہی سب سے بڑا خُدا ہے۔ اپنے لکچر میں بیان کیا کرتا تھا۔ کہ نسل انسانی آہستہ آہستہ ترقی کرکے ادنےٰ حالت سے بندر اور پھر بندر سے ترقی پاکر انسان بنا۔ مگر اس دفعہ کے لکچر میں اسنے صاف اقرار کیا۔ کہ یہ ڈارون کا قول ہے۔ اگرچہ اس قابل نہیں۔ کہ اس سے اتفاق کیا جاوے۔ بلکہ انسان اپنی حالت میں خود ہی ترقی کرتا ہے۔ غرضیکہ اس پر بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ اور وہ حضورؑ کی ملاقات کے بعد ایک نئے خیالات کا انسان بن گیا ہے۔ اور ان خیالات کو جرأت سے بیان کرتا ہے۔"

ایک انگریز کا حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ مکالمہ

(پروفیسر کلیمنٹ ریگ ایک مشہور سیاح۔ ہیئت دان اور لیکچرار ہے۔......

اِس کا اصلی وطن انگلستان میں ہے۔ آسٹریلیا میں بہت مدت تک وہ گورنمنٹ کا ملازم افسر صیغہ علم ہیئت رہا۔ سائنس کیساتھ پروفیسر مذکور کو خاص دلچسپی ہے۔ اور چند کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جبکہ حضرتؑ لاہور تشریف لائے۔ تو پروفیسر اس وقت یہیں تھا۔ اور اُس نے علم ہیئت پر ایک لیکچر ریلوے اسٹیشن کے قریب دیا تھا۔ اور ساتھ ایک لینٹرن کی روشنی سے اجرام فلکی کی تصویریں دکھائی تھیں۔ یہ لیکچر مینے بھی سُنا تھا۔ دَوران لیکچر میں پروفیسر کی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص اندھا دُھند عیسائیت کی پیروی کرنیوالا نہیں۔ بلکہ غیر متعصب اور انصاف پسند ہے۔ اس واسطے مَیں اُسے ملا۔ اور مَینے اُسے کہا۔ پروفیسر تم دنیا میں گھومے۔ کیا تم نے کبھی کوئی خدا کا نبی بھی دیکھا۔ اور حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت اور اس کے دلائل سے اس کو خبر کی۔ ان باتوں کو سُنکر وہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ مَیں ساری دنیا کے گرد گھوما ہوں۔ مگر خدا کا نبی کوئی نہیں دیکھا۔ اور مَیں تو ایسے ہی آدمی کی تلاش میں ہوں۔ اور حضرتؑ کی ملاقات کا از حد شوق ظاہر کیا۔ مَیں نے (مفتی محمد صادق) نے مکان پر آکر حضرت صاحبؑ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت صاحبؑ سنے اور

فرمایا۔ کہ مفتی صاحب تو انگریزوں کو ہی شکار کرتے رہتے ہیں۔ اور اجازت دی۔ کہ وہ آکر ملاقات کرے۔ چنانچہ وہ اور اس کی بیوی دو دفعہ حضرتؑ کی ملاقات کے واسطے احمدیہ بلڈنگ میں آئے۔ اور علمی سوالات کیئے۔ اون میں سے پہلی گفتگو درج ذیل کی جاتی ہے۔ ایڈیٹر)

ابتداء

انگریز۔ مَیں اور میری بیوی آپؑ کی ملاقات کو موجب فخر سمجھتے ہیں۔

مسیح موعودؑ۔ مَیں آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوں۔

انگریز۔ مَیں ایک سیّاح ہوں۔ اور علمی مذاق کا آدمی ہوں۔ کائنات عالم پر نظر کرتے ہوئے۔ جب مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ زمین و آسمان میں طرح طرح کے عجائبات بھرے پڑے ہیں۔ اور نظام شمسی کا احاطہ اس قدر وسیع ہے۔ کہ عقل چکر کھا جاتی ہے۔ تو مَیں یقین نہیں رکھتا۔ کہ ان کا بنانیوالا خدا کسی خاص فرقے یا کسی خاص کتاب میں محدود ہو۔ مسلمانوں کا مذہب بھی ہے۔ عیسائیوں کا بھی۔ یہودیوں کا بھی مَیں کسی کی خصوصیت نہیں کرتا۔ مَیں صداقت کو چاہتا ہوں۔

خدا کسی خاص قوم کا نہیں؟

مسیح موعودؑ۔ واقعی یہ بات صحیح نہیں۔ کہ ایک خاص فرقے ایک خاص قوم میں خدا اپنا مقام رکھتا ہو۔ صحیح بات یہی ہے۔ کہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے۔ جیساکہ ظاہری اجسام کیلئے سب کی پرورش کرتا ہے۔ اور اُسنے انسان کے جسمانی آرام کیلئے اجسام سماوی ہوا۔ اناج۔ پانی وغیرہ اشیاء پیدا کیں۔ ایسا ہی وہ رُوحانی زندگی کے لئے بھی سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اور یہی قرآن میں لکھا ہے۔ کہ خُدا رب العالمین ہے۔ وہ ہر زمانہ میں ہر قوم کی اصلاح کیلئے اپنے پاک بندے بھیجتا رہا۔ اور بھیجتا رہیگا۔ وہ وقتاً فوقتاً اِصلاح کرتا رہا۔ اور کرتا رہیگا۔ وان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی بستی اور قوم نہیں جس میں خدا کیطرف سے نذیر نہیں آیا۔ کتابوں میں جو اختلاف ہے، وہ درحقیقت اختلاف نہیں۔ بلکہ ہر زمانہ میں قابلِ اصلاح اُمور کی

اِصلاح ہوتی رہی ہے۔ اسکی مثال طبیب کے نسخے سے دیجاتی ہے۔ جوں جوں بیماری حالت بدلتی جاتی ہے، نسخہ بھی بدلتا جاتا ہے۔ لوگوں میں جب اعمال کا فساد بڑھ جاوے۔ اور لوگوں کی زندگی بالکل خراب ہوجائے۔ اور اِعتقادات میں بھی فساد ہوجائے۔ لوگ خدا کو چھوڑ کر بُت پرستی کی طرف مشغول ہوجائیں۔ تو اسکی غیرت تقاضا کرتی ہے۔ کہ کسی مصلح کو پَیدا کرے۔ اِصلاح خدا کے قانون قدرت سے باہر نہیں۔ جیسے ہم لوگوں کے لئے وہ ہَوا، وہ برسات، وہ اناج مفید نہیں جو آدمؑ کے وقت تھا۔ بلکہ تازہ ہوا، تازہ برسات، تازہ اناج کی ضرورت ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ ہمارے لئے الگ مَوسمی برسات ہو۔ اِسی طرح خدا کی عادت ہے۔ کہ آسمانی سلسلہ کی گذشتہ پرورش ہمارے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی خدا کا منکر ہے۔ تو اس کے لئے بحث کا الگ طرز ہے۔ اگر کوئی خدا کے وجود کا قائل ہے تو ان دُو سلسلوں کو مقابل رکھکر فائدہ حاصل کرے۔ یعنی ایک جسمانی سلسلہ اور ایک روحانی سلسلہ۔ جیسے وہ خدا موسمی برسات و ہوا سے جسمانی سلسلے کو تازہ کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح روحانی سلسلہ کو رُوحانی بارش سے تازہ کرتا ہے۔ اگر جسمانی سلسلہ کی پرورش کرنیوالی اشیاء اب ناپید ہوجاویں، تو وہ سلسلہ نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر کہا جائے کہ رُوحانی سلسلے کیلئے جو کچھ تھا۔ (از قسم وحی و الہام و نشانات) وہ پیچھے رہ گیا۔ تو رُوحانی سلسلہ ہی موقوف سمجھو۔ اور یہ ناممکن ہے۔ پس کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر زمانہ میں مصلحین پیدا ہوں۔

انبیاء کا جو سلسلہ چلا آتا ہے۔ اسکو ایک ہی نظر سے رد کرنا ٹھیک نہیں۔ جو لوگ اپنے پاس ثبوت رکھتے ہیں۔ انکو صرف اتنا کہنے سے کہ مَیں معمولی آدمی ہوں رد کیا نہیں جاسکتا۔ ہاں اگر کسی کا حق ہے تو یہ کہ وہ ثبوت طلب کرے۔ سو ہم بتاتے ہیں۔ کہ ہمارا ثبوت قصّے کہانیوں پر موقوف نہیں۔ بلکہ سامنے موجود ہے۔ اسوقت موجودہ میں بڑے سے بڑا ہیئت دان نظام شمسی پر نظر ڈالنے سے اگر منصف مزاج ہوگا، تو یہ کہیگا کہ اِس کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر نبی یہ بتاتا ہے کہ واقعی "خدا" ہے۔

دُنیا کب سے ہے

انگریز۔ یہ ایک چھوٹی سی زمین ہے۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ اَور بھی کئی زمینیں ہیں اَور اَور بھی کئی سلسلے ہیں۔ مجھے یہ عقیدہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف چند ہزار برس سے دُنیا کی پیدائش شروع ہوئی۔ اور خدا نے آدمؑ و حوّا کو پیدا کیا۔ پھر ایک پھل کھانے سے ان کی سب اولاد گنہگار ہو گئی۔

مسیح موعودؑ۔ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ صرف یہی زمین ہے جس میں خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ اگر کسی اور ستارے وغیرہ میں آبادی ہے۔ اور ایسی مخلوق اس میں ہے، جو نبوت کی محتاج ہو۔ تو خدا نے وہاں بھی ضرور نبی پَیدا کئے ہونگے۔ دُوسرا عقیدہ بھی غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ولا تزر وازرة وزر اُخری۔ کہ کوئی کسی کیلئے گنہگار نہیں ہو سکتا۔ ہمارا ہرگز یہ مذہب نہیں۔ کہ اِس چھوٹی سی زمین میں جو کچھ ہے بس یہی کچھ ہے۔ اور اسی کیلئے سب سلسلہ ہے۔

حقیقتِ گناہ

انگریز۔ دو باتیں پوچھنی چاہتا ہوں۔ گناہ کس چیز کو کہتے ہیں۔ ایک ملک کا آدمی ایک چیز کو گناہ قرار دیتا ہے۔ دُوسرا اسکو عین ثواب۔ علمی طور سے یہ مانا جاتا ہے۔ کہ اِنسان ترقی کرتا کرتا اس حد تک پہنچا ہے۔ اور اخیر میں اسکے لئے یہ امتیاز پیدا ہو گیا۔ اس اِمتیاز کے ذریعے سے ایک کو اچھا اور ایک کو بُرا کہتا ہے۔ دوم۔ شیطان کیا چیز ہے۔ اور خدا ایسا وسیع علم والا و قادر ہو کر کیوں اجازت دیتا ہے کہ شیطان اپنی بدی پھیلائے۔

مسیح موعودؑ۔ جو لوگ خدا کی ہستی کو مانتے ہیں۔ انکے مذاق پر ہم گفتگو کرتے ہیں اِنسان کی زندگی اسی دنیا تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ایک قسم کی دائمی زندگی رکھتا ہے۔ تمام قسم کی راحت و خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ جو شخص اسکو چھوڑتا ہے۔ خواہ وہ کسی پہلو سے چھوڑتا ہے۔ اس حالت میں اُسے کہا جاتا ہے۔ کہ اُسنے گناہ کیا۔ پھر خدا نے محض اِنسانوں کی فطرت پر نظر کر کے جو اعمال انکے حق میں مضر پڑتے ہیں۔ انکا نام گناہ رکھدیا۔ ان میں سے بعض مناہی ایسے ہوتے ہیں۔ جنکی نہی کی حکمت تک انسان نہ پہنچ سکے۔

جو شخص چوری کرتا ہے۔ بیشک وہ دوسرے کا نقصان کرتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ اپنی پاک زندگانی کا بھی نقصان کرتا ہے۔ اسی طرح جو زناء کرتا ہے۔ وہ بھی دوسرے کے حق میں دست اندازی کرنے کے علاوہ اپنا نقصان بھی کرلیتا ہے۔ پس جسقدر باتیں انسانی پاکیزگی کے خلاف ہیں۔ جن سے انسان خدا سے دور ہو جاوے وہ گناہ ہے۔ بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو عام سمجھ میں نہ آسکیں۔ مگر یقین رکھو کہ خدا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ وہ انسان کے لئے وہی بات تجویز کرتا ہے۔ جو اس کی فطرت کے لئے بہت ضروری ہو۔ جیسے ڈاکٹر بیمار کیلئے دوا تجویز کرتا ہے۔ اب بیمار اسپر اعتراض کرے۔ تو یہ اسکی غلطی ہے۔ بیمار کو تو ڈاکٹر کا مشکور ہونا چاہیئے۔ اگر اللہ تعالیٰ دُکھ میں ڈالنے والی اشیاء کی نسبت نہ بتاتا۔ تو یہ بھی اس کا اختیار تھا۔ مگر وہ رب العالمین ہے۔ اِسلئے اُسنے بتا دیا۔ جیسے بیماروں کیلئے پرہیز ہے۔ اور اسکو توڑنا گناہ ہے۔ اسیطرح رُوحانی سلسلہ میں بعض پرہیزیں ہیں جنپر کاربند رہنا خود اسی کیلئے مفید ہے۔ خوب یاد رکھو کہ انسان کی سچی پاکیزگی اور سچی راحت اور آرام کا موجب خدا کی محبت اور اس کا وصال ہے۔ جن باتوں کو خدا اپنے تقدس کی وجہ سے نہیں چاہتا۔ ان کا نہ چھوڑنا گناہ ہے۔ پھر یہ بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گناہ والی چیزوں کو تقریباً تمام قومیں گناہ مانتی ہیں۔ مثلاً سب مذاہب میں چوری۔ جھوٹ۔ زنا ر گناہ ہے۔ اور سب کو تسلیم ہے۔ کہ یہ اللہ کے تقدس کے خلاف اور انسانی فطرت کیلئے مضر ہیں۔ پھر ہر ایک شخص اپنے گناہ کو محسوس کرلیتا ہے۔ ایک شخص کسی کے بچہ کو مارے۔ وہ خود محسوس کرلیتا ہے۔ کہ مینے بُرا کیا۔ بھُوکے کو روٹی دے تو سمجھتا ہے۔ کہ نیکی کی۔ پس گناہ کی پہچان مشکل نہیں۔ اور نہ اسکی نسبت قوموں میں کوئی ایسا اختلاف ہے۔ شیطان کے بارے میں۔ جیساکہ مینے کئی مرتبہ بیان کیا ہے۔ انسان کی سرشت میں دو قوتیں رکھی گئی ہیں۔ ایک قوت نیکی کیطرف کھینچتی ہے اور دوسری بدی کی تحریک کرتی رہتی ہے۔ یہ اسلئے تا اس آزمائش میں پڑ کر پاس ہو اور بدی سے رکنے کا ثواب پائے۔ اور الٰہی اطاعت کا انعام حاصل کرے۔ دوسرے لفظوں میں اس بدی کے محرک کو شیطان کہہ لو۔ ہم اکیلے شیطان کے قائل نہیں۔ بلکہ ہم تو

شیطان کیساتھ فرشتہ کے بھی قائل ہیں۔ ہم ان باتوں کے قائل نہیں، جیسے عیسائی کہتے ہیں۔ بلکہ ہم داعی خیر کو فرشتہ اور داعی شر کو شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔

باعثِ وجود گناہ

انگریز۔ گناہ کا وجود ہی کیوں ہے۔

مسیح موعودؑ۔ خدا کسی بدی کا ارادہ نہیں کرتا۔ نہ وہ بدی پر راضی ہے۔ مگر اُسنے اِنسان کو نیکی بدی کا اختیار دیا۔ تا نیکی پر ثواب کا مستحق ہو۔ کیونکہ اگر دنیا میں گناہ کا وجود نہ ہوتا تو خیر کا بھی نہ ہوتا۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔ کہ اگر گناہ نہ ہو تو خیر ہی نہ ہو۔ نیکی کیا ہے۔ یہی کہ اگر چوری کا موقعہ ہو، تو چوری نہ کرے۔ زناء کا موقعہ ہو۔ تو زنا نہ کرے۔ اب دیکھو چوری و زناء کا وجود تھا۔ جبھی تو اس سے رکنے کا نام نیکی ہؤا۔ پس بدی کے پیدا کرنے میں یہ حکمت تھی۔ در اصل یہ بدی بھی نیکی کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو مانتا۔ اور اسے علیم و حکیم جانتا ہے۔ اُسے اسکے فعلوں پر اعتراض کرنیکا کوئی حق نہیں۔ مثلاً کوئی شخص پوچھے سورج اُس طرف کیوں جاتا ہے، اِس طرف کیوں نہیں جاتا۔ تو یہ غلط ہے۔ اس کے بعد پھر زیادہ تشریح کے طور پر فرمایا:۔

ایک شخص چیخنے کے سوا نہیں بول سکتا۔ جو کسی کو پسند نہیں ہے۔ اور دوسرا وہ ہے۔ جسکی آواز ہی نرم ہے۔ تو اب نرم آواز کا ثواب تو پہلے ہی کو ملیگا۔ اگر ایک ہی حالت رکھتا بدل ہی نہ سکتا۔ تو اسکے لئے کوئی کام نیکی کا ہو ہی نہ سکتا۔ اصل میں افراط و تفریط کی حالت ہی نیکی بناتی ہے۔ پھر چونکہ اسے اختیار دیا گیا ہے۔ کہ ہر طرف ہر پہلو میں ترقی کر سکتا ہے۔ اِسلئے در اصل بدی نیکی بنانے میں مدد دے رہی ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر بدی کی طاقت انسان میں نہ ہوتی۔ تو نیکی کا وجود ہی نہ ہوتا مثلاً پرندے ہیں۔ وہ ایک ہی طرز پر ہیں۔ اب انکا کوئی کام نیکی کا نہیں سمجھا جاتا جیسا کہ بدی کا نہیں سمجھتے۔ اگر اخلاق ذمیمہ نہ ہوتے تو کس طرح انکے خلاف کو اخلاق حمیدہ کہتے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں نیک ہے۔ تو بدی کا تصور اسکے ساتھ ضروری ہے۔ یعنی فلاں بدی کے خلاف اسمیں اخلاق ہیں۔ اگر ایک ہی پہلو پر انسان کو پیدا کیا جاتا۔ تو دوسرے پہلو پر ثواب یا عقاب نہ ہوتا۔ اللہ نے ہر انسان

کو دونوں پہلوؤں پر قادر کیا ہے۔ جب ہتی نیکی کیطرف جانیسے انعام ملتا ہے۔ اگر کسی شخص نے باوجود انتقام لے سکنے کے معاف کر دیا۔ تو اسکو ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ اُسنے نیکی کی۔ مگر اس نیکی کا وجود جب ہی ہوا۔ کہ پہلے اسمیں انتقام کی قوت تھی۔ اگر کسی کے ہاتھ نہیں اور وہ کہے کہ مینے فلاں بے گناہ کو مکا نہیں مارا۔ تو یہ نیکی نہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے کوئی انکار کرے۔ کیونکہ بدیہات محسوسہ مشہودہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک قوت جو انسان کو دی گئی ہے۔ وہ بذاتہ بُری نہیں بلکہ اسکا بد استعمال (خلاف موقعہ و محل) اس سے بدی پیدا کرتا ہے؛

اتنا سُن چکنے کے بعد انگریز کے دِل میں ایک سائینس کا مسئلہ پیدا ہوا۔ کہ دُنیا میں دو طاقتیں ہیں۔ مثبت اور منفی۔ مثبت کو استعمال کرتے جائیں۔ تو منفی بڑھتی جائیگی اِسی طرح اگر ہم نیکی کو استعمال کرینگے۔ تو بدی بڑھکر دنیا کو تباہ کر دے گی؛

اِسپر اسے سمجھا دیا گیا۔ کہ اللہ اور انسان کے درمیان ایک خاص تعلق ہے۔ انسان اللہ کو ملنا چاہتا ہے۔ اِسمیں جُدائی ڈالنے والی چیز گناہ ہے۔ جوں جُوں تعلق بڑھتا جاتا ہے۔ قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ ایک خاص نقطہ پر پہنچکر جھٹ ایک دوسرے سے مل جاتا ہے؛

نجات عیسوی

انگریز۔ میرے دو سوال ہیں۔ (۱) عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان سے دُنیا گمرہ ہوگئی۔ خدا نے پھر دوبارہ آکر اسے خریدا۔

مسیح موعودؑ۔ ہم تو اسکو لغو سمجھتے ہیں۔ جو اس کے قائل ہیں۔ اُن سے پوچھا جائے؛

ترقی ہے یا تنزل

انگریز۔ دُنیا کے عام نظارہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان ادنےٰ حالت سے اعلیٰ حالت کیطرف ترقی کر رہا ہے۔ مگر عیسائی کہتے ہیں۔ کہ انسان اعلےٰ سے ادنےٰ حالت کو پہنچا۔ پہلے اسنے آدم کو پیدا کیا۔ اور وہ گناہ سے ادنےٰ حالت کو پہنچا؛

مسیح موعودؑ۔ ہمارا عیسائیوں سا عقیدہ نہیں۔ بلکہ ہم آپکے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ (آدم کو جنت سے اُتارا گیا تو یہ اسکے کمالات کے اظہار اور انکو بڑھانے کیلئے تھا۔ بدر)

بعد الموت

انگریز۔ مَیں آئندہ زندگی کے متعلق آپ کے خیالات دریافت کرنا چاہتا ہوں ؛
مسیح موعودؑ۔ جب اس زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو ایک نئی زندگی نئے لوازم کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ اگلی زندگی اسی زندگی کا ظل واثر ہے۔ جنہوں نے اچھی تخمریزی کی وہ وہاں اپنے لئے اچھے پھل پائینگے۔ جنہوں نے بُری تخمریزی کی۔ وہ پھل بھی بُرا پائیں گے۔ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس زندگی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اسکی مثال عالم خواب سی ہے جسوقت انسان سو جاتا ہے۔ معاً اسکی زندگی میں ایک انقلاب آجاتا ہے۔ پہلی زندگی کا نام نہیں رہتا۔ ہم اس مختصر وقت میں زیادہ تفصیل نہیں دے سکتے۔

رُوحوں سے ملاقات

اس کے بعد میم نے کچھ پوچھنا چاہا۔ اجازت پر اُسنے عرض کیا۔ کہ آیا یہ ممکن ہے، کہ جو لوگ اس دنیا سے گذر چکے ہیں۔ اُن سے ہم صحیح پیام اطلاع حاصل کر سکیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ انسان کشفی طور سے گذشتہ روحوں سے مل سکتا ہے۔ مگر اسکے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ رُوحانی مجاہدات کیئے جاویں۔ بیشک انسے مفید مطلب باتیں دریافت کر سکتا ہے۔ مگر اسکے لئے بہت سے مجاہدات کیضرورت ہے۔ جو اس زمانہ کے لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ جبھی وہ ایسی باتوں سے انکار کرتے ہیں۔ میرا مذہب ہے کہ انسان خواب میں نہیں۔ بلکہ بیداری میں مُردوں سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح سے میری ملاقات ہو چکی ہے حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ ایسا ہی اور اہل قبور سے مَیں نے ملاقات کی ؛

• یہ بات تو سچ ہے۔ مگر ہر ایک کے لئے میسّر نہیں۔ انسان کے قلب کی حالت کچھ ایسی ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے عجائبات ڈال رکھے ہیں۔ جیسے کنوئیں کو کھودا جائے تو آخر بہت سی محنت کے بعد مصفّا پانی نکل آتا ہے۔ اِسی طرح سے جب تک مجاہدہ پورے طور سے انتہاء تک نہ پہنچے۔ صحیح وصاف خبر حاصل نہیں ہو سکتی ؛

پروفیسر ریگ کا دوبارہ حضرت کی ملاقات کیواسطے آنا اور مشکل مسائل کا حل ہونا

پہلی ملاقات سے پروفیسر کی اس قدر تشفی ہوئی۔ اور اس کے سوالات پر جو جوابات حضرتؑ نے دیئے۔ ان سے وہ اس قدر خوش ہوا۔ کہ اسنے بہت الحاح کیساتھ درخواست کی کہ اُسے ایک دفعہ پھر حضرت کی ملاقات کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ حضرتؑ کے حکم سے اسکو اجازت دیگئی۔ کہ پیر کے دن تین بجے وہ آئے۔ ٹھیک وقت پر پروفیسر صاحب اور ان کی بیوی حضرت کی ملاقات کیواسطے آئے۔ اُنکے ساتھ انکا چھوٹا لڑکا بھی تھا۔ اِس مکالمہ کی رپورٹ درج ذیل ہے۔ معمولی مزاج پرسی کے بعد سلسلہ کلام یوں شروع ہوا:۔

ذات وصفات اللہ تعالیٰ

پروفیسر۔ آیا آپ خدا کے متعلق یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کوئی شخصیت رکھتا ہے۔ اور اس میں جذبات ہیں۔ یا ایسا خدا ہے۔ جو ہر جگہ موجود ہے۔

مسیح موعودؑ۔ ہم اللہ تعالیٰ کو لاحد ود سمجھتے ہیں۔ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ ہم اسکی نسبت یہی سمجھتے ہیں۔ کہ جیسا وہ آسمان پر ہے ویسا ہی وہ زمین پر بھی ہے۔ اور اسکے دو قسم کے تعلق پائے جاتے ہیں۔ ایک اس کا عام تعلق جو کل مخلوقات سے ہے، دُوسرا وہ تعلق اسکا جو خاص بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ بندے اپنے نفس کو پاک کرکے اسکی محبت میں ترقی کرتے ہیں۔ تب وہ اُنسے ایسا قریب ہو جاتا ہے۔ کہ جیسا کہ وہ انکے اندر ہی سے بولتا ہے۔ یہ اسمیں ایک عجیب بات ہے۔ کہ باوجود دُور ہونیکے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونیکے وہ دُور ہے۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ مگر پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ جس طرح ایک جسم دوسرے سے قریب ہوتا ہے۔ اور وہ سب سے اُوپر ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ اسکے نیچے اور بھی ہے۔ وہ سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ مگر پھر بھی وہ عمیق در عمیق ہے۔ جسقدر انسان سچی پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اسیقدر اس وجود پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ جو نہایت درجہ قدوس ہے اپنے تقدس کیوجہ سے

ناپاکی کو پسند نہیں کرتا۔ چونکہ وہ رحیم کریم ہے۔ اسلئے نہیں چاہتا کہ انسان ایسی راہوں پر چلیں جن راہوں میں انکی ہلاکت ہے۔ پس یہ صفات رجس کیلئے جذبات کا لفظ بولا گیا ہے اہیں۔ جن کی بنا پر یہ مذہب کا سلسلہ جاری ہے۔

کیا خدا مُحِبّ ہے؟

پروفیسر۔ اگر خدا بالکل محبت اور انصاف ہی۔ ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایک مخلوق کا گذارہ دوسرے کی ہلاکت پر ہے۔ ایک چڑیا کو باز کھا لیتا ہے۔ پس کیوں باز میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے۔ کہ وہ دوسرے کو کھاوے۔ جو اسکی محبت و انصاف کا تقاضا نہیں ہو سکتا؛

مسیح موعود۔ جب محبت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ کہ خدا محبت ہے۔ تو وہ لوگ غلطی کرتے ہیں، جو خدا میں بھی محبت کا وہی مفہوم سمجھتے ہیں۔ جو انسان میں سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ انسان میں جو کچھ محبت یا غضب ہے۔ اسیطرح کی محبت یا غضب خدا کیطرف منسوب نہیں کر سکتے۔ انسان جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسکے فراق سے اُسے صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں بچے سے محبت کرتی ہے۔ اگر بچہ مر جائے تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کا محبوب جُدا ہو جائے۔ تو اسکے فراق میں تڑپتا ہے پس کیا خدا کو بھی تکلیف پہنچتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس خدا پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جسے کسی پر غضب آتا ہے۔ وہ خود بھی ایک قسم کی سزا پا لیتا ہے۔ اسکے اندر سوزش سی پیدا ہو جاتی ہے۔ راحت و آرام جسمیں تھا اسوقت جاتا رہتا ہے۔ اس لئے ہم ان لفظوں کو ان معنوں کیساتھ پسند نہیں کرتے یہ ان لوگوں کا کلام ہے جو انسان کی حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ ہم تو خدا کی ایسی صفات کو ایسا ہی بیمثل قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی ذات میں بیمثل ہے۔ پس ہم صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ جو اسکی رضا کے مطابق چلتا ہے اسپر وہ خوش ہے۔ اور یہ لفظ جو ہیں۔ کہ خدا محبت ہے۔ ہم نہیں استعمال کرتے نہ یہ استعمال کے لائق ہیں کیونکہ محبت کا لفظ سوز و گداز رکھتا ہے غضب کرنے پر بھی وہ تکلیف میں آتا ہے۔ استعمال دکھ پہنچاتا ہے۔ پس ایسے ناقص لفظ ایسے ناقص معنوں کیساتھ استعمال نہیں کرتے؛

(یہاں یہ نکتہ حکیم الامت کا فرمودہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں کہیں محبت اور غاضب کا لفظ نہیں۔ یعنی بطور اسم فاعل و صفت مشبہ نہیں۔ ہاں فعلی رنگ میں ہے۔ واللہ یحب المتقین) ایڈیٹر بدر

پروفیسر نے اس پر زیادہ تشریح چاہی - کہ اعلیٰ طبقے کا جانور ادنےٰ کو کیوں کھاتا ہے؟

مسیح موعودؑ - مَیں نے اسی بنا پر کہہ دیا ہے - کہ جو اس کا رحم ہے یا غضب ہم اسکی ایسی تشریح نہیں کر سکتے - جیسا انسانوں کے متعلق کرتے ہیں - اس کا وسیع نظام پُراز حکمت ہے - اس کے نظام میں اپنی حد سے زیادہ دست اندازی نہیں کر سکتے - انسان اس کے دقیق مصالح میں دخل دے - تو یہ بات اچھا نتیجہ لانیوالی نہیں - ہم یہ کہتے ہیں - کہ ادنےٰ طبقے کے جانوروں کے لئے اگر تکالیف کا حصّہ ہے - تو اعلیٰ کیلئے بھی ہے - یہ عالم مختصر اور فانی ہے - بعد اس کے ایک وسیع عالم ہے - جس میں اللہ نے ارادہ کیا ہے - کہ ہر ایک قسم کی خوشحالی دی جاوے - پس جو یہاں دُکھ اٹھائیگا - وہ اگلے جہان میں اس کا عوض پائیگا - پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے - کہ اعلیٰ درجے والوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے - تکلیف سے وہ بھی خالی نہیں - انسان اشرف المخلوقات ہے - مگر شیر اور اور قسم کے درندے اسکو کھا جاتے ہیں - پس کوئی دُکھ سے خالی نہیں - کسی کو کسی رنگ میں تکلیف ہے - کسی کو کسی میں - پس یہ کہنا غلط ہے - کہ کیوں ایک خاص گروہ کو تکلیف میں رکھا گیا - کیونکہ تمام مخلوقات کسی نہ کسی طرح دُکھ اٹھا رہی ہے - چڑیا کو کھانے کیلئے باز ہے - تو باز کیلئے کوئی اور قسم کی تکلیف ہے - انسان اگر حیوان کو ذبح کرتا ہے - تو اسکے لئے اور قسم کی تکلیف ہوگی - پس ان دُکھوں کے تدارک و تلافی کیلئے دُوسرا جہان ہے - اس عالم کے بعد جب دُوسرا عالم آویگا - تو سب کی تلافی ہوگی - یہ دُنیا دار الامتحان ہے - اگر کوئی کہے - کہ ایسا کیوں کیا؟ تو جواب یہی کافی ہے - کہ وہ مالک ہے - اور مالک کو سب اختیار ہے ؛

تکلیفیں دو قسم کی ہوتی ہیں - انسان کو کئی تکلیفوں سے متکلّف کیا گیا ہے - خدا کی راہ میں مجاہدہ - مشقت سفر - جان دینا - اب حیوانوں کو یہ تکلیفیں کہاں ہیں ! انسان تو دُہری تکلیفیں اٹھاتا ہے - ایک قضاء و قدر کی تکلیفیں - اور دُوسری شرعی تکالیف ! پھر دیکھو ! کہ انسان کے حواس میں تیزی بہت ہے - وہ دُکھ کو جلدی محسُوس

کرتا ہے۔ حیوانات میں یہ احساس کم ہے۔ جیسے حیوانات کو عقل نہیں دی۔ ویسا ہی انہیں مستی کی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ وہ جو ذبح کے وقت تڑپتا ہے۔ تو یہ جسمانی خواص کا تقاضا ہے۔ احساس مصائب تو دراصل صرف انسان کیلئے ہے۔ جس کے دماغی قویٰ بہت زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ دیکھو! مجھے حسّ کا مرض ہے۔ مجھے کوئی انگلی بھی لگا دے۔ تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس یہ نہ سمجھو کہ دکھ صرف ایک خاص طبقہ کیلئے ہے۔ بلکہ سب کے لئے ہے۔ اس لئے خدا کے انصاف پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا؛

پروفیسر جس طرح آپنے فرمایا ہے۔ ان تکالیف کا عوض ملے گا۔ کیا ادنٰے جانوروں کو بھی ملیگا؟

مسیح موعودؑ۔ ہاں ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ اُن کو ملیگا۔

پروفیسر۔ اسؔ کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ حیوانوں کی روح بھی مرنیکے بعد باقی رہیں؟

مسیح موعودؑ۔ ہاں کیوں نہ رہیں؟

انسان کب سے ہے؟

پروفیسر۔ آدم۔ حوا۔ جیجوں وسیحوں کے درمیان پیدا ہوئے تھے۔ کیا امریکہ والے بھی اس آدم کی اولاد ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ اور عیسائی کہتے ہیں۔ کہ ایک آدم کی سب اولاد ہیں؟

مسیح موعودؑ۔ ہم اس بات کے قائل نہیں۔ کہ ایک ہی آدم تھا۔ کئی آدم تھے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً سے بھی یہی ظاہر ہے۔ کہ آدم کسی کا جانشین تھا۔ ہم اس بات کی پیروی نہیں کرتے۔ کہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور جو کچھ ہے۔ اسی آدم سے ہی۔ اور نہ ہم اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں۔ کہ یہ زمانہ چند ہزار برس سے ہی۔ بلکہ پہلے سے یہ سلسلہ چلا آتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ امریکہ والے اسی آدم کی اولاد ہیں۔ محی الدین عربیؒ لکھتے ہیں۔ میں حج کو گیا۔ کشف میں دریافت کیا، کیا یہ آدم ہے؟ جواب ملا۔ تو کس آدم کی تلاش کرتا ہے؟ ہزاروں آدم گذر چکے ہیں۔

ڈاروِن کی تھیوری

پروفیسر۔ آیا حضورؑ مسئلہ ارتقار کے قائل ہیں۔ اور اگر یہ مانتے ہیں تو پھر روح کب پیدا ہوئی
مسیح موعودؑ۔ ہمارا مذہب یہ نہیں۔ کہ انسان کسی وقت بندر تھا۔ پھر دُم کٹ گئی۔ اور انسان بن گیا۔ یہ تو صرف دعویٰ ہے۔ بارِ ثبوت مدّعی پر ہے۔ ہم قائل ہوسکتے ہیں اگر کوئی ایسا بندر پیش کیا جائے جو رفتہ رفتہ انسان بن گیا ہو۔ ہم ایسے قصوں پر اپنے ایمان کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔ موجودہ زمانہ کا عام نظارہ جو ہے، وہ یہی ہے۔ کہ بندر سے بندر پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان سے انسان۔ پس جو اسکے خلاف ہے۔ وہ قصہ ہے۔ واقعی بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ انسان ہی سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ پہلے دن آدم ہی بنا تھا۔ ہر ایک جنس کا ارتقا، اسکی اپنی جنس میں ہو رہا ہے۔ رُوح کے متعلق ہمارا یہ مذہب ہے۔ کہ وہ ایک مخلوق چیز ہے۔ جو اسی عنصری مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اسکے نظائر ہمنے چشمۂ معرفت میں دیئے ہیں۔ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ اور یہی ڈاکٹری تشریحوں سے معلوم ہوتا ہے۔ وہی نطفہ جو ہوتا ہے۔ اسمیں رُوح ہوتی ہے۔ وہ نشو و نما ترقی پاتی پاتی بڑی ہوجاتی ہے۔ جبھی تو فرمایا۔ ثُمَّ اَنْشَأْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ یہ بات بالکل صحیح نہیں۔ کہ رُوح ابتداء سے چلی آتی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی حکمت پر بہت سے اعتراض ہوتے ہیں۔ پس ہم کسی ثابت شدہ سچائی سے انکار نہیں کر سکتے۔

اِسلام سائنس کے مطابق

پروفیسر۔ مجھے بہت خوشی ہے۔ کہ آپکا مذہب سائنس کے مطابق ہے۔
مسیح موعودؑ۔ اسی لئے تو خدا نے ہمیں بھیجا۔ تا ہم دنیا پر ظاہر کریں۔ کہ مذہب کی کوئی بات سچی اور ثابت شدہ حقیقت سائنس کے خلاف نہیں ؛

تاثیر اجرام سماوی

پروفیسر۔ امریکہ میں بعض لوگ ہیں۔ انکی رائے ہے۔ کہ جو زندگی ہے۔ وہ چاند سے اُتری ہے۔ چاند جو پیدا ہوا ہے زمین سے۔ زمین میں زندگی کی کیفیت تھی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ اور وہ کہتے ہیں۔ عقل مشتری نے دی۔

مسیح موعودؑ۔ زندگی اور قویٰ کا سرچشمہ باریتعالیٰ ہے۔ اُسنے سُورج، چاند و دیگر اجرام سماوی
کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ وہ جب پیٹ میں تیار ہوتا ہے۔ تو اجرام سماوی کی تاثیرات
سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سبعہ سیّارہ کا اثر بھی ہے۔ یہ تاثیرات ہماری شریعت کے مخالف نہیں لیکن
ہم ایسی بات کو جو ثبوت شدہ نہ ہو۔ ماننے کیلئے تیار نہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ انسان کی
تربیت میں اجرام سماوی کا بھی حصّہ ہے۔ جیسے کہ چاند کی روشنی سے پھل پکتے ہیں۔ اور
انار کے پکنے اور پھوٹنے کی آواز بھی نکلتی ہے ؛

رُوح کے اقسام

پروفیسر۔ کیا جو کچھ مکھیوں میں اور دوسرے پرندوں میں ہے۔ اس کا نام بھی رُوح ہے ؟
مسیح موعودؑ۔ رُوح تین قسم کی ہے۔ رُوح نباتی۔ حیوانی۔ انسانی۔ حقیقی کمالات کی
جامع اور حقیقی زندگی کی وارث انسان کی رُوح ہے۔ حیوانات کی روح اس سے کم درجے پر۔ نباتات
کی اِس سے کم۔ نباتات میں ایک قسم کا احساس ہوتا ہے۔ ایک بوٹا ہے۔ جب کسی گھر میں لگایا
جائے۔ جب وہ چھت کے قریب آجاتا ہے۔ تو وہ اپنا رُخ کسی اور طرف پھیر لیتا ہے۔ چھوئی موئی ایک
بُوٹی ہے۔ اسمیں بھی شعور ہے۔ اب اس سے زیادہ ان معاملات میں پڑنا اور کنہ حقیقت میں پہنچنے
کی کوشش کرنا فضول ہے ؛ ؎ تو کار زمیں را نکو ساختی ؛ کہ با آسماں نیز پرداختی۔

اِنسان قابل عفو

پروفیسر۔ جب ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ انسان خدا کیطرف سے ہے۔ اور وہ نیکی کی طرف
جاتا ہے۔ تو کیا اس کی غلطیاں قابل معافی نہیں؟ کیا یہ عقیدہ صحیح ہے۔ کہ اِنسان بغیر اسکے
نجات نہ پائیگا۔ جب تک اس کے لئے ایک خدا کفارہ نہ ہو ؟
مسیح موعودؑ۔ یہ عقیدہ بالکل لغو ہے۔ انسان اپنے عمل صالحہ سے خدا کے فضل کو جذب کرتا
ہے۔ اور اس فضل پر اس کی نجات ہے۔ دُنیا میں دیکھ لو۔ کہ انسان تخم ریزی کرتا ہے۔ پھر اسپر
محنت کرتا ہے۔ آخر اس کا نتیجہ پاتا ہے۔ کسی کفارہ کیضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح الدنیا مزرعۃ الآخرۃ
جیسا کروگے ویسا پاؤگے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اسکی رحمت سب پر عام ہے ؛
پروفیسر۔ واقعی یہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ انسان لاکھ نیکی کرے۔ پھر بھی اس کی نیکی
رائیگاں جائے۔ جب تک کفارہ پر ایمان نہ لاوے۔ اس کے بعد اسنے مع اپنی میم کے کھڑے ہوکر شکریہ

ادا کیا۔ اور اس امر کا اظہار کیا۔ کہ مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی۔ اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہوگیا ؛ (نوٹ :۔ پروفیسر بعد میں احمدی مسلمان ہوگیا تھا۔ اور مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہا۔ اور اسکے خطوط میری پاس آتے رہے۔ محمد صادق)

بیسواں باب

یورپ کے فری تھنکروں کو تبلیغ

(نوٹ۔ ایک کانگریس ۱۹۰۴ء ملک اٹلی میں ہوئی تھی۔ میں وہ مضمون یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو۔ کہ اس زمانہ میں بھی پیام حق ہر طرف پہنچانیکی کسطرح کوشش کی جاتی تھی۔ یہ مضمون اخبار الحکم ۴۱ و ۴۲ جلد ۸ مؤرخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۴ء میں شایع ہوا تھا) ؛

یورپ کے آزاد خیال لوگوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب نے مندرجہ ذیل چٹھی کے ذریعے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی۔ (ایڈیٹر)

غلامی موجودہ زمانہ کی مہذب دنیا میں مفقود ہے۔ اور ہم کوئی غلام نہیں پاتے ہیں۔ بجز ان قیدیوں کے جو جنگی یا ملکی جیل خانوں میں رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح پر گویا تمام لوگ آزاد ہیں۔ بااین آزادی ایک نسبتی یا اضافی امر ہے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ لطفِ آزادی اٹھاتا ہے۔ اور فی الحقیقت اس پشتِ زمین پر ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے۔ جو کلیۃً آزاد ہو۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی قانون وضابطہ کی پابندی سے زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔ خواہ وہ قانون ملکی ہو۔ یا جنگی اخلاقی ہو یا تمدنی۔ قومی ہو یا انسانی۔ پھر آزادی تین امور میں ہوسکتی ہے۔ یا نہیں ہوسکتی یعنی اعمال۔ اقوال اور خیالات میں۔ اوّل الذکر تو بہت ہی مشکل بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اور آخر الذکر ایسی آزادی ہے۔ جو ہر شخص کیلئے سہل الحصول ہے۔

آزادیٔ اعمال کوئی بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور آزادیٔ خیال گویا انسانی میراث ہے۔ ہر شخص اسے پاسکتا ہے۔ اور اس سے لُطف اٹھاسکتا ہے۔ کوئی آدمی آپکو مجبور نہیں کرسکتا۔ کہ یوں خیال کرو یا یوں۔ مذہب کے متعلق بھی ایسی ہی حالت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف طور پر فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین۔ پس بلحاظ خیالات کے سب کے سب آزاد ہیں۔ مگر اعمال یا اقوال کے لحاظ سے کوئی آدمی بھی غالباً آزاد مطلق نہیں ہوسکتا۔ دُوسری طرف ہر ایک شخص (خواہ کسے باشد) کچھ نہ کچھ کہنیکا پابند ہے۔ اور ہر شخص کو کسی نہ کسی قانون کی پابندی لازمی ہے۔ اور نجات اطاعت سے وابستہ ہے۔ ان تمام امور پر یکجائی نظر کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کوئی شخص بلا استثنائے احدے بلحاظ خیالات یا من حیث الاقوال یا من حیث الافعال آزاد خیال نہیں ہے۔ بلکہ سب کے سب متبع ہیں ؂

لہٰذا انسانی بناوٹ اور فطرت کے حسب حال فرمانبردار کا نام موزون ہے۔ جو عربی لفظ مسلم کا ٹھیک ترجمہ ہے۔ پس ہمیں بجائے کسی اور نام اور لقب کے اپنے تئیں مسلم کہنا اور کہلانا چاہیے۔ قرآن شریف نے سچ فرمایا ہٰسمّٰکم المسلمین۔ اسنے یعنی اللہ تعالےٰ نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے ؂

اس قدر بحث تو نام کے متعلق تھی۔ اب میں آزاد خیال لوگوں کے آغاز نشوونما اور انجام پر نظر کرنا چاہتا ہوں ؂

آزاد خیال لوگوں کا مبداء اور باعث ہی بائیبل ہے۔ جو عیسائی پادریوں کے ہاتھ میں ہے نہ کچھ اور۔ قطع نظر اس امر کے۔ کہ آیا اس کے تراجم غلط ہیں۔ یا صحیح ؟ اور موجودہ کتابیں ناپاک ہیں یا خلاف اخلاق ؟ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ ان کا اتباع انسان کو آزاد خیال بناتا ہے ؂

اگر آزاد خیالی کوئی خطا ہے۔ تو اس کی ذمہ دار عیسائیت ہے۔ یعنی وہ عیسائیت کا جرم ہے۔ یہ ایک گناہ ہے۔ لیکن اس کے ذمہ دار اور موجب یورپین ماسٹر اور پادری ہیں ؂

دلیل اور بُرہان کے اس زمانے میں کون ایسا بیوقوف ہے۔ جو کسی انسان خدا کا یقین رکھ سکتا ہے؟ یا اس بات کا معتقد ہو سکتا ہے۔ کہ انسان خدا جو سہ گوشہ ہے۔ ایسا خدا جو مصلوب ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس ؛

لیکن میں افسوس سے دیکھتا ہوں۔ کہ اس قسم کے عقائد سے دُور باشی کے ساتھ ہی آزاد خیال لوگوں نے تمام گراں بہا اور قیمتی موتی بھی پھینکدئیے ہیں۔ بہت سی باتیں ایسی معقول اور فطرت کے موافق موجود ہیں۔ جو کسی صورت میں بھی صاحب دل اور اہل بصیرت کی نظر میں حقیر نہیں ہونی چاہئیں۔ مثلاً انبیاء علیہم السّلام کا وجود اور وحی اور الہام۔ خدا تعالیٰ کے مامور معلم جن کو دُوسروں کے پاک اور صاف کرنے کیلئے مقناطیسی قوت دیجاتی ہے ؛

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رسولوں کو بھیجتا ہے۔ گذشتہ کا تو کیا ذکر ہے۔ خود انہی دنوں میں خدا نے ایک رسول بھیجا ہے۔ اور ہزاروں ہزار نشانات اور علامات اُنہیں اپنی سچائی کے ثبوت کیلئے عطا فرمائی ہیں۔ اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور عین ضرورت کے وقت آیا ہے۔ تاکہ وہ انبیاء سابقین کے اوضاع و اطوار سے دنیا کو آگاہ کرے۔ اس کا کلام مدلل اور معقول ہے۔ اس کا نطق وہی ہوتا ہے۔ جو اسے رب العظیم سے الہام ہوتا ہے۔ اور جو ہر وقت سچائی کے ثبوت کے لئے آمادہ رہتا ہے اس کا نام مرزا غلام احمد (ایدہ اللہ الاحد) ہے۔ وہ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب انڈیا) میں رہتا ہے۔ وہ اسلئے آیا ہے۔ تا لوگوں کو یہ سمجھادے۔ کہ ایک ہی قادر مطلق خدا ہے۔ آزاد خیال لوگوں کو اسکے پاس آنا چاہئے۔ تا وہ معلوم کریں کہ انبیاء کیا ہوتے ہیں۔ اور سچے حقیقی قوانین قدرت کیا ہیں؟

مَیں اس چھٹی کو اس پر ختم کرتا ہوں۔ کہ کانگریس کے تمام ممبروں پر سلامتی ہو۔ مجھے خوشی ہوگی۔ اگر انمیں سے کوئی ارادت مند مجھ سے سلسلہ خط و کتابت جاری کرے گا ؛

محمد صادق

۲۱ اکیسواں باب

سلسلہ تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

اجازت برائے چندہ و تبلیغ

اس امر کے اظہار کے واسطے کہ غیر ممالک کو تبلیغ کرنے کا کس طرح سے مجھے ہمیشہ سے جوش تھا۔ اور اس کام کیواسطے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت تھی۔ میں اپنا ایک مضمون جو اخبار البدر مؤرخہ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء میں چھپا تھا۔ درج ذیل کرتا ہوں:۔

تحقیق الادیان و تبلیغ اسلام

(از محمد صادق)

سب حمد اور شکر اللہ کیلئے ہے۔ جس نے انسان کو اپنے مخاطبات سے شرف بخشا۔ اور راہ مستقیم پر اس کو بلا کر ظلمات کی ٹھوکروں اور ہلاکتوں سے بچایا۔ دنیا میں جو تاریکی انسان نے اپنی غفلت اور بدکاری سے پھیلا رکھی تھی۔ اس سے بچنا کسی کی طاقت میں نہ تھا۔ اگر خود خداوند عالم اپنے رحم کے تقاضا سے انسان کو آواز دیکر اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو سیدھی سڑک پر نہ ڈال دیتا۔ پھر صلوٰۃ اور سلام ہو اور رحمتیں ہوں اور برکتیں ہزاروں ہزار ان پاک اور معصوم وجودوں پر جن کو خدا نے اس قابل بنایا۔ کہ وہ اس کی آواز سنیں۔ اور خلقت اور ان کے رب کے درمیان صلح کرا دینے کا جوش اُن کے دلوں میں ہو۔ اِدھر خلقت کو سمجھائیں اور سیدھے راہ پر لائیں۔ اُدھر خدا کے آگے روئیں اور گڑگڑائیں۔ بالخصوص اس پاک مطہر مقدس مزکّی شفیع پر ہزاروں ہزار صلوٰۃ اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں

کہ جو مخلوق الٰہی کی غمخواری میں اور اُپنے خالق کی محبت میں ایسا گداختہ ہوا۔ کہ بجز قرآن شریف کی وحی کے کوئی شئے اس کے لئے موجب تسکین نہ ہوئی۔ اے خدا کے پیارے قربان ہوں ہم اور ہماری جانیں تجھپر اور تیری راہ پر اور اس پر جو تیری راہ کے مسافروں کو بھیڑیوں اور کتوں اور قزاقوں سے بچانے کے واسطے آج سپاہیوں کیطرح کمر باندھ کر کھڑا ہوا ہے۔ اور ایسا کھڑا ہوا ہے۔ کہ نہ اسے رات کو آرام کی نیند ہے۔ اور نہ دن کو عیش کی زندگی ہے۔ وہ تیری محبت میں ایسا محو ہوا۔ کہ نہ اُسے اپنے سر کی خبر رہی۔ اور نہ پاؤں کی۔ ہاں یہی اسکی دو نشانیاں تھیں۔ جو تو نے پہلے سے بیان کی تھیں؛

پھر مبارک ہیں وے جو اس بہادر سپاہی۔ ہاں بہادروں کے سردار کی حمایت اور نصرت میں کھڑے ہوئے۔ اللّٰھمّ اجعلنا منھم۔ وہ خدا کے ساتھ ہیں اور خدا اُن کے ساتھ ہے۔ وہ ستارے ہیں جو سورج سے روشنی لیتے ہیں۔ اور اندھیری رات کے چراغ ہیں۔ اللّٰھمّ اجعلنا منھم آمین ثم آمین۔ اے ربّ العالمین اس تاریکی کے زمانے میں جب یہ خدا کے پیارے مخلوق الٰہی کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہیں۔ تو میرے دل میں جوش اٹھا کہ میں بھی امداد کروں۔ جو خود ہی کمزور ہو وہ کسی کی مدد کیا کریگا۔ مگر ایسے پُرجوش اور پُرطاقت۔ باہمّت۔ عالی حوصلہ۔ عالی دماغ اصحاب کے کارناموں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھکر نہ رہ سکا۔ کہ نچلا بیٹھا رہوں۔ میں بھی لگا کچھ ہاتھ ہلانے۔ اور کچھ آوازیں دینے۔ بھلا اس چھوٹے سے ہاتھ اور باریک سی آواز نے کیا کرنا تھا۔ مگر خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے جو دنیا بھر کو تبلیغ پہنچانی تھی۔ تو اسکے واسطے سامان بھی ایسے ہی مہیّا کر دئے۔ پس میرے ہاتھ اور آواز کو ڈاک نے ایسی مدد دی۔ کہ میں گھر بیٹھے بیٹھے۔ انگلستان۔ امریکہ۔ اور جاپان تک جانے لگا۔ اور تو کیا کر سکتا تھا۔ پر رفتہ رفتہ دو باتوں کی عادت سمجھو۔ قوت سمجھو۔ نشہ سمجھو۔ کچھ سمجھو۔ دو کام آہستہ آہستہ کرنے لگا۔ ایک تو یہ۔ کہ جہاں کہیں کوئی نیا فرقہ دیکھا۔ گمراہی کا کوئی عجیب گڑھا دیکھا۔ ضلالت کا کوئی ہولناک کنواں دیکھا

ان کی خبر خدا کے مسیح کو لا کردی - تاکہ وہ اس کی دستگیری کیلئے توجہ کرے - اور دوسرا یہ کہ جو ملا کسی نہ کسی بہانے اس کے کان میں کچھ اسلام اور اسلام کے بانی علیہ السلام اور اسلام کے موجودہ امام کی خبر ڈال ہی دی - کسی نے گالی دی - کسی نے بُرا منایا - کوئی نہیں - جو خاموش ہو رہا - کسی نے خشک شکریہ میں ٹالا - کوئی تھوڑی دور ساتھ ہو لیا - اور پرساں حال رہا - پر مَیں اپنا کام کئے گیا - یہاں تک کہ بعض رشید اور سعید ایسے نکلے - جنہوں نے اس آواز کو قبول ہی کر لیا:

اس کام کی ابتدا ء کوئی تین سال سے ہے - اور اس کے واسطے مجھے خرید اخبارات - خرید کتب - ڈاک - سٹیشنری وغیرہ کا خرچ درکار ہوا - جسمیں مجھے یہاں کے بعض دفاتر مثلاً میگزین اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بعض دوستوں سے مدد ملتی رہی - مثلاً کوئی عمدہ کتاب اس کام کے مفید ولایت میں چھپی - تو دفتر میگزین نے خرید کر دی - یا حضرت نے خود ہی فرمایا - کہ یہ کتاب منگوا لو - اس کی قیمت ہم دیں گے - یا شیخ رحمت اللہ صاحب جیسے کسی دوست نے ولایتی کاغذ اور لفافے بھیج دئے - غرض اسی طرح سے کام چلتا رہا - اور چل رہا ہے - مگر کوئی نو ماہ کا عرصہ گذرا ہے - کہ ایک دوست بابو محمد الٰہی صاحب سب پلیٹ ے آر کوہاٹ نے مجھے خط لکھا - کہ مَیں بمعہ چند اور احباب کے آپکو اس کام کیواسطے کچھ ماہوار چندہ دینا چاہتا ہوں - مَیں ڈرا - کہ میرے واسطے ایسا چندہ (اگرچہ وہ خفیف رقم ہی ہو) کا لینا جائز ہو گا - اس واسطے مَیں نے بابو صاحب کو خط لکھا - کہ سر دست مَیں کوئی ماہوار چندہ نہیں لے سکتا - ہاں آپکی تحریک پر مَیں اس امر کے متعلق استخارہ کروں گا - پھر جو نتیجہ ہو گا - دیکھا جائیگا - اور حضرتؑ سے حکم بھی طلب کروں گا - اس کے بعد کوئی چھ ماہ تک مجھے کوئی ایسا موقعہ نہ ملا - کہ مَیں اس امر کے متعلق توجہ اور استخارہ کرتا - چھ ماہ کے بعد مجھے ایک وقت میسر آیا - کہ مَیں نے دعا کی اور استخارہ کیا - اور پھر حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ سب باتیں عرض کیں - اور یہ بھی دریافت کیا - کہ آیا اس کام کو جاری رکھوں یا نہ رکھوں ؟ حضرت امام علیہ السلام نے

جواب میں لکھا:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے نزدیک جہانتک کچھہ دقت اور حرج واقعہ نہ ہو۔ اس کام میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ موجب تبلیغ ہے۔ اور جو صاحب اس کام میں مدد دینا چاہیں وہ بیشک دیں۔

خاکسار مرزا غلام احمدؐ"

اس پر مَیں نے بابو محمد الٰہی صاحب کو اطلاع دی۔ جو رقم اس امر کے متعلق میرے پاس وقتاً فوقتاً آئیگی۔ اس کی رسید مَیں اسی اخبار میں دیدیا کرونگا۔ اور ساتھ ہی مَیں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ آئندہ ہر ہفتہ میں بذریعہ اخبار کے ایک رپورٹ اس کارروائی کی چھاپ دیا کروں۔ تاکہ احباب کے واسطے موجب ازدیاد ایمان اور وسعت ہو۔ چونکہ اس کام کے دو حصے ہیں۔ یعنی مذہب کی تحقیق اور اسلام کی تبلیغ۔ اسواسطے یہ مضامین اخبار میں تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام کی سرخی کے ذیل میں نکلا کریں گے۔ انشاء اللہ۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم؀

چنانچہ اس ہفتہ میں امریکہ سے ایک نومسلم انگریز کا خط آیا ہے۔ جسکی پہلے ہم کو خبر نہ تھی۔ یعنی اس کا نام اور پتہ اور اسکے مشرقی علوم سے واقف ہونیکی خبر ایک کتاب فروش کے اشتہار میں پڑھی تھی۔ کیونکہ صاحب موصوف نے ایک کتاب پر اپنی رائے لکھی تھی۔ پس میں نے اسکو ایک خط لکھا۔ مَیں اپنے خط کے ترجمہ کو بمعہ جواب کے ترجمہ کے نیچے درج کرتا ہوں۔ محمدؐ صادق عفی عنہ

میرا خط بنام ڈاکٹر بیکر صاحب

از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ملک ہند۔ مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۴ء

ڈیئر ڈاکٹر۔ اگر اتفاق کوئی شئے ہے۔ تو مَیں کہہ سکتا ہوں۔ کہ صرف اتفاق سے مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ آپ علوم مشرقیہ کے فاضل ہیں۔ اور دُنیا کی قریباً ایک درجن زبانوں سے واقف ہیں۔ دراصل مَیں تو اتفاق کا قائل نہیں۔ کیونکہ مَیں تو یہ ایمان رکھتا ہوں کہ سب کچھہ خدائے قادر کی مرضی سے دُنیا میں ہوتا ہے۔ تو ایک مشرقی علوم کے

فاضل ہیں۔ اور میں ایک مشرقی آدمی ہوں اور اسی واسطے میں آپکو یہ خط لکھتا ہوں۔ مشرق کی کئی زبانوں سے میں بھی واقف ہوں۔

جو بات میں آپکو کہنا چاہتا ہوں وہ مشرقی الہام اور حُبّ اور صلاحیت ہے۔ لیکن پیشتر اسکے کہ میں کچھ کہوں۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپکے عقائد کیا ہیں؟ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ یسوع مسیح ایک انسان تھا۔ اور خدا کا نبی تھا۔ خدا واحد ہے تثلیث کوئی شے نہیں۔ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ سب کو نیک و بد اعمال کا بدلہ ملنا ہے۔ کفارہ باطل ہے خدا اپنے نبیوں۔ رسولوں۔ اور مسیحوں کو ہمیشہ مبعوث کرتا رہتا ہے۔ جو خدا سے الہام پاکر دنیا کی اصلاح کرتے ہیں۔ اس زمانے کے مصلح کا نام احمد ہے۔ جہنم ابدی نہیں۔ بلکہ جیل خانوں کیطرح ایک اصلاح خانہ ہے۔ خدا قادر مطلق خدا ہے یسوع نے اور انسانوں کیطرح وفات پائی۔ اسکی قبر کشمیر میں ہے۔ ہمیں چاہئیے۔ کہ خدا کا خوف اور محبت ہر دو دل میں رکھیں۔ خدا کو ایسا یاد کریں۔ جیساکہ باپ کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہ ہمارے عقائد کا خلاصہ ہے جسمیں کوئی امر مخالف عقل نہیں۔ کہانتک آپ ان امور میں ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ کیا آپ تصانیف کیا کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں اور ممکن ہو۔ تو کوئی کتاب ارسال فرماویں۔ آپکا جواب آنیپر میں بھی آپکو کچھ کتابیں ارسال کرونگا۔ شاید ایسا خط لکھنے میں میں نے بہت جرأت سے کام لیا ہو۔ لیکن میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپکی طرف سے مجھے فرحت دہ یا کم از کم دوستانہ جواب ملیگا۔ ہمارا ملک طاعون سے تباہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ لوگ نیک نہیں ہیں۔ اُنہوں نے خدا کے فرستادہ کی عزت نہیں کی۔ خدائے رحمٰن ہمیشہ اپنے نبی مبعوث کیا کرتا ہے۔ اور ایسا ہی اس نے اس زمانہ میں بھی ایک رسول بھیجا ہے۔ اس نبی کا نام احمد ہے۔ خدا کیطرف سے اسکو مسیح موعود کا خطاب بھی ملا ہے۔ اسکا سلسلہ جلد دنیا میں پھیلیگا۔ اور مشرق و مغرب پر حاوی ہوگا۔ کیونکہ خدائے قادر نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے۔ یہ نبی صلح اور محبت کا پیغام لایا ہے۔ اس نے جنگوں کو بند کر دیا ہے۔ اسکے متبع تین لاکھ کے قریب ہیں۔ جنکو خدا نے پرہیزگاری۔ راستی۔ محبت اور خوف خدا عطا کیا ہے۔ مجھے آپکا جواب آنیسے خوشی ہوگی۔ اور پھر میں آپکو زیادہ باتیں لکھوں گا۔

محمد صادق

ڈاکٹر صاحب کیطرف سے جواب

ازجانب ڈاکٹر اے جارج بیکر۔۔ فلے ڈلفیا ملک امریکہ مؤرخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء

بخدمت مسٹر محمد صادق صاحب

پیارے جناب اور بھائی۔ آپکا خط مجھے ۲۴ تاریخ کو ملا تھا۔ مگر مَیں انفلوئنزا سے علیل تھا اسواسطے تین دن جواب نہ لکھہ سکا۔ جہانتک ممکن ہو چند ایک لفظ میں اپنا مذہب ظاہر کرتا ہوں باقی آپ خود سمجھ لیں۔ میں مسلمان ہوں۔ اور میرے عقائد وہی ہیں جو آپکے ہیں۔ میں اپنے ملک اور زمانہ کے مناسب حال اسلام پر عامل ہوں۔ نبی عیسیٰ کیمتعلق میرا عقیدہ وہی ہے۔ جو آپکا ہے۔ لا اله الا الله قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد۔

ایک ہی خدا ہے۔ جو ازلی خدا ہے۔ وہ نہ جنتا ہے۔ اور نہ اسکو کسی نے جنا۔ نہ کوئی اسکی مانند ہے۔ مَیں خوب جانتا ہوں۔ کہ تمام عمیق مذہبی خیالات مشرق سے نکلے ہیں۔ اور تمام بڑے بڑے مذہبی علماء مشرق میں ہی ہوگئے ہیں۔ عیسوی مذہب بھی مشرق ہی سے نکلا تھا لیکن آجکل جو عیسوی مذہب دنیا میں پھیل رہا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم سے ایسا ہی دور ہے جیسا کہ سیاہ سفید سے دور ہے۔ بہت سالوں کی بات ہے۔ جبکہ مَیں نے مشرقی علوم کو سیکھنا شروع کیا۔ اسوقت مَیں نے معلوم کیا۔ کہ مذہب کا سچا اصول یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سکھایا۔ عیسوی تعلیم نے جس بات کو محسوس کیا تھا۔ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر دنیا میں بھیج دیا۔ مَیں تب سے آنحضرت کی تعلیم کا متبع ہوں۔ اور آپؐ کی تمام تعلیم پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اسلامی مسائل کو اگر لفظی معنوں میں لیا جائے۔ تو پوری سختی اور پابندی کے ساتھ ان الفاظ کی اطاعت ہر معنوں میں امریکہ میں مشکل ہے۔ ہمارے لوگ ایشیائی دل نہیں رکھتے۔ اس واسطے ہمیں اپنے ملک اور زمانہ کیساتھ چلنا پڑتا ہے۔ انمیں سے بڑے شہر جیسا کہ فلاڈلفیا ہے۔ یہ امر میرے واسطے آسان ہوگا۔ کہ جب بازار میں جارہا ہوں۔ تو راہ میں اپنا بوٹ اور موزے اتار کر پاؤں۔ دھونے کیواسطے اِدھر اُدھر پانی تلاش کرتا پھروں۔ تاہم مَیں اللہ تعالیٰ کے

حضور میں دعا مانگ سکتا ہوں۔ اور محسوس کرتا ہوں۔ کہ میری دعا اس کے حضور میں قبول ہوئی۔ اور وہ سُنتا ہے۔ اور جواب دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیساکہ وضو کرنیکی حالت میں نماز ایک چیز ہے۔ جو انسان کے دل اور خدا کے درمیان ایک تعلق ہے۔ اور جب مَیں گھر میں رہتا ہوں۔ تو مَیں تمام قواعد نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہوں۔ ہاں باہر اس کے واسطے دقّت ہے۔ مجھے اس بات پر خوشی ہُوئی ہے۔ کہ مشرق سے کسی نے مجھے خطاب کرکے اپنا وقت خرچ کیا ہے۔ اور کہ مجھے ہندوستان میں بھی کوئی جانتا ہے۔ مَیں کئی دفعہ پبلک میں لکچر دیا کرتا ہوں۔ اور جب کبھی ناواقف لوگ مشرقیوں کے متعلق غلط خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ تو مَیں اُن کا دفعیہ کیا کرتا ہوں۔ آپ کا پھر مجھے خط آئیگا۔ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اور مَیں خوش ہونگا۔ کہ آپ مجھے کتابیں ارسال فرمائیں۔ جن سے میرے علم میں ترقی ہو۔ مجھے الجیریا کے ایک نوجوان مسلمان دوست سے بھی ابھی ایک خط ملا ہے۔ یہ نوجوان پہلے ڈلفیا میں رہ چکا ہے۔ اسوقت ہر روز میرے گھر آیا کرتا تھا۔ اور ہم بالکل بھائیوں کیطرح تھے۔ اور اس کی چھٹی سے بھی مجھے اتنی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ جتنی کہ آپکی چھٹی سے؛

آپ بہت جلد مجھے خط لکھیں۔ اور ہم آئندہ اس خط و کتابت کو جاری رکھیں گے۔ حضرت مجدّد کے حضور میں دعا و سلام اور آپ کی خدمت میں پُر محبت آداب کے ساتھ۔

مَیں ہوں آپکا نہائت اخلاص مند

ڈاکٹر۔ اے۔ جی رببکر۔ ایم ڈی

اسکے بعد اخبار بدر میں بہت سے مضامین اسی سرخی تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام کے ماتحت چھپتے رہے؛

بقیہ صفحہ ۲۳۷

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَھَبَ ثُلُثَا اللَّیْلِ قَامَ فَقَالَ یَاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوا اللّٰہَ اذْکُرُوا اللّٰہَ جَائَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ۔ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ۔ قَالَ اُبَیٌّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ۔ قَالَ مَا شِئْتَ۔ قُلْتُ الرُّبُعَ؟ قَالَ مَا شِئْتَ۔ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ۔ قُلْتُ النِّصْفَ؟ قَالَ مَا شِئْتَ۔ وَ اِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ؟ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ۔ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَیُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ ؎

(جامع ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم رات کا دو تہائی حصّہ گذر چکنے کے وقت اٹھکر اپنے گھر والوں اور اردگرد کے لوگوں کو نماز تہجد کیلئے جگا کر انہیں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اے لوگو اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کو یاد کرلو۔ وہ ہولناک (زلزلہ آور) گھڑی سر پر آپہنچی ہے جس کے بعد ساتھ ہی سردی (اور بھی زیادہ ہولناک) گھڑی آجائیگی۔ موت مع اُن آفات کے جو اس کے آنیکے ساتھ آجاتی ہیں۔ سر پر آپہنچی ہے۔ ہاں وہ موت مع اپنے ساتھ کی آفات کے بس آہی پہنچی ہے۔ (اس حدیث کے راوی) ابیؓ کہتے ہیں۔ میںنے (ایک رات حضورؐ کے جگانے پر اٹھکر) عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی دعا کا ایک بہت بڑا حصّہ حضورؐ کیلئے مخصوص کردیا کرتا ہوں۔ (مگر بہتر ہو۔ کہ حضور ارشاد فرماویں کہ) میں اپنی دعا کا کتنا حصّہ حضورؐ کیلئے مخصوص کیا کروں۔ فرمایا جتنا چاہو۔ میںنے عرض کیا ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو۔ اور اگر اس سے زیادہ (حصّہ میرے لئے مخصوص کیا) کرو۔ تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا نصف حصہ؟ فرمایا۔ جتنا چاہو۔ اور اگر اس سے بھی بڑھادو۔ تو اور بھی بہتر ہوگا۔ میںنے عرض کیا۔ دو تہائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کردو۔ تو اور بھی بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں آئندہ اپنی تمام دعا کو حضور کیلئے ہی مخصوص رکھا کرونگا۔ فرمایا۔ اسمیں تمہاری سب ضرورتیں اور حاجتیں آجائینگی اور اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کام درست کردیگا۔ اور تمہاری ساری امروں پوری کردیگا۔ اور کوتاہیاں معاف کردیگا ؎

۲۲ بائیسواں باب

پادری ہال کو تبلیغ سنہ۱۹۰۳ء

کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ کہ ایک ڈاکٹر چارلس نام عیسائی مذہب کے عالم امریکہ سے عیسویت پر لیکچر دینے کیلئے لاہور تشریف لائے تھے۔ اور لاہور میں انہوں نے کچھ لیکچر دیئے۔ ہمارے مکرم بھائی مفتی محمدؐ صادق صاحب (جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کوئی موقع انکو ملے۔ تو وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کریں۔ اور اسی وجہ سے دور دراز تک انکی خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔) نے ان کو ایک دعوتی خط لکھا۔ چونکہ وہ خط دلچسپی سے خالی نہیں۔ اِس لئے ہم اپنے ناظرین کی واقفیت بڑہانے کیلئے ذیل میں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ (عرفانی)

خط

بخدمت ڈاکٹر چارلس کہتبرٹ ہال صاحب ڈی۔ ڈی۔ بیرو لیکچرر ریورنڈ صاحب۔ مینے ایک اخبار میں پڑھا ہے۔ کہ آپ امریکہ سے خاص اس مطلب کے لئے تشریف لائے ہیں۔ کہ اس ملک کے باشندوں کو تجربہ مذہب عیسویت پر چند وعظ کریں۔ مَیں اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ کہ وہ کونسا تجربہ مذہب عیسوی ہو سکتا ہے۔ جس کو آپ مذہب عیسوی کی صداقت کے ثبوت میں بطور دلیل کے پیش کر سکتے ہیں۔ اگر اس تجربہ سے آپکی مراد علمی تحقیقات اور ایجاد اور ملکی قوت کی ترقی ہی۔ تو یُونان کے بت پرست اور روما کے ہزاروں دیوتاؤں کے پجاری ان علمی اور ملکی ترقیوں کے باعث اپنے زمانے کے یہوُد اور نصاریٰ کے مقابلہ میں زیادہ ترسچے مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر تجربہ سے آپکی مراد یہ ہے۔ کہ یورپ کے عیسائیوں نے

تجارت اور دوسرے ذرائع سے بہت روپیہ جمع کرلیا ہے۔ اور یہ ان کے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ تو پھر عیسائیت کے معتقدین سیدھے جہنم کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر موجودہ تہذیب مذہب عیسوی کی صداقت کا ثبوت ہے۔ تو پھر پہلے حواری اور خود آپکا خداوند یسوع مذہب عیسوی کا ایک بڑا دشمن نظر آتا ہے۔ اگر عیسائی تجربہ سے آپکا یہ منشاء ہے۔ کہ عیسائیوں میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اور تمدنی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ ان کے مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ تو یورپ کے موجودہ اخلاق کے متعلق جو سینکڑوں شہادتیں خود اہل یورپ سے ہمیں ملی ہیں۔ اُنمیں سے صرف دو تین کو مَیں یہاں نقل کرکے دکھاتا ہوں۔ کہ عیسائی تجربہ کیا شہادت دیتا ہے:۔

(۱) ایسی مفلسی۔ ایسی تباہی ایسی مصیبت۔ ایسی جہالت اسجگہ پائی جاتی ہے۔ کہ یہ مقام مجھے ایک آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر نظر آرہا ہے۔ (۲) تمام عیسائی دنیا قدیم الایام سے آجتک مفلسی، تباہی، بدی، اور پرلے درجے کی گنہگاری میں پڑی ہوئی ہے۔ (۳) لکھوکھا آدمی جو بپتسمہ لے چکے ہیں۔ نہایت ہی خراب قسم کی بدکاری میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (۴) تمام مختلف گرجوں کے افسر ہم کو اطلاع دیتے ہیں کہ قوم مذہب سے بالکل بے پرواہ ہے۔ اور انجیل انپر اپنا کوئی اثر نہیں ڈال سکتی؛

میں تعجب کرتا ہوں۔ کہ اپنے اس امر کیواسطے اتنے اتنے وسیع سمندر چیرنے کی تکلیف اُٹھائی۔ کہ ہمیں عیسائی تجربہ سے آگاہ کریں۔ جہانتک میں دیکھ سکتا ہوں انجیل میں یسُوع کا کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو کسی عاقل اور دور اندیش کیلئے قابل عمل ہو۔ مثال کے طور پر یسُوع کے چار پانچ احکام کو لیتا ہوں۔ اور پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی دانا انپر عمل کرسکتا ہے؟

اوّل۔ یسُوع کہتا ہے۔ کہ "الزام نہ لگاؤ"

کیا تم کو عدالتیں فوراً بند کردینی چاہئیں۔ جج فوراً موقوف کردینے چاہئیں؟

دوم۔ یسُوع کہتا ہے۔ کہ کل کا فکر نہ کرو۔

کیا گورنمنٹ کے سارے دفتر جو سالہا سال پہلے امور کا فکر کرتے ہیں۔ سب کے

سب بند کر دینے چاہئیں؟
سوم۔ یسوع کہتا ہے۔ کہ اپنا خزانہ زمین پر نہ رکھ۔
کیا تمام سرکاری خزانوں کو آگ لگا دینی چاہیئے؟
چہارم۔ یسوع کہتا ہے۔ کہ صدقہ پوشیدگی میں دو۔
کیا مشنریوں کی تمام خیرات کی فہرستیں جو اخباروں میں چھپتی ہیں۔ کفر سے بھری ہوئی ہیں؟
پنجم۔ یسوع کہتا ہے۔ کہ اگر تیرا کوئی کوٹ لے۔ تو اُسے چُغہ بھی دیدے۔
کیا جب بوئروں نے ہماری دانا گورنمنٹ سے ٹرنس وال پر جھگڑا کیا۔ تو ان کو ساتھ ہی کیپ کالونی بھی دیدینی چاہیئے تھی۔
مثال کے لئے یہ باتیں کافی ہونگی۔ یسوع کے تمام اصول اسی قسم کے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ اصول ایک غریب چھوٹے سے گروہ کے واسطے تھے۔ جو غریب یسوع کے پیچھے ہولیا تھا۔ یسوع کا کبھی یہ منشا نہ تھا۔ کہ ایک عالمگیر مذہب دُنیا میں قائم کرے۔ لیکن عالمگیر مذہب اور شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں نازل کی ہے۔ جو نبیوں کے خاتم رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ مَیں اس پاک کتاب کی چند آیتوں کا ترجمہ اسجگہ نقل کرتا ہوں۔ جس سے آپکو اس عالمگیر شریعت کی عظمت اور شان نظر آجاویگی۔
اوّل۔ ان کو سزا دینا ضروری ہے۔ جو مخلوق کو تکلیف دیں۔ اور زمین میں فساد کریں
دوم۔ تم اپنا صدقہ پوشیدہ بھی دو، اور ظاہر بھی دو۔
سوم۔ جو کچھہ خدا نے تمہیں دیا ہے۔ اُس میں سے خرچ کرو۔
چہارم۔ کہہ دو کہ ایک ہی اللہ ہے۔ وہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس کو کسی نے جنا نہ وہ جنتا ہے۔ اور کوئی اس کی مانند نہیں ہے۔
اِن دنوں میں بھی خدائے قادر مطلق نے پہلے نبیوں کی مانند ایک نبی مبعوث کیا ہے۔ جس کے ہاتھ پر سینکڑوں معجزات دنیا میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ ان سب کو

رُوحانی زندگی عطا کرتا ہے۔ جو حق جوئی کی نیت سے اسکے پاس آتے ہیں۔ مَیں آپ کو میگزین ریویو آف ریلیجنز کے چند نمبر ایک علیحدہ پیکٹ میں ارسال کرتا ہوں۔ جن کا مطالعہ آپکے اور امریکہ میں آپکے دوستوں کیلئے موجب برکت ہوگا۔

میں ہوں آپکا خیر خواہ۔ محمد صادق قادیان ۲ رجنوری ۱۹۰۳ء

تئیسواں باب ۲۳

بیعت کے بعد کی نصائح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً بیعت لینے کے بعد بیعت کنندوں کو کچھ نصیحت کرتے تھے۔ وہ چند بعض اوقات کی نصائح بطور نمونہ درج کیجاتی ہیں:۔

"اس جماعت میں داخل ہوکر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہیئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اسکے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے۔ بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے۔ اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔"

"ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا۔ اور اسی پر بھروسہ کرنا۔ اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے۔ اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اس حد تک کرنی چاہیئے۔ کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اسپر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل با یار والی بات ہونی چاہیئے۔" البدر ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء

"اگر کوئی شخص بیعت کرکے یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہمپر احسان کرتا ہے تو یاد رہے کہ ہمپر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ یہ خدا کا اسپر احسان ہے۔ کہ اسنے یہ موقعہ اُسے نصیب کیا۔ سب لوگ ایک ہلاکت کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ دین کا نام ونشان

نہ تھا۔ اور تباہ ہو رہے تھے۔ خدا نے ان کی دستگیری کی۔ کہ یہ سلسلہ قایم کیا۔ اب جو اس فائدہ سے محروم رہتا ہے وہ بے نصیب ہے۔ لیکن جو اس کی طرف آوے اسے چاہیئے۔ کہ اپنی پوری کوشش کے بعد دعا، سے کام لیوے۔ جو شخص اس خیال سے آتا ہے۔ کہ آزمائیش کرے۔ کہ فلاں سچا ہے یا جھوٹا۔ وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ آدم سے لیکر اس وقت تک کوئی ایسی نظیر نہ پیش کر سکو گے۔ کہ فلاں شخص فلاں نبی کے پاس آزمائیش کیلئے آیا۔ اور پھر اُسے ایمان نصیب ہوا ہو۔ پس چاہیئے۔ کہ انسان خدا کے آگے روئے۔ اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر گریہ وزاری کرے۔ کہ خدا اسے حق دکھاوے۔ وقت خود ایک نشان ہے۔ اور وہ بتلا رہا ہے۔ کہ اسوقت ایک مصلح کیضرورت ہے۔" البدر

"نرا بیعت کا اقرار کوئی شے نہیں۔ دُعاء کرو، اور سستی ہرگز نہ کرو۔ جو تعلیم تم کو دیجاتی ہے۔ اسکے موافق اپنے آپکو بناؤ۔ پھر یہ چند روزہ زندگی ہے۔ ایک دن آنا ہے۔ کہ نہ ہم ہوں گے اور نہ تم۔"

فرمایا۔" اللہ تعالیٰ تزکیہ نفس چاہتا ہے۔ جو شخص رعونت، تکبر، ریاکاری، سریع الغضبی کی عادت رکھتا ہے۔ اور بیعت کرتا ہے، مگر ان عادات کو نہیں چھوڑتا اور اپنی حالت میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اُسے بیعت سے کیا حاصل۔ چاہیئے کہ اپنے نفسوں میں تبدیلی کرو۔ اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ حاصل کرو۔ بُردباری اختیار کرو۔ بیویوں سے عمدہ معاشرت کرو۔ ہمسائیوں سے نیک سلوک کرو۔ ان باتوں سے خدا راضی ہوتا ہے"۔

فرمایا۔" دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے۔ اور اسوقت اقرار کیا ہے۔ اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن نبھانا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کہ انسان کو دین سے لاپرواہ کردے۔ دُنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے۔ اور دین کو بہت دور۔ اِس طرح سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے۔

تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کیلئے ہمّت اور کوشش سے تیار رہو"
فرمایا" فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے۔ اس سے بھی سلوک اور نیکی کیساتھ پیش آؤ۔ شیرین بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو۔ کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے۔ کہ اب بیعت کرکے یہ شخص وہ نہیں رہا۔ جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیئے۔ کہ پورے دل، پوری ہمّت۔ اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے"

۲۹ مارچ ۱۹۰۴ء۔ فرمایا" استقامت کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو عہد انسان سے کیا ہے۔ اُسے پورے طور پر نبھائے۔ یاد رکھو۔ کہ عہد کرنا آسان ہے۔ مگر اس کا نبھانا مشکل ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ باغ میں تخم ڈالنا آسان ہے۔ مگر اس کی نشو و نما کیلئے ہر ایک ضروری بات کو ملحوظ رکھنا اور آبپاشی کے اوقات پر اسکی خبر گیری کرنی مشکل ہے۔ ایمان بھی ایک پودا ہے۔ جسے اخلاص کی زمین میں بویا جاتا ہے۔ اور نیک اعمال سے اس کی آبپاشی کیجاتی ہے۔ اگر اس کی ہر وقت اور موسم کے لحاظ سے پوری خبر گیری نہ کیجائے۔ تو آخر کار تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ دیکھو باغ میں کیسے ہی عمدہ پودے تم لگاؤ۔ اگر لگا کر بھول جاؤ۔ اور اسے وقت پر پانی نہ دو۔ یا اسکے گرد باڑ نہ لگاؤ تو آخر کار نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ یا تو وہ خشک ہو جائیں گے، یا ان کو چور لے جائیں گے۔ ایمان کا پودا اپنے نشو و نما کے لئے اعمال صالحہ کو چاہتا ہے۔ اور قرآن شریف نے جہاں ایمان کا ذکر کیا ہے، وہاں اعمال صالح کی شرط لگا دی ہے۔ کیونکہ جب ایمان میں فساد ہوتا ہے۔ تو وہ ہرگز عنداللہ قبولیت کے قابل نہیں ہوتا۔ جیسے غذا جب باسی ہو یا سڑ جائے۔ تو اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اِسی طرح ریاء۔ عجب۔ تکبر ایسی باتیں ہیں کہ اعمال کو قبولیت کے قابل نہیں رہنے دیتیں۔ بیعت توبہ اور بیعت تسلیم جو تم نے آج کی ہے۔ اور اس میں جو اقرار کیا ہے۔ اسے سچے دل سے بہت مضبوط پکڑو۔ اور پختہ عہد کرو۔ کہ مرتے دم تک تم اسپر قائم رہوگے۔ سمجھ لو کہ آج ہم نفس کی خود رویوں سے باہر

آ گئے ہیں۔ اور جو جو ہدایت ہو گی۔ اسپر عمل کرتے رہینگے۔"

فرمایا" خدا تعالیٰ یا اس کے رسول پر صرف زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہری رسم کے طور پر بیعت کر لینا بالکل بیہُودہ ہے۔ جبتک کہ اِنسان پُوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگ جائے۔ میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپنے جو تعلق مجھہ سے پیدا کیا ہے۔ اسکو بڑہانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں جس شاخ کا تعلق درخت سے قائم نہیں رہتا۔ وہ گر کر خشک اور بیکار ہو جاتی ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جبتک کہ عملی رنگ سے اپنے آپکو رنگین نہ کیا جائے۔ بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ کہ آج ہمنے اپنی جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چلکر انجام کار کوئی شخص نقصان اُٹھائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اُٹھاتا ہے، اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوّت دیجاتی ہے۔ مومن کے دل میں جذب ہوتا ہے۔ اس جذب کے ذریعے سے وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

نئی مطبوعات

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل

اس میں حضورؑ انور کے ملفوظات سلسلہ کے مختلف اخبارات سے جمع کئے گئے ہیں۔ جو پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ دوست اس درّ بے بہا کو شوق کے ہاتھوں خریدینگے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائینگے۔ عام اشاعت کیخاطر قیمت بھی برائے نام رکھی ہے یعنی کاغذ اچھا لکھائی عمدہ چھپائی اعلیٰ ٹائٹل دیدہ زیب سائز بڑا حجم ۴۰۰ صفحہ مگر باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت قسم دوم ۱۲ ار مجلد سہ ۱ر قیمت قسم اول عہ مجلد عہر ؛

ذکرِ حبیبؑ

یہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی نہایت ہی لطیف تالیف ہے۔ اسمیں آپنے اپنے محبوب آقا کے چشم دید حالات رقم فرمائے ہیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ حضورؑ کے بعض نادر خطوط بعض تقریریں اور نصائح بھی جمع کی ہیں۔ اور مختلف سواریوں مکانوں اور کمروں و ممبر کے فوٹو بھی دیئے ہیں۔ جو حضورؑ کے استعمال میں آیا کرتے ہیں۔ جو دوست ذکرِ حبیبؑ پڑھکر وصلِ حبیب کا لطف لینا چاہتے ہیں۔ وہ اسے ضرور پڑھیں اور حظ اٹھائیں۔

سائز بڑا۔ حجم قریباً ساڑھے چار سو صفحہ۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت قسم دوم ۱۲ ار مجلد عمر قیمت قسم اول عہ مجلد عہر ؛

تحقیق جدید متعلق قبر مسیحؑ

یہ بھی حضرت مفتی صاحب قبلہ کی محققانہ و عالمانہ تصنیف ہے۔ جو کہ آپ نے کئی سال کی محنت تلاش اور تحقیق کے بعد لکھی ہے۔ اس میں حضرت مسیح ناصریؑ آپ کی والدہ اور حواریوں کا ہندوستان آنا۔ کشمیریوں کا بنی اسرائیل ہونا کشمیری زبان اور عبرانی کا تطابق۔ پُرانی عمارتوں کتبوں۔ دستاویزوں اور قدیم تصانیف سے ثابت کیا ہے۔ اس میں جا بجا فوٹو بھی لگائے گئے ہیں۔ جس نے کتاب کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کاغذ اعلےٰ۔ لکھائی سُتھری۔ طباعت دیدہ زیب ۱۵ فوٹو۔ سائز موزوں حجم ۱۸۰ صفحہ۔ مگر قیمت صرف قسم دوم ۶ر مجلد ۸ر قسم اول ۸ر مجلد ۱۰ ار ؛

نوٹ:۔ ان کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کی تائید اور اسلام کی تصدیق میں ہمارے پاس کتابیں بکفایت ملتی ہیں۔ ضرورتمند فہرست طلب کر کے حسب ضرورت منگوا سکتے ہیں ؛

خاکسار

ملک فضل حسین منیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

پبلشر

ملک فضل حسین
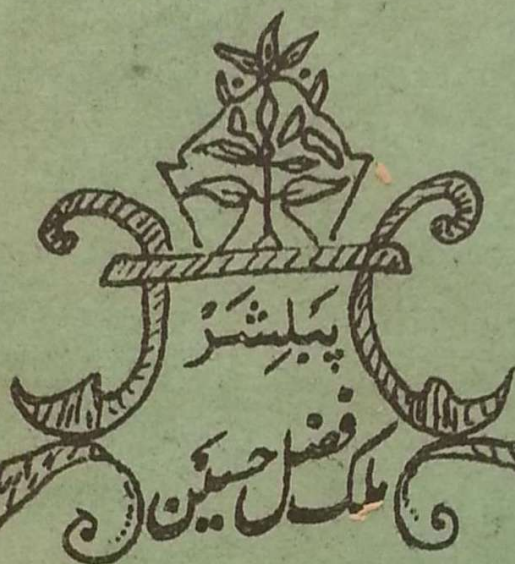
مینیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر

چھپوا کر قادیان سے شائع کیا۔